بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

وعلی عبدہ المسیح الموعود

۱۱۲۵

سیرت المہدی

حصہ سوم

(مرتبہ فرمودہ)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے

جسے

خاکسار

ایڈیٹر و پبلیشر محمد اسمٰعیل مولوی فاضل و منشی فاضل نے قادیان دار الامان سے

شائع کیا

ایڈیشن اول　صفر ۱۳۵۸ھ　اپریل ۱۹۳۹ء

خوشنویس سید محمد باقر　قادیان دار الامان

مختصر فہرست کتب بکڈپو تالیف و اشاعت قادیان بشرح موجودہ رعایتی

اس فہرست میں سابقہ قیمت لکیر کے اوپر دی گئی ہے اور موجودہ رعایتی قیمت نیچے۔ جس میں اعلیٰ کاغذ کی قیمت دائیں طرف اور درجہ دوم کی قیمت بائیں طرف لکھی گئی ہے۔

کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نمبر	کتاب	قیمت
۱	براہین احمدیہ حصہ اول دوم و سوم	[illegible]
۲	سرمہ چشم آریہ	[illegible] / ۱۰ر
۳	شحنۂ حق	۸ر / ۵ر
۴	فتح اسلام	۳ر / ۲ر و ۱ر
۵	توضیح مرام	۳ر / ۲ر
۶	ازالہ اوہام کامل	[illegible]
۷	آسمانی فیصلہ	۴ر / ۲ر
۸	آئینہ کمالات اسلام	[illegible]
۹	نشانِ آسمانی	۵ر / ۲ر
۱۰	برکات الدعا	۳ر / ۲ر
۱۱	حجۃ الاسلام	۵ر / ۴ر
۱۲	سچائی کا اظہار	۵ر / ۱ر
۱۳	شہادۃ القرآن	۱۰ر / ۴ر
۱۴	نور الحق حصہ دوم	۶ر
۱۵	اتمام الحجۃ	۹ر
۱۶	انوار الاسلام	۵ر
۱۷	ضیاء الحق	۳ر و ۲ر
۱۸	منن الرحمٰن	[illegible]
۱۹	نور القرآن حصہ اول و دوم	۸ر
۲۰	آریہ دھرم	۴ر و ۳ر
۲۱	انجام آتھم	[illegible]
۲۲	اسلامی اصول کی فلاسفی	۱۳ر / ۱۲ر و ۱ر
۲۳	استفتاء	[illegible] / ۱ر و ۱ر
۲۴	سراج منیر	[illegible]
۲۵	تحفہ قیصریہ	۴ر / ۲ر
۲۶	حجۃ اللہ	۴ر و ۳ر
۲۷	سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب	۴ر / ۲ر
۲۸	کتاب البریہ	۱۴ر
۲۹	فریاد درد	۸ر / ۳ر
۳۰	ضرورۃ الامام	۴ر / ۲ر و ۱ر
۳۱	رازِ حقیقت	[illegible] / ۱ر
۳۲	کشف الغطاء	۶ر و ۱ر
۳۳	ایام الصلح فارسی	[illegible]
۳۴	حقیقۃ المہدی	۲ر و ۱ر
۳۵	مسیح ہندوستان میں	۶ر
۳۶	ستارہ قیصرہ	۲ر
۳۷	تریاق القلوب	[illegible]
۳۸	تحفہ غزنویہ	۴ر / ۳ر
۳۹	خطبہ الہامیہ	[illegible]
۴۰	گورنمنٹ انگریزی اور جہاد	۱ر
۴۱	لجۃ النور	۶ر
۴۲	تحفہ گولڑویہ	[illegible] / ۱۲ر
۴۳	اربعین کامل	۱۲ر / [illegible]
۴۴	اعجاز المسیح	[illegible]

۴۵- دافع البلاء	۳ر / ۲ر
۴۶- کشتی نوحؑ	۶ر / ۱۰ر د ۱ر
۴۷- تحفۃ الندوہ	[illegible]
۴۸- اعجاز احمدی	۶ر / ۴ر
۴۹- نسیم دعوت	۴ر / ۴ر د ۲ر
۵۰- سناتن دھرم	۱ر
۵۱- تذکرۃ الشہادتین	۱۲ر / ۶ر
۵۲- لیکچر لاہور	۵ر / ۲ر
۵۳- لیکچر سیالکوٹ	۲ر / ۴ر د ۲ر
۵۴- براہین احمدیہ حصہ پنجم	[illegible]
۵۵- چشمۂ مسیحی	۳ر د ۲ر
۵۶- الوصیت	۲ر / ۱ر د ۲ر
۵۷- تجلیات الٰہیہ	۱۰ر د ۱ر
۵۸- قادیان کے آریہ اور ہم	۳ر / ۲ر
۵۹- حقیقۃ الوحی	[illegible]
۶۰- چشمۂ معرفت	[illegible]
۶۱- پیغام صلح	۲ر / ۱ر د ۱ر
۶۲- درثمین فارسی	۱۲ر / ۴ر د ۳ر
۶۳- درثمین اردو	۲ر / ۱ر د ۱ر
۶۴- ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ	[illegible]
۶۵- مکتوبات احمدیہ جلد ۲	۴ر
۶۶- تبلیغ رسالت پہلی چھ جلدیں	[illegible]

کتب حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ

۱- فصل الخطاب	[illegible]
۲- تصدیق براہین احمدیہ	[illegible]
۳- ردّ تناسخ	۲ر / ۲ر

۴- ابطال الوہیت مسیح	۳ر / ۲ر
۵- مبادی الصرف	۲ر
۶- دینیات کا پہلا رسالہ	۱ر

کتب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

۱- منصب خلافت	۱ر
۲- تحفۃ الملوک	[illegible]
۳- حقیقۃ النبوت	[illegible]
۴- اسلام اور دیگر مذاہب	۳ر / ۲ر
۵- اسلام میں اختلافات کا آغاز	۱۱ر / ۱ر
۶- ملائکۃ اللہ	[illegible]
۷- نجات	۹ر
۸- تحفہ شہزادہ ویلز	[illegible]
۹- احمدیت یعنی حقیقی اسلام اردو	۱۱ر
۱۰- احمدیت انگریزی	[illegible]
۱۱- سیرت مسیح موعودؑ	۲ر
۱۲- دعوۃ الامیر اردو	[illegible]
۱۳- دعوۃ الامیر فارسی	[illegible]
۱۴- ہستی باری تعالےٰ	[illegible]
۱۵- منہاج الطالبین	۱۰ر
۱۶- حق الیقین	۱۲ر
۱۷- تقریر دلپذیر	۴ر / ۲ر
۱۸- حضرت مسیح موعود کے کارنامے	۶ر / [illegible]
۱۹- دنیا کا محسن	۶ر د ۴ر
۲۰- مسلمانوں کے حقوق اور نہرو رپورٹ	۶ر د ۴ر
۲۱- تحفہ لارڈ اروِن	[illegible] / ۱ر
۲۲- سیاسی مسئلہ کا حل اردو	۶ر

۲۳۔ سیاسی مسئلہ کا حل انگریزی — ۸؍۳؍
۲۴۔ رسول کریم کی قربانیاں — ؍۰

کتب حضرت میرزا بشیر احمد صاحب

۱۔ سیرۃ خاتم النبیین حصہ اوّل — عہ؍
۲۔ 〃 〃 حصہ دوم — ۸؍
۳۔ سیرۃ المہدی حصہ اول
۴۔ سیرۃ المہدی حصہ دوم
۵۔ سیرۃ المہدی حصہ سوم
۶۔ ہمارا خدا — ۱۲؍
۷۔ تبلیغ ہدایت — ۸؍ ۶؍

کتب علمائے سلسلہ

۱۔ ذکر حبیب — ۰؍ عہ؍ ۱۴؍
۲۔ تحقیق جدید متعلق قبر مسیح — ۷؍ ۶؍
۳۔ تاریخ مسجد فضل لنڈن — ۸؍
۴۔ القول المحمود — ؍۵
۵۔ جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات — ؍۴
۶۔ جامع صحیح بخاری پارہ اول — ۱؍۱۲، ۱۴؍
۷۔ 〃 〃 〃 دوم — ۱۲؍
۸۔ اسمہٗ احمد حصہ دوم — ۲؍
۹۔ تنویر الابصار — ۸؍ ۵؍
۱۰۔ جماعت مبایعین کے عقائد صحیحہ — ۳؍
۱۱۔ بہائی مذہب کی حقیقت — ۱۰؍ ۵؍
۱۲۔ نشانِ فضل — ۲؍
۱۳۔ حق الیقین بسمل صاحب مرحوم — عہ؍
۱۴۔ فتوحات الٰہیہ — ۴؍
۱۵۔ چشمۂ عرفان — عہ؍
۱۶۔ برقِ احمدیت — ۱۰؍
۱۷۔ نبراس المومنین — ۲؍
۱۸۔ ہمارا مذہب — ۸؍
۱۹۔ ہماری نماز — ۴؍ ۲؍
۲۰۔ تحقیق واقعاتِ کربلا — ۱۲؍ ۵؍
۲۱۔ اسباق القرآن حصہ دوم وسوم — عہ؍ ۱۰
۲۲۔ احمدیۃ البم — عہ؍
۲۳۔ تسہیل العربیہ — ۸؍ و ۸؍
۲۴۔ محامد خاتم النبیین — عہ؍
۲۵۔ رسالہ درود شریف — ۸؍ ۶؍
۲۶۔ تبدیلی عقائد مولوی محمد علی صاحب — ۵؍ ۴؍
۲۷۔ اہلِ پیغام کا کچا چٹھا — ۳؍
۲۸۔ حدیث النبی — ۲؍
۲۹۔ ہدایت نامہ تعلیم و تربیت — ۲؍
۳۰۔ تمدنِ اسلام — ۳؍
۳۱۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ — ۶؍
۳۲۔ سورسز آف دی سیرت — ۱؍۱۲، ۸؍

سلسلہ احمدیہ کی تمام کتابیں بکڈپو تالیف و اشاعت قادیان سے واجبی قیمت پر مل سکتی ہیں۔

خاکسار

(پروفیسر) محمد اسمٰعیل مینیجر بکڈپو تالیف و اشاعت قادیان (پنجاب)

ایڈیٹر (پروفیسر) مولانا محمد اسمٰعیل صاحب فاضل پبلشر نے اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام چوہدری اللہ بخش پرنٹر چھپوا کر قادیان سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

عرض حال ایڈیشن ثانی

خاکسار اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے کہ اُسنے مجھے سیرۃ المہدی حصہ اوّل کے دوسرے ایڈیشن کی توفیق دی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ اس ایڈیشن میں مَیں نے کہیں کہیں مختصر تشریحی نوٹ زیادہ کئے ہیں۔ مگر ایسے نوٹ عموماً روایات کے آخر میں خطوط وحدانی میں درج کئے گئے ہیں تاکہ پہلے اور دوسرے ایڈیشن کا امتیاز قائم رہے۔ البتہ کتابت کی غلطی اور معمولی عبارت کی اصلاح اصل متن کے اندر ہی کر دی گئی ہے۔ روایات کے شمار میں جو غلطی واقعہ ہو گئی تھی وہ بھی درست کر دی گئی ہے۔ اللہ تعالےٰ اس حقیر خدمت کو قبول فرمائے اور میاں فخرالدین صاحب ملتانی مالک کتاب گھر قادیان کو بھی جزائے خیر دے۔ جو اسکی طبع کا انتظام کر رہے ہیں۔ آمین

خاکسار۔ مرزا بشیر احمد از قادیان

۱۴۔ نومبر ۱۹۳۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

عرض حال

(طبع اول)

سیرۃ المہدی کا حصہ اول ہدیۂ ناظرین کرتے ہوئے مجھے صرف یہ عرض کرنا ہے کہ جیسا کہ کتاب کے مطالعہ سے ظاہر ہو جائیگا۔ میں نے روایات کو کسی خاص ترتیب سے درج نہیں کیا۔ بلکہ جس طرح وہ مجھ تک پہنچتی رہیں۔ اسی طرح میں اُن کو لکھتا گیا۔ کیونکہ میرے نزدیک اسوقت سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ حضرت **مسیح موعود** علیہ السلام کے متعلق جتنی بھی روایتیں جمع ہو سکیں ان کو ایک جگہ جمع کر کے محفوظ کر لیا جاوے۔ ترتیب اور استنباط و استدلال کا کام بعد میں ہوتا رہیگا۔ کیونکہ وہ ہر وقت ہو سکتا ہے۔ مگر جمع روایات کا کام اگر اب نہ ہوا۔ تو پھر نہ ہو سکیگا۔ اسی وجہ سے میں نے اس بات کو بھی مدِ نظر رکھا ہے۔ کہ ایسے احباب سے روایات پہلے جمع کر لی جاویں۔ جنہوں نے ابتدائی زمانہ میں حضرت صاحب کی صحبت اُٹھائی ہے اور سلسلۂ بیعت سے پہلے کے تعلقات رکھنے والے ہیں۔ چنانچہ اس مجموعہ میں حضرت **والدہ صاحبہ** اور مکرمی میاں عبداللہ صاحب سنوری کی روایات میں نے خاص طور پر لی ہیں۔

شروع کتاب میں میں نے یہ لکھا ہے کہ میں نے صرف ان روایات کو لیا ہے۔ جن کو اپنے علم کے مطابق صحیح پایا ہے اس سے یہ مُراد نہیں کہ میں ان روایات کی تفصیل کے متعلق بھی صحت کا یقین رکھتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ملک میں جو روایت کا طریق ہے اور جو روایات کے متعلق لوگوں کے حافظہ کی حالت ہے۔ وہ مجھے ایسا خیال کرنے سے مانع ہے ہاں اس مجموعہ میں جن راویوں سے

میں نے اخذ روایت کیا ہے۔ اُن میں سے دو یعنی مکرمی مولوی شیر علی صاحب اور مکرمی میاں عبد اللہ صاحب سنوری کو مَیں نے طریق روایت میں خاص طور پر محتاط پایا ہے۔

ہر روایت کے شروع میں مَیں نے اس طریق کا ذکر کر دیا ہے جس میں کہ وہ روایت مجھ تک پہنچی ہے۔ یعنی اگر راوی نے صرف مجھ ہی کو مخاطب کر کے کوئی روایت بیان کی ہے۔ تو مَیں نے "بیان کیا مجھ سے" یا اسی قسم کے الفاظ لکھے ہیں۔ اور اگر میری ساتھ اور بعض لوگ بھی راوی کے مخاطب تھے۔ تو "مجھ سے" کی بجائے "ہم سے" کے الفاظ رکھے گئے ہیں اور اگر راوی نے کسی لیکچر یا عام پبلک گفتگو میں کوئی بات بیان کی ہے۔ تو اُس کو مَیں نے صرف "بیان کیا" کے الفاظ سے شروع کیا ہے۔ وقس علیٰ ذلک۔

بعض باتیں خاص طور پر غور کرنیوالے ہی سمجھینگے۔ مثلاً میاں عبد اللہ صاحب سنوری نے اپنی روایات میں کئی جگہ "کراہت" کا لفظ "ناپسند" کرنیکے معنوں میں بلالحاظ فرق معانی استعمال کیا ہے۔ حالانکہ "کراہت" کا لفظ عام محاورہ اُردو میں "ناپسند" کے لفظ سے زیادہ سخت سمجھا جاتا ہے اور مَیں سمجھتا ہُوں۔ کہ باوجود خاص طور پر محتاط ہونیکے اُن کا یہ ذاتی محاورہ بعض روایات میں حضرت مسیح موعودؑ کیطرف منسوب ہو گیا ہے اس بات کا ذکر مَیں نے میاں عبد اللہ صاحب سے نہیں کیا۔ ممکن ہے وہ اسکی کوئی بہتر توجیہ کر سکیں۔ واللہ اعلم۔ یہ بات صرف مثال کے طور پر عرض کیگئی ہے ورنہ اہلِ ذوق بوقت مطالعہ اس قسم کی بہت سی باتوں سے علمی لُطف اٹھا سکتے ہیں۔

جمع روایات میں مَیں نے یہ طریق بھی زیر عمل رکھا ہے۔ کہ عموماً کسی روایت کو بغیر جرح یا سوالات کے یُونہی نہیں لے لیا۔ اور راوی پر حتی الوسع سوالات بھی ایسے کئے ہیں جن سے خواہ وہ سمجھا ہو یا نہ سمجھا ہو میرا مقصود یہ رہا ہے کہ روایت کے سب پہلو واضح ہو جاویں۔ تاکہ اول تو اگر کوئی کمزوری ہے تو وہ ظاہر ہو جاوے اور دُوسرے روایت کے معنے سمجھنے میں کوئی اشکال نہ رہے اور مَیں نے جو بعض جگہ روایات کے اختتام پر

اپنی طرف سے مختصر نوٹ دئے ہیں۔ وہ عموماً اپنی ہی سوالات کے جوابات کی روشنی میں دئے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس مجموعہ کے جمع کرنے میں میرے سب کاموں سے یہ کام زیادہ مشکل تھا۔ بعض روایات یقیناً ایسی ہیں کہ اگر انکو بغیر نوٹ کے چھوڑا جاتا تو اُنکے اصل مفہوم کے متعلق غلط فہمی پیدا ہونے کا احتمال تھا۔ مگر ایسے نوٹوں کی ذمہ داری کلیۃً خاکسار پر ہے۔

بعض باتیں اس مجموعہ میں ایسی نظر آئیں گی جن کو بظاہر حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت یا سوانح سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن جس وقت استنباط و استدلال کا وقت آئیگا (خواہ میرے لئے یا کسی اور کے لئے) اس وقت غالباً وہ اپنی ضرورت خود منوا لینگی۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ سیرۃ المہدی کتنے حصوں پر اور کب ختم ہوگی یہ موقوف ہے توفیق باری تعالیٰ پر میری صحت و عافیت پر۔ دوسرے مشاغل سے میری فرصت پر اور پھر رواۃِ سلسلہ کی توجہ اور معاونت پر۔ ارادہ ہے کہ اگر اللہ کو منظور ہو تو ہر سال سالانہ جلسہ پر ایک حصہ شائع ہوتا رہے ــــ حصہ اول کے متعلق مجھے علاوہ اپنے راویوں کے جو حقیقی طور پر شکریہ کے مستحق ہیں۔ مکرمی مولوی شیر علی صاحب بی۔ اے کا خاص شکریہ ادا کرنا ہے کیونکہ انہوں نے اس مجموعہ کی روایات کی جرح و تعدیل میں اور کاپیوں کی صحت میں مجھے خاص امداد دی ہے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل اور مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔ اے کی (اب بوقت ایڈیشن ثانی مولوی صاحب کا نام عبدالرحیم درد ہو چکا ہے) اخلاقی امداد ہر وقت میرے ساتھ رہی ہے اور یہ زیادہ تر انہی دوستوں کی تحریک و ترغیب کا نتیجہ ہے۔ کہ میں اس کام کو کم و بیش استقلال کیساتھ جاری رکھ سکا ہوں منشی فخر الدین صاحب ملتانی بھی جنہوں نے اس کتاب کی طبع اور اشاعت کا انتظام کیا ہے شکریہ کے حقدار ہیں ــــ اپنے متعلق مجھے صرف اسقدر عرض کرنا ہے کہ اگر ناظرین میں سے کسی صاحب کو یہ کتاب کسی طرح کوئی فائدہ دے۔ تو اسکے مرتب کی نجات و فلاح کے لئے دعا فرمائیں کہ میری کوشش کا یہی بہترین معاوضہ ہے فقط۔ والسلام

خاکسار مرزا بشیر احمد۔ قادیان ضلع گورداسپور

۱۰ دسمبر ۱۹۲۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

عرضِ حال

خاکسار اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر بجا لاتا ہے کہ ایک لمبے عرصہ کے بعد مجھے سیرت المہدی کے حصہ سوم کے شائع کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔ سیرۃ المہدی کا حصہ اوّل ۱۹۲۳ء میں شائع ہوا تھا اور پھر اس کے بعد حصہ دوم ۱۹۲۷ء میں شائع ہوا اور اب ۱۹۳۹ء میں حصہ سوم شائع ہو رہا ہے اس عرصہ میں سیرۃ المہدی حصہ اوّل کا دوسرا ایڈیشن بھی ۱۹۳۵ء میں نکل چکا ہے جس میں پہلے ایڈیشن کی بعض غلطیوں کی اصلاح کی جا چکی ہے اور بعض قابلِ تشریح باتوں کی تشریح بھی درج ہو چکی ہے۔ اور اب حصہ اوّل کا یہی ایڈیشن مستند سمجھا جانا چاہیئے۔

سیرۃ المہدی حصہ دوم کی اشاعت کے بعد بعض ایسے حالات پیش آئے جن کی وجہ سے میں سمجھا کہ شاید آئندہ میں اس کام کو جاری نہیں رکھ سکوں گا مگر بالآخر خدا نے اس حالت کو بدل دیا اور مجھے توفیق دی کہ میں اس کتاب کے تیسرے حصہ کو مرتب کر سکوں فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ نعم المولیٰ و نعم الوکیل۔

حصہ سوم جو اس وقت دوستوں کے ہاتھ میں جا رہا ہے۔ اس میں میں نے اپنی حاشیہ آرائی کو بہت کم کر دیا ہے۔ یعنی وہ لمبے لمبے تشریحی نوٹ جو میں پہلے دو حصوں میں لکھتا رہا ہوں تیسرے حصہ میں ان کا رنگ بدل کر انہیں مختصر کر دیا گیا ہے تاکہ روایات کا قدرتی حسن مصنوعی تزئین کے سامنے مغلوب نہ ہونے پائے تاہم کہیں کہیں جہاں تشریح ضروری تھی وہاں تشریح درج کی گئی ہے۔ یہ تشریح دو قسم کے موقعوں پر درج ہوئی ہے اوّل ایسے موقعوں پر کہ جہاں تشریح کے بغیر روایت کا صحیح مطلب سمجھنے میں غلط فہمی کا امکان نظر آیا ہے دوسرے جہاں کسی اضافہ سے روایت کی حقیقی غرض کو مزید جلا ملنے کی امید ہوئی ہے۔ ان کے سوا میں نے کوئی تشریحی نوٹ نہیں دیا۔

اس حصّہ کی تیاری میں مجھے مولوی شریف احمد صاحب مولوی فاضل نے بہت امداد دی ہے جنہیں مَیں نے اسی غرض کے لئے اپنے ساتھ لگا لیا تھا یعنی روایات کی نقل اور انتخاب کا کام زیادہ تر انہوں نے کیا ہے فجزاہ اللہ خیرًا مگر آخری نظر خود مَیں نے ڈالی ہے اور ایک ایک لفظ میری نظر سے گذرا ہے اور مَیں نے متعدد جگہ درستی کی ہے اور تشریحی نوٹ سب کے سب میرے اپنے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے حالات اور آپؑ کے الفاظ اپنے اندر وہ عظیم الشان رُوحانی اثر اور زندگی بخش جوہر رکھتے ہیں کہ بعض صورتوں میں ایک ایک روایت انسان کی کایا پلٹ دینے کے لئے کافی ہوسکتی ہے مگر یہ اثر زیادہ تر مطالعہ کرنے والے کی اپنی قلبی کیفیت اور پھر خدا کے فضل پر منحصر ہے پس میری یہ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو اس کے پڑھنے والوں کے لئے بابرکت کرے اس کی خوبیوں سے وہ متمتع ہوں اور اس کے نقصوں کی مضرت سے محفوظ رہیں اور اس سے وہ نیک غرض حاصل ہو جو میرے دل میں ہے بلکہ اس سے بھی بہتر اور اس سے بھی بڑھکر۔ اور خدا تعالیٰ اپنے فضل سے میری اس ناچیز خدمت کو میرے لئے فلاح دارین کا ذریعہ بنا دے۔ آمین اللّھم آمین۔

اس نوٹ کے ختم کرنے سے پہلے مجھے صرف اس قدر مزید عرض کرنا ہے کہ خدا کے فضل سے اس وقت میرے پاس سیرۃ المہدی کے حصہ چہارم کے لئے بھی کافی مواد موجود ہے اس حصہ میں انشاء اللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض قدیم صحابہ کی روایات ہوں گی جن میں سے مکرم منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں جن کی بعض روایات نہایت ایمان پرور ہیں۔ مگر ابھی تک اس حصہ کی تکمیل باقی ہے اور تشریحی نوٹ اور نظر ثانی کا کام بھی رہتا ہے۔ دوست دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے حصہ چہارم کی اشاعت کی بھی جلد توفیق عطا کرے کیونکہ زندگی تھوڑی ہے اور کام بہت۔ اور کام کی توفیق بھی خدا کے فضل پر موقوف ہے اور ہمارے ہر کام میں وہی سہارا ہے۔

خاکسار راقم آثم

مرزا بشیر احمد

قادیان

مورخہ ۳ ،فروری ۱۹۳۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول انما الاعمال بالنیات وانما لکل امریٔ ما نوای (رواہ البخاری)

۴۷۲ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ سیرۃ المہدی حصہ اوّل میں جو غلطیاں رہ گئی تھیں یا جہاں جہاں غلط فہمی پیدا ہونے کا امکان تھا ان کی اصلاح حصہ دوم میں نیز حصہ اوّل کے طبع دوم میں کردی گئی تھی۔ لیکن اس کے بعد بعض مزید ایسی باتیں معلوم ہوئی ہیں جو قابل اصلاح یا قابل تشریح ہیں۔ علاوہ ازیں حصہ دوم میں بھی بعض غلطیاں رہ گئی تھیں۔ سواس جگہ حصہ اوّل وحصہ دوم دونوں کی باقیماندہ غلطیوں کی اصلاح یا قابل تشریح باتوں کی تشریح درج کی جاتی ہے۔ اسکے بعد اگر کوئی مزید غلطی معلوم ہوئی تو اس کی آئندہ اصلاح کردی جائیگی۔

(۱) روایت ۱۹ کی بناء پر جو اعتراض حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے متعلق ہسٹریا یا مراق کے بارے میں مخالفین کی طرف سے کیا گیا تھا۔ اس کا اصولی جواب طبع دوم کی اسی روایت یعنی روایت نمبر ۱۹ میں دیا جاچکا ہے مزید بصیرت کے لئے روایات نمبر ۸۱ و ۲۹۳ و ۳۶۵ و ۳۶۹ اور ۴۵۹ بھی ملاحظہ کی جائیں جن سے اس سوال پر مزید روشنی پڑتی ہے۔

(۲) روایت نمبر ۲۷ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کی نوٹ بک کے متعلق جو یہ الفاظ آتے ہیں۔ کہ ”اب وہ نوٹ بک کہاں ہے؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا تمہارے بھائی کے پاس ہے“ اس میں بھائی سے مراد حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ ہیں۔

(۳) روایت نمبر ۲۳ و ۴۶ و ۱۲۷ حصہ اوّل طبع دوم میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی حقیقی ہمشیرہ مراد بی بی صاحبہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے بڑے بھائی مرزا محمد بیگ کے ساتھ بیاہی گئی تھیں۔ مگر یہ کہ وہ جلد فوت ہوگیا۔ اس بارہ میں والدہ صاحبہ عزیزم مرزا رشید احمد صاحب نے جو ہماری بھاوجہ ہیں مجھ سے بیان کیا۔ کہ ہماری پھوپھی مراد بی بی کی شادی مرزا محمد بیگ کے ساتھ نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ مرزا احمد بیگ کے بڑے بھائی مرزا غلام غوث کے ساتھ ہوئی تھی۔ مرزا محمد بیگ مرزا احمد بیگ سے چھوٹا تھا۔ اور بچپن ہی میں فوت ہوگیا تھا۔

(۴) روایت نمبر ۵۱ کی بناء پر جو بعض کمینہ مزاج مخالفین نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے نام کے متعلق استہزاء کا طریق اختیار کیا تھا۔ اس کا مفصّل جواب حصہ اوّل طبع دوم کی اسی روایت یعنی روایت ح۱/۵۱ میں درج کیا جا چکا ہے۔ اسی ضمن میں روایات نمبر ح۱/۲۵ و ح۱/۴۴ و ح۱/۹۸ و ح۱/۱۲۹ و ح۱/۱۳۴ و ح۱/۲۱۲ اور ح۱/۳۸۴ بھی قابل ملاحظہ ہیں جن سے اس بحث پر مزید روشنی پڑتی ہے۔

(۵) روایت نمبر ۵۵ میں حضرت والدہ صاحبہ کے یہ الفاظ درج ہیں کہ "چنانچہ مَیں نے آپؑ کی وفات کے بعد آپؑ کی طرف سے حج کروا دیا"۔ اس کے متعلق یہ بات قابلِ نوٹ ہے۔ کہ حضرت والدہ صاحبہ نے حافظ احمد اللہ صاحب مرحوم کو بھیج کر حضرت صاحب کی طرف سے حج بدل کروایا تھا۔ اور حافظ صاحب کے سارے اخراجات والدہ صاحبہ نے خود برداشت کئے تھے۔ حافظ صاحب پرانے صحابی تھے اور اب عرصہ ہؤا فوت ہو چکے ہیں۔

(۶) روایت نمبر ۹۸ حصہ اوّل طبع دوم میں میاں عبد اللہ صاحب سنوری نے ذکر کیا ہے۔ کہ انہوں نے میاں محمد حسین صاحب مراد آبادی خوشنویس کے بعد چوتھے نمبر پر بیعت کی تھی۔ مگر جو ابتدائی رجسٹر بیعت کنندگان مجھے حال ہی میں ملا ہے اس کے اندراج کے لحاظ سے ان کا نام نمبر ۱۱ پر درج ہے۔ ہاں ان کے نام کے آگے خانہ کیفیت میں یہ نوٹ درج ہے کہ "بعد محمد حسین صاحب ۵"۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں عبد اللہ صاحب سنوری کا اصل نمبر بیعت کنندگان میں ۵ ہے اور رجسٹر میں غلطی سے نمبر ۱۱ پر درج ہو گیا۔

(۷) اسی روایت نمبر ۹۸ میں میاں عبد اللہ صاحب سنوری نے پہلے دن کی بیعت کی تاریخ ۲۰ رجب ۱۳۰۶ھ مطابق ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء بیان کی ہے۔ مگر رجسٹر بیعت کنندگان سے پہلے دن کی بیعت ۱۹ رجب اور ۲۱ مارچ ظاہر ہوتی ہے یعنی نہ صرف تاریخ مختلف ہے بلکہ قمری اور شمسی تاریخوں کا مقابلہ بھی غلط ہو جاتا ہے اس اختلاف کی وجہ سے مَیں نے گذشتہ جنتری کو دیکھا تو وہاں سے مطابق زبانی روایت ۲۰ رجب کو ۲۳ مارچ ثابت ہوتی ہے پس یا تو رجسٹر کا اندراج چند دن بعد میں ہونیکی وجہ سے غلط ہوگیا ہے اور یا اس ماہ میں چاند کی رویت جنتری کے اندراج سے مختلف ہوئی ہوگی واللہ اعلم

(۸) روایت نمبر ۳۰۶ میں خارق عادت طور پر بخاری کا حوالہ مل جانے کا واقعہ مذکور ہے اور اس کے متعلق یہ الفاظ درج ہیں کہ "مفتی محمد صادق صاحب نے بیان کیا کہ یہ واقعہ لدھیانہ کا ہے اور اس وقت حضرت صاحب کو غالباً نون ثقیلہ یا خفیفہ کی بحث میں حوالہ کی ضرورت پیش آئی تھی۔ سو اوّل تو

بخاری ہی نہ ملتی تھی۔ اور جب ملی۔ تو حوالہ کی تلاش مشکل تھی الخ۔“

اس واقعہ کے متعلق پیر سراج الحق صاحب نعمانی نے بذریعہ تحریر خاکسار سے بیان کیا۔ کہ ”یہ واقعہ میرے سامنے پیش آیا تھا۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے مباحثہ تھا اور مَیں اس میں کاتب تھا۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے پرچوں کی نقل کرتا تھا۔ مفتی محمد صادق صاحب نے جو یہ بیان کیا ہے کہ غالباً حضرت صاحب کو نون ثقیلہ یا خفیفہ کی بحث میں حوالہ کی ضرورت پیش آئی تھی۔ اس میں جناب مفتی صاحب کو غلطی لگی ہے۔ کیونکہ مفتی صاحب وہاں نہیں تھے۔ نون خفیفہ و ثقیلہ کی بحث تو دہلی میں مولوی محمد بشیر سہسوانی ثم بھوپالوی کے ساتھ تھی۔ اور تلاش حوالہ بخاری کا واقعہ لدھیانہ کا ہے۔ بات یہ تھی کہ لدھیانہ کے مباحثہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی نے بخاری کا ایک حوالہ طلب کیا تھا۔ بخاری موجود تھی۔ لیکن اس وقت اس میں یہ حوالہ نہیں ملتا تھا۔ آخر کہیں سے توضیح تلویح منگا کر حوالہ نکال دیا گیا۔ صاحب توضیح نے لکھا ہے۔ کہ یہ حدیث بخاری میں ہے۔“

اور اسی واقعہ کے متعلق شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے بذریعہ تحریر خاکسار سے بیان کیا کہ ”روایت نمبر ۳۰۶ میں حضرت حکیم الامت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی روایت سے ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے اور حضرت مکرمی مفتی محمد صادق صاحب کی روایت سے اس کی مزید تصریح کی گئی ہے۔ مگر مفتی صاحب نے اُسے لدھیانہ کے متعلق بیان فرمایا ہے اور نونِ ثقیلہ والی بحث کے تعلق میں ذکر کیا ہے۔ جو درست نہیں ہے۔ مفتی صاحب کو اس میں غلطی لگی ہے۔ لدھیانہ میں نہ تو نونِ ثقیلہ یا خفیفہ کی بحث ہوئی اور نہ اس قسم کے حوالہ جات پیش کرنے پڑے۔ نونِ ثقیلہ کی بحث دہلی میں مولوی محمد بشیر بھوپالوی والے مباحثہ کے دوران میں پیش آئی تھی۔ اور وہ نون ثقیلہ کی بحث میں الجھ کر رہ گئے تھے۔ اور جہاں تک میری یاد مساعدت کرتی ہے اس مقصد کے لئے بھی بخاری کا کوئی حوالہ پیش نہیں ہوا۔ الحق دہلی سے اس کی تصدیق ہوسکتی ہے۔ دراصل یہ واقعہ لاہور میں ہوا تھا۔ مولوی عبد الحکیم صاحب کلانوری سے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی ”محدثیت اور نبوۃ“ پر بحث ہوئی تھی۔ یہ مباحثہ محبوب رائیوں کے مکان متصل لنگے منڈی میں ہوا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے محدثیت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے بخاری کی اس حدیث کا حوالہ دیا جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی محدثیت پر استدلال تھا مولوی عبد الحکیم صاحب کے مددگاروں میں سے مولوی احمد علی صاحب نے حوالہ کا مطالبہ کیا۔ اور بخاری

خود بھیجدی۔ مولوی محمد احسن صاحب نے حوالہ نکالنے کی کوشش کی۔ مگر نہ نکلا۔ آخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود نکال کر پیش کیا۔ اور یہ حدیث صحیح بخاری پارہ ۱۴ حصہ اوّل باب مناقب عمرؓ میں ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد کان فیمَن قبلکم من بنی اسرائیل رجالٌ یکلّمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یك من امتی منھما احدٌ فعمر۔ جب حضرت صاحب نے یہ حدیث نکال کر دکھا دی۔ تو فریق مخالف پر گویا ایک موت وارد ہوگئی اور مولوی عبد الحکیم صاحب نے اسی پر مباحثہ ختم کر دیا۔"

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مندرجہ بالا روایتوں میں جو اختلاف ہے اس کے متعلق خاکسار ذاتی طور پر کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ کہ اصل حقیقت کیا ہے۔ ہاں اس قدر درست ہے کہ نونِ ثقیلہ والی بحث دہلی میں مولوی محمد بشیر والے مباحثہ میں پیش آئی تھی۔ اور بظاہر اس سے بخاری والے حوالہ کا جوڑ نہیں ہے۔ پس اس حد تک تو درست معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ دہلی والے مباحثہ کا نہیں ہے۔ آگے رہا لاہور اور لدھیانہ کا اختلاف۔ سو اس کے متعلق مَیں کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ نیز خاکسار افسوس کے ساتھ عرض کرتا ہے کہ اس وقت جبکہ سیرۃ المہدی کا حصہ سوم زیر تصنیف ہے۔ پیر سراج الحق صاحب نعمانی فوت ہو چکے ہیں۔ پیر صاحب موصوف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق روایات کا ایک عمدہ خزانہ تھے۔

(۹) روایت نمبر ۲۰۷ کی تشریح میں جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپؑ ایک چوزہ ذبح کرتے ہوئے زخمی ہو گئے۔ پیر سراج الحق صاحب نعمانی نے بذریعہ تحریر خاکسار سے بیان کیا۔ کہ:۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام عصر کی نماز کے وقت مسجد مبارک میں تشریف لائے۔ بائیں ہاتھ کی انگلی پر پٹی پانی میں بھیگی ہوئی باندھی ہوئی تھی۔ اس وقت مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی نے حضرت اقدس سے پوچھا۔ کہ حضور نے یہ پٹی کیسے باندھی ہے؟ تب حضرت اقدس علیہ السلام نے ہنس کر فرمایا۔ کہ ایک چوزہ ذبح کرنا تھا۔ ہماری انگلی پر چھری پھر گئی۔ مولوی صاحب مرحوم بھی ہنسے اور عرض کیا۔ کہ آپ نے ایسا کام کیوں کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ کہ اس وقت اور کوئی نہ تھا۔

(۱۰) روایت نمبر ۳۰۹ کی تشریح میں جس میں لدھیانہ کی پہلے دن کی بیعت کا ذکر ہے۔ مکرم شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے بذریعہ تحریر خاکسار سے بیان کیا۔ کہ روایت نمبر ۳۰۹ میں مخدومی مکرمی صاحبزادہ

پیر سراج الحق صاحب نے پہلے دن کی بیعت میں مولوی عبد اللہ صاحب کے ذکر میں فرمایا ہے کہ وہ خوست کے رہنے والے تھے۔ یہ درست نہیں۔ دراصل مولوی عبد اللہ صاحب کو بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ وُہ خوست کے رہنے والے نہ تھے۔ اس میں صاحبزادہ صاحب کو سہو ہوا ہے۔ مولوی عبد اللہ صاحب اس سلسلہ کے سب سے پہلے شخص ہیں جن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی طرف سے بیعت لینے کی اجازت دی تھی۔ آپ تنگئی علاقہ چارسدہ ضلع پشاور کے رہنے والے تھے۔ مَیں نے حضرت مولوی عبد اللہ صاحب کے نام حضرت اقدس کا مکتوب اور اجازت نامہ الحکم کے ایک خاص نمبر میں شائع کر دیا تھا۔

(۱۱) روایت نمبر ۳۳۳ کی تشریح میں جس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ایک شعر پڑھ کر چشم پُرآب ہو گئے۔ پیر سراج الحق صاحب نعمانی نے بذریعہ تحریر خاکسار سے بیان کیا۔ کہ۔ یہ شعر کنت السواد لناظری الخ مسجد مبارک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میرے سامنے پڑھا تھا۔ اور مجھے سُنا کر فرمایا۔ کہ کاش! حسان کا یہ شعر میرا ہوتا اور میرے تمام شعر حسّان کے ہوتے۔ پھر آپ چشم پُرآب ہو گئے۔ اس وقت حضرت اقدس نے یہ شعر کئی بار پڑھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حسان بن ثابت کے شعر کے متعلق پیر سراج الحق صاحب سے جو الفاظ فرمائے وہ ایک خاص قسم کی قلبی کیفیت کے مظہر ہیں۔ جو اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل پر طاری ہو گی۔ ورنہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے کلام میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ محبت جھلکتی ہے جس کی مثال کسی دوسری جگہ نظر نہیں آتی۔ اور کسی دوسرے کے کلام میں عشق کا وہ بلند معیار نظر نہیں آتا۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام میں آنحضرت صلعم کے متعلق نظر آتا ہے۔

(۱۲) حضرت مولوی شیر علی صاحب کی روایت ۴۱۲ جس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے تھے۔ کہ جو شخص ہماری کتب کا مطالعہ نہیں کرتا۔ اس کے ایمان کے متعلق مجھے شبہ ہے۔ اس کے متعلق حضرت مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ یہ روایت غلط درج ہو گئی ہے اصل روایت یوں ہے یعنی دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے یہ فرمایا تھا۔ کہ جو شخص ہماری کتابیں

کو کم از کم تین دفعہ نہیں پڑھتا۔ اس میں ایک قسم کا کبر پایا جاتا ہے۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ سیرۃ المہدی حصّہ دوم کی روایات کے ۴۷۳
نمبروں میں بعض غلطیاں ہو گئی ہیں۔ ان کی اصلاح درج ذیل کی جاتی ہے۔

(الف) روایت نمبر ۳۱۴ کے بعد کی روایت کا نمبر بھی ۳۱۴ درج ہو گیا ہے اس کا نمبر ۳۱۴/۱ اور صحیح نمبر ۳۱۵ چاہیئے۔

(ب) روایت نمبر ۳۴۱ کے بعد کی روایت کا نمبر بھی ۳۴۱ درج ہو گیا ہے۔ اس کا نمبر ۳۴۱/۱ اور صحیح نمبر ۳۴۲ چاہیئے۔

(ج) روایت نمبر ۳۶۹ کے بعد کی روایت کا نمبر بھی ۳۶۹ درج ہو گیا ہے اس کا نمبر ۳۶۹/۱ اور صحیح نمبر ۳۷۰ چاہیئے۔ اس طرح تین روایتوں کی زیادتی کی وجہ سے سیرۃ المہدی حصّہ دوم روایت نمبر ۴۶۸ کی بجائے دراصل ۴۷۱ نمبر پر ختم ہوتی ہے۔ چنانچہ اسی کو ملحوظ رکھتے ہوئے حصہ سوم کی پہلی روایت کو ۴۷۲ نمبر دیا گیا ہے۔

علاوہ ازیں حصہ دوم میں بعض لفظی غلطیاں بھی رہ گئی ہیں۔ مثلاً:۔

(الف) روایت نمبر ۳۰۵ میں "لاخذناہ بالیمین" کی بجائے "لاخذنا منہ بالیمین" چاہیئے۔

(ب) روایت نمبر ۳۵۲ میں "نقطہ" کی بجائے "نکتہ" چاہیئے۔

(ج) روایت نمبر ۴۰۶ میں "ثیقل" کی بجائے "صیقل" چاہیئے۔

(د) روایت نمبر ۴۱۱ میں "لاینطق لسانی" کی بجائے "لاینطلق لسانی" چاہیئے۔

(ھ) روایت نمبر ۴۶۸ میں "علمی نقطے" کی بجائے "علمی نکتے" چاہیئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ مجھے مکرمی میر محمد اسحٰق صاحب سے جو میرے ۴۷۴
ماموں ہیں وہ ابتدائی رجسٹر بیعت ملا ہے۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سلسلہ بیعت شروع ہونے پر بیعت کرنے والوں کے اسماء درج فرمایا کرتے تھے۔ یہ رجسٹر میر صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کاغذات میں سے ملا تھا۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ اس قیمتی دستاویز میں سے پہلا ورق ضائع ہو چکا ہے۔ جس کی وجہ سے ابتدائی آٹھ ناموں کا پتہ نہیں چل سکتا۔ کہ وہ کن اصحاب کے تھے البتہ نمبر ۹ سے لیکر نمبر ۴۰۵ تک کے اسماء محفوظ ہیں۔ ان میں سے ابتدائی ۶۲ اسماء درج ذیل

کئے جاتے ہیں۔ اس رجسٹر میں کئی اندراجات خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قلم سے ہیں۔ جن کے خط کو میں پہچانتا ہوں اور بعض دوسروں کے درج کردہ ہیں۔ جن میں بعض جگہ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کا خط بھی نظر آتا ہے۔ ابتدائی آٹھ ناموں کی ترتیب کے متعلق چونکہ دوسری روایات سے (دیکھو نمبر ۹۸ و ۳۰۹ و ۳۱۵) کسی حد تک پتہ مل سکتا ہے۔ اس لئے اس حصہ میں رجسٹر کی کمی زبانی روایات کی روشنی میں قیاسا پوری کردی گئی ہے۔ بہرحال اس رجسٹر کے ابتدائی ۶۲ اندراجات حسب ذیل ہیں۔

نمبرشمار	تاریخ ہجری	تاریخ عیسوی	نام مع ولدیت	وطن	موجودہ سکونت	پیشہ وغیرہ	کیفیت
۱	۱۹ رجب ۱۳۰۶ھ	۲۱ مارچ ۱۸۸۹ء	حکیم مولوی نورالدین صاحب	بھیرہ ضلع شاہ پور		ملازم شاہی جموں	یہ حصہ یعنی
۲	"	"	میر عباس علی صاحب	لدھیانہ		—	نمبر ۱ سے نمبر ۸
۳	"	"	منشی ہاشم علی صاحب	سنور ریاست پٹیالہ		پٹواری	تک زبانی روایات
۴	"	"	محمد حسین صاحب	مراد آباد		خوشنویسی	کی بناء پر قیاسی
۵	"	"	مولوی عبداللہ صاحب	خوست یاغستان		—	طور پر درج کیا
۶	"	"	منشی الٰہ بخش صاحب	لدھیانہ		—	گیا ہے۔
۷	"		یہ نام ابھی تک معلوم نہیں ہوسکا			—	واللہ اعلم
۸	"	"	قاضی خواجہ علی صاحب	لدھیانہ		—	خاکسار مؤلف
۹	"	"	حافظ حامد علی ولد فتح محمد	تتہ غلام نبی ضلع گورداسپور		کاشت قادیان ضلع گورداسپور	
۱۰	"	"	منشی رستم علی ولد شہاب خاں	موضع مدار ضلع جالندھر تحصیل جالندھر	کانگڑہ	ملازمت پولیس علاقہ قیصری ڈپٹی انسپکٹر پولیس کانگڑہ	
۱۱	"	"	عبداللہ ولد کریم بخش	سنور محلہ تنبولاں ریاست پٹیالہ	غوث گڑھ تھانہ کھانوں تحصیل سرہند ریاست پٹیالہ	ملازمت پٹواری ریاست پٹیالہ	بعد محمد حسین صاحب [illegible]
۱۲	"	"	میر عنایت علی ولد میر تراب علی	لدھیانہ محلہ صوفیاں		ملازمت	
۱۳	"	"	شہاب دین ولد متاب دین	تتہ غلام نبی ضلع گورداسپور	جموں	ملازمت	

نمبر شمار	تاریخ ہجری	تاریخ عیسوی	نام مع ولدیت	وطن	موجودہ سکونت	پیشہ	کیفیت
۱۴	،،	،،	شیخ نورالدین ولد شیخ جان محمد	قصبہ بنت ضلع مظفر نگر	مالیر کوٹلہ	ملازمت ریاست کوٹلہ	
۱۵	،،	،،	صالح محمد خاں ولد عمر بخش خاں	مالیر کوٹلہ		ملازمت ریاست مالیر کوٹلہ	
۱۶	،،	،،	عبدالحق خلف عبدالسمیع	لدھیانہ محلہ زرگراں		پیشہ نوکری	
۱۷	،،	،،	محمد یوسف ولد کریم بخش	سنور محلہ تنبواں ریاست پٹیالہ		ملازمت مدرسی ریاست پٹیالہ	
۱۸	،،	،،	محمد بخش ولد عبداللہ	لدھیانہ محلہ پٹربل		کتب فروشی	
۱۹	،،	،،	چانن شاہ ولد گلاب شاہ	اکبر پور ضلع مالیر کوٹلہ		کاشت	
۲۰	،،	،،	میراں بخش ولد بہادر خاں	کہیرو ریاست پٹیالہ تحصیل امرگڑھ		نمبردار	
۲۱	،،	،،	علی محمد ولد احمد شاہ	کہیرو ریاست پٹیالہ تحصیل امرگڑھ		قصاب	
۲۲	،،	،،	رام سنگھ ولد نندا	کوٹلہ مالیر		مختار کاری	
۲۳	،،	،،	نبی بخش ولد رانجھا	کہیرو ریاست پٹیالہ تحصیل امرگڑھ		کاشت	
۲۴	،،	،،	علی محمد ولد گلاب خاں	کہیرو ریاست پٹیالہ ڈاکخانہ شیرپور		کاشت	
۲۵	،،	،،	مولوی فتح علی ولد فضل الدین	موضع دانانوالی تحصیل سیالکوٹ	موضع خیری ریاست جموں جاگیر راجہ امرسنگھ	متوکل	
۲۶	،،	،،	(منشی) روڑا ولد جیون	پپور تھلہ محلہ قصاباں		نقشہ نویسی جوڈیشل عدالت مجسٹریٹ کپورتھلہ	
۲۷	،،	،،	رحیم بخش ولد کریم بخش	سنور محلہ خوشابیاں ریاست پٹیالہ		ملازمت	
۲۸	،،	،،	حشمت اللہ ولد فیض بخش	سنور ریاست پٹیالہ محلہ طانہ		ملازمت مدرس ریاست پٹیالہ	
۲۹	،،	،،	محمد بخش ولد عبدالرحیم	سیالکوٹ خاص		دکانداری بزازی خردہ	
۳۰	،،	،،	علی محمد ولد اللہ بخش	سنور محلہ مجاوراں ریاست پٹیالہ		ملازمت زنبورچی ریاست پٹیالہ	
۳۱	،،	،،	ابراہیم ولد منشی اللہ بخش	سنور ریاست پٹیالہ محلہ تنبواں		ملازمت مدرس ریاست پٹیالہ	

نمبر شمار	تاریخ بیعت ہجری	تاریخ عیسوی	نام مع ولدیت	وطن	موجودہ سکونت	پیشہ	کیفیت
۳۲	″	″	محمد ابراہیم ولد منشی کریم بخش	سنور محلہ تنبولاں ریاست پٹیالہ		ملازمت پٹواری ریاست پٹیالہ	
۳۳	″	″	ولی محمد ولد عبد اللہ	پٹیالہ محلہ ڈیک بالاں		متوکل مستغنی	
۳۴	″	″	احمد حسن خلف محمد اکبر	ایضاً محلہ بارہ دری خورد		ملازمت ریاست پٹیالہ محرر کیفہ کنج	
۳۵	″	″	خلیفہ محمد عیسےٰ ولد میانجی فضل علی	سنور ریاست پٹیالہ محلہ ملانہ		ایضاً محرر پلٹن ریاست پٹیالہ	
۳۶	″	″	جان محمد ولد ر ولدو	پٹیالہ محلہ بارہ دری خورد		ملازم بذیل سپاہی پلٹن	
۳۷	″	″	خدابخش ولد درگاہی	پٹیالہ قریب دروازہ شیرانوالہ		باغبان	
۳۸	″	″	مرزا سعادت بیگ ولد مرزا رستم بیگ	سامانہ علاقہ پٹیالہ محلہ اندر کوٹ عرف امام گڑھ		ملازمت	
۳۹	″	″	مرزا محمد یوسف بیگ ولد مرزا رستم بیگ	″		تجارت	
۴۰	″	″	میرزا ابراہیم بیگ ولد مرزا یوسف بیگ	″		″	
۴۱	″	″	محمد حفیظ بیگ ولد منور بیگ	″		″	
۴۲	″	″	اللہ دین ولد کریم بخش	بھیرہ ضلع شاہ پور	چھاؤنی شاہ پور	عرضی نویس صدر شاہپور	
۴۳	″	″	عبد الکریم ولد محمد سلطان	سیالکوٹ	—	مدرس بورڈ اسکول	(نمبر ۴۴ کا اندراج حضرت خلیفہ اول کے ہاتھ کا معلوم ہوتا ہے۔ خاکسار مؤلف)
۴۴	″	″	سید عبد الرزاق ولد علی محمد	کریام تھانہ راہوں ضلع جالندھر	کڑیانہ تھانہ پھلور ضلع جالندھر	متوکل	

نمبر شمار	تاریخ ہجری	تاریخ عیسوی	نام مع ولدیت	وطن	موجودہ سکونت	پیشہ	کیفیت
۴۵	"	"	مساۃ منان زوجہ علی بخش	جھنپٹ ضلع لدھیانہ	جھنپٹ	زمینداری	
۴۶	"	"	فرزند حسین ولد علی نواز	ماچھی واڑہ ضلع لدھیانہ	لدھیانہ	ملازمت	
۴۷	۲۰ رجب ۱۳۰۶ھ روز جمعہ	۲۲ مارچ ۱۸۸۹ء	اللہ دین ولد جیوے خان	لدھیانہ محلہ رنگریزاں	لدھیانہ	ملازمت	(ریم کاغذ دریدہ ہونیکے تحریر مشتبہ ہے)
۴۸	"	"	ماہیا ولد پیر بخش	غوث گڑھ ریاست پٹیالہ تعلقہ گھمانوں	غوث گڑھ	زمینداری	
۴۹	"	"	قادر بخش ولد نیا	رتن گڑھ تھانہ سانیوال ضلع لدھیانہ	رتن گڑھ	زمینداری	
۵۰	"	"	بیگا ولد سادو	گھڑیس پور تحصیل نوشہرہ ضلع انبالہ	گھڑیس پور	زمینداری	
۵۱	"	"	امیر الدین ولد فضل الدین	جسوال تھانہ ماچھیواڑہ ضلع لدھیانہ	جسووال	خیاطی و زمینداری	
۵۲	"	"	حافظ نور احمد ولد قادر بخش	لدھیانہ محلہ موچھ پورہ	لودھیانہ	تجارت	
۵۳	"	"	ضیاء الدین ولد قاضی غلام احمد	کوٹ قاضی محمد خان تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ	کوٹ قاضی محمد خاں	معلم و امام مسجد	
۵۴	"	"	محمد تقی ولد محمد یوسف	سنور ریاست پٹیالہ	سنور محلہ تمنبوہ	عمر ۱۰ سال	
۵۵	"	"	محمد مصطفے ولد محمد ابراہیم	"	"	۱۲ سالہ	
۵۶	روز شنبہ ۱۸ رجب	۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء	محمد خلیل ولد محمد سلطان	لدھیانہ محلہ اقبال گنج	برج لٹاں تحصیل لدھیانہ	پٹوارگری ویر محلہ اقبال گنج	
۵۷	"	"	ظفر احمد ولد محمد ابراہیم	بڈھانہ ضلع مظفر نگر	کپورتھلہ	اپیل نویسی محکمہ مجسٹریٹی کپورتھلہ	
۵۸	"	"	محمد خاں ولد دلاور خاں	ریاست رامپور حال کپورتھلہ محلہ شیر گڑھ	کپورتھلہ	اہلمد فوجداری محکمہ اسسٹنٹ مجسٹریٹ کپورتھلہ	

نمبر شمار	تاریخ ہجری	تاریخ عیسوی	نام مع ولدیت	وطن	موجودہ سکونت	پیشہ	کیفیت
۵۹	″	″	عبدالرحمٰن ولد حبیب اللہ	سراوہ تحصیل ہاپوڑ ضلع میرٹھ	کپورتھلہ	اہلمد محکمہ جرنیلی ریاست کپورتھلہ	
۶۰	″	″	حاجی ابراہیم		چھاؤنی انبالہ	تجارت	قطع تعلق و ولّٰی مدبرًا
۶۱	روز شنبہ	۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء	اسمٰعیل ولد صدرالدین	موضع چپار و تھا راجپو		زمینداری	
۶۲	″	″	عبدالکریم ولد امیر علی	ایضًا		ایضًا	

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ جیسا کہ روایت ۹۸ میں بیان کیا جا چکا ہے پہلی بیعت بمقام لدھیانہ ہوئی تھی جس میں مطابق روایات چالیس اشخاص نے یکے بعد دیگرے بیعت کی تھی۔ پہلے آٹھ نام جو اس رجسٹر سے ضائع ہو چکے ہیں۔ ان میں حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اوّل ؓ کا نام مسلمہ طور پر اول نمبر پر تھا اور دوسرے نمبر پر میر عباس علی صاحب کا نام تھا۔ باقی ناموں کے متعلق قطعی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ مگر قاضی خواجہ علی صاحب کے نمبر کے متعلق میر عنایت علی صاحب اور شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے خاکسار سے متفقہ طور پر بیان کیا ہے۔ کہ قاضی خواجہ علی صاحب موصوف کا نمبر آٹھ تھا۔ اور نمبر چار پر محمد حسین صاحب خوشنویس کا نام تھا۔ جیسا کہ مندرجہ بالا فہرست کے اندراج نمبر ا میں مذکور ہے۔ اور باقی ناموں کی ترتیب قیاسًا درج کی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔

نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس فہرست میں جو ایک ہندو کا نام درج ہے۔ اس سے تعجب نہیں کرنا چاہئیے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا یہ قاعدہ تھا۔ کہ اگر کوئی شخص عقیدت اور اخلاص سے بیعت کی استدعا کرتا تھا۔ اور ساتھ ہی اپنے بعض عقائد کی نسبت مجبوری بھی ظاہر کرتا تھا۔ کہ وہ انہیں فی الحال نہیں چھوڑ سکتا۔ تو آپ اس کی بیعت قبول کر لیتے تھے جو گویا ایک گونہ محدود اور مشروط قسم کی بیعت ہوتی تھی۔ مگر بسا اوقات ایسا شخص بعد میں جلدی ہی پوری طرح صاف ہو جایا کرتا تھا۔ پس یہ جو اس فہرست میں ہندو کا نام درج ہے۔ یہ اگر کوئی مخفی نو مسلم نہیں ہے تو ممکن ہے کہ کوئی ایسی ہی صورت ہو۔ چنانچہ نواب محمد علی خانصاحب نے بھی ابتدا میں اس عہد کے ساتھ بیعت کی تھی کہ وہ بدستور شیعہ عقیدہ پر قائم رہیں گے۔ مگر بیعت کے بعد جلد ہی شیعیت کا داغ دُھل گیا اور سنا ہے

کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے بھی جب بیعت کی تو اس کے کچھ عرصہ بعد تک نیچریت کے دلدادہ رہے۔ مگر آخر مسیحی نور کے سامنے یہ تاریکی قائم نہ رہ سکی حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کے متعلق خود فرماتے ہیں۔ ؎

مدّتے در آتشِ نیچر فرو افتادہ بود   ایں کرامت بیں کہ از آتش بروں آمد سلیم

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس نوٹ کے لکھنے کے بعد مجھے مکرم میر عنایت علی صاحب سے معلوم ہوا ہے کہ یہ شخص مسمی رام سنگھ جو پہلی بیعت میں شامل تھا وہ نومسلم تھا اور اس کا اسلامی نام شیخ عبدالعزیز تھا۔ اس وقت وہ فوت ہو چکا ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ غالباً بیعت کے وقت وہ نیا نیا مسلمان ہوا ہوگا۔ اس لئے شناخت کے لئے سابقہ نام ہی لکھ دیا گیا۔ واللہ اعلم۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ بیعت کنندگان کے رجسٹر سے جو مجھے مکرم میر محمد اسحاق صاحب کے ذریعہ دستیاب ہوا ہے یہ ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ آیا بیعت کے وقت ہی اس رجسٹر میں فوراً اندراج کر لیا جاتا تھا۔ یا کہ بیعت کے بعد چند اسماء اکٹھے درج کر لئے جاتے تھے۔ موخر الذکر صورت میں اس بات کا امکان ہے کہ بوقت اندراج اصل ترتیب سے کسی قدر اختلاف ہو جاتا ہو۔ بلکہ بعض اندراجات سے شبہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات ایسا ہو جاتا تھا۔ کیونکہ بعض صورتوں میں زبانی روایات اور رجسٹر کے اندراج میں کافی اختلاف ہے۔ اور مولوی عبداللہ صاحب سنوری کے سامنے کا نوٹ بھی یہی ظاہر کرتا ہے۔ واللہ اعلم۔

۴۷۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خاکسار کے حقیقی ماموں ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ بعض لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بیعت کرنے کے بعد سوال کیا کرتے تھے۔ کہ حضور کسی وظیفہ وغیرہ کا ارشاد فرماویں۔ اس کا جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکثر یوں فرمایا کرتے تھے۔ کہ نماز سنوار کر پڑھا کریں۔ اور نماز میں اپنی زبان میں دعا کیا کریں۔ اور قرآن شریف بہت پڑھا کریں۔ نیز آپ وظائف کے متعلق اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ استغفار کیا کریں۔ سورۂ فاتحہ پڑھا کریں۔ درود شریف پر مداومت کریں۔ اسی طرح لاحول اور سبحان اللہ پر مواظبت کریں۔ اور فرماتے تھے۔ کہ بس ہمارے وظائف تو یہی ہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام منتر جنتر کی طرح وظائف کے قائل نہ تھے بلکہ صرف

دُعا اور ذکر الٰہی کے طریق پر بعض فقرات کی تلقین فرماتے تھے۔

۴۷۶ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ بعض خاص فقرات حضور کی زبان پر اکثر جاری رہتے تھے۔ چنانچہ فرمایا کرتے تھے۔ الدعاء مخ العبادۃ۔ لایلدغ المومن من جحرٍ واحدٍ مرّتین۔ بیا با کس وہرچہ خواہی کن۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے فقرہ ۲ کا ترجمہ بھی اکثر سُنا ہے یعنی مومن ایک سوراخ سے دو دفعہ نہیں کاٹا جاتا۔

۴۷۷ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام عورتوں سے بیعت صرف زبانی لیتے تھے۔ ہاتھ میں ہاتھ نہیں لیتے تھے۔ نیز آپ بیعت ہمیشہ اُردو الفاظ میں لیتے تھے۔ مگر بعض اوقات دہقانی لوگوں یا دیہاتی عورتوں سے پنجابی الفاظ میں بھی بیعت لے لیا کرتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حدیث سے پتہ لگتا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم بھی عورتوں سے بیعت لیتے ہوئے اُن کے ہاتھ کو نہیں چھُوتے تھے۔ دراصل قرآن شریف میں جو یہ آتا ہے کہ عورت کو کسی غیر محرم پر اظہار زینت نہیں کرنا چاہیئے۔ اسی کے اندر لمس کی ممانعت بھی شامل ہے۔ کیونکہ جسم کے چھُونے سے بھی زینت کا اظہار ہو جاتا ہے۔

۴۷۸ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب مرحوم نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ یہ جو استغفر اللہ ربی من کل ذنبٍ واتوب الیہ پڑھنے کا کثرت سے حکم آیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ انسانی کمزوریوں اور غلطیوں کی وجہ سے انسان کو گویا ایک ذَنب یعنی دم لگ جاتی ہے جو کہ حیوانی عضو ہے۔ اور یہ انسان کے لئے بدنما اور اس کی خوبصورتی کے لئے ناموزوں ہے۔ اس واسطے حکم ہے کہ انسان بار بار یہ دُعا مانگے اور استغفار کرے۔ تاکہ اس حیوانی دم سے بچکر اپنی انسانی خوبصورتی کو قائم رکھ سکے۔ اور ایک مکرم انسان بنا رہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس روایت میں غالباً یہ لفظی لطیفہ بھی مدنظر ہے کہ ذنب یعنی گناہ حقیقۃً ایک ذَنب یعنی دُم ہے۔ جو انسان کی اصلی فطرت کے خلاف اس کے ساتھ لاحق ہو جاتی ہے گویا جس طرح ذنب اور ذَنب یعنی دُم کے الفاظ اپنی ظاہری صورت میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ اسی طرح ان میں معنوی مشابہت بھی ہے۔ واللہ اعلم۔

۴۷۹ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر سید عبد الستار شاہ صاحب نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ مَیں گھوڑی سے گر پڑا۔ اور میری داہنی کلائی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اس لئے یہ ہاتھ کمزور ہو گیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد مَیں قادیان میں حضور کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ حضور نے پُوچھا۔ شاہ صاحب آپ کا کیا حال ہے مَیں نے عرض کیا کہ کلائی کی ہڈی ٹوٹنے کی وجہ سے میرے ہاتھ کی انگلیاں کمزور ہو گئی ہیں اور اچھی طرح مٹھی بند نہیں ہوتی۔ حضور دعا فرمائیں کہ پنجہ ٹھیک ہو جاوے۔ مجھکو یقین تھا کہ اگر حضور نے دعا فرمائی۔ تو شفا بھی اپنا کام ضرور کرے گی۔ لیکن بلا تأمل حضور نے فرمایا۔ کہ شاہ صاحب ہمارے مونڈھے پر بھی ضرب آئی تھی۔ جس کی وجہ سے اب تک وہ کمزور ہے۔ ساتھ ہی حضور نے مجھے اپنا شانہ ننگا کر کے دکھایا۔ اور فرمایا۔ کہ آپ بھی صبر کریں۔ پس اس وقت سے وہی ہاتھ کی کمزوری مجھکو بدستور ہے اور مَیں نے سمجھ لیا کہ اب یہ تقدیر ٹلنے والی نہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحب اپنے اصحاب سے کس قدر بے تکلف تھے کہ فوراً اپنا شانہ ننگا کر کے دکھا دیا۔ تاکہ شاہ صاحب اسے دیکھکر تسلی پائیں۔

۴۸۰ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حافظ نور محمدؐ صاحب ساکن فیض اللہ چک نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ بعض لوگ بیعت کے بعد حضرت مسیح موعودؑ سے پوچھتے تھے۔ کہ یا حضرت! ہم کونسا وظیفہ پڑھا کریں۔ تو حضور فرماتے کہ الحمد للہ اور درود شریف اور استغفار اور دُعا پر مداومت اختیار کرو اور دعا اھدنا الصراط المستقیم کثرت سے پڑھا کرو۔

۴۸۱ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حافظ نور محمد صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ حضور نے فرمایا کہ مَیں نے خواب میں ایک مرتبہ دیکھا کہ سید عبد القادرؒ صاحب جیلانی آئے ہیں اور آپ نے پانی گرم کرا کر مجھے غسل دیا ہے اور نئی پوشاک پہنائی ہے اور گول کمرہ کی سیڑھیوں کے پاس کھڑے ہو کر فرمانے لگے کہ آؤ ہم اور تم برابر برابر کھڑے ہو کر قد ناپیں۔ پھر انہوں نے میرے بائیں طرف کھڑے ہو کر کندھے سے کندھا ملایا۔ تو اس وقت دونوں برابر برابر رہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ یہ اوائل زمانہ کا رویا ہو گا۔ کیونکہ بعد میں تو آپ کو وہ روحانی مرتبہ حاصل ہوا کہ امت محمدیہ میں آپ سب پر سبقت لے گئے۔ جیسا کہ آپ کا یہ الہام بھی ظاہر کرتا ہے کہ "آسمان سے کئی تخت اُترے پر تیرا تخت سب سے اُوپر بچھایا گیا" اور آپ نے صراحت کے ساتھ لکھا

بھی ہے کہ مجھے اس امت کے جملہ اولیاء پر فضیلت حاصل ہے۔

482 بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب کوئی نظم لکھتے اور ایسے موقعہ پر کسی اردو لفظ کی تحقیق منظور ہوتی۔ تو بسا اوقات حضرت امّ المومنینؓ سے اس کی بابت پوچھتے تھے۔ اور زیادہ تحقیق کرنی ہوتی تو حضرت میر صاحب یا والدہ صاحبہ سے بھی پوچھا کرتے تھے۔ کہ یہ لفظ کس موقعہ پر بولا جاتا ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت والدہ صاحبہ چونکہ دہلی کی تھیں اس لئے روزمرہ کے اردو محاورہ میں انہیں زیادہ مہارت تھی جس سے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فائدہ اٹھا لیتے تھے مگر یہ استعانت صرف روزمرہ کے محاورہ تک محدود تھی۔ ورنہ علمی زبان میں تو حضرت صاحب کو خود کمال حاصل تھا۔

483 بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضور فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہماری جماعت کے لوگوں کو عربی زبان سیکھنی چاہیئے اور صحیح طریق کسی زبان کے سیکھنے کا یہ نہیں ہے کہ پہلے صرف و نحو پڑھی جائے۔ بلکہ بہتر طریقہ یہ ہے کہ اُسے بولا جائے۔ بولنے سے ضروری صرف و نحو خود آجاتی ہے۔ چنانچہ اسی لئے اس خاکسار کو ۱۸۹۵ء میں حضرت صاحب نے قریباً ایک ہزار فقرہ عربی کا مع ترجمہ کے لکھوایا۔ روزانہ پندرہ بیس کے قریب فقرے لکھوا دیتے۔ اور دوسرے دن سبق سُنکر اَور لکھوا دیتے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ طریق غالباً صرف بولنے اور عام استعداد پیدا کرنے کے لئے ہے۔ ورنہ علمی طور پر عربی زبان کی مہارت کے لئے صرف و نحو کا علم ضروری ہے۔

484 بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ان مسائل میں جن میں حلّت و حُرمت کا سوال درپیش ہوتا تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ شریعت نے اصل اشیاء کی حلّت رکھی ہے۔ سوائے اس کے جہاں حرمت کی کوئی وجہ ہو یا ظاہری حکم حرمت کا موجود ہو۔ باقی انما الاعمال بالنیات پر منحصر ہے۔ نیت درست ہو۔ تو عمل مقبول ہو جاتا ہے درست نہ ہو۔ تو ناجائز ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کا یہ عام طریق تھا۔ کہ سوائے ایسے مسائل کے جن میں شریعت نے کوئی تصریح کی ہو اکثر صورتوں میں آپ الاعمال بالنیات پر بنیاد رکھتے تھے۔ اور سائل کے جواب میں یہی فقرہ دہرا دیتے تھے۔

۴۸۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ حضور سے کسی بچہ نے پوچھا۔ کہ کیا طوطا حلال ہے۔ مطلب یہ تھا کہ کیا ہم طوطا کھانے کے لئے مار لیا کریں۔ حضور نے فرمایا۔ میاں حلال تو ہے۔ مگر کیا سب جانور کھانے کے لئے ہی ہوتے ہیں؟ مطلب یہ تھا کہ خدا نے سب جانور صرف کھانے ہی کیلئے پیدا نہیں کئے۔ بلکہ بعض دیکھنے کے لئے اور دُنیا کی زینت اور خوبصورتی کے لئے بھی پیدا کئے ہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھ سے بھی یہی فرمایا تھا۔ کہ سارے جانور نہیں مارا کرتے کیونکہ بعض جانور خدا نے زینت کے طور پر پیدا کئے ہیں۔ لیکن خاکسار کی رائے میں کسی جانور کی کثرت ہو کر فصلوں وغیرہ کے نقصان کی صورت ہونے لگے تو اس کا انسداد کرنا اس ہدایت کے خلاف نہیں ہے۔

۴۸۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سیٹھی غلام نبی صاحب مرحوم نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ میں نے حضور کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ حضور نماز میں آنکھیں کھول کر توجہ قائم نہیں رہتی اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ فرمایا۔ کہ آنکھوں کو خوابیدہ رکھا کرو۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بھی یہی طریق تھا۔

۴۸۷ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سیٹھی غلام نبی صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ جب آئینہ کمالات اسلام چھپ رہی تھی۔ تو ان دنوں میں مَیں قادیان آیا اور جب مَیں جانے لگا تو وہ اسّی صفحہ تک چھپ چکی تھی مَیں نے اس حصّہ کتاب کو ساتھ لے جانے کے لئے عرض کیا۔ اس پر مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے اعتراض کیا۔ کہ جب تک کتاب مکمل نہ ہو دی نہیں جاسکتی۔ تب حضور نے فرمایا۔ جتنی چھپ چکی ہے۔ میاں غلام نبی صاحب کو دیدو۔ اور لکھ لو کہ پھر اور بھیجدی جائے گی۔ اور مجھے فرمایا کہ اس کو مشتہر نہ کرنا جب تک کہ مکمل نہ ہو جائے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ حضور کی شفقت تھی کہ اپنے مخلصین کی خواہش کو ردّ نہیں فرماتے تھے ورنہ حضور جانتے تھے کہ جب تک کوئی کتاب مکمل نہ ہو جائے اس کی اشاعت مناسب نہیں ہوتی۔ اور بعض جہت سے مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ سیٹھی غلام نبی صاحب اب فوت ہو چکے ہیں۔ چکوال ضلع جہلم کے رہنے والے تھے۔ اور راولپنڈی میں دوکان کرتے تھے نہایت

مخلص اور یک رنگ تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بابو محمد عثمان صاحب لکھنوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا۔ کہ ۴۸۸
میں ۱۹۱۶ء میں قادیان گیا تھا۔ اور چونکہ لالہ بڈھامل کا ذکر اکثر کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں موجود ہے۔ اس لئے مَیں نے ان سے ملنا چاہا۔ ایک دن بورڈنگ سے واپسی پر بازار میں اُسکے پاس گیا۔ اور ایک دوکان پر جا کر اس سے ملاقات کی۔ مَیں نے کہا کہ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اوائل عمر میں دیکھا ہے۔ آپ نے ان کو کیسا پایا۔ کہنے لگا۔ کہ میں نے آجتک مسلمانوں میں اپنے نبی سے ایسی محبت رکھنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ اس پر مَیں نے کہا۔ کہ آپ نے ان کے دعوے کو کیوں قبول نہ کیا۔ اس کے جواب میں اس نے کہا۔ یہ ذکر جانے دیجئے یہ لمبی بحث ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کی کتب میں زیادہ ذکر لالہ ملاوامل اور لالہ شرمپت صاحبان کا آتا ہے اس لئے مَیں خیال کرتا ہوں کہ بابو صاحب کو نام کی غلطی لگی ہے۔ غالبًا وہ لالہ ملاوامل صاحب سے ملے ہونگے جو اب تک زندہ ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ۱۹۰۴ء ۴۸۹
میں مَیں نے اپنی مذہبی حالت کے پیشِ نظر مولوی عبدالجبار صاحب وغیرہ کو جوابی خطوط لکھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں صرف پوسٹ کارڈ بھیجا۔ ان سب کا مضمون یہ تھا۔ کہ میں زبان سے تو بے شک خدا تعالےٰ کا اور حشر و نشر کا مقر ہوں اور مسجدوں میں وعظ بھی کرتا ہوں۔ مگر امرِ واقعہ اور کیفیت قلبی یہ ہے کہ مجھے خدا تعالےٰ کے وجود میں ہی شک ہے اس لئے مجھے ایسے مرشد کی ضرورت ہے جس کے ذریعہ خدا تعالےٰ کا وجود مع اس کی عظمت اور محبت کے دل میں جاگزین ہو جاوے وغیرہ وغیرہ۔ دوسروں کی طرف سے تو کوئی جواب نہ آیا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تحریری ارشاد آیا۔ کہ مجھے اللہ تعالےٰ نے اسی غرض اور ایسی بیماریوں کے لئے ہی بھیجا ہے۔ آپ یہاں آجاویں۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ من اتی الیّ شبرًا الخ پس خاکسار حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کچھ عرصہ رہ کر بیعت سے مشرف ہو گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک ۴۹۰
دفعہ خاکسار نے حضور علیہ السلام سے عرض کی۔ کہ مجھے نسیان کی بیماری بہت غلبہ کر گئی ہے۔ اس پر حضور

علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ ربّ کلّ شیءٍ خادمک ربّ فاحفظنی وانصرنی وارحمنی پڑھا کرو۔ الحمد للہ کہ اس سے مجھے بہت ہی فائدہ ہؤا ہے۔

۴۹۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ مرزا دین محمد صاحب ساکن لنگروال ضلع گورداسپور نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا۔ کہ مَیں اپنے بچپن سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھتا آیا ہوں۔ اور سب سے پہلے مَیں نے آپ کو مرزا غلام مرتضےٰ صاحب کی زندگی میں دیکھا تھا۔ جبکہ مَیں بالکل بچہ تھا۔ آپ کی عادت تھی۔ کہ رات کو عشاء کے بعد جلد سو جاتے تھے۔ اور پھر ایک بجے کے قریب تہجد کیلئے اُٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ اور تہجد پڑھکر قرآن کریم کی تلاوت فرماتے رہتے تھے۔ پھر جب صبح کی اذان ہوتی۔ تو سُنّتیں گھر میں پڑھکر نماز کے لئے مسجد میں جاتے۔ اور باجماعت نماز پڑھتے۔ نماز کبھی خود کراتے کبھی میاں جان محمد امام مسجد کراتا۔ نماز سے آکر تھوڑی دیر کے لئے سو جاتے۔ مَیں نے آپ کو مسجد میں سنّت نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ سنّت گھر پر پڑھتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ مرزا دین محمد صاحب مرزا نظام الدین صاحب کے برادر نسبتی ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چچا زاد بھائی تھے۔ اور حضرت صاحب کے سخت مخالف تھے۔ مرزا دین محمد صاحب ایک عرصہ سے احمدی ہو چکے ہیں۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ میاں جان محمد مرحوم امام مسجد تھا اور قوم کا کشمیری تھا۔ نیک اور سادہ مزاج انسان تھا۔ اور اکثر حضرت صاحب کی خدمت میں رہتا تھا۔

۴۹۲ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ مرزا دین محمد صاحب ساکن لنگروال نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ جب مَیں حضرت صاحب کے پاس سوتا تھا۔ تو آپ مجھے تہجد کے لئے نہیں جگاتے تھے۔ مگر صبح کی نماز کے لئے ضرور جگاتے تھے۔ اور جگاتے اس طرح تھے کہ پانی میں انگلیاں ڈبو کر اس کا ہلکا سا چھینٹا پھوار کی طرح پھینکتے تھے۔ مَیں نے ایک دفعہ عرض کیا۔ کہ آپ آواز دے کر کیوں نہیں جگاتے۔ اور پانی سے کیوں جگاتے ہیں۔ اس پر فرمایا۔ کہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔ اور فرمایا کہ آواز دینے سے بعض اوقات آدمی دھڑک جاتا ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا طریق تھا کہ چھوٹی سی چھوٹی بات میں بھی آنحضرت صلعم کی اتباع کرتے تھے۔

۴۹۳ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مرزا دین محمد صاحب ساکن لنگروال نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ مَیں نے حضرت صاحب سے درخواست کی۔ کہ مجھے کسی جگہ نوکر کرادیں۔ حضور نے فرمایا۔ ہمارے واقفوں میں سے ایک ڈپٹی کلکٹر نہر ہیں ان سے سفارش کر دینگے۔ مگر اس کے بعد مَیں خود ہی دوسری جگہ نوکر ہو گیا لیکن بالآخر نہر ہی کی طرف آگیا اور ۲۸ سال ملازمت کی۔

۴۹۴ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عادت میں داخل تھا کہ اپنے دوستوں سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ طبی معاملات میں حکیموں ڈاکٹروں سے۔ قانونی باتوں میں وکلاء سے۔ فقہی مسائل میں علماء سے۔ مکان کی تعمیر ہو تو اوورسیروں یا راجوں مستریوں سے۔ گھر کا معاملہ ہو تو اہل بیت سے۔ اردو زبان کے کسی لفظ کے متعلق کوئی بات ہو۔ تو ہماری والدہ صاحبہ اور میر صاحب مرحوم سے۔ غرض آپ کی عادت تھی کہ چھوٹی بڑی ہر بات میں ایک یا زیادہ اہل لوگوں کو بلا کر مشورہ اور تبادلہ خیال کر لیا کرتے تھے۔ اسی طرح بہت سے معاملات مجلس احباب میں بعد مشورہ طے پاتے تھے۔ غرض آپ حتی الوسع ہر معاملہ میں مشورہ لیا کرتے تھے۔ پھر جس بات پر انشراح ہو جاتا۔ اُسے قبول کر لیا کرتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم بھی بہت کثرت سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ دراصل اسلامی نظام کی بنیاد ہی اوّلاً مشورہ اور بعدہٗ توکّل پر ہے۔

۴۹۵ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضور علیہ السلام اکثر فرمایا کرتے تھے۔ اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ۔ یعنی مومن کی فراست سے ڈرو۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور کی مدد سے دیکھتا ہے۔

۴۹۶ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ۱۹۰۵ء کے زلزلہ کے بعد جب باغ میں رہائش تھی۔ تو ایک دن حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ کہ آج ہم نے اپنی ساری جماعت کا جنازہ پڑھ دیا ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ پورا واقعہ یوں ہے کہ ان ایام میں آپ نے جب ایک دفعہ کسی احمدی کا جنازہ پڑھا تو اس میں بہت دیر تک دُعا فرماتے رہے اور پھر نماز کے بعد فرمایا کہ ہمیں علم نہیں کہ ہمیں اپنے دوستوں میں سے کس کس کے جنازہ میں شرکت کا موقعہ ملیگا۔ اس لئے آج مَیں نے اس

جنازہ میں سارے دوستوں کے لئے جنازہ کی دُعا مانگ لی ہے اور اپنی طرف سے سب کا جنازہ پڑھ دیا ہے۔

۴۹۷ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ پیر منظور محمد صاحب ان سے بیان کرتے تھے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السّلام بڑے زلزلہ کے بعد باغ میں مقیم تھے۔ تو ایک دن آپ کو ایک الہام ہُوا تھا۔ کہ "تین بڑے آدمیوں میں سے ایک کی موت"۔ یہ الہام کہیں چھپا نہیں پھر اس کے بعد ہی کچھ دن میں حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی بیمار ہو گئے۔ اور چند روز میں فوت ہو گئے۔

۴۹۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حافظ نور محمد صاحب ساکن فیض اللہ چک نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہُوئے تھے۔ اور قرآن مجید کا تذکرہ تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ایک بزرگ نے اپنی تمام جائیداد للہ تقسیم کر دی۔ اس پر کسی نے اس بزرگ سے کہا۔ کہ کیا ہی اچھا ہوتا۔ اگر آپ اپنے بیٹے کے لئے بھی کچھ رکھ لیتے۔ تو اس بزرگ نے جواب دیا۔ کہ مَیں اپنے بیٹے کے لئے سورۃ واقعہ چھوڑتا ہوں۔ کیونکہ حدیث شریف میں فضائل قرآن میں لکھا ہے۔ کہ جو شخص ہر روز سورۂ واقعہ ورد کے طور پر پڑھتا ہے۔ اس کو اللہ تعالےٰ فاقہ سے بچاتا ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اگر یہ روایت صحیح ہے تو یہ ایک خاص قسم کی حالت سے متعلق ہو گی ورنہ عام حالات میں اسلامی تعلیم یہ ہے۔ کہ ورثا کا حق مقدم ہے چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ جب ایک دفعہ حضرت سعد بن ابی وقاص بیمار ہُوئے۔ تو انہوں نے اپنا سارا مال صدقہ کرنا چاہا۔ مگر آنحضرت صلعم نے انہیں یہ کہکر روک دیا۔ کہ ورثاء کو بے سہارا نہیں چھوڑنا چاہیئے۔

۴۹۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حافظ نور محمد صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ غالبًا دوسرا یا تیسرا سالانہ جلسہ تھا۔ کہ حضور ایک دن عشاء کی نماز کے لئے مسجد میں تشریف لائے۔ اور آتے ہی فرمایا کہ مولوی صاحب (مراد غالبًا حضرت خلیفہ اوّلؓ ہیں۔ خاکسار مؤلف) میرے دل میں یہ آیات گذری ہیں۔ کہ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سُبلنا۔ اور یمنعون الماعون۔ پھر حضور نے ان آیات کی اس قدر تشریح فرمائی۔ کہ حاضرین نے متأثر ہو کر چیخیں مارنی شروع کر دیں۔ لعد ازاں مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم نے سورۂ مریم کی قرأت سے نماز شروع کی۔ اور بحالت نماز بھی ویسا ہی رونے اور چیخنے کا شور پڑا ہُوا تھا۔ جو بعد میں کم نظر آیا ہے۔ دوسرے روز حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تقریر میں فرمایا

کہ دُعا میں اس قدر اثر ہے۔ کہ اگر کوئی کہے کہ دعا سے پہاڑ چل پڑتا ہے تو مَیں اُسے یقین کرونگا اور اگر کوئی کہے کہ دعا سے درخت نقل مکانی کرجاتا ہے تو مَیں اسے سچ مانونگا۔ ایک مسلمان کے پاس سوائے دُعا کے اور کوئی ہتھیار نہیں۔ یہی تو وہ چیز ہے جو انسان کی رسائی خدا تعالےٰ تک کرا دیتی ہے۔

۵۰۰ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے اخلاق میں بعض باتیں خاص طور پر نمایاں تھیں۔ اور ان میں سے ایک یہ تھی کہ آپ کبھی کسی کی دل شکنی کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ اور اس سے بہت ہی بچتے تھے۔ اور دوسروں کو بھی منع فرماتے تھے

خاکسار عرض کرتا ہے کہ میری طبیعت پر بھی یہی اثر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی سیرت کا یہ ایک خاص نمایاں پہلو تھا۔ کہ حتی الوسع دوسروں کی انتہائی دلداری فرماتے اور دل شکنی سے بچتے تھے۔

۵۰۱ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حافظ نبی بخش صاحب ساکن فیض اللہ چک حال محلہ دار الفضل قادیان نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ میرا لڑکا عبد الرحمن ہائی سکول میں تعلیم پاتا تھا۔ وہ بعارضہ بخار محرقہ دو سہ ماہ تین چار دن بیمار رہ کر قادیان میں فوت ہوگیا۔ مَیں اس وقت فیض اللہ چک میں ملازم تھا۔ مجھے اطلاع ملی تو قادیان آیا۔ اور حضرت مولوی نورالدین صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور اس سے فارغ ہوکر مَیں واپس فیض اللہ چک چلا گیا۔ پھر مَیں آئندہ جمعہ کے دن قادیان آیا۔ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السّلام مسجد مبارک کے پہلے محراب میں جو کھڑکیوں کے درمیان ہوتا تھا تشریف فرما تھے۔ مَیں اندر کی سیڑھیوں سے مسجد میں گیا۔ جب حضور کی نظر شفقت مجھ پر پڑی۔ تو حضور نے فرمایا۔ آگے آجاؤ۔ وہاں پر بڑے بڑے ارکان حضور کے حلقہ نشین تھے۔ حضور کا فرمانا تھا۔ کہ سب نے میرے لئے راستہ دیدیا۔ حضور نے میرے بیٹھتے ہی محبت کے انداز میں فرمایا۔ مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ آپ نے اپنے بچہ کی موت پر بہت صبر کیا ہے۔ مَیں نعم البدل کے لئے دعا کرونگا۔ چنانچہ اس دُعائے نعم البدل کے نتیجہ میں خدا نے مجھے ایک اور بچہ دیا۔ جس کا نام فضل الرحمن ہے جو آجکل بحیثیت مبلغ گولڈ کوسٹ افریقہ میں کام کررہا ہے۔

۵۰۲ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حافظ نبی بخش صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ مَیں ایک دفعہ بوجہ کمزوری نظر حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے پاس علاج کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ شاید موتیا اُترےگا۔ مَیں نے دو اور ڈاکٹروں سے بھی آنکھوں کا معائنہ کرایا۔ سب نے یہی کہا کہ موتیا اُترےگا

تب مَیں مضطرب و پریشان ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہؤا۔ اور تمام حال عرض کر دیا۔ حضور نے الحمد للہ پڑھکر میری آنکھوں پر دست مبارک پھیر کر فرمایا "مَیں دُعا کرونگا۔" اس کے بعد پھر نہ وہ موتیا اُترا۔ اور نہ ہی وہ کم نظری رہی۔ اور اسی وقت سے خدا کے فضل و کرم سے میری آنکھیں درست ہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حافظ صاحب اس وقت اچھے معمّر آدمی ہیں اور اس عمر کو پہونچ چکے ہیں جس میں اکثر لوگوں کو موتیا بند کی شکایت ہو جاتی ہے۔

۵۰۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خواجہ عبد الرحمٰن صاحب ساکن کشمیر نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ ایک کشمیری بھائی نے اپنے نوزائیدہ لڑکے کی ولادت پر مجھے خط لکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے نام دریافت کر کے تحریر کرو۔ مَیں نے حضرت اقدس سے اس بارہ میں استفسار کیا۔ حضور نے فوراً ہی "عبد الکریم" نام تجویز فرمایا۔ پھر کچھ خیال آیا۔ تو مجھ سے دریافت فرمایا۔ کہ اس کے باپ کا کیا نام ہے۔ مَیں نے نام بتایا جو اب مجھے یاد نہیں۔ حضور نے فرمایا۔ کہ اچھا جو نام پہلے مُونہہ سے نکلا ہے۔ (یعنی عبد الکریم) وہی ٹھیک ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ خواجہ عبد الرحمٰن صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے زمانہ میں قادیان میں تعلیم پاتے تھے۔ اور اب کشمیر میں محکمہ جنگلات میں ملازم ہیں۔

۵۰۴ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خواجہ عبد الرحمٰن صاحب ساکن کشمیر نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا۔ کہ اکثر اصحاب اپنے بچوں کے نام حضور علیہ السّلام سے رکھواتے تھے۔ اور حضور نام تجویز فرما دیتے تھے۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب کے بڑے لڑکے کا نام عبد الرحمٰن اور بندہ کی دو بہنوں کے نام حلیمہ اور امۃ اللہ بھی حضور ہی کے تجویز کردہ ہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ حضرت صاحب عموماً بچہ کا نام رکھتے ہوئے قریبی رشتہ داروں کے ناموں کی مناسبت ملحوظ رکھتے تھے۔

۵۰۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مکرم ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السّلام بھی بعض اوقات ناموں سے تفاول لیتے تھے۔ نیز تبرک کے طور پر لوگ آپ سے بچوں کے نام رکھوا لیتے تھے۔ اور آپ اکثر اس بات کا خیال رکھتے تھے۔ کہ باپ

بیٹے کے نام میں یا بھائی کے نام میں مناسبت ہو۔ نیز آپ عموماً بچوں کے نام رکھنے میں فاطمہ اور سعید نام نہ رکھتے تھے۔ فاطمہ کے متعلق فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر خواب میں بھی نظر آئیں۔ تو بالعموم اس سے مراد ہم وغم ہوتا ہے۔ کیونکہ حضرت فاطمہ کی تمام عمر رنج وتکالیف میں گذری۔ اور سعید کے متعلق فرماتے تھے۔ کہ ہم نے جس کا نام بھی سعید سُنا اُسے بالعموم برخلاف ہی پایا الّا ماشاء اللہ۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ علم الرؤیا میں حضرت فاطمہ کو دیکھنا دنیوی لحاظ سے تکالیف کا مظہر ہوتا ہے مگر مَیں سمجھتا ہوں کہ اُخروی لحاظ سے ضرور مبارک ہوگا۔ کیونکہ حضرت فاطمہ سیدۃ نساء الجنۃ ہیں۔ اور سعید کے متعلق غالباً بعض نامبردں کے تلخ تجربہ سے حضور کو خیال پیدا ہو گیا ہوگا۔

۵۰۶ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ منشی امام الدین صاحب سابق پٹواری حال محلہ دارالرحمت قادیان نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فراست دی گئی تھی۔ کہ حضور علیہ السلام کو بعض دفعہ دوسرے شخص کی دل کی بات کا علم ہو جایا کرتا تھا۔ جس وقت میرا لڑکا ظہور احمد پیدا ہؤا۔ تو مَیں قادیان میں آیا مسجد مبارک میں چند دوست بیٹھے تھے۔ میں نے ان سے ذکر کیا۔ کہ مَیں چاہتا ہُوں۔ کہ میرے لڑکے کا نام حضور میرے بڑے لڑکے نثار احمد کے نام پر رکھیں۔ لیکن میرا ابھی یہی خیال تھا۔ اور دوسرے احباب نے بھی کہا کہ حضور عموماً والد کے نام پر بچہ کا نام رکھتے ہیں۔ اس لئے غالباً اب بھی حضور ایسا ہی کرینگے۔ حافظ حامد علی صاحب نے حضور کو میرے آنے کی اطلاع دی۔ اور بچہ کی پیدائش کا بھی ذکر کیا۔ حضور مسکراتے ہُوئے باہر تشریف لائے اور مجھے مبارکباد دی۔ اور فرمایا کہ اس کا نام ظہور احمد رکھیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ میاں امام الدین صاحب نے جو یہ کہا ہے کہ حضور کو دل کی بات کا علم ہو جاتا تھا۔ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے۔ کہ حضرت صاحب عالم الغیب تھے۔ کیونکہ غیب کا علم صرف خدا کو حاصل ہے۔ البتہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے تربیت کا کام لینا ہوتا ہے۔ اس لئے بعض اوقات اللہ تعالیٰ ایسا تصرّف فرماتا ہے کہ لوگوں کے دل میں جو خیالات کی رَو چل رہی ہوتی ہے۔ اس سے انہیں اطلاع دیدی جاتی ہے۔

۵۰۷ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حافظ نور محمد صاحب فیض اللہ چک نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ ماہ رمضان میں سحری کے وقت کسی شخص نے اصل وقت سے پہلے اذان دیدی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مسجد میں تشریف لے آئے۔ اور فرمایا۔ کہ میں نے دودھ کا گلاس منہ کے قریب کیا ہی تھا۔ کہ اذان کی آواز آئی۔ اس لئے وہ گلاس مَیں نے وہیں رکھدیا کسی شخص نے عرض کی۔ کہ حضور ابھی تو کھانے پینے کا وقت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارا دل نہیں چاہتا کہ بعد اذان کچھ کھایا جائے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ روایت اگر درست ہے۔ تو حضور نے اس وقت اپنی ذات کے لئے احتیاطاً برتی ہوگی۔ ورنہ حضور کا طریق یہی تھا۔ کہ وقت کی شمار اذان سے نہیں بلکہ سحری کے نمودار ہونے سے فرماتے تھے۔ اور اس میں بھی اس پہلو کو غلبہ دیتے تھے۔ کہ فجر واضح طور پر ظاہر ہو جاوے۔ جیسا کہ قرآنی آیت کا منشاء ہے۔ مگر بزرگوں کا قول ہے کہ فتویٰ اور ہے اور تقویٰ اور۔

۵۰۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حافظ نور محمد صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں ایک نوجوان عرب جو حافظ قرآن اور عالم تھا۔ آکر رہا۔ اور آپ کی تائید میں اس نے ایک عربی رسالہ بھی تصنیف کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی شادی کا فکر کیا۔ میرے گھر کے ایک حصّہ میں میرے استاد حافظ محمد جمیل صاحب مرحوم رہا کرتے تھے۔ ان کی بیوی کی ایک ہمشیرہ نوجوان تھی۔ حضرت صاحب نے ان کو رشتہ کے لئے فرمایا۔ انہوں نے جواباً عرض کیا۔ کہ لڑکی کے والد سے دریافت کرنا ضروری ہے۔ لیکن مَیں حضور کی تائید کروں گا۔ اتنے میں خاکسار حسب عادت قادیان گیا۔ جب مَیں نے مسجد مبارک میں قدم رکھا۔ تو اس وقت حضرت صاحب اور مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اور وُہ عرب صاحب موجود تھے۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔ کہ "ھٰذا رجل حافظ نور محمد" اور حضور نے فرمایا۔ کہ میاں نور محمد آپ عرب صاحب کو ہمراہ لے جائیں اور وہ لڑکی دکھلادیں۔ بعد نماز ظہر مَیں عرب صاحب کو ساتھ لے کر فیض اللہ چک کو روانہ ہؤا۔ آپ کے ارشاد کے ماتحت کارروائی کی گئی۔ مگر انہوں نے پسند نہ کیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کی شادی مالیر کوٹلہ میں کرادی۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ ایک عرب صاحب جو آخری زمانہ میں قادیان آکر رہے تھے۔ ان کا نام عبدالحی تھا۔ اور حضرت صاحب نے ان کی شادی ریاست پٹیالہ میں کرادی تھی۔ سو اگر اس روایت میں انہی کا ذکر ہے۔ تو مالیر کوٹلہ کے متعلق حافظ نور محمد صاحب کو سہو ہؤا ہے۔ یا شاید یہ عرب صاحب اور ہوں گے۔

۵۰۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ جس سال حضور نے

عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر خطبہ الہامیہ پڑھا تھا۔ اس سال ۹ ذی الحج کو یعنی حج کے دن اعلان کرا دیا تھا۔ کہ آج ہم دعا کریں گے۔ لوگ اپنے نام رقعوں پر لکھکر بھیجدیں۔ چنانچہ قریبًا تمام اصحاب الصفّہ اور مہمانان نے اپنے نام لکھکر حضور کی خدمت میں پہونچا دیئے۔ اس کے بعد مَیں نے دیکھا۔ کہ خاص خاص موقعوں پر لوگ اس طرح ناموں کی فہرست بنا کر حضور کی خدمت میں دعا کے لئے بھیجا کرتے تھے۔ بلکہ بعد میں حضرت مفتی محمد صادق صاحب روزانہ ہی ایسی فہرست ڈاک کے خطوط میں سے منتخب کر کے اور نیز دیگر حاجتمندانِ دُعا کے نام لکھکر حضور کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ میر صاحب کی مراد اصحاب الصفہ سے وہ اصحاب ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فیض صحبت کی خاطر اپنے وطنوں کو چھوڑ کر قادیان میں ڈیرہ جما بیٹھے تھے۔ جیسا کہ حضور کے الہام میں بھی یہ لفظ استعمال ہُوا ہے۔

۵۱۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ جب بعض مخلصین حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے رخصت ہو کر جانے لگتے۔ اور دعا کے لئے عرض کرتے۔ تو حضرت صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ آپ گاہ بگاہ خط کے ذریعہ سے یاد دہانی کراتے رہیں۔ مَیں انشاء اللہ دُعا کرونگا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ بعض دوستوں کی عادت تھی۔ کہ حضور کی خدمت میں دُعا کے لئے قریبًا روزانہ لکھتے تھے۔ چنانچہ مجھے یاد ہے کہ لاہور کے ایک دوست کو کوئی کام درپیش تھا۔ جس پر انہوں نے مسلسل کئی ماہ تک ہر روز بلا ناغہ حضور کی خدمت میں دُعا کے لئے خط لکھا۔

۵۱۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حضرت والدہ صاحبہ یعنی امّ المؤمنین اطال اللہ بقاءہا نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ مرزا نظام الدین صاحب کو سخت بخار ہوُا۔ جس کا دماغ پر بھی اثر تھا۔ اس وقت کوئی اور طبیب یہاں نہیں تھا۔ مرزا نظام الدین صاحب کے عزیزوں نے حضرت صاحب کو اطلاع دی۔ اور آپ فورًا وہاں تشریف لے گئے۔ اور مناسب علاج کیا۔ علاج یہ تھا کہ آپ نے مُرغا ذبح کرا کے سر پر باندھا۔ جس سے فائدہ ہوگیا۔ اس وقت باہمی سخت مخالفت تھی۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ یہ ابتدائی زمانہ کی بات ہوگی۔ ورنہ آخری زمانہ میں تو حضرت خلیفہ اوّل جو ایک ماہر طبیب تھے ہجرت کر کے قادیان آ گئے تھے۔ یا ممکن ہے کہ یہ کسی ایسے وقت کی بات ہو۔ جب حضرت خلیفہ اوّلؓ عارضی طور پر کسی سفر پر باہر گئے ہونگے۔ مگر بہر حال حضرت صاحب کے اعلیٰ اخلاق کا

ایک بیّن ثبوت ہے کہ ایک دُشمن کی تکلیف کا سُنکر بھی آپ کی طبیعت پریشان ہوگئی۔ اور آپ اس کی امداد کے لئے پہونچ گئے۔

۵۱۲ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حضرت والدہ صاحبہ نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت صاحب کو کبھی کبھی پاؤں کے انگوٹھے پر نقرس کا درد ہو جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ شروع میں گھٹنے کے جوڑ میں بھی درد ہؤا تھا۔ نہ معلوم وہ کیا تھا۔ مگر دو تین دن زیادہ تکلیف رہی۔ پھر جونکیں لگانے سے آرام آیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ نقرس کے درد میں آپ کا انگوٹھا سوج جاتا تھا۔ اور سُرخ بھی ہو جاتا تھا۔ اور بہت درد ہوتی تھی۔ خاکسار نے بھی درد نقرس حضرت صاحب سے ہی ورثہ میں پایا ہے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو بھی کبھی کبھی اس کی شکایت ہو جاتی ہے۔

۵۱۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حضرت والدہ صاحبہ نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ حضرت صاحب کے ٹخنے کے پاس پھوڑا ہو گیا تھا۔ جس پر حضرت صاحب نے اس پر سکہ یعنی سیسہ کی ٹکیا بندھوائی تھی جس سے آرام آگیا۔

۵۱۴ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مکرم منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلہ نے مجھ سے بیان کیا۔ ایک دفعہ مولوی محمد احسن صاحب کے ساتھ کوئی امروہہ کا آدمی قادیان آیا۔ اس کے کان بند تھے۔ اور نلکی کی مدد سے بہت اونچا سُنتا تھا۔ اس نے حضرت صاحب کو دعا کے لئے کہا۔ حضور نے فرمایا ہم دُعا کرینگے۔ اللہ تعالےٰ سب چیزوں پر قادر ہے پھر اللہ نے اپنا فضل کیا کہ اس نے حضور علیہ السلام کی ساری تقریر سُن لی۔ جس پر وُہ خوشی کے جوش میں کود پڑا۔ اور نلکی توڑ کر پھینک دی۔

۵۱۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ منشی ظفر احمد صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ آتھم کے مباحثہ میں آتھم نے ایک دفعہ ایسے سوالات کئے۔ کہ ہمارے بعض احباب گھبرا گئے۔ کہ ان کا جواب فوراً نہیں دیا جاسکتا! وہ بعض احباب نے ایک کمیٹی کی۔ اور قرآن شریف اور انجیل کے حوالہ سے چاہا کہ حضرت صاحب کو امداد دیں۔ مَیں نے مولوی عبد الکریم صاحب کو مزاحاً کہا۔ کہ کیا نبوتیں بھی مشورہ سے ہوا کرتی ہیں۔ اتنے میں حضرت صاحب تشریف لے آئے۔ اور حضور کچھ باتیں کر کے جانے لگے۔ تو مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم نے کھڑے ہو کر عرض کی۔ کہ اگر کل کے جواب کے لئے مشورہ کر لیا جائے۔ تو کوئی حرج تو نہیں۔ اس پر حضرت صاحب نے ہنستے ہوئے فرمایا کہ "آپ کی دعا کافی ہے۔" اور فوراً تشریف لے گئے۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ انبیاء اکثر امور میں مشورہ لیتے ہیں۔ اوران سے بڑھکر کوئی مشورہ نہیں لیتا۔ مگر بعض ایسے اوقات ہوتے ہیں۔ کہ جن میں وہ دوسرے واسطوں کو چھوڑ کر محض خدا کی امداد پر بھروسہ کرنا پسند کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں مشورہ کا بھی موقعہ اور محل ہوتا ہے۔ اور کسی دشمن کی طرف سے علمی اعتراض ہونے پر انبیاء عموماً محض خدا کی نصرت پر بھروسہ کرتے ہیں۔ چنانچہ اس موقعہ پر خدا نے عیسائیوں کو ذلیل کیا۔

516 بسم اللہ الرحمن الرحیم:۔ شیخ غلام حسین صاحب لدھیانوی ہیڈ ڈرافسمین سنٹرل آفس نئی دہلی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ شیخ فرمان علی صاحب بی۔اے۔ اسسٹنٹ انجینئر ساکن دھرمکوٹ بگہ ضلع گورداسپور نے جو کہ ۱۹۱۶ء میں لیڈی ہارڈنگ کالج نئی دہلی کی عمارت تعمیر کرا رہے تھے مجھ سے ذکر کیا تھا۔ کہ ایک دفعہ مولوی فتح دین صاحب مرحوم دھرم کوٹی نے جو کہ عالم جوانی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں رہے ہیں۔ ان سے بیان کیا۔ کہ مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور اکثر حاضر ہوُا کرتا تھا۔ اور کئی مرتبہ حضور کے پاس ہی رات کو بھی قیام کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ مَیں نے دیکھا۔ کہ آدھی رات کے قریب حضرت صاحب بہت بیقراری سے تڑپ رہے ہیں اور ایک کونہ سے دوسرے کونہ کی طرف تڑپتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ جیسے کہ ماہئ بے آب تڑپتی ہے یا کوئی مریض شدت درد کی وجہ سے تڑپ رہا ہوتا ہے۔ مَیں اس حالت کو دیکھکر سخت ڈر گیا۔ اور بہت فکر مند ہوُا۔ اور دل میں کچھ ایسا خوف طاری ہوُا۔ کہ اس وقت مَیں پریشانی میں ہی مبہوت لیٹا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ حالت جاتی رہی۔ صبح مَیں نے اس واقعہ کا حضور علیہ السلام سے ذکر کیا۔ کہ رات کو میری آنکھوں نے اس قسم کا نظارہ دیکھا ہے۔ کیا حضور کو کوئی تکلیف تھی۔ یا درد گردہ وغیرہ کا دورہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ "میاں فتح دین کیا تم اس وقت جاگتے تھے؟ اصل بات یہ ہے کہ جس وقت ہمیں اسلام کی مہم یاد آتی ہے۔ اور جو جو مصیبتیں اس وقت اسلام پر آرہی ہیں۔ ان کا خیال آتا ہے۔ تو ہماری طبیعت سخت بے چین ہوجاتی ہے۔ اور یہ اسلام ہی کا درد ہے۔ جو ہمیں اس طرح بے قرار کر دیتا ہے"

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مولوی فتح دین صاحب مرحوم دھرم کوٹ متصل بٹالہ کے رہنے والے تھے اور قدیم مخلص صحابہ میں سے تھے۔ نیز خاکسار خیال کرتا ہے۔ کہ یہ واقعہ ابتدائی زمانہ کا ہے۔

517 بسم اللہ الرحمن الرحیم:۔ میاں خیر دین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں وتروں کے متعلق سوال کیا۔ کہ وہابی پانچ وتر بھی پڑھتے ہیں۔

تین بھی پڑھتے ہیں۔ اور ایک بھی۔ ان میں سے کونسا طریق درست ہے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ مَیں تو تین وتر پڑھتا ہوں۔ دو الگ اور ایک الگ۔ ہاں ایک بھی جائز ہے۔ اس کے بعد میں نے بھی ہمیشہ حضور ہی کی طرح وتر پڑھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ سیکھواں ایک گاؤں کا نام ہے۔ جو قادیان سے چار میل کے فاصلہ پر جانب غرب واقع ہے۔ اس جگہ کے تین بھائی میاں جمال الدین میاں امام الدین اور میاں خیر الدین صاحبان حضرت صاحب کے قدیم اور مخلص صحابہ میں سے ہیں۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ گو میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی کا مجھ سے قریباً روز کا ملنا ہے۔ لیکن ان کی اکثر روایات مجھے مکرمی مرزا عبدالحق صاحب وکیل گورداسپور نے لکھ کر دی ہیں۔ فجزاہ اللہ خیراً۔

۵۱۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ میرے بچے چھوٹی عمر میں فوت ہو جاتے تھے۔ اسی طرح میرے بھائی امام الدین صاحب کے بھی۔ میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ کشتہ فولاد قلمی سیاہی کی طرح کا دو ماہ کے حمل پر ایک رتی ہمراہ دودھ یا پانی استعمال کرانا شروع کر دیں۔ اور بچّہ کے پیدا ہونے کے بعد بھی دُودھ چھوڑنے تک جاری رکھا جائے۔ اس نسخہ کے استعمال سے خدا کے فضل و کرم سے میرے بچے زندہ رہے۔ جن میں سے ایک مولوی قمر الدین مولوی فاضل ہیں۔ میرے بھائی امام دین صاحب کے لڑکے بھی اس کے بعد زندہ رہے۔ جن میں سے ایک مولوی جلال الدین صاحب شمس حال مبلغ لندن ہیں۔ اور بھی سینکڑوں آدمیوں کو یہ نسخہ استعمال کرایا۔ اور نہایت مفید ثابت ہُوا۔

۵۱۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خواجہ عبد الرحمٰن صاحب کشمیری نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ چودھری حاکم علی صاحب نے ان سے ذکر کیا تھا۔ کہ میں نے مسیح موعود علیہ السلام سے سُنا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ایک ولی کو بھی خراب اولاد کی بشارت نہیں دیتا۔ چہ جائیکہ مسیح موعود کو وہ ایسی خبر دے۔ یہ حضور علیہ السلام اپنی اولاد کے حق میں فرماتے تھے۔ کہ وہ بُرے نہیں ہونگے۔ بلکہ متقی اور صالح ہوں گے کیونکہ خدا تعالےٰ نے ان کی نسبت بشارت دی ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس اُصول کو اپنی کتب میں بھی بیان کیا ہے۔ مگر مَیں جب اپنے نفس میں نگاہ کرتا ہوں۔ تو شرم کی وجہ سے پانی پانی ہو جاتا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ ہمارے جیسے

کمزور انسان کی پیدائش کو بھی بشارت کے قابل خیال کرتا ہے۔ پھر اُس وقت اِس کے سوا سارا فلسفہ بھول جاتا ہوں۔ کہ خدا کے فضل کے ہاتھ کو کون روک سکتا ہے۔ اللّٰھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت۔

۵۲۰ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خواجہ عبدالرحمن صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ میں نے بھائی محمود احمد صاحب ساکن ڈنگہ ضلع گجرات سے سُنا ہے کہ جن دنوں کرم دین والا مقدمہ گورداسپور میں دائر تھا عموماً حضرت اقدس مقدمہ کی تاریخوں پر قادیان سے علی الصبح روانہ ہوتے تھے اور نماز فجر راستہ میں ہی حضرت مولوی فضل الدین صاحب بھیروی کی امامت میں ادا فرماتے تھے۔ ایک دفعہ بٹالہ کی نہر کے قریب نماز فجر کا جو وقت ہُوا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے فرمایا۔ کہ نماز فجر کا وقت ہوگیا ہے یہیں نماز پڑھ لی جائے۔ اصحاب نے عرض کی کہ حضور حکیم مولوی فضل الدین صاحب آگے نکل گئے ہیں اور خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب ساتھ ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام خاموش ہوگئے اور خود ہی امامت فرمائی۔ پہلی رکعت فرض میں آیت الکرسی اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص تلاوت فرمائی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مَیں فطرتاً اس قسم کی روایتوں کے لینے میں تامل کرتا ہوں جس میں اِس وقت کے ایک مخالف گروہ پر زد پڑتی ہے۔ مگر جب میرے پاس ایک روایت پہونچتی ہے اور مَیں اس میں شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں دیکھتا۔ اور نہ ہی راوی میں کوئی طعن پاتا ہوں تو اُس کے قبول کرنے پر مجبور ہوتا ہوں اور خیال کرتا ہوں کہ شاید اس قسم کے واقعات خدائی تصرّف کے ماتحت وقوع پذیر ہوئے ہوں واللہ اعلم۔

۵۲۱ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حافظ محمد ابراہیم صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ غالباً ۱۹۰۵ء کا واقعہ ہے۔ کہ ایک شخص نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے مسجد مبارک میں سوال کیا۔ کہ حضور اگر غیر احمدی باجماعت نماز پڑھ رہے ہوں تو ہم اس وقت نماز کیسے پڑھیں؟ آپؑ نے فرمایا۔ تم اپنی الگ پڑھ لو۔ اس نے کہا کہ حضور جب جماعت ہو رہی ہو۔ تو الگ نماز پڑھنی جائز نہیں۔ فرمایا۔ کہ اگر ان کی نماز باجماعت عند اللہ کوئی چیز ہوتی تو مَیں اپنی جماعت کو الگ پڑھنے کا حکم ہی کیوں دیتا۔ ان کی نماز اور جماعت جناب الٰہی کے حضور کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ اس لئے تم اپنی نماز الگ پڑھو

اور مقررہ اوقات میں جب چاہو ادا کر سکتے ہو۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس وقت کسی مسجد میں دوسروں کی جماعت ہو رہی ہو ضرور اسی وقت نماز پڑھی جائے کیونکہ اس سے بعض اوقات فتنہ کا احتمال ہوتا ہے بلکہ غرض یہ ہے کہ ایک احمدی بہر حال الگ نماز پڑھے۔ اور دوسروں کے پیچھے نہ پڑھے۔

۵۲۲ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ خاکسار نے ۱۹۰۴ء میں بمقام گورداسپور بارہا حضرت احمد علیہ السلام کو دیکھا ہے کہ آپ عدالت میں پیشی کے واسطے تیزی سے سڑک پر جا رہے ہیں اور سامنے سے کوئی شخص دودھ یا پانی لایا تو آپ نے وہیں بیٹھکر پی لیا۔ اور کھڑے ہو کر نہ پیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینا ناجائز نہیں ہے مگر بہتر یہی ہے کہ بیٹھکر تسلی سے پیا جاوے۔

۵۲۳ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قاضی محمد یوسف صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سلام کا اس قدر خیال تھا کہ خاکسار نے کئی بار دیکھا کہ حضور اگر چند لمحوں کے لئے بھی جماعت سے اٹھکر گھر جاتے اور پھر واپس تشریف لاتے تو ہر بار جاتے بھی اور آتے بھی السلام علیکم کہتے۔

۵۲۴ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سیٹھی غلام نبی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم نے فرمایا۔ کہ لوگ حضرت صاحب کو تنگ کرتے ہیں اور بار بار دعا کے لئے رقعہ لکھکر اوقات گرامی میں حارج ہوتے ہیں۔ میں نے خیال کیا کہ میں ہی حضور کو بہت تنگ کرتا ہوں شاید روئے سخن میری ہی طرف ہو۔ سو میں اسی وقت حضور کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اگر حضور ہماری ان باتوں سے تنگ ہوتے ہوں تو ہم انہیں چھوڑ دیں۔ حضور نے فرمایا نہیں نہیں بلکہ بار بار لکھو۔ جتنا زیادہ یاد دہانی کراؤ گے اتنا ہی بہتر ہوگا۔

۵۲۵ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت کی عادت میں دن کے کسی خاص وقت میں قیلولہ کرنا داخل نہ تھا۔ آرام صرف کام پر منحصر تھا۔ بعض اوقات نصف شب یا اس سے زیادہ یا کبھی کبھی تمام رات ہی تحریر میں گزار دیا کرتے تھے۔ صبح کی نماز سے واپس آکر بھی سو لیا کرتے تھے اور کبھی نہیں بھی سوتے تھے۔ سیر کو اکثر سورج نکلے تشریف لیجایا کرتے تھے۔

اور گھر سے نکلکر احمدیہ چوک میں کھڑے ہو جاتے اور جب تک مہمان جمع نہ ہو لیتے کھڑے رہتے اور اس کے بعد روانہ ہوتے۔

۵۲۶ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مصافحہ کبھی صرف دائیں ہاتھ سے کرتے تھے اور کبھی دائیں اور بائیں دونوں سے کرتے تھے۔ مخلصین آپ کے ہاتھوں کو بوسہ بھی دیتے تھے۔ اور آنکھوں سے بھی لگاتے تھے اور بسا اوقات حضور کے کپڑوں پر بھی برکت حاصل کرنے کے لئے ہاتھ پھیرتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ سب نظارے سوائے دونوں ہاتھوں کے مصافحہ کے مَیں نے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔

۵۲۷ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک مستعمل کتاب ازالہ اوہام میرے پاس بطور تبرک کے رکھی ہے۔ اس میں حضرت صاحب نے اپنے ہاتھ سے ایک شعر لکھا ہوا ہے۔ جو میرے خیال میں حضور کا اپنا بنایا ہوا ہے شعر یہ ہے ؎

ایں قوم مرا نشانۂ نفریں کرد ہر حملہ کہ داشت برمنِ مسکیں کرد

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ میری قوم نے مجھے نفرت وحقارت کا نشانہ بنا رکھا ہے۔ اور کوئی حملہ ایسا نہیں جو وہ کر سکتی تھی اور پھر اس نے مجھ غریب پر وہ نہیں کیا۔

۵۲۸ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مقبرہ بہشتی میں دو دو قبروں کے کتبے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خود لکھے ہوئے ہیں اور وہ اس بات کا نمونہ ہیں کہ اس مقبرہ کے کتبے کس طرح کے ہونے چاہئیں۔ اب جو کتبے عموماً لکھے جاتے ہیں ان سے بعض دفعہ یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ یہ شخص کہاں دفن ہے یا اس کے اندر کیا کیا خوبیاں تھیں یا سلسلہ کی کس کس قسم کی خدمت اس نے کی ہے۔ دو کتبے جو حضور نے خود لکھے وہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اور صاحبزادہ مبارک احمد کے ہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا کتبہ ہمارے نانا جان مرحوم نے لکھا تھا اور حضرت خلیفہ اوّلؓ نے درست کیا تھا اور حضرت خلیفہ اوّلؓ کا کتبہ غالباً ہمارے نانا جان مرحوم نے لکھکر حضرت خلیفہ ثانی کو دکھا لیا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے کتبہ میں حضرت خلیفہ اوّلؓ نے صرف

اتنی تبدیلی کی تھی کہ جہاں ناناجان نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق کتبہ کے آخر میں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ لکھے تھے اُسے حضرت خلیفہ اوّلؓ نے بدل کر علیہ وعلیٰ مطاعہ محمد الصّلوٰۃ والسّلام کے الفاظ کر دیئے تھے۔

۵۲۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام روپیہ کا حساب بڑے اہتمام سے لیتے تھے۔ اور جس شخص کے پاس کسی کام کے لئے روپیہ دیا ہو اور اس کا حساب مشتبہ ہو تو خفا بھی ہوتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ عموماً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہی طریق تھا۔ جو میر صاحب نے بیان فرمایا ہے لیکن خاص خاص اصحاب کی صورت میں ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ دی ہوئی رقم کا کوئی حساب نہیں لیتے تھے بلکہ جو رقم بھی خرچ کے بعد واپس کی جاتی تھی یا مزید رقم کا مطالبہ کیا جاتا تھا آپ حسبِ صورت پیش آمدہ بغیر کوئی سوال کئے رقم لے لیتے یا دے دیتے تھے۔

۵۳۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ خواجہ عبدالرحمٰن صاحب کشمیری نے مجھ سے بیان کیا کہ حافظ حامد علی صاحب مرحوم ان سے بیان کرتے تھے کہ جب حضور کے پاس کہیں سے روپیہ آتا تھا۔ تو حضور مجھے بلا لیتے اور بلا گنتی روپیہ دے دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس وقت روپیہ لے لو نہ معلوم پھر کب ہاتھ میں آئے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حافظ حامد علی صاحب مرحوم حضرت صاحب کے خاص خادم تھے جنہیں حضرت صاحب گھر کی ضروریات اور مہمانوں وغیرہ کی مہمانی کے لئے روپیہ دیا کرتے تھے۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس روایت اور روایت نمبر ۵۲۹ میں جو تضاد نظر آتا ہے یہ حقیقی تضاد نہیں ہے بلکہ اپنے اپنے موقعہ کے لحاظ سے دونوں روایتیں درست ہیں اور حافظ حامد علی صاحب نے جو بات بیان کی ہے یہ غالباً خاص خاص لوگوں کے متعلق یا خاص حالات میں پیش آتی ہوگی۔

۵۳۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ میر عنایت علی شاہ صاحب لودھیانوی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ جب اول ہی اوّل حضور اقدس لدھیانہ تشریف لائے تھے تو صرف تین آدمی ہمراہ تھے۔ میاں جان محمد صاحب و حافظ حامد علی صاحب اور لالہ ملاوا مل صاحب جو کہ اب تک زندہ موجود ہے غالباً تین روز حضور لدھیانہ میں ٹھہرے۔ ایک روز حضور بہت سے احباب کے ساتھ سیر کو تشریف لے گئے۔ خاکسار بھی ہمراہ تھا راستہ میں عصر کی نماز کا وقت آگیا۔ اس وقت لالہ ملاوا مل نے حضور سے کہا کہ نماز پڑھ لی جائے

حضور نے وہیں پر مولوی عبد القادر صاحب لدھیانوی کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ اور ملاوامل ایک پاس کے چری کے کھیت کی طرف چلا گیا واللہ اعلم وہاں نماز پڑھی ہو۔ نیز اس وقت لالہ ملاوامل کا یہ حال تھا کہ اگر اُن کو کہا جاتا کہ آپ سونے کے وقت چارپائی لے لیا کریں۔ تو وہ جواب دیتے مجھے کچھ نہ کہو۔ حضرت کے قدموں میں نیچے زمین پر ہی لیٹنے دو۔ حضرت اقدس عموماً صبح کی نماز خود ہی پڑھایا کرتے تھے۔

۵۳۲ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میاں محمد خان صاحب ساکن گل منج ضلع گورداسپور نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ابتداء میں حضرت صاحب مسجد مبارک میں خود نماز پڑھایا کرتے تھے ایک آدمی آپ کے دائیں طرف کھڑا ہوتا تھا اور پیچھے صرف چار یا پانچ مقتدی کھڑے ہو سکتے تھے۔ اور جو آدمی پہلے نماز کے وقت دائیں جانب آبیٹھتا۔ اس کو عرض کرنے کا موقعہ مِل جاتا۔ ایک روز مَیں بھی سب سے اوّل وضو کر کے مسجد مبارک میں دائیں جانب جا بیٹھا۔ پھر حضور علیہ السلام تشریف لے آئے اور میرے قریب آکر بیٹھ گئے اتنے میں چار یا پانچ آدمی پیچھے سے آئے۔ وہ بڑے ذی عزت معلوم ہوتے تھے۔ میں نے حضور علیہ السلام کے پاؤں دبانے شروع کر دیئے۔ اور حضور کی خدمت میں شرماتے ہوئے عرض کیا کہ حضور مجھے کوئی ایسا وظیفہ بتائیں جس کے ذریعہ سے دین و دُنیا میں کامیابی حاصل ہو۔ حضور نے فرمایا: "استغفار بہت پڑھا کرو" سو اب تک یہی میرا وظیفہ ہے۔

۵۳۳ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ پیر سراج الحق صاحب نعمانی نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ مولوی گل علی شاہ صاحب سے جو حضرت صاحب کے استاد تھے ایک سیّد نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ (نعوذ باللہ) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دوزخ میں پڑے ہیں اور جگہ جگہ زخم ہیں اور آگ جل رہی ہے اور باہر انگریزوں یا گوروں کا پہرہ ہے اس خواب کو سنکر مولوی گل علی شاہ صاحب کو سخت غم ہوا۔ اور عقیدہ بھی بدل گیا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شکوک پیدا ہو گئے۔ جب گل علی شاہ صاحب مغموم ہو کر یہ خواب کسی سے بیان کر رہے تھے تو اُوپر سے حضرت اقدس علیہ السلام سبق کے لئے آگئے تو آپ نے یہ خواب سُنکر اس کی تعبیر یہ فرمائی کہ وہ شخص جس نے یہ خواب دیکھی ہے وہ خود مجذوم ہو جائے گا اور عیسائی ہو کر دوزخ میں گرے گا۔ سو ایسا ہی ہوا کہ وہ عیسائی ہوا اور پھر کوڑھی ہو کر مر گیا اس تعبیر کو سُنکر مولوی گُل علی شاہ صاحب بہت خوش ہوئے اور ان کا عقیدہ بھی

درست ہوگیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ روایت ۲۵۳ میں بھی یہ واقعہ باختلاف الفاظ بروایت مولوی شیر علی صاحب بیان ہو چکا ہے اور مولوی گل علی شاہ صاحب حضرت صاحب کے بچپن کے استاد تھے۔

۵۲۴ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میر شفیع احمد صاحب محقق دہلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں خاکسار خواجہ کمال الدین صاحب کے ہاں رہتا تھا اس زمانہ میں خواجہ صاحب نے اپنے ایک دوست سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعریف کے دوران میں کہا کہ حضور کا یہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی نئی کتاب لکھتے ہیں تو میرے پاس اس کتاب کی ایک جلد ضرور روانہ فرما دیتے ہیں یا اپنے ہاتھ سے خود مرحمت فرماتے ہیں۔ اور فرمایا کرتے ہیں کہ اس کو شروع سے آخر تک قانونی نقطہ نگاہ سے ملاحظہ کرلو۔ مَیں اس کو محض حکم کے مطابق پڑھ لیتا ہوں۔ گو مَیں خوب اچھی طرح جانتا ہوں کہ حضرت کی کتابیں قانونی نگاہ سے دیکھنے کی محتاج نہیں۔ بلکہ اس سے حضور کا یہ مقصود ہوتا ہے کہ مَیں حضور کی تصانیف کو پڑھ لوں اور سلسلہ کی تعلیم سے واقف رہوں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ محقق صاحب دہلی کے رہنے والے ہیں اور مَیں نے سُنا ہے کہ ہمارے ننھیال سے ان کی کچھ رشتہ داری بھی ہے۔ کسی زمانہ میں غیر مبایعین کے سرگروہوں کے ساتھ ان کے اچھے تعلقات تھے۔ خوب ہوشیار آدمی ہیں۔ اور اب خدا کے فضل سے مبایع ہیں۔

۵۲۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میر شفیع احمد صاحب محقق دہلوی نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام میں مَیں نے ایک خاص بات دیکھی۔ کہ جتنی مرتبہ حضور باہر تشریف لاتے۔ مَیں دوڑ کر السّلام علیکم کہتا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتا۔ حضور فوراً اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں اس طرح دیدیتے کہ گویا اُس ہاتھ میں بالکل طاقت نہیں ہے یا یہ کہ وہ خاص اس لئے میرے سپرد کیا گیا ہے کہ جو چاہو اس ہاتھ سے برتاؤ کرلو۔ مَیں اس ہاتھ کو لے کر خوب چُومتا اور آنکھوں سے لگاتا اور سر پر پھیرتا۔ مگر حضور کچھ نہ کہتے۔ بیسیوں مرتبہ دن میں ایسا کرتا مگر ایک مرتبہ بھی حضور نے نہیں فرمایا۔ کہ تجھے کیا ہوگیا ابھی تو مصافحہ کیا ہے پانچ پانچ منٹ بعد مصافحہ کی ضرورت نہیں۔

۵۲۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ جب آتھم کا مباحثہ امرتسر میں ہُوا تو پہلے دن حضرت صاحب معہ اُن خدام کے جن کے پاس داخلہ کے ٹکٹ تھے وہاں تشریف لے گئے

کیونکہ داخلہ بذریعہ ٹکٹ تھا کوٹھی کے دروازہ پر ٹکٹ دیکھے جاتے تھے اور صرف ٹکٹ والے اندر جانے پاتے تھے میں بچہ ہی تھا اور ساتھ چلا گیا تھا محمد کبیر میرا خالہ زاد بھائی بھی ہمراہ تھا۔ ہم نے حضرت صاحب سے کہا کہ ہم بھی اندر چلیں گے۔ اس وقت گو ٹکٹ پورے ہو چکے تھے۔ اور ہم مباحثہ کو پوری طرح سمجھ بھی نہ سکتے تھے۔ مگر حضرت صاحب نے ہماری درخواست پر ایک آدمی ڈپٹی عبداللہ آتھم یا پادری مارٹن کلارک کے پاس بھیجا۔ کہ ہمارے ہمراہ ڈولڈ کے آگئے ہیں اگر آپ اجازت دیں تو ہم ان کو اپنے ہمراہ لے آئیں۔ انہوں نے اجازت دیدی اور ہم سب کے ساتھ اندر چلے گئے کوئی اور ہوتا تو ہم کو واپس گھر بھیجدیتا۔ کہ تمہارا یہاں کوئی کام نہیں۔ مگر یہ حضرت صاحب ہی کی دلداری تھی جو آپ نے ایسا کیا۔

۵۳۷ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ مجھ سے ہماری ہمشیرہ مبارکہ بیگم صاحبہ نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت صاحب آخری سفر میں لاہور تشریف لے جانے لگے تو آپ نے ان سے کہا کہ مجھے ایک کام درپیش ہے دُعا کرو اور اگر کوئی خواب آئے تو مجھے بتانا۔ مبارکہ بیگم نے خواب دیکھا کہ وہ چوبارہ پر گئی ہیں اور وہاں حضرت مولوی نورالدین صاحب ایک کتاب لئے بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو اس کتاب میں میرے متعلق حضرت صاحب کے الہامات ہیں اور مَیں ابوبکر ہوں دوسرے دن صبح مبارکہ بیگم سے حضرت صاحب نے پوچھا کہ کیا کوئی خواب دیکھا ہے؟ مبارکہ بیگم نے یہ خواب سُنائی تو حضرت صاحب نے فرمایا۔ یہ خواب اپنی اماں کو نہ سُنانا۔ مبارکہ بیگم کہتی ہیں کہ اس وقت مَیں نہیں سمجھی تھی کہ اس سے کیا مراد ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ خواب بہت واضح ہے اور اس سے یہ مراد تھی کہ حضرت صاحب کی وفات کا وقت آن پہونچا ہے اور یہ کہ آپ کے بعد حضرت مولوی صاحب خلیفہ ہونگے۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس وقت ہمشیرہ مبارکہ بیگم صاحبہ کی عمر گیارہ سال کی تھی۔ دوسری روایتوں سے پتہ لگتا ہے کہ حضرت صاحب اس سفر پر تشریف لے جاتے ہوئے بہت متامل تھے کیونکہ حضور کو یہ احساس ہو چکا تھا کہ اسی سفر میں آپ کو سفر آخرت پیش آنے والا ہے۔ مگر حضور نے سوائے اشارے کنایہ کے اس کا اظہار نہیں فرمایا۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ ہماری ہمشیرہ کا یہ خواب غیر مبایعین کے خلاف بھی حجت ہے۔ کیونکہ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد خلافت کی طرف صریح اشارہ ہے۔

۵۳۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حافظ نور محمد صاحب ساکن فیض اللہ چک نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا

کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آخری سفر میں لاہور جانے کا ارادہ فرمایا۔ اور سامان اور سواری وغیرہ کا انتظام ہو چکا۔ تو رات کو میاں شریف احمد صاحب کو بخار ہو گیا حضور کو رات کے وقت یہ الہام ہُوا "مباش ایمن از بازیٔ روزگار"، جو آپ نے صبح کو سُنایا۔ آپ نے حکم دیا۔ کہ آج کا جانا ملتوی کر دو کل کو دیکھا جائیگا۔ اور حضور علیہ السلام نے پہلے بھی لکھدیا ہُوا تھا کہ مجھکو اللہ تعالےٰ سے مطلع کیا جا چکا ہے کہ اب میری عمر قریب الاختتام ہے۔ دوسرے روز حضور تشریف لے گئے اور وہاں لاہور میں ہی حضور کا انتقال ہوا۔ انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس فارسی الہام کے یہ معنی ہیں کہ زندگی کی چال سے امن میں نہ رہ کہ یہ دھوکہ دینے والی چیز ہے۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ لاہور جا کر حضرت صاحب کو اپنی وفات کے متعلق اس سے بھی زیادہ واضح الہام ہوئے تھے۔ مثلاً ایک الہام یہ تھا کہ "مکن تکیہ بر عمرِ ناپائدار" یعنی اس ناپائدار عمر پر بھروسہ نہ کر کہ یہ اب ختم ہو رہی ہے۔ اور ایک الہام جو غالباً آخری الہام تھا یہ تھا کہ الرحیل ثم الرحیل یعنی اب کوچ کا وقت آگیا ہے کوچ کا وقت آگیا ہے۔ اس الہام کے چار پانچ روز کے بعد آپ انتقال فرما گئے۔ انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون۔

۵۳۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ سفر ملتان کے دوران میں حضرت صاحب ایک رات لاہور میں شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم کے ہاں بطور مہمان ٹھہرے تھے۔ ان دنوں لاہور میں ایک کمپنی آئی ہوئی تھی۔ اس میں قدِ آدم موم کے بنے ہُوئے مجسمے تھے۔ جن میں بعض پُرانے زمانہ کے تاریخی بُت تھے اور بعض میں انسانی جسم کے اندرونی اعضاء طبّی رنگ میں دکھائے گئے تھے۔ شیخ صاحب مرحوم حضرت صاحب کو اور چند احباب کو وہاں لے گئے اور حضور نے وہاں پھر کر تمام نمائش دیکھی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ ملتان کا سفر ۱۸۹۷ء میں ہُوا تھا۔ اور حضور کو وہاں ایک شہادت کے لئے جانا پڑا تھا۔

۵۴۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت صاحب کی زندگی کے آخری سالوں میں ایک شخص میاں کریم بخش نامی بیعت میں داخل ہُوا۔ اور قادیان میں ہی رہ پڑا۔ یہ شخص بڑا کاریگر باورچی تھا۔ حضرت صاحب جب کبھی اُسے کھانے کی فرمائش کرتے۔ تو اس کا کمال

یہ تھا کہ اتنی تھوڑی دیر میں وہ کھانا تیار کر کے لے آتا کہ جس سے نہایت تعجب ہوتا۔ حضرت صاحب فرماتے میاں کریم بخش کیا کہنے سے پہلے ہی تیار کر رکھا تھا؟ اور اس کی پھرتی پہ اور عمدہ طور پر تعمیل کرنے پر بڑے خوش ہوتے تھے۔ اور اس خوشی کا اظہار بھی فرمایا کرتے تھے۔ پھر اس خوشی نے اس کو ایسا خوش قسمت کر دیا کہ وہ بہشتی مقبرہ میں دفن ہوا۔ اور آپ کے عین قدموں کی طرف اسے جگہ ملی۔

۵۴۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سیّد محمد علی شاہ صاحب انسپکٹر نظارت بیت المال قادیان نے مجھ سے بیان کیا کہ جب مَیں ابتداء میں حضور کی بیعت کے لئے قادیان آیا تو ارادہ یہ تھا کہ مَیں حضور کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کرونگا۔ نماز کے بعد بیعت کا وقت آیا اور لوگ بھی بیعت کے لئے موجود تھے مگر مجھے سب سے پہلے موقعہ ملا۔ اس کے بعد کئی لوگوں نے اپنی نظمیں سُنائیں۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ساکن ترگڑی نے بھی اپنی پنجابی نظم "چٹھی مسیح اور اس کا جواب" سُنایا۔ جسے سُنکر آنحضور مع خدام خوب ہنسے اور فرمایا۔ "اسے شائع کر دو"۔ دو تین روز کی پاکیزہ صحبت کے بعد مَیں نے حضرت اقدس سے گھر جانے کی اجازت طلب کی۔ فرمایا۔ "ابھی ٹھہرو"۔ دو تین روز کے بعد پھر اجازت کے لئے عرض کیا۔ فرمایا۔ "ابھی ٹھہرو"۔ تیسری مرتبہ پھر حضور سے اجازت طلب کی۔ فرمایا کہ "اچھا اب آپ کو اجازت ہے"۔ مَیں نے عرض کیا کہ حضور مَیں کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیار پور میں صرف اکیلا احمدی ہوں اور کاٹھ گڑھ کے ارد گرد دس میل تک کوئی احمدی نہیں ہے اور ہمارے خاندان سادات میں سے میرے ماموں سلسلہ مقدسہ کے سخت دشمن ہیں۔ اس لئے حضور دعا فرمائیں۔ فرمایا خدا تعالےٰ آپ کو اکیلا نہیں رکھیگا وقتاً فوقتاً دُعا کی یاد دہانی کے لئے خط لکھدیا کریں۔ اس کے بعد واقعی خدا نے مجھے اکیلا نہ رکھا۔ اور آہستہ آہستہ لوگ احمدیت میں داخل ہونے لگے۔ یہانتک کہ اب کاٹھ گڑھ میں ایک بڑی جماعت ہے۔

۵۴۲ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سیّد محمد علی شاہ صاحب انسپکٹر نظارت بیت المال نے مجھ سے بیان کیا کہ ۱۹۰۶ء کے قریب میرے ہاں لڑکا تولد ہوا۔ اس کا نام حضور علیہ السّلام نے احمد علی رکھا قریباً دس ماہ بعد وہ لڑکا فوت ہو گیا۔ جس کی اطلاع پر حضور علیہ السلام نے نعم البدل لڑکے کی بشارت دی۔ ۱۹۰۷ء میں دوسرا لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام حضور علیہ السلام نے عنایت علی شاہ رکھا۔ اور اس کے لئے دعائیں فرمائیں۔ جو قبول ہوئیں۔

۵۴۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حافظ نبی بخش صاحب ساکن فیض اللہ چک نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک

دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اپنے باغ میں سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ اس وقت حضور کے دستِ مبارک میں ایک بید کا عصا تھا ایک درخت پر پھل اتارنے کے لئے وہ عصا مارا۔ مگر وہ عصا درخت میں ہی اٹک گیا اور ایسی طرح پھنسا کہ اُترنے میں ہی نہ آتا تھا۔ اصحاب نے ہرچند سوٹا اتارنے کی کوشش کی۔ مگر کامیابی نہ ہوئی میں نے عرض کیا کہ حضور مَیں درخت پر چڑھکر اتار دیتا ہوں اور مَیں جھٹ چڑھا اور عصا مبارک اتار لایا۔ حضور اس قدر خوش اور متعجب ہوئے کہ بار بار محبت بھرے الفاظ میں فرماتے تھے کہ "میاں نبی بخش یہ تو آپ نے کمال کیا۔ کہ درخت پر چڑھکر فوراً سوٹا اُتار لیا۔ کیسے درخت پر چڑھے اور کس طرح سے درخت پر چڑھنا سیکھا۔ یہ سوٹا تو ہمارے والد صاحب کے وقت کا تھا۔ جسے گویا آج آپ نے نیا دیا ہے۔" حضور راستہ میں بھی بار بار فرماتے تھے کہ میاں نبی بخش نے درخت پر چڑھکر سوٹا اتارنے میں کمال کیا ہے۔ نیز حضور کی عادت میں داخل تھا۔ کہ خواہ کوئی چھوٹا ہو یا بڑا۔ کسی کو تُو کے لفظ سے خطاب نہ کرتے تھے حالانکہ مَیں چھوٹا بچہ تھا مجھے کبھی حضور نے تُو سے مخاطب نہ کیا تھا۔

۵۴۴ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حافظ نبی بخش صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ میں قادیان آیا تو ان ایام میں ایک چھوٹی چارپائی بیت الفکر میں موجود رہتی تھی اور کمرہ میں قہوہ تیار رہتا۔ اور پاس ہی مصری موجود ہوتی تھی۔ مَیں جتنی دفعہ دن میں چاہتا قہوہ پی لیتا۔ حضور فرماتے "اور پیو اور پیو"

خاکسار عرض کرتا ہے کہ ان دنوں میں حضور کسی تصنیف میں مصروف ہوں گے اور [illegible] ن میں چستی قائم رکھنے کے لئے چائے تیار رہتی ہوگی جس سے آپ آنے جانے والے کی تواضع بھی فرما [illegible] رہتے ہونگے۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ بیت الفکر حضور کے مکان کے اس کمرہ کا نام ہے جو مسجد [illegible] سے متصل جانب شمال ہے جس میں سے ایک کھڑکی نما دروازہ مسجد میں کھلتا ہے۔

۵۴۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت [illegible] موعود علیہ السلام ایک مرتبہ گھر میں فرمانے لگے۔ کہ لڑکے جب جوان ہو جائیں تو ان کی رہائش [illegible] کے لئے الگ کمرہ ہونا چاہیئے۔ چنانچہ فلاں لڑکے کے لئے اس کوٹھے پر ایک کمرہ بنا دو۔

۵۴۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ سب دوست اس موضوع پر ایک مضمون لکھیں۔ کہ مذہب کیا ہے اور کامل مذہب

کیسا ہونا چاہئے۔ کچھ دنوں کے بعد بہت سے مضامین آ گئے اور بہت سے مقامی اور بعض بیرونی دوست خود سنانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس پر آپ نے کبھی مسجد میں اور کبھی سیر میں ان مضامین کو سُننا شروع کر دیا حضرت خلیفہ اوّلؓ۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب۔ میاں معراج الدین صاحب عمر۔ خواجہ جمال الدین صاحب کے مضمون اور بہت سے دیگر احباب کے مضامین سُنائے گئے۔ کئی دن تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ آخر میں حضرت صاحب نے اپنا مضمون بھی سُنایا۔ مگر اپنا مضمون غالباً سیر میں سُنایا کرتے تھے۔ اس میں پہلا نکتہ یہ تھا۔ کہ آپ نے لکھا کہ ہر مضمون نگار نے مذہب کے معنے "راستہ" کے کئے ہیں۔ مگر مذہب کے معنے روش" کے ہیں پس مذہب وہ رَوش ہے جس کے مطابق انسان چلتا ہے۔ یعنی مذہب ایک راستہ نہیں جس پر انسان چلے بلکہ وُہ روش اور طریق رفتار ہے جسے انسان اختیار کرے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ عربی لُغت کی رُو سے مذہب کے معنی رستہ اور روش ہر دو کے ہیں مگر اس میں شبہ نہیں کہ موخر الذکر معنوں میں جو لطافت اور وسعت ہے وہ مقدم الذکر میں نہیں۔

۵۴۷ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کسی تقریر یا مجلس میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرماتے۔ تو بسا اوقات ان محبت بھرے الفاظ میں ذکر فرماتے۔ کہ "ہمارے آنحضرتؐ نے یوں فرمایا ہے۔ اسی طرح تحریر میں آپ آنحضرت صلعم کے بعد صرف ؐ یا صلعم نہیں لکھتے تھے بلکہ پورا درود یعنی صلے اللہ علیہ وسلم لکھا کرتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی محبت اس کمال کے مقام پر تھی جس پر کسی دوسرے شخص کی محبت نہیں پہونچتی۔

۵۴۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حافظ نبی بخش صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام موسم گرما میں بعد نماز مغرب مسجد مبارک کے شاہ نشین پر مع خدام حضرت خلیفہ اوّلؓ و مولوی عبدالکریم صاحب و خواجہ کمال الدین صاحب و ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب وغیرہ رونق افروز تھے۔ کسی کام کے لئے بٹالہ تار دینا تھا۔ اس وقت چونکہ قادیان میں تار گھر نہ تھا حضور نے فرمایا بٹالہ جانے کے لئے کوئی تیاری کر لے۔ دو آدمی مجلس سے اُٹھ کھڑے ہوئے کہ ہم تیار ہیں۔ فرمایا ٹھہرو مَیں نیچے سے تار کی فیس لا دیتا ہوں۔ ہر چند اصحاب متذکرہ بالا نے عرض کیا کہ حضور نیچے جانے کی تکلیف نہ فرمائیں۔ ہم فیس ادا کر دیں گے اور صبح حضور وہ رقم واپس دے دیویں۔ مگر حضور نے نہ مانا اور فوراً نیچے چلے گئے۔ اور تار کی فیس دیکر

اُن کو روانہ کر دیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کے زمانہ میں قادیان میں نہ تار تھی نہ ریل تھی۔ اور نہ ٹیلیفون تھا۔ مگر اب کئی سال سے یہ تینوں ہیں۔ تار کے متعلق بعض اوقات بڑی مشکل کا سامنا ہوتا تھا کیونکہ آنے والی تار بٹالہ سے قادیان تک ڈاک میں آتی تھی۔ اور جو تار قادیان سے بھجوانی ہو اُس کے لئے خاص آدمی بٹالہ بھجوانا پڑتا تھا اور اس طرح عموماً تار کی غرض فوت ہو جاتی تھی۔ مگر اب خدا کے فضل سے جہاں تک ذرائع رسل و رسائل کا تعلق ہے قادیان بڑے شہروں کی طرح ہے۔

۵۴۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سید محمد علی شاہ صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میرے ایک شاگرد نے مجھے شیشم کی ایک چھڑی بطور تحفہ دی۔ میں نے خیال کیا۔ کہ میں اس چھڑی کو حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کروں گا۔ چنانچہ خاکسار نے قادیان پہونچ کر بوقت صبح جبکہ حضور سیر سے واپس تشریف لائے وہ چھڑی پیش کر دی۔ حضور کے دستِ مبارک کی چھڑی میری پیش کردہ چھڑی سے بدرجہا خوبصورت و نفیس تھی۔ لہٰذا مجھے اپنی کوتہ خیالی سے یہ خیال گزرا۔ کہ شاید میری چھڑی قبولیت کا شرف حاصل نہ کر سکے۔ مگر حضور نے کمال شفقت سے اُسے قبول فرما کر دُعا کی۔ بعد ازاں تین چار روز تک حضور علیہ السلام میری چھڑی کو لیکر باہر سیر کو تشریف لے جاتے تھے۔ جسے دیکھکر میرے دل کو تسکین و اطمینان حاصل ہوُا۔ پھر حضور بدستور سابق اپنی پُرانی چھڑی ہی لانے لگے اور میری پیشکردہ چھڑی کو گھر میں رکھ لیا۔

۵۵۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ میرے سامنے مندرجہ ذیل اصحاب کے پیچھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نماز باجماعت پڑھی ہے۔

(۱) حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اوّلؓ (۲) حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی (۳) حضرت حکیم فضل الدین صاحب مرحوم بھیروی (۴) پیر سراج الحق صاحب نعمانی (۵) مولوی عبدالقادر صاحب لدھیانوی (۶) بھائی شیخ عبدالرحیم صاحب (۷) حضرت میر ناصر نواب صاحب (۸) مولوی سید سرور شاہ صاحب (۹) مولوی محمد احسن صاحب امروہوی (۱۰) پیر افتخار احمد صاحب۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ دوسری روایتوں سے قاضی امیر حسین صاحب اور میاں جان محمد کے پیچھے بھی آپ کا نماز پڑھنا ثابت ہے۔ دراصل آپ کا یہ طریق تھا کہ بالعموم خود امامت کم کراتے تھے اور جو بھی

دیندار شخص پاس حاضر ہوتا تھا اُسے امامت کے لئے آگے کر دیتے تھے۔

551 بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ بچپن میں تمہاری (یعنی خاکسار مرزا بشیر احمد کی) آنکھیں بہت خراب ہوگئی تھیں۔ پلکوں کے کنارے سُرخ اور موٹے رہتے تھے اور آنکھوں سے پانی بہتا رہتا تھا۔ بہت علاج کئے مگر فائدہ نہ ہوا حضرت صاحب کو اس بات کا بہت خیال تھا۔ آخر ایک روز الہام ہوا ''برّق طفلی بشیر'' یعنی میرے بچے بشیر کی آنکھیں روشن ہوگئیں اس کے بعد ایک دوا بھی کسی نے بتائی وہ استعمال کرائی گئی۔ اور خدا کے فضل سے آنکھیں بالکل صاف اور تندرست ہوگئیں۔ میر صاحب بیان فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اکثر اوقات جب تم حضرت صاحب کے سامنے جاتے تو آپ محبت کے انداز سے تمہیں مخاطب کر کے فرماتے تھے کہ ''برّق طفلی بشیر'' میرے بچے بشیر کی آنکھیں روشن ہوگئی ہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ میری ظاہری آنکھیں تو بے شک صاف اور تندرست ہوگئیں اور میں نے خدا کے فضل سے حصہ پالیا۔ اور میں اس کا شکر گزار ہوں۔ لیکن اگر خدا کی یہ بشارت صرف ظاہر تک محدود تھی تو خدا کی شان کے لحاظ سے یہ کوئی خاص لطف کی بات نہیں اور اس کے فضل کی تکمیل کا یہ تقاضا ہے کہ جس طرح ظاہر کی آنکھیں روشن ہوئیں اسی طرح دل کی آنکھیں بھی روشن ہوں اور خدائی الہام میں تو آنکھ کا لفظ بھی نہیں ہے۔ پس اے میرے آقا! میں تیرے فضل پر امید رکھتا ہوں کہ جب میرے لئے تیرے دربار کی حاضری کا وقت آئے تو میری ظاہری آنکھوں کے ساتھ دل کی آنکھیں بھی روشن ہوں۔ نہیں بلکہ جیسا کہ تیرے کلام میں اشارہ ہے میرا ہر ذرّہ روشن ہو کر تیرے قدموں پر ہمیشہ کے لئے گر جائے۔ اینست کام دل اگر آید میسّرم

552 بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ جو شخص وحی الٰہی کا دعویٰ کرے اور ایک جماعت بنالے اور اس کا مذہب دنیا میں اچھی طرح رائج اور قائم ہو جائے اور مستقل طور پر چل پڑے۔ تو سمجھنا چاہیئے۔ کہ وہ شخص سچا تھا۔ اور یہ کہ اس کا مذہب اپنے وقت میں سچا مذہب تھا۔ کیونکہ جھوٹے مدعی کا مذہب کبھی قائم نہیں ہوتا۔ فرماتے تھے کہ اس وقت دُنیا میں جتنے قائم شدہ مذہب نظر آتے ہیں۔ ان سب کی ابتداء اور اصلیت حق پر تھی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب نے یہ اصول اپنی کتب میں بھی متعدد جگہ بیان فرمایا ہے مگر

ساتھ تصریح کی ہے کہ کسی مذہب کا دُنیا میں پوری طرح راسخ ہو جانا اور نسل بعد نسل قائم رہنا اور قبولیت عامہ کا جاذب ہونا اخرطہ ہے۔

۵۵۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قرآن مجید کے بڑے بڑے مسلسل حصّے یا بڑی بڑی سُورتیں یاد نہ تھیں۔ بے شک آپ قرآن کے جملہ مطالب پر حاوی تھے۔ مگر حفظ کے رنگ میں قرآن شریف کا اکثر حصّہ یاد نہ تھا۔ ہاں کثرتِ مطالعہ اور کثرت تدبّر سے یہ حالت ہو گئی تھی۔ کہ جب کوئی مضمون نکالنا ہوتا۔ تو خود بتا کر حفّاظ سے پوچھا کرتے تھے کہ اس معنے کی آیت کونسی ہے یا آیت کا ایک ٹکڑا پڑھ دیتے یا فرماتے کہ جس آیت میں یہ لفظ آتا ہے وہ آیت کونسی ہے۔

۵۵۴ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ منشی امام الدین صاحب سابق پٹواری نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ فجر کی نماز کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد مبارک میں تشریف فرما تھے۔ اور بعض اصحاب بھی حلقہ نشین تھے تو اس وقت میرے دل میں خیال پیدا ہوا۔ کہ حضرت اقدس کا دعویٰ تو مسیح موعود ہونے کا ہے مگر مہدی جو اس زمانہ میں آنا تھا۔ کیا وہ کوئی علیحدہ شخص ہوگا۔ اسی وقت حضور علیہ السلام نے تقریر شروع فرما دی اور بیان فرمایا۔ کہ مَیں مسلمانوں کے لئے مہدی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بُروز ہُوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود یعنی حضرت مسیح ناصری کا مثیل بنکر آیا ہُوں۔ حضور نے لمبی تقریر فرمائی جس سے میری پوری تسلی ہو گئی۔ اسی طرح اکثر دیکھا ہے کہ اگر کسی کو کوئی اعتراض پیدا ہوتا۔ تو حضور کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا علم دیا جاتا تھا۔ اور حضور علیہ السلام اُسے بذریعہ تقریر ردّ فرما دیا کرتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ انبیاءؑ کو علم غیب نہیں ہوتا۔ پس ایسی روایتوں کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مامورین سے اصلاح کا کام لینا ہوتا ہے اس لئے انہیں بسا اوقات دوسروں کے خیالات کا علم دیا جاتا ہے۔ یا بغیر علم دینے کے ویسے ہی ان کی زبان کو ایسے رستہ پر چلا دیا جاتا ہے جو سامعین کے شکوک کے ازالہ کا باعث ہوتا ہے۔

۵۵۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ مرزا دین محمد صاحب ساکن لنگر وال ضلع گورداسپور نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ایک اشتہار دیا۔ جس میں رفع یدین۔ آمین وغیرہ کے مسائل تھے اور جواب کے لئے فی مسئلہ دس روپیہ انعام مقرر کیا تھا۔ دس مسائل تھے۔ حضرت صاحب نے مجھے سُنایا

اور فرمایا۔ کہ دیکھو یہ کیسا فضول اشتہار ہے۔ جب نماز ہر طرح ہو جاتی ہے تو ان باتوں کا تنازعہ موجب فساد ہے۔ اس وقت ہمیں اسلام کی خدمت کی ضرورت ہے نہ کہ ان مسائل میں بحث کی۔ اس وقت تک ابھی حضور کا دعویٰ نہ تھا۔ پھر آپ نے اسلام کی تائید میں ایک مضمون لکھنا شروع کیا۔ اور میری موجودگی میں دو تین دن میں ختم کیا اور فرمایا۔ میں فی مسئلہ ہزار روپیہ انعام رکھتا ہوں۔ یہ براہین احمدیہ کی ابتدا تھی جس میں اسلام کی تائید میں دلائل درج کئے گئے تھے۔

۵۵۶ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مرزا دین محمد صاحب ساکن لنگروال نے مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت صاحب کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر صاحب فوت ہو گئے۔ تو آپ سابقہ چوبارہ چھوڑ کر اس چوبارہ میں جو مرزا غلام قادر صاحب نے جدید بنایا تھا۔ آ گئے یہ مسجد مبارک کے ساتھ تھا۔ اس چوبارہ کے ساتھ کوٹھڑی میں کتب خانہ ہوتا تھا جس میں عربی فارسی کی قلمی کتب تھیں۔ اس کے بعد میں عموماً اپنے گاؤں میں رہنے لگ گیا۔ اور سال میں صرف ایک دو دفعہ قادیان آتا تھا جب میں آتا تو حضرت صاحب کے پاس ہی رہتا تھا کیونکہ حضرت صاحب فرماتے تھے۔ جب آؤ تو میرے پاس ٹھہرا کرو۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس روایت میں چوبارہ سے مراد غالباً وہ دالان ہے جو بیت الفکر کے ساتھ جانب شمال ہے اور کوٹھڑی سے خود بیت الفکر مراد ہے جو مسجد کے ساتھ متصل ہے۔

۵۵۷ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام صدقہ میں جانور کی قربانی بہت کیا کرتے تھے گھر میں کوئی بیمار ہوا یا کوئی مشکل درپیش ہوئی یا خود یا کسی اور نے کوئی منذر خواب دیکھا۔ تو فوراً بکرے یا مینڈھے کی قربانی کرا دیتے تھے۔ زلزلہ کے بعد ایک دفعہ غالباً مفتی محمد صادق صاحب کے لڑکے نے خواب میں دیکھا کہ قربانی کرائی جائے۔ جس پر آپ نے چودہ بکرے قربانی کرا دیئے۔ غرضیکہ ہمیشہ آپ کی سنت یہی رہی ہے۔ اور فرماتے تھے کہ یہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی تھی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ ایسے صدقہ کے موقعہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ غرباء اور یتامیٰ اور بیوگان کو تلاش کر کے گوشت پہونچانا چاہیئے۔ تاکہ ان کی تکلیف کے دور ہونے سے خدا خوش ہو اور فرماتے تھے کہ کچھ گوشت جانوروں کو بھی ڈال دینا چاہیئے۔ کہ یہ بھی خدا کی مخلوق ہے۔

۵۵۸ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود

علیہ السلام کے زمانہ میں آپ کے کتب خانہ کے مینجر محمد سعید صاحب حکیم فضل الدین صاحب مرحوم، پیر سراج الحق صاحب پیر منظور محمد صاحب میر مہدی حسین صاحب وغیرہ لوگ مختلف اوقات میں رہے ہیں۔ جو فرمائش آتی یا حکم ہوتا وہ حضرت صاحب کی طرف سے مہتمم کتب خانہ کے پاس بھیجدیا جاتا۔ وہ کتاب کا پارسل بنا کر رجسٹری یا وی۔ پی کر کے بھیجدیتا۔ وی۔ پی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام کا ہوتا تھا۔ ایک مہر ربڑ کی "الیس اللہ بکاف عبدہٗ" کی بنوائی گئی تھی۔ اور اعلان کر دیا تھا کہ جس کتاب پر یہ مہر اور ہمارے قلمی دستخط دونوں موجود نہ ہوں وہ مال مسروقہ سمجھا جائیگا۔ یہ مہر مہتمم کتب خانہ کے پاس رہتی تھی۔ جو کتابیں باہر جاتیں ان پر وہ مہر لگا کر پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس وہ کتابیں دستخط کے لئے بھیجدی جاتی تھیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ ایسا انتظام غالباً خاص خاص اوقات میں خاص مصلحت کے ماتحت ہوا ہوگا۔ ورنہ میں نے حضرت صاحب کے زمانہ کی متعدد کتب دیکھی ہیں جن پر حضرت صاحب کے دستخط نہیں ہیں گو بعض پر میں نے دستخط بھی دیکھے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی خاص زمانہ میں یہ احتیاط برتی گئی تھی۔

۵۵۹ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گھر کا کوئی کام کرنے سے کبھی عار نہ تھی۔ چارپائیاں خود بچھا لیتے تھے۔ فرش کر لیتے تھے۔ بستره کر لیا کرتے تھے۔ کبھی یکدم بارش آجاتی تو چھوٹے بچے تو چارپائیوں پر سوتے رہتے۔ حضور ایک طرف سے خود اُن کی چارپائیاں پکڑتے دوسری طرف سے کوئی اور شخص پکڑتا اور اندر برآمدہ میں کروا لیتے۔ اگر کوئی شخص ایسے موقعہ پر یا صبح کے وقت بچوں کو جھنجوڑ کر جگانا چاہتا تو حضور منع کرتے اور فرماتے کہ اس طرح یکدم ہلانے اور چیخنے سے بچے ڈر جاتا ہے۔ آہستہ سے آواز دیکر اُٹھاؤ۔

۵۶۰ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ منشی امام الدین صاحب سابق پٹواری نے مجھ سے بیان کیا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی والے مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ کی پیشی دھاریوال میں مقرر ہوئی تھی۔ اس موقعہ پر میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا کہ حضور محمد بخش تھانیدار کہتا ہے۔ کہ آگے تو مرزا مقدمات سے بچکر نکل جاتا رہا ہے۔ اب میرا ہاتھ دیکھیگا۔ حضرت صاحب نے فرمایا "میاں امام الدین! اس کا ہاتھ کاٹا جائیگا"۔ اس کے بعد میں نے دیکھا۔ کہ اس کے ہاتھ کی ہتھیلی میں سخت درد شروع ہوگئی۔ اور وُہ اس درد سے تڑپتا تھا۔ اور آخر اسی نامعلوم بیماری میں وُہ دنیا سے گذر گیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ لفٹننٹ ڈاکٹر غلام احمد صاحب آئی۔ایم۔ایس نے جو کہ محمد بخش صاحب تھانیدار کے پوتے ہیں مجھ سے بیان کیا۔کہ ان کے دادا کی وفات ہاتھ کے کاربنکل سے ہوئی تھی۔اس کا ذکر روایت ۷۵۶ میں بھی آچکا ہے۔نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب اور ان کے والد شیخ نیاز محمد صاحب تھانہ دار مخلص احمدی ہیں۔وقال اللّٰہ تعالیٰ یخرج الحیّ من المیّت۔

۹۶۱ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔مرزا دین محمد صاحب ساکن لنگروال ضلع گورداسپور نے مجھ سے بیان کیا۔کہ حضرت صاحب کے ایک ماموں زاد بھائی مرزا علی شیر ہوتے تھے۔جو حضرت صاحب کے سالہ بھی تھے۔وہ جالندھر میں پولیس میں ملازم تھے۔ان کی لڑکی عزت بی بی کے بعد ان کی اولاد مر مر جاتی تھی پھر ان کے ایک لڑکا ہوا۔جو بہت خوبصورت اور ہونہار معلوم ہوتا تھا۔جب وہ قریباً تین سال کا ہوا۔تو وہ بیمار ہو گیا۔ . . . .

جب وہ بیمار ہوا۔تو مجھے گھر سے کہا گیا۔کہ مرزا صاحب سے کہو۔کہ اُسے آکر دیکھ جائیں اور دوا دیں۔(اس وقت دادا صاحب فوت ہو چکے تھے)حضرت صاحب اس زمانہ میں گھر نہیں جایا کرتے تھے۔مَیں عرض کر کے ساتھ لے گیا۔حضرت صاحب نے دیکھا اور دوا بھی بتائی۔پھر واپس آکر شام کو حسب دستور فرمانے لگے۔استخارہ کرو۔مَیں استخارہ کر کے سویا۔تو رات کو مجھے خواب آیا۔کہ ایک کھیت میں ہل چل رہا ہے۔اور ہل میں دو بیل لگے ہوئے ہیں جس میں دائیں طرف کا بیل گورے رنگ کا تھا۔مَیں نے دیکھا کہ ہل چلتے چلتے وہ بیل الٹ کر گر گیا اور پھر مر گیا۔صبح اُٹھ کر میں نے یہ خواب حضرت صاحب سے بیان کی۔آپ نے خواب نامہ نکال کر دیکھا۔جس کے بعد میں نے تعبیر پوچھی تو فرمانے لگے۔آپ لوگ زمیندار ہیں۔زمینداروں والے نظارے خواب میں نظر آجاتے ہیں۔مَیں نے اصرار کیا کہ تعبیر بتایئے۔تو فرمایا۔کہ سب خوابیں درست نہیں ہوتیں۔بعض اوقات خیال سے بھی خواب آجاتی ہے۔مگر مَیں نے پھر بھی اصرار کیا۔جس پر فرمایا۔کہ تم تعبیر بتا دو گے اور شور پڑ جائیگا۔اگر وعدہ کرو کہ نہ بتاؤ گے تو بتاؤنگا میں نے وعدہ کیا۔تو آپ نے بتایا۔کہ یہ لڑکا فوت ہو جائیگا۔چنانچہ دوسرے دن وہ لڑکا فوت ہو گیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مرزا علی شیر کو مَیں نے دیکھا ہے۔بہت مشرّع صورت تھی اور ہاتھ میں تسبیح رکھتے تھے مگر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے سخت مخالف تھے۔ان کی لڑکی عزت بی بی ہمارے بھائی مرزا فضل احمد کے عقد میں آئی تھی اور وہ بھی اوائل عمر میں سخت مخالف تھی مگر اب چند سال سے سلسلہ میں داخل ہیں۔

۵۶۲ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ عبدالمحی صاحب عرب نے مجھ سے ایک روز حضرت خلیفہ اوّلؓ کے زمانہ میں ہی ذکر کیا۔ کہ حضرت صاحب کی سخاوت کا کیا کہنا ہے۔ مجھے کبھی آپ کے زمانہ میں کوئی تکلیف نہیں ہوئی ۔ جو ضرورت ہوتی ۔ بلا تکلف مانگ لیتا ۔ اور حضور میری ضرورت سے زیادہ دے دیتے اور خود بخود بھی دیتے رہتے ۔ جب حضور کا وصال ہو گیا ۔ تو حضرت خلیفہ اوّلؓ حالانکہ وہ اتنے سخی مشہور ہیں ۔ میری حاجت برآری نہ کر سکے ۔ آخر تنگ ہو کر میں نے ان کو لکھا ۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلیفہ تو بن گئے ۔ مگر میری حاجات پوری کرنے میں تو ان کی خلافت نہ فرمائی ۔ حضرت صاحب تو میرے ساتھ اس طرح کا سلوک کیا کرتے تھے ۔ اس پر حضرت خلیفہ اوّلؓ نے میری امداد کی ۔ مگر خدا کی قسم کہاں حضرت صاحب اور کہاں یہ ۔ ان کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ۔

۵۶۳ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب نے مجھ سے بیان کیا ۔ کہ ایک دفعہ حضرت خلیفہ اوّلؓ سخت بیمار ہو گئے ۔ یہ اس زمانہ کی بات ہے جب وہ حضور کے مکان میں رہتے تھے ۔ حضور نے بکروں کا صدقہ دیا ۔ میں اس وقت موجود تھا ۔ میں رات کو حضرت خلیفہ اوّلؓ کے پاس ہی رہا ۔ اور دوا پلاتا رہا ۔ صبح کو حضور تشریف لائے ۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ نے فرمایا ۔ کہ حضور ڈاکٹر صاحب ساری رات میرے پاس بیدار رہے ہیں اور دوا وغیرہ اہتمام سے پلاتے رہے ہیں ۔ حضور علیہ السلام بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ ہم کو بھی ان پر رشک آتا ہے ۔ یہ بہشتی کنبہ ہے ۔ یہ الفاظ چند بار فرمائے ۔

۵۶۴ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ میں نے حضرت احمد علیہ السلام کو بارہا نماز فریضہ اور تہجد پڑھتے دیکھا ۔ آپ نماز نہایت اطمینان سے پڑھتے ۔ ہاتھ سینے پر باندھتے ۔ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو سہارا لیتے ۔ آمین آہستہ پڑھتے تھے ۔ رفع یدین کرتے تھے ۔ رفع سبابہ یاد نہیں ۔ مگر اغلباً کرتے تھے ۔ تہجد میں دو رکعت وتر جدا پڑھتے اور پھر سلام پھیر کر ایک رکعت الگ پڑھتے تھے ۔

خاکسار عرض کرتا ہے ۔ کہ میرے علم میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام رفع یدین نہیں کرتے تھے ۔ اور مجھے حضرت صاحب کا رفع سبابہ کرنا بھی یاد نہیں ۔ گو میں نے بعض بزرگوں سے سنا ہے کہ آپ رفع سبابہ کرتے تھے ۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ قاضی صاحب اپنی تحریرات میں حضرت صاحب کا اکثر حضرت احمد علیہ السلام کے الفاظ سے ذکر کرتے ہیں ۔ اس لئے میں نے ان کی روایت میں وہی قائم رکھا ہے ۔ اور یہ جو

قاضی صاحب نے بیان کیا ہے کہ حضرت صاحب نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں سے سہارا دیتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جوانی کے زمانہ میں آپ کا دایاں ہاتھ ایک چوٹ لگنے کی وجہ سے کمزور ہو گیا تھا اور اسے سہارے کی ضرورت پڑتی تھی۔

۵۶۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ بمقام گورداسپور ۱۹۰۴ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بخار تھا۔ آپ نے خاکسار سے فرمایا۔ کہ کسی جسیم آدمی کو بلاؤ۔ جو ہمارے جسم پر پھرے۔ خاکسار جناب خواجہ کمال الدین صاحب وکیل لاہور کو لایا۔ وہ چند دقیقہ پھرے۔ مگر حضرت اقدس نے فرمایا۔ کہ ان کا وجود چنداں بوجھل نہیں کسی دوسرے شخص کو لائیں۔ شاید حضور نے ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خانصاحب دہلوی کا نام لیا۔ خاکسار ان کو بلا لایا۔ جسم پر پھرنے سے حضرت اقدس کو آرام محسوس ہوا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ کیفیت اعضاء شکنی کے وقت کی ہوگی۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ خواجہ صاحب اور ڈاکٹر صاحب مرحوم ہر دو نہایت بھاری جسم کے تھے۔ شاید کم و بیش چار چار من کے ہونگے۔ اور ڈاکٹر صاحب کسی قدر زیادہ وزنی تھے۔ اور ان کا قد بھی زیادہ لمبا تھا۔ گو ویسے خواجہ صاحب بھی اچھے خاصے لمبے تھے۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ قاضی صاحب نے جو ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خاں صاحب کو دہلوی لکھا ہے یہ درست نہیں وہ اصل میں گوڑیانی کے رہنے والے تھے۔

۵۶۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میاں فیاض علی صاحب کپور تھلوی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ جماعت کپورتھلہ دُنیا میں سب سے پہلی احمدی جماعت ہے یہ وہ جماعت ہے جس کے پاس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ تحریری پیشگوئی موجود ہے۔ اور اخبار میں بھی شائع ہو چکی ہے کہ "جماعت کپورتھلہ دنیا میں بھی میرے ساتھ رہی ہے اور قیامت کو بھی میرے ساتھ ہوگی"۔ خدا گواہ ہے۔ مَیں نے اس کو فخر سے نہیں عرض کیا۔ محض خدا کی نعمت کا اظہار کیا ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس کے متعلق سیرۃ المہدی کی روایت نمبر ۹۷ میں بھی ذکر گذر چکا ہے نیز اس وقت بوقت تحریر حصہ سوم میاں فیاض علی صاحب مرحوم فوت ہو چکے ہیں۔

۵۶۷ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک روز کا واقعہ ہے۔ کہ ایک دودھ کا بھرا ہوا لوٹا حضور کے سرہانے رکھا ہوا تھا۔ خاکسار نے اُسے پانی

سمجھکر ہلا کر جیسا کہ لوٹے کو دھوتے وقت کرتے ہیں پھینک دیا۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ یہ دودھ تھا۔ تو مجھے سخت ندامت ہوئی لیکن حضور نے بڑی نرمی اور دلجوئی سے فرمایا۔ اور بار بار فرمایا۔ کہ بہت اچھا ہوا کہ آپ نے اُسے پھینک دیا۔ یہ دودھ اب خراب ہو چکا تھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ علاوہ دلداری کے حضرت صاحب کا منشا یہ ہوگا، کہ لوٹے وغیرہ کی قسم کے برتن میں اگر دودھ زیادہ دیر تک پڑا رہے تو وہ خراب ہو جاتا ہے۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ میاں عبدالعزیز صاحب حضرت صاحب کے پُرانے مخلصین میں سے ہیں اور اب ایک عرصہ سے پٹوار کے کام سے ریٹائر ہو کر قادیان میں سکونت پذیر ہو چکے ہیں۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ منشی عبدالعزیز صاحب کی بہت سی روایات مجھے مکرم مرزا عبدالحق صاحب وکیل گورداسپور نے لکھکر دی ہیں۔ فجزاہ اللہ خیراً۔

۵۶۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ ایک شخص مسمی ساون ساکن سیکھواں نے میرے ساتھ ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔ اب وہ مقبرہ بہشتی میں دفن ہیں۔ ان کو نزول الماء کی بیماری تھی۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ کو آنکھیں دکھائیں تو انہوں نے فرمایا۔ کہ پہلے پانی اُتر کر بینائی بالکل جاتی رہے گی۔ تو پھر ان کا علاج کیا جائے گا۔ ان کو اس سے بہت صدمہ ہوا۔ اس کے بعد انہوں نے یہ طریق اختیار کیا۔ کہ جب کبھی وہ قادیان آتے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس بیٹھنے کا موقعہ پاتے تو حضور کا شملہ مبارک اپنی آنکھوں سے لگا لیتے۔ کچھ عرصہ میں ہی ان کی بیماری نزول الماء جاتی رہی اور جب تک وہ زندہ رہے ان کی آنکھیں درست رہیں۔ کسی علاج وغیرہ کی ضرورت پیش نہ آئی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اگر یہ روایت درست ہے تو اس قسم کی معجزانہ شفا کے نمونے آنحضرت صلعم کی زندگی میں بھی کثرت سے ملتے ہیں اور حدیث میں ان کا ذکر موجود ہے۔

۵۶۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حافظ حامد علی صاحب مرحوم خادم حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان کرتے تھے۔ کہ جب حضرت صاحب نے دوسری شادی کی۔ تو ایک عمر تک تجرد میں رہنے اور مجاہدات کرنے کی وجہ سے آپ نے اپنے قویٰ میں ضعف محسوس کیا۔ اس پر وہ الہامی نسخہ جو "زدجام عشق" کے نام سے مشہور ہے۔ بنوا کر استعمال کیا۔ چنانچہ وہ نسخہ نہایت ہی بابرکت ثابت ہوا۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ بھی فرماتے تھے۔ کہ میں نے یہ نسخہ ایک بیلا ولد

امیر کو کھلایا۔ تو خدا کے فضل سے اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ جس پر اس نے ہیرے کے کڑے ہمیں نذر دیئے۔

نسخہ زد جام عشق یہ ہے۔ جس میں ہر حرف سے دوا کے نام کا پہلا حرف مراد ہے:۔
زعفران۔ دارچینی۔ جائفل۔ افیون۔ مشک۔ عقرقرحا۔ شنگرف۔ قرنفل یعنی لونگ۔ ان سب کو ہموزن کوٹ کر گولیاں بناتے ہیں اور روغن سم الفار میں چرب کر کے رکھتے ہیں اور روزانہ ایک گولی استعمال کرتے ہیں۔
الہامی ہونے کے متعلق دو باتیں سُنی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ نسخہ ہی الہام ہُوا تھا۔ دوسرے یہ کہ کسی نے یہ نسخہ حضور کو بتایا۔ اور پھر الہام نے اسے استعمال کرنے کا حکم دیا۔ واللّٰہ اعلم۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مجھ سے مولانا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل نے بیان کیا کہ روغن سم الفار کی مقدار اجزاء کی مقدار سے ڈھائی گنا زیادہ ہوتی ہے۔ یعنی اگر یہ اجزاء ایک ایک تولہ کی صورت میں جمع کئے جائیں تو روغن سم الفار ڈھائی تولہ ہوگا۔ اور اسی طرح مولوی صاحب نے بیان کیا۔ کہ ان اجزاء میں بعض اوقات مروارید بھی اسی نسبت سے یعنی فی تولہ جزو پر ڈھائی تولہ مروارید زیادہ کر لیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ روغن سم الفار اس طرح تیار کروایا کرتے تھے کہ مثلاً ایک تولہ سم الفار کو باریک پیس کر اُسے دو سیر دودھ میں حل کر کے دہی کے طور پر جاگ لگا کر جما دیتے تھے اور پھر اس دہی کو بلو کر جو مکھن نکلتا تھا اسے بصورت گھی صاف کر کے استعمال کرتے تھے۔ اور نسخہ میں جو روغن سم الفار کی مقدار بتائی گئی ہے۔ وہ اسی روغن سم الفار کی مقدار ہے نہ کہ خود سم الفار کی۔ اور تیار شدہ دوائی کی خوراک نصف رتی سے ایک رتی تک ہے جو دن رات میں ایک دفعہ کھائی جاتی ہے اور کبھی کبھی ناغہ بھی کرنا چاہیئے۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے تھے۔ کہ ہمارے ساتھ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ اور الہام ہے کہ نزلت الرحمۃ علی الثلاثۃ۔ العین وعلی الاُخریین۔ یعنی تمہارے تین اعضاء پر خدائی رحمت کا نزول ہے ایک ان میں سے آنکھ ہے اور دو اور اعضاء ہیں۔ فرماتے تھے۔ دوسرے دو اعضاء کا نام ۵۷۰

الہام میں اس لئے نہیں لیا گیا۔ کہ ان کا نام بھی عین ہی معلوم ہوتا ہے ایک تو گھٹنے جسے عربی میں عین کہتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے ملک میں دُعا مشہور ہے کہ دیدے گھٹنے سلامت رہیں۔ اور دوسرے عین انسان کے عقل و حواس کو بھی کہتے ہیں۔ پس آنکھ گھٹنے اور عقل و حواس آپ کے مرتے دم تک خدا کے فضل و کرم سے ہر نقص اور مرض سے محفوظ رہے اور اللہ تعالےٰ کا وعدہ پورا ہوا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ دوسرے دو اعضاء کے متعلق صرف استدلال ہے تصریح نہیں۔ تصریح صرف آنکھ کے متعلق ہے۔

۵۷۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا طریق تھا کہ اپنے مخلصین کی بیماری میں ان کی عیادت کے لئے تشریف لیجایا کرتے تھے چنانچہ منشی محمد اکبر صاحب مرحوم بٹالہ والے جب اپنی مرض الموت میں قادیان میں بیمار ہوئے تو آپ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ میاں محمد اکبر صاحب مرحوم بہت مخلص اور شیدائی تھے۔ اور غالباً بٹالہ میں دوکانداری یا ٹھیکہ کا کام کرتے تھے۔ آخری بیماری میں وہ قادیان آ گئے تھے۔ اور غالباً انہیں اس جگہ رکھا گیا تھا جہاں اب مدرسہ احمدیہ ہے۔

۵۷۲ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حافظ نور محمد صاحب ساکن فیض اللہ چک نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ حضرت صاحب نے بہت مرتبہ زبانِ مبارک سے فرمایا۔ کہ میں نے بارہا بیداری میں ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہے اور کئی حدیثوں کی تصدیق آپ سے براہ راست حاصل کی ہے۔ خواہ وہ لوگوں کے نزدیک کمزور یا کم درجہ کی ہوں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ بیداری کی ملاقات سے کشف مراد ہے اور حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کہ کئی ایسی حدیثیں ہیں جو محدثین کے نزدیک کمزور ہیں۔ مگر در حقیقت وہ درست اور صحیح ہیں۔

۵۷۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حافظ نور محمد صاحب نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ کئی مرتبہ حضور علیہ السلام نے اپنی تقاریر میں فرمایا۔ کہ حضرت پیرانِ پیر بڑے اولیاء اللہ میں سے ہوئے ہیں۔ لیکن ان کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی پیشگوئی نہیں ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ پیرانِ پیر سے سیّد عبد القادر صاحب جیلانی مُراد ہیں اور جہانتک میں

سمجھتا ہوں گذشتہ مجددینِ اُمّتِ محمدیہ میں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سیّد عبدالقادر صاحب جیلانی کے ساتھ سب سے زیادہ محبت تھی۔ اور فرماتے تھے کہ میری روح کو ان کی رُوح سے خاص جوڑ ہے۔

۵۷۴ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو غالباً ۱۸۹۲ء میں ایک دفعہ خارش کی تکلیف بھی ہوئی تھی۔ اس واقعہ کے بہت عرصہ بعد ایک دفعہ ہنس کر فرمانے لگے کہ خارش والے کو کھجانے سے اتنا لطف آتا ہے کہ بعض لوگوں نے لکھا ہے۔ کہ ہر بیماری کا اجر انسان کو آخرت میں ملے گا۔ سوائے خارش کے۔ کیونکہ خارش کا بیمار دُنیا میں ہی اس سے لذّت حاصل کر لیتا ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خارش کی تکلیف مرزا عزیز احمد صاحب کی پیدائش پر ہوئی تھی۔ جو غالباً ۱۸۹۰ء کا واقعہ ہے۔ اس کا ذکر روایت ۲۶۲ میں بھی ہو چکا ہے۔

۵۷۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مکرم منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ رزق کی تنگی بسا اوقات ایمان کی کمزوری کا موجب ہو جاتی ہے۔ یہ بھی فرمایا۔ کہ دنیا میں مصائب اور مشکلات سے کوئی خالی نہیں یہانتک کہ انبیاء علیہم السلام اور خدا کے اولیاء کرام بھی اس سے خالی نہیں رہتے۔ مگر انبیاء اور اولیاء کی تکالیف کا سلسلہ رُوحانی ترقیات کا باعث ہوتا ہے۔ اور دنیا داروں پر جو مصائب اور مشکلات کا سلسلہ آتا ہے وہ ان کی شامتِ اعمال کی وجہ سے ہوتا ہے۔ نیز فرمایا کہ جب تک مصائب و آلام بصورت انعام نظر نہ آنے لگیں۔ اور ان سے ایک لذّت اور سرور حاصل نہ ہو۔ اس وقت تک کوئی شخص حقیقی مومن نہیں کہلا سکتا۔

۵۷۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بذریعہ تحریر ذکر کیا۔ کہ ایک دفعہ مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے قصر نماز کے متعلق سوال کیا۔ حضور نے فرمایا جس کو تم پنجابی میں واندھا کہتے ہو۔ بس اس میں قصر ہونا چاہیئے۔ مَیں نے عرض کیا۔ کہ کیا کوئی میلوں کی بھی شرط ہے۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں۔ بس جس کو تم واندھا کہتے ہو۔ وہی سفر ہے جس میں قصر جائز ہے۔ مَیں نے عرض کیا۔ کہ مَیں سیکھواں سے قادیان آتا ہوں کیا اس وقت نماز قصر کر سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ بلکہ میرے نزدیک اگر ایک عورت قادیان سے ننگل جائے تو وہ بھی قصر کر سکتی ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ سیکھواں قادیان سے غالباً چار میل کے فاصلہ پر ہے اور ننگل تو شاید ایک میل سے بھی کم ہے۔ ننگل کے متعلق جو حضور نے قصر کی اجازت فرمائی ہے۔ اس سے یہ مراد معلوم ہوتی ہے۔ کہ

جب انسان سفر کے ارادہ سے قادیان سے نکلے تو خواہ ابھی ننگل تک ہی گیا ہو اس کے لئے قصر جائز ہو جائیگا یہ مراد نہیں ہے کہ کسی کام کے لئے صرف ننگل تک آنے جانے میں قصر جائز ہو جاتا ہے۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ ننگل تک آنے جانے کو صرف عورت کے لئے سفر قرار دیا ہو کیونکہ عورت کمزور جنس ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۷۷ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں موسم گرما میں مسجد مبارک میں عشاء کی نماز ہونے لگی۔ تو تکبیر سنتے ہی نیچے مرزا امام الدین مرزا نظام الدین صاحبان کے احاطہ میں سے جہاں پر کئی ڈھول وغیرہ بجانے والے آئے ہوئے تھے۔ ان لوگوں نے ڈھول اور نفیری وغیرہ اس طرح بجانے شروع کئے۔ کہ گویا وہ اپنی آوازوں سے نماز کی آواز کو پست کرنا چاہتے ہیں۔ اور غالباً یہ ان عمالیق کے اشارہ سے تھا۔ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم بڑے جہیر الصوت تھے۔ (اتنے کہ صبح کی اذان ان کی نہر کے پل پر سُنی جاتی تھی) انہوں نے بھی قرأت بلند کی۔ ڈھول والوں نے اپنا شور اور زیادہ بلند کیا۔ مولوی صاحب قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ رہے تھے۔ اولیٰ لک فاولیٰ ثمّ اولیٰ لک فاولیٰ۔ (یعنی تجھ پر ہلاکت ہو۔ ہاں اے گندے انسان تجھ پر پھر ہلاکت ہو) اس آیت کو بار بار دُہراتے تھے۔ اور ہر دفعہ ان کی آواز اونچی ہوتی چلی جاتی تھی۔ گویا شیطان سے مقابلہ تھا۔ دیر تک یہ مقابلہ جاری رہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اس نماز میں شامل تھے۔ غرض مولوی صاحب نے اس وقت اتنی بلند آہنگی سے نماز اور قرأت پڑھی۔ کہ سب نے سُن لی۔ اور شور اگرچہ سخت تھا۔ مگر یہ شور اُن کی پُر شوکت آواز کے آگے مغلوب ہو گیا۔ آیت بھی نہایت باموقعہ تھی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ میر صاحب نے جو عمالیق کا لفظ بیان کیا ہے اس سے مراد مرزا صاحبان مذکور ہیں۔ جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک الہام (نصفت ترا نصفت عمالیق را) میں عمالیق کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ عمالیق عربوں میں پرانے زمانہ میں ایک جابر قوم گذری ہے۔

۵۷۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک دن مسجد مبارک کی مجلس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ حضرت داؤد کا قول ہے۔ کہ مَیں نے کسی نیک آدمی کی اولاد کو سات پشت تک بھوکا مرتے نہیں دیکھا۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے نیک بندے کا جتنا لحاظ ہوتا ہے وہ اس واقعہ سے سمجھ میں آسکتا ہے۔ جو قرآن میں مذکور ہے۔ کہ ایک نیک شخص کے یتیم بچوں کے مال کو محفوظ کرنے کے لئے خدا نے موسیٰ علیہ السلام اور خضر کو بھیجا کہ اس دیوار کو درست کر دیں۔ جس کے نیچے

ان کا مال مدفون تھا۔

فرماتے تھے۔کہ خدا نے جو یہ فرمایا ہے۔ کہ کان ابو ھما صالحًا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لڑکے خود اچھے نہ تھے۔ بلکہ صرف ان کے باپ کے نیک ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ان کا لحاظ تھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مَیں نے سات پشت والی بات حضرت خلیفہ اوّلؓ کے واسطہ سے سُنی ہوئی ہے مگر اس میں بھو کا مرنے کی بجائے سوال کرنے کے الفاظ تھے یعنی حضرت خلیفہ اوّلؓ فرماتے تھے کہ ایک نیک آدمی کی اولاد کو خدا تعالیٰ سات پشت تک سوال کرنے سے بچاتا ہے یعنی نہ تو ان کا فقر اس حالت کو پہونچتا ہے اور نہ ہی ان کی غیرت اس حد تک گرتی ہے کہ وہ بھیک مانگنے پر مجبور ہو جائیں۔

۵۷۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خواجہ عبد الرحمٰن صاحب ساکن کشمیر نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ میرے والد صاحب نے ایک مرتبہ ذکر کیا۔ کہ جب مَیں شروع شروع میں احمدی ہوا۔ تو قصبہ شوپیاں علاقہ کشمیر کے بعض لوگوں نے مجھ سے کہا۔ کہ مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صلی اللہ علیك یا رسُول اللہ وسلمك اللہ یا رسول اللہ" کے پڑھنے کے متعلق استفسار کروں۔ یعنی آیا یہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ سو مَیں نے حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں اس بارہ میں خط لکھا۔ حضور نے جواب تحریر فرمایا۔ کہ یہ پڑھنا جائز ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس استفسار کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ آنحضرت صلعم وفات پا چکے ہیں تو کیا اس صورت میں بھی آپؐ کو ایک زندہ شخص کی طرح مخاطب کر کے دُعا دینا جائز ہے۔ سو اگر یہ روایت درست ہے تو حضرت مسیح موعودؑ کا فتویٰ یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے اور اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ آپؐ کی روحانیت زندہ ہے اور آپؐ اپنی اُمت کے واسطے سے بھی زندہ ہیں۔ اس لئے آپ کے لئے خطاب کے رنگ میں دعا کرنا جائز ہے۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو اپنے ایک شعر میں آنحضرت صلعم سے مخاطب ہو کر آپ سے مدد اور نصرت بھی چاہی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"اے سیّد الورٰی مددے وقتِ نصرت است"

یعنی اے رسول اللہ! آپؐ کی اُمت پر ایک نازک گھڑی آئی ہوئی ہے۔ میری مدد کو تشریف لائیے۔ کہ نصرت کا وقت ہے۔

۵۸۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ جب

حضرت اقدس احباب میں تشریف فرما ہوتے تھے۔ تو ہمیشہ اپنی نگاہ نیچی رکھتے تھے۔ اور آپ کو اس بات کا بہت کم علم ہوتا تھا۔ کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب یا کوئی اور بزرگ مجلس میں کہاں بیٹھے ہیں۔ بلکہ جس بزرگ کی ضرورت ہوتی۔ خصوصاً جب حضرت مولوی نورالدین صاحب کی ضرورت ہوتی، تو آپ فرمایا کرتے مولوی صاحب کو بلاؤ۔ حالانکہ اکثر وہ پاس ہی ہوتے تھے۔ ایسے موقعہ پر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب فرما دیتے تھے کہ حضرت! مولوی صاحب تو یہ ہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ ایسا موقعہ عموماً حضرت خلیفہ اوّلؓ کے متعلق پیش آتا تھا۔ کیونکہ آپ ادب کے خیال سے حضرت صاحب کی مجلس میں پیچھے ہٹ کر بیٹھتے تھے۔ حالانکہ دوسرے لوگ شوقِ صحبت میں آگے بڑھ بڑھکر اور حضرت صاحب کے قریب ہو کر بیٹھتے تھے۔ وَلِکُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا۔

۵۸۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک دن جب سیر کو جانے سے قبل حضور علیہ السلام چوک متصل مسجد مبارک میں قیام فرما تھے۔ تو آپ نے خاکسار کو فرمایا۔ کہ مولوی صاحب (یعنی حضرت خلیفہ اوّلؓ) کو بلا لاؤ۔ خاکسار بلا لایا۔ سیر میں جب مولوی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پیچھے رہ جاتے۔ تو حضور علیہ السلام سے عرض کیا جاتا۔ کہ حضور! مولوی صاحب پیچھے رہ گئے ہیں۔ تو حضور علیہ السلام صرف قیام ہی نہ فرماتے بلکہ بعض اوقات مولوی صاحب کی طرف لوٹتے بھی تاکہ مولوی صاحب جلدی سے آکر مل جائیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ ایسا نظارہ میں نے بھی متعدد دفعہ دیکھا ہے۔ مگر واپس لوٹنا مجھے یاد نہیں بلکہ میں نے یہی دیکھا ہے کہ ایسے موقعہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام انتظار میں کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت خلیفہ اولؓ بہت آہستہ چلتے تھے اور حضرت صاحب بہت زود رفتار تھے۔ مگر اس زود رفتاری کی وجہ سے وقار میں فرق نہیں آتا تھا۔

۵۸۲ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ خوابوں کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام ذکر فرما رہے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ مومن کی رؤیا صادقہ کس قسم میں سے ہے۔ فرمایا، القاء ملک ہے۔"

۵۸۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سائیں ابراہیم صاحب ساکن دھرم کوٹ بگہ ضلع گورداسپور نے مجھے بواسطہ مولوی قمرالدین صاحب مولوی فاضل ایک تحریر ارسال کی ہے۔ جو سائیں ابراہیم صاحب کی املاء پر مولوی قمرالدین صاحب

نے لکھی تھی اور اس پر بعض لوگوں کی شہادت بھی درج ہے۔ اس تحریر میں سائیں ابراہیم صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائے دعویٰ میں دھرم کوٹ کے ہم پانچ کس نے بیعت کی تھی یعنی (۱) خاکسار (۲) مولوی فتح دین صاحب (۳) نور محمد صاحب (۴) اللہ رکھا صاحب اور (۵) شیخ نواب الدین صاحب۔

اس وقت رادھے خان پٹھان ساکن کرو الیاں پٹھانان اچھا عابد شخص خیال کیا جاتا تھا۔ وہ دھرم کوٹ بگہ میں بھی آتا جاتا تھا۔ اور مولوی فتح دین صاحب سے اس کی حضرت صاحب کے دعویٰ کے متعلق گفتگو بھی ہوتی رہتی تھی۔ اور بعض اوقات سخت کلامی تک بھی نوبت پہونچتی تھی۔ ۱۸۹۱ء کا واقعہ ہے۔ کہ رادھے خان مذکور دھرم کوٹ آیا۔ اور مولوی فتح دین صاحب سے دوران گفتگو میں سخت کلامی کی۔ اس پر مولوی صاحب نے توبہ اور استغفار کی تلقین کی۔ کہ ایسی باتیں حضرت صاحب کی شان میں مت کہو۔ مگر وہ باز نہ آیا۔ اور کہا کہ مَیں مباہلہ کرنیکو تیار ہوں۔ مَیں جو کچھ کہتا ہوں۔ سچ کہتا ہوں۔ مباہلہ کرکے دیکھ لو۔ اس پر مولوی صاحب مباہلہ کے لئے تیار ہوگئے۔ اور مباہلہ وقوع میں آگیا مباہلہ کے بعد احمدی احباب نے آپس میں تذکرہ کیا کہ مباہلہ حضرت صاحب کی اجازت کے بغیر کرلیا گیا ہے۔ یہ ٹھیک نہیں ہوا۔ اس پر حضور اقدس کی خدمت میں جانے کے لئے تیاری ہوئی۔ ہم پانچوں قادیان پہونچے۔ نماز عشاء کے بعد مولوی فتح الدین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو واقعہ مباہلہ سُنایا اور کہا کہ ایسا ہوچکا ہے۔ اور چالیس دن میعاد مقرر کی گئی ہے۔ حضور دُعا فرمائیں۔ حضور نے مخاطب فرمایا کیا تم خدا کے ٹھیکیدار تھے؟ تم نے چالیس دن میعاد کیوں مقرر کی؟ یہ غلط طریق اختیار کیا گیا ہے۔ یہ بھی دریافت فرمایا۔ کہ مباہلہ میں اپنے وجود کو پیش کیا گیا ہے۔ یا ہمارے وجود کو؟ مولوی صاحب نے کہا۔ حضور اپنا وجود ہی پیش کیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ آئندہ یاد رکھو کہ مباہلہ میں میرا وجود پیش کرنا چاہیئے۔ نہ کہ اپنا۔ اس کے بعد حضور کچھ دیر گفتگو فرماکر تھوڑی دیر کے لئے خاموش رہے۔ پھر فرمایا مَیں دُعا کرتا ہوں آپ بھی شامل ہوجائیں۔ دعا نہایت رقت بھرے الفاظ سے شروع ہوئی۔ عشاء کے بعد سے لیکر تہجد کے وقت تک دُعا ہوتی رہی۔ آخر دُعا ختم ہوئی اور حضور نے فرمایا۔ جاؤ دُعا قبول ہوگئی ہے اور خدا کے فضل سے تمہاری فتح ہے۔ ہم لوگ اسی وقت واپس آگئے نماز فجر راستہ میں پڑھی۔ واپس آکر ہم لوگ مباہلہ کے انجام کے منتظر رہے اور دعا کرتے رہے۔ حضرت اقدس نے بھی دعا جاری رکھنے کی نصیحت فرمائی تھی۔ میعاد میں دس دن باقی رہ گئے۔ تو رادھے خان نے

آکر پھر سخت کلامی کی۔ اور اپنے لوگوں کو ساتھ لیکر باہر جنگل میں دُعا کرنے کے لئے چلا گیا مجھے یہ بھی یاد ہے۔ کہ اس نے لوگوں کو کہا تھا کہ میری دعا قبول ہوگئی ہے۔ اس دعا کے بعد وہ اپنے گاؤں کو واپس جا رہا تھا کہ راستہ میں اس کی پنڈلی کی ہڈی پر چوٹ لگی۔ اس سے اس کے سارے جسم میں زہر پھیل گیا۔ رادھے خاں جسم کا پتلا دُبلا تھا۔ مگر اس چوٹ کی وجہ سے اس کا جسم پھولتا گیا۔ حتیٰ کہ چارپائی سے بالشت بھر باہر اس کا جسم نکلا ہؤا نظر آتا تھا۔ اس بیماری میں مولوی فتح الدین صاحب اس کے پاس گئے۔ اور توبہ و استغفار کی تلقین کی مگر وہ اس طرف متوجہ نہ ہؤا۔ پھر جب چالیس دن میں ایک دن باقی تھا۔ تو وہ واصل جہنم ہؤا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ العبد

(دستخط) ابراہیم بقلم خود ساکن دھرم کوٹ بگہ تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور

مَیں اس واقعہ کی تصدیق کرتا ہوں

العبد۔ نشان انگوٹھا روڑا احمدی ساکن دھرم کوٹ بگہ۔ العبد۔ دستخط محمد حیان بقلم خود۔

کتبہ:۔ قمر الدین مولوی فاضل۔ ۲/۴ ۱۵

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مولوی قمر الدین صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ جب مَیں دھرم کوٹ بگہ سے اس روایت کو لیکر واپس قادیان آیا۔ تو ایک دن مَیں نے اس واقعہ کا ذکر چوہدری مظفر الدین صاحب بنگالی بی۔ اے سے کیا تو وہ بہت محظوظ ہوئے اور کہا کہ یہ بہت عجیب واقعہ ہے۔ کسی دن دھرم کوٹ چلیں اور سائیں ابراہیم صاحب کی زبانی سُنیں۔ مَیں نے کہا بہت اچھا۔ کسی دن چلیں گے۔ چنانچہ ہم نے جانے کے لئے ایک دن مقرر کیا۔ بٹالہ تک گاڑی میں جانا تھا۔ رات کو بارش ہوگئی۔ صبح سویرے گاڑی پر پہونچنا تھا۔ باقی سب دوست تو پہونچ گئے مگر چوہدری صاحب نہ پہونچ سکے۔ ہم گاڑی پر چلے گئے بعض دوست چوہدری صاحب کے نہ پہونچ سکنے پر افسوس کرنے لگے۔ مگر مَیں نے کہا۔ چوہدری صاحب ضرور پہونچ جائیں گے۔ ہم بذریعہ گاڑی بٹالہ پہونچے اور وہاں سے دھرم کوٹ چلے گئے۔ ابھی تھوڑا ہی وقت گذرا تھا کہ چوہدری صاحب سائیکل پر پہونچ گئے۔ دھرم کوٹ ہم نے پہلے سے اطلاع کی ہوئی تھی کہ ہم لوگ فلاں غرض کے لئے آرہے ہیں۔ چوہدری صاحب کے پہونچنے پر ہم سب خوش ہوئے کیونکہ درحقیقت یہ سفر انہی کی تحریک پر کیا گیا تھا۔ ایک مجلس منعقد کی گئی۔ اور سائیں ابراہیم کی خدمت میں درخواست کی گئی کہ وہ سارا واقعہ مباہلہ سُنائیں۔ سائیں صاحب موصوف نے سارا واقعہ سُنایا

واقعہ سُنکر ایمان تازہ ہوتا تھا۔ ہمارے علاوہ اس مجلس میں مقامی جماعت کے لوگ بھی کافی تعداد میں شامل تھے۔ جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے صحابی بھی تھے۔ سب نے سائیں صاحب کے واقعہ مذکورہ سُنانے پر تائید کی۔ اور کئی احباب نے کہا کہ اس واقعہ کے بعد دھرم کوٹ بگہ کے بہت سے احباب سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوگئے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مسنون طریق مباہلہ یہ ہے کہ مباہلہ کے لئے ایک سال کی میعاد مقرر کیجائے اور اسی واسطے حضرت صاحب چالیس روز میعاد کے مقرر ہونے پر ناراض ہوئے ہونگے۔ مگر خدا نے حضرت کی خاص دعا کی وجہ سے چالیس روز میں ہی مباہلہ کا اثر دکھا دیا۔ اور احمدیوں کو نمایاں فتح دیکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کو ثابت کر دیا مگر یہ ایک استثنائی صورت ہے جو حضرت صاحب کی خاص توجہ سے خدا نے خاص حالات میں پیدا کر دی۔ ورنہ عام حالات میں ایک سال سے کم میعاد نہیں ہونی چاہیئے۔ آنحضرت صلعم نے بھی جب اہل نجران کو مباہلہ کے لئے بلایا تھا تو اپنی طرف سے ایک سال کی میعاد پیش کی تھی۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ شیخ فرمان علی صاحب بی۔اے۔ ریٹائرڈ انجینیئر محکمہ انہار ساکن دھرم کوٹ بگہ نے بھی اس واقعہ کی تصدیق کی ہے کیونکہ انہوں نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا ہے کہ ان کے والد شیخ عزیزالدین صاحب بھی واقعہ مباہلہ مابین مولوی فتح الدین صاحب وراد ھے خاں پٹھان ساکن کروالیاں اکثر لوگوں کے سامنے بیان کیا کرتے تھے۔ اور جن باتوں کی وجہ سے وہ احمدیت کے حق میں متاثر ہوئے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھی۔

۵۸۴ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے گھر سے یعنی حضرت اماں جی نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ جب آخری سفر لاہور میں وفات سے چند روز قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ الہام ہوا کہ الرحیل ثمّ الرحیل یعنی کوچ پھر کوچ (جو آپ کے قرب موت کی طرف اشارہ تھا)، تو حضرت صاحب نے مجھے بلا کر فرمایا۔ کہ جس حصہ مکان میں ہم ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اُس میں آپ آجائیں اور ہم آپ والے حصہ میں چلے جاتے ہیں کیونکہ خدا نے الہام میں الرحیل فرمایا ہے جسے ظاہر میں اس نقل مکانی سے پُورا کر دینا چاہیئے۔ اور معذرت بھی فرمائی کہ اس نقل مکانی سے آپ کو تکلیف تو ہوگی۔ مگر مَیں اس خدائی الہام کو ظاہر میں پُورا کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ مکان بدل لئے گئے۔ مگر جو خدا کی تقدیر میں تھا۔ وہ پُورا ہُوا۔ اور چند دن بعد آپ اچانک وفات پا گئے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ ملاء اعلیٰ کے فرشتے حضرت مسیح موعودؑ کے اس فعل کو دیکھکر وجد میں آتے ہونگے کہ یہ خدا کا بندہ خدمتِ دین کا کس قدر عاشق ہے کہ جانتا ہے کہ مقدر وقت آپہونچا ہے مگر خدائی تقدیر کو پیچھے ڈالنے کے لئے لفظوں کی آڑ لیکر اپنی خدمت کے وقت کو لمبا کرنا چاہتا ہے۔ یہ ایک محبت و عشق کی کھیل تھی۔ جس پر شاید ربّ العرش بھی مسکرا دیا ہو۔ اللّٰھم صلّ علیہ و علیٰ مطاعہ و بارک وسلم۔

۵۸۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ مَیں نے دیکھا ہے کہ شروع میں لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عموماً "مرزا جی" کہتے تھے۔ پھر "مرزا صاحب" کہنے لگے۔ اس کے بعد "حضرت صاحب"۔ پھر "حضرت اقدس" یا "حضرت مسیح موعودؑ"۔ اور جب بالمشافہ گفتگو ہوتی۔ تو احباب عموماً آپ کو "حضور" کے لفظ سے مخاطب کرتے تھے۔ مگر بعض لوگ کبھی کبھی "آپ" بھی کہہ لیتے تھے

۵۸۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب متوطن پٹیالہ حال انچارج نور ہسپتال قادیان نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ مَیں ۱۹۰۱ء کی موسم گرما کی چھٹیوں میں جبکہ اپنے سکول کی نویں جماعت کا طالبعلم تھا۔ پہلی مرتبہ قادیان آیا تھا۔ میرے علاوہ مولوی عبداللہ صاحب عربی مدرس مہندر کالج و مائی سکول پٹیالہ۔ حافظ نور محمد صاحب مرحوم سیکرٹری جماعت احمدیہ پٹیالہ۔ مستری محمد صدیق صاحب پٹیالوی جو آجکل وائسریگل لاج میں ملازم ہیں۔ شیخ محمد افضل صاحب جو شیخ کرم الٰہی صاحب کے چچازاد بھائی ہیں اور اس وقت سکول کے طالب علم تھے میاں خدابخش المعروف مومن جی جو آجکل قادیان میں مقیم ہیں اس موقعہ پر قادیان آئے تھے۔ ہم مہمان خانہ میں ٹھہرے تھے۔ ہمارے قریب اور بھی مہمان رہتے تھے جن میں سے ایک شخص وہ تھا جو فقیرانہ لباس رکھتا تھا۔ اس کا نام مجھے یاد نہیں۔ وہ ہم سے کئی روز پہلے کا آیا ہوا تھا۔ جس روز ہم قادیان پہونچے۔ اس فقیرانہ لباس والے شخص نے ذکر کیا کہ مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام سے عرض کیا تھا کہ میری بیعت لے لیں۔ آپ نے فرمایا۔ کچھ دن یہاں ٹھہرو۔ بیعت کی کیا جلدی ہے ہو جائے گی، وہ شخص دو تین روز تو رکا رہا۔ لیکن جس روز ہم یہاں پہونچے تھے اُسی شام یا اگلی شام کو بعد نماز مغرب یا عشاء (ان دنوں حضرت صاحب نماز مغرب کے بعد مسجد میں مجلس فرمایا کرتے تھے۔ اور عشاء کی نماز جلدی ہُوا کرتی تھی) حضور نے لوگوں کی بیعت لی۔ ہم طلباء نے بھی بیعت کی۔ (گو مَیں بذریعہ خط ۱۹۰۱ء میں بیعت کر چکا تھا۔ اور اس سے بھی پہلے ۱۸۹۹ء میں جبکہ میری

عمر بندہ سولہ سال کے قریب تھی۔ اپنے کنبہ کے بزرگوں کیساتھ جن میں میرے دادا صاحب مولا بخش صاحب اور والد صاحب رحیم بخش صاحب اور میرے بڑے بھائی حافظ ملک محمد صاحب بھی تھے۔ حضرت مولوی عبد القادر صاحب لدھیانوی والد حکیم محمد عمر صاحب کے ہاتھ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں شامل ہو چکا تھا۔ یہ بیعت مسجد احمدیہ میں ڈیک بازار پٹیالہ میں ہوئی تھی) اس وقت اس شخص نے بھی چپکے سے بیعت کرنے والوں کے ساتھ ہاتھ رکھ دیا۔ اگلی صبح آٹھ نو بجے کے قریب حضرت مسیح موعودؑ حضرت میاں بشیر احمد صاحب (خاکسار مؤلف) کے موجودہ سکونتی مکان کی بنیادوں کا معائنہ کرنے کے لئے اس جگہ پر تشریف فرما تھے۔ کہ ہم مہمانان موجودۃ الوقت بھی حضور کی زیارت کے لئے حاضر ہو گئے۔ اسی وقت اُس مہمان نے آگے بڑھ کر کہا۔ حضور میں نے رات بیعت کر لی ہے۔ حضور نے ہنس کر فرمایا۔ بیعت کر لینا ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ استقامت اختیار کرنا اور اعمال صالحہ میں کوشش کرتے رہنا ضروری ہے۔ اسی طرح کی مختصر مگر مؤثر تقریر حضور نے فرمائی۔ حکمت الٰہی ہے کہ وہ شخص اگلے روز ہی ایسی باتیں کرنے لگا۔ کہ گویا اس کو سلسلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور ایک دو روز تک دشنام دہی تک نوبت آگئی۔ اور اسی حالت میں وہ قادیان سے نکل گیا۔

ہمارے دورانِ قیام میں جو کہ دس بارہ روز کا عرصہ تھا۔ بعض اور واقعات بھی ہوئے۔ ان میں سے ایک حضرت صاحب کے سر پر چوٹ لگنے کا واقعہ ہے۔ حضور وضو کر کے اُٹھے تھے کہ الماری کے کُھلے ہوئے تختہ سے سر پر چوٹ آئی۔ اور کافی گہرا زخم ہو گیا جس سے خون جاری ہوا۔ بہت تکلیف پہونچی۔ اس کی وجہ سے مسجد میں تشریف نہ لا سکتے تھے اور ہم نے بھی اجازت اندر حاضر ہو کر لی تھی۔ دوسرا واقعہ یہ ہے۔ کہ انہی دنوں حضور کو ففرّ عیسیٰ و من معہٗ والا الہام ہوا تھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ الماری کے تختہ کی چوٹ کا واقعہ میرے سامنے ہوا تھا۔ حضرت صاحب کسی غرض کے لئے نیچے جُھکے تھے اور الماری کا تختہ کھلا تھا۔ جب اُٹھنے لگے تو تختہ کا کونہ سر میں لگا۔ اور بہت چوٹ آئی۔ یہ واقعہ اس کمرہ میں ہوا تھا جو حجرہ کہلاتا ہے۔

587 بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ جب حضرت صاحب نے عربی زبان کے ام الالسنہ ہونے کا اظہار فرمایا۔ تو اس کے بعد یہ تحقیق شروع ہوئی کہ بہت سے عربی کے الفاظ اپنی شکل پر یا کچھ تغیر کے ساتھ دوسری زبانوں میں موجود ہیں۔ چنانچہ آپ نے نمونہ کے طور پر چند الفاظ سُنائے۔ اس پر یہ چرچا اس قدر بڑھا کہ ہر شخص اردو۔ انگریزی فارسی ہندی وغیرہ میں عربی الفاظ

ڈھونڈنے لگا۔ اور جب حضرت صاحب مسجد میں تشریف لاتے۔ تو لوگ اپنی اپنی تحقیقات پیش کرتے۔ بعض الفاظ کو حضرت صاحب قبول فرما لیتے اور بعض کو چھوڑ دیتے۔ انہی دنوں میں فرمایا۔ کہ عربی میں زمین کو ارض کہتے ہیں اور انگریزی میں ارتھ کہتے ہیں اور یہ دونوں باہم ملتے جلتے ہیں۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ اصل میں یہ کس زبان کا لفظ ہے اور کس زبان میں سے دوسری زبان میں لیا گیا ہے۔ سو یہ اس طرح معلوم ہو جائیگا کہ ارتھ کے لغوی معنے اور اس کی اصلیت انگریزی لغت میں نہیں ملے گی۔ برخلاف اس کے عربی میں ارض کے وہ لغوی اور بنیادی معنے موجود ہیں جن کی مناسبت کے لحاظ سے زمین کو ارض کہتے ہیں چنانچہ عربی میں ارض اس چیز کو کہتے ہیں جو تیز چلتی ہو۔ مگر باوجود تیز رفتاری کے پھر ایسی ہو کہ وہ ایک بچھونے کی طرح ساکن معلوم ہو۔ اب نہ صرف اس سے عربی لفظ کے اصل ہونے کا پتہ لگ گیا۔ بلکہ اس علم سے جو اس لفظ میں مخفی ہے۔ یہ بھی پتہ لگ گیا کہ یہ الہامی زبان ہے انسان کی بنائی ہوئی نہیں۔ اور اس میں موجودہ سائنس کی تحقیقات سے پہلے بلکہ ہمیشہ سے زمین کی حرکت کا علم موجود ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ میں نے اس بارے میں عربی کی دو سب سے بڑی لغتوں یعنی لسان العرب اور تاج العروس کو دیکھا ہے ان دونوں میں ارض کے لفظ کے ماتحت یہ دونوں معنے موجود ہیں۔ کہ حرکت میں رہنے والی چیز اور ایسی چیز جو ایک فرش اور بچھونے کی طرح ہو۔ بلکہ مزید لطف یہ ہے کہ ان لغتوں میں لکھا ہے کہ ارض کی روٹ میں جس حرکت کا مفہوم ہے وہ سیدھی حرکت نہیں بلکہ چکر والی حرکت ہے چنانچہ جب یہ کہنا ہو کہ میرے سر میں چکر ہے تو اس وقت ارض کا لفظ بولتے ہیں۔

۵۸۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ بعض اوقات حضور علیہ السلام کسی ہنسی کی بات پر ہنستے تھے اور خوب ہنستے تھے۔ یہاں تک میں نے دیکھا ہے کہ ہنسی کی وجہ سے آپ کی آنکھوں میں پانی آجاتا تھا۔ جسے آپ انگلی یا کپڑے سے پونچھ دیتے تھے۔ مگر آپ کبھی بیہودہ بات یا تمسخر یا استہزاء والی بات پر نہیں ہنستے تھے۔ بلکہ اگر ایسی بات کوئی آپ کے سامنے کرتا تو منع کر دیتے تھے چنانچہ میں نے ایک دفعہ ایک تمسخر کا نامناسب فقرہ کسی سے کہا۔ آپ پاس ہی چارپائی پر لیٹے تھے۔ ہُوں ہُوں کر کے منع کرتے ہوئے اُٹھ بیٹھے اور فرمایا۔ یہ گناہ کی بات ہے۔ اگر حضرت صاحب نے منع نہ کیا ہوتا تو اس وقت میں وہ فقرہ بھی بیان کر دیتا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس روایت سے مجھے ایک بات یاد آگئی کہ ایک دفعہ جب میں ابھی بچہ تھا ہماری

والدہ صاحبہ یعنی حضرت ام المؤمنین نے مجھ سے مزاح کے رنگ میں بعض پنجابی الفاظ بتا بتا کر ان کے اردو مترادف پوچھنے شروع کئے۔ اس وقت میں یہ سمجھتا تھا کہ شاید حرکت کے لمبا کرنے سے ایک پنجابی لفظ اردو بن جاتا ہے۔ اس خود ساختہ اصول کے ماتحت میں جب اوٹ پٹانگ جواب دیتا تھا تو والدہ صاحبہ بہت ہنستی تھیں اور حضرت صاحب بھی پاس کھڑے ہوئے ہنستے جاتے تھے اسی طرح حضرت صاحب نے بھی مجھ سے ایک دو پنجابی الفاظ بتا کر ان کی اردو پوچھی اور پھر میرے جواب پر بہت ہنسے۔ چنانچہ مجھے یاد ہے کہ اس وقت میں نے "کتّا" کی اردو "کوتا" بتایا تھا۔ اور اس پر حضرت صاحب بہت ہنسے تھے۔

۵۸۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ ایک دفعہ مسجد مبارک میں بعد نماز ظہر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی شیر علی صاحب کو بلا کر کچھ ارشاد فرمایا۔ یا ان سے کچھ پوچھا مولوی صاحب نے (غالباً حضور کے رعب کی وجہ سے گھبرا کر) جواب میں اس طرح کے الفاظ کہے کہ حضور نے یہ عرض کیا تھا۔ تو میں نے یہ فرمایا تھا" بجائے اس کے کہ اس طرح کہتے کہ حضور نے فرمایا تھا تو میں نے عرض کیا تھا۔ اس پر اہلِ مجلس ہنسی کو روک کر مسکرائے۔ مگر حضرت صاحب نے کچھ خیال نہ فرمایا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اول تو حضرت صاحب کو ادھر خیال بھی نہ گیا ہوگا۔ اور اگر گیا بھی ہو تو اس قسم کی بات کی طرف توجہ دینا یا اس پر مسکرانا آپ کے طریق کے بالکل خلاف تھا۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مولوی شیر علی صاحب کا چوک کر اس قسم کے الفاظ کہہ دینا خود مولوی صاحب کے متعلق بھی یہ ظاہر کرتا ہے کہ باوجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کمال شفقت کے ان کے دل میں حضرت صاحب کا اتنا ادب اور رعب تھا کہ بعض اوقات گھبرا کر منہ سے الٹی بات نکل جاتی تھی۔

۵۹۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت خلیفہ اول کے بڑے لڑکے میاں عبدالحی مرحوم کا نکاح بہت چھوٹی عمر میں حضرت صاحب نے پیر منظور محمد صاحب کی چھوٹی لڑکی (حامدہ بیگم) کے ساتھ کرا دیا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا۔ کہ وہ دونوں رضاعی بھائی بہن ہیں۔ اس پر علماءِ جماعت کی معرفت اس مسئلہ کی چھان بین ہوئی کہ رضاعت سے کس قدر دودھ پینا مراد ہے۔ اور کیا موجودہ صورت میں رضاعت ہوئی بھی ہے یا نہیں۔ آخر تحقیقات کر کے اور مسئلہ پر غور کر کے یہ فیصلہ ہوا کہ واقعی یہ ہر دو رضاعی بہن بھائی ہیں۔ اور نکاح فسخ ہو گیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ جہانتک مجھے یاد ہے اس وقت حضرت صاحب اس طرف مائل تھے کہ اگر معمولی

طور پر کسی وقت تھوڑا سا دودھ پی لیا ہے۔ تو یہ ایسی رضاعت نہیں جو باعثِ حرمت ہو اور حضور کا میلان تھا کہ نکاح قائم رہ جائے مگر حضرت خلیفہ اول کو فقہی احتیاط کی بناء پر انقباض تھا۔ اس لئے حضرت صاحب نے فسخ کی اجازت دیدی۔

۵۹۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک دوست نے مسجد مبارک میں مغرب کے بعد سوال کیا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ اہل کتاب کا طعام تمہارے لئے حلال ہے تو عیسائی تو ناپاک چیزیں بھی کھالیتے ہیں۔ پھر ہم ان کا کھانا کس طرح کھا سکتے ہیں۔ فرمایا۔ اہل کتاب سے دراصل اس جگہ قرآن شریف نے یہودی مراد لئے ہیں جن کے پاس شریعت تھی۔ اور جو اس کے حامل اور عامل تھے۔ اور انہی لوگوں کا ذبیحہ اور کھانا جائز ہے۔ کیونکہ وہ بہت شدّت سے اپنی شریعت کے احکام پر عمل کرتے ہیں۔ عیسائیوں نے تو سب باتیں شریعت کی اڑا دیں اور شریعت کو لعنت قرار دیدیا۔ پس یہ لوگ وہ مراد نہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اگر میر صاحب کی اس روایت کے ظاہری اور عام معنی لئے جائیں تو اس میں کسی قدر ندرت ہے جو عام خیال کے خلاف ہے اور میرے خیال میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تعامل کے بھی خلاف ہے۔ جہانتک میرا علم ہے حضرت صاحب کو عیسائیوں کی تیار شدہ چیزوں کے کھانے میں پرہیز نہیں تھا۔ بلکہ ہندؤں تک کی چیزوں میں پرہیز نہیں تھا۔ البتہ اس روایت کا یہ منشاء معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ عیسائیوں نے طریق ذبح کے معاملہ میں شرعی طریق کو چھوڑ دیا ہے اس لئے ان کے اس قسم کے کھانے سے پرہیز چاہیئے۔ مگر باقی چیزوں میں ہرج نہیں۔ ہاں اگر کوئی چیز اپنی ذات میں حرام ہو تو اس کی اور بات ہے۔ ایسی چیز تو عیسائی کیا مسلمان کے ہاتھ سے بھی نہیں کھائی جائیگی۔

۵۹۲ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حافظ نور محمد صاحب ساکن فیض اللہ چک نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مسئلہ دریافت کیا۔ کہ حضور فاتحہ خلف امام رفع یدین اور آمین کے متعلق کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ طریق حدیثوں سے ثابت ہے۔ اور ضرور کرنا چاہیئے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ فاتحہ خلف امام والی بات تو حضرت صاحب سے متواتر ثابت ہے مگر رفع یدین اور آمین بالجہر والی بات کے متعلق مَیں نہیں سمجھتا کہ حضرت صاحب نے ایسا فرمایا ہو کیونکہ اگر حضور

اسے ضروری سمجھتے تو لازم تھا کہ خود بھی اس پر ہمیشہ عمل کرتے۔ مگر حضور کا دوامی عمل ثابت نہیں بلکہ حضور کا عام عمل بھی اس کے خلاف تھا۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ جب حافظ صاحب نے حضور سے سوال کیا تو چونکہ سوال میں کئی باتیں تھیں۔ حضور نے جواب میں صرف پہلی بات کو مدنظر رکھکر جواب دیدیا یعنی حضور کے جواب میں صرف فاتحہ خلف امام مقصود ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۹۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حافظ نور محمد صاحب نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ ہماری عادت تھی کہ جب ہم حضرت صاحب کو قادیان ملنے آتے، تو ہمیشہ اپنے ساتھ کبھی گنّے یا گُڑ کی روڑی ضرور لایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا۔ ہمارے لئے سرسوں کا ساگ بھیجنا۔ وہ گوشت میں ڈال کر عمدہ پکتا ہے۔ ہم نے وہ ساگ فیض اللہ چک سے بھیجدیا۔ بعدازاں ہم نے گاؤں میں یہ بات سُنی کہ دہلی میں آپ کی شادی ہوگئی ہے۔ اس پر مَیں اور میرے دوست حافظ نبی بخش صاحب آپ کی ملاقات کے لئے آئے۔ تو حضور بہت خوش ہو کر ملے۔ مَیں نے ایک روپیہ نذرانہ پیش کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جب آپ کے لڑکا پیدا ہوگا تو ہم بھی دیں گے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضور نے یہ بات کہ ہم بھی دینگے تنبول وغیرہ کے رنگ میں نہیں کہی ہوگی بلکہ یونہی اظہار محبت و شفقت کے طور پر کہی ہوگی۔ گو ویسے حضور شادیوں وغیرہ کے موقعہ پر تنبول کے طریق کو بھی ناپسند نہیں فرماتے تھے اور فرماتے تھے نیک نیتی سے ایسا کیا جائے اور اسے لازمی نہ قرار دیا جاوے تو یہ ایک بروقت امداد کی صورت ہے۔

۵۹۴ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ رمضان کی لیلۃ القدر کی بابت حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے۔ کہ اس کی پہچان یہ ہے کہ اس رات کچھ بادل یا ترشح بھی ہوتا ہے۔ اور کچھ آثار انوار و برکات سماویہ کے محسوس ہوتے ہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہی علامت حدیثوں میں بھی بیان ہوئی ہے لیکن غالباً یہ منشاء نہیں ہے کہ بادل یا ترشح کی شرط بہر صورت لازمی ہے اور میرے خیال میں ایسا بھی ممکن ہے کہ مختلف علاقوں میں لیلۃ القدر مختلف راتوں میں ظاہر ہو اور حق تو یہ ہے کہ لیلۃ القدر کا ماحول پیدا کرنا ایک حد تک انسان کی خود اپنی حالت پر بھی موقوف ہے ایک ہی وقت میں ایک شخص کے لئے لیلۃ القدر ہوسکتی ہے مگر دوسرے کے لئے نہیں۔ واللہ اعلم۔

۵۹۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے تھے کہ بعض اوقات الہام اس طرح بھی ہوتا ہے کہ کلامِ الٰہی بندہ کی اپنی زبان پر بلند آواز سے ایک دفعہ یا بار بار جاری ہوجاتا ہے اور اس وقت زبان پر بندے کا تصرف نہیں ہوتا بلکہ خدا کا تصرف ہوتا ہے اور کبھی الہام اس طرح ہوتا ہے کہ لکھا ہؤا فقرہ یا عبارت دکھائی دیتی ہے اور کبھی کلام لفظی طور پر باہر سے آتا ہؤا سُنائی دیتا ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ قرآن شریف سے پتہ لگتا ہے کہ کلام الٰہی تین موٹی قسموں میں منقسم ہے اوّل وحی یعنی خدا کا براہِ راست کلام خواہ وُہ جلی ہو یا خفی۔ دوسرے مِن وراءِ حجاب والی تصویری زبان کا الہام مثلاً خواب یا کشف وغیرہ۔ تیسرے فرشتہ کے ذریعہ کلام۔ یعنی خدا فرشتہ سے کہے اور فرشتہ آگے پہونچائے اور پھر یہ تینوں قسمیں آگے بہت سی ماتحت اقسام میں منقسم ہیں۔ میر صاحب والی روایت میں آخری قسم وحی میں داخل ہے اور شاید پہلی قسم بھی ایک رنگ وحی کا رکھتی ہے مگر درمیانی قسم مِن وراءِ حجاب سے تعلق رکھتی ہے۔ واللّٰہ اعلم۔

۵۹۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ جیسے زکوٰۃ یا صدقہ سادات کے لئے منع ہے ویسا ہی صاحب توفیق کے لئے بھی اس کا لینا جائز نہیں ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مَیں نے یہ سُنا ہؤا ہے کہ حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کہ آجکل سخت اضطرار کی حالت میں جبکہ کوئی اور صورت نہ ہو۔ ایک سیّد بھی زکوٰۃ لے سکتا ہے۔

۵۹۷ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت صاحب معتدل موسم میں بھی کئی مرتبہ پچھلی رات کو اُٹھ کر اندر کمرہ میں جا کر سوجایا کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی فرماتے تھے کہ ہمیں سردی سے متلی ہونے لگتی ہے۔ بعض دفعہ تو اُٹھکر پہلے کوئی دوا مثلاً مشک وغیرہ کھالیتے تھے اور پھر لحاف یا رضائی اوڑھکر اندر جالیٹتے تھے۔ غرض یہ کہ سردی سے آپ کو تکلیف ہوتی تھی اور اس کے اثر سے خاص طور پر اپنی حفاظت کرتے تھے۔ چنانچہ پچھلی عمر میں بارہ مہینے گرم کپڑے پہنا کرتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب بالعموم گرمی میں بھی جراب پہنے رکھتے تھے اور سردیوں

میں تو دو دو جوڑے اُوپر تلے پہن لیتے تھے مگر گرمیوں میں کرتا عموماً ململ کا پہنتے تھے۔

۵۹۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حافظ نبی بخش صاحب ساکن فیض اللہ چک حال محلہ دارالفضل قادیان نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ حضرت صاحب ہر موسم کا پھل مثلاً خربوزہ اور آم کافی مقدار میں باہر سے منگواتے تھے۔ خربوزہ علاقہ بیٹ سے اور آم دریا کے پار سے منگاتے تھے۔ بعض اوقات جب میں بھی خدمت میں حاضر ہوتا تو حضور اپنے دستِ مبارک سے خربوزہ کاٹ کر مجھے دیتے اور فرماتے۔ میاں نبی بخش یہ خربوزہ میٹھا ہوگا اسکو کھاؤ۔ اور آپ بھی کھاتے۔ اسی طرح آموں کے موسم میں حضرت صاحب نہایت محبت وشفقت سے مجھے آم بھی عنایت فرماتے۔ اور بار بار فرماتے۔ یہ آم تو ضرور میٹھا ہوگا۔ اس کو ضرور کھاؤ۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ بیٹ سے دریائے بیاس کے قریب کا نشیبی علاقہ مراد ہے اور پار سے ضلع ہوشیار پور کا علاقہ مراد ہے جس میں آم زیادہ ہوتا ہے۔

۵۹۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام مسجد مبارک میں مع احباب کے تشریف رکھتے تھے۔ میں باہر سے آیا اور السّلام علیکم عرض کیا۔ حضور سے مصافحہ کرنے کی بہت خواہش پیدا ہوئی۔ لیکن چونکہ مسجد بھری ہوئی تھی۔ اور معزز احباب راستہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے آگے جانا مناسب نہ سمجھا۔ ابھی میں کھڑا ہی تھا۔ اور بیٹھنے کا ارادہ کررہا تھا۔ کہ حضور نے میری طرف دیکھکر فرمایا۔ میاں عبدالعزیز آؤ۔ مصافحہ تو کرلو۔ چنانچہ دوستوں نے مجھے راستہ دیدیا۔ اور میں نے جاکر مصافحہ کرلیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کو اپنے مخلص اصحاب کی انتہائی دلداری مدنظر رہتی تھی۔ اور آپ کا دل ان کی محبت سے معمور رہتا تھا۔ اس موقعہ پر حضرت صاحب نے محسوس کرلیا ہوگا۔ کہ میاں عبدالعزیز صاحب مصافحہ کی خواہش رکھتے ہیں مگر راستہ بند ہونے کی وجہ سے مجبور رہیں۔ اس لئے آپ نے آواز دیکر پاس بلالیا۔

۶۰۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ کرم دین جہلمی کے مقدمہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام گورداسپور تشریف لائے ہوئے تھے۔ کچہری کیوقت حضور احاطہ کچہری میں ایک جامن کے درخت کے نیچے کپڑا بچھا کر مع خدام تشریف فرما تھے۔ حضور کے لئے دودھ کا ایک گلاس لایا گیا۔ چونکہ حضور کا پس خوردہ پینے کے لئے سب دوست جدوجہد

کیا کرتے تھے۔ میرے دل میں اس وقت خیال آیا۔ کہ مَیں ایک غریب اور کمزور آدمی ہوں۔ اتنے بڑے بڑے آدمیوں میں مجھے کس طرح حضور کا پس خوردہ مل سکتا ہے۔ اس لئے مَیں ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ حضور نے جب نصف گلاس نوش فرما لیا۔ تو بقیہ میرے ہاتھ میں دیکر فرمایا۔ میاں عبدالعزیز بیٹھکر اچھی طرح سے پی لو۔

۶۰۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خواجہ عبدالرحمٰن صاحب ساکن کشمیر نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ مجھے میرے والد صاحب نے بتایا۔ کہ جب حضور علیہ السلام نماز کے وقت تشہّد میں بیٹھتے۔ تو تشہّد پڑھنے کی ابتداء ہی میں دائیں ہاتھ کی انگلیوں کا حلقہ بنا لیتے تھے۔ اور صرف شہادت والی انگلی کھلی رکھتے تھے۔ جو شہادت کے موقعہ پر اُٹھاتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ خواجہ عبدالرحمٰن صاحب کے والد چونکہ اہل حدیث میں سے آئے تھے۔ اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان باتوں کو غور کی نظر سے دیکھتے تھے۔ مگر مجھ سے مکرم ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے بیان کیا ہے کہ ابتداء سے ہی ہاتھ کی انگلیوں کے بند کر لینے کا طریق انہیں یاد نہیں ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ کبھی ایسا ہُوا ہو۔ واللہ اعلم۔

۶۰۲ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خواجہ عبدالرحمٰن صاحب ساکن کشمیر نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ میرے والد صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ مَیں پہلے اہلِ حدیث تھا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشتہارات و رسائل کشمیر میں پہونچے۔ تو سب سے پہلے میرے کان میں حضور کا یہ شعر پڑا۔ کہ ؎

"مولوی صاحب یہی توحید ہے سچ کہو کس دیو کی تقلید ہے"

سو مَیں وہاں پر ہی بیعت کے لئے بے قرار ہو گیا اور نفس میں کہا۔ کہ افسوس اب تک ہم دیو کی ہی تقلید کرتے رہے۔ سو مَیں نے تم دونوں بھائیوں کو (خاکسار عبدالرحمٰن اور برادر مکرم عبدالقادر صاحب) سرینگر میں اپنے ماموں کے پاس چھوڑ کر فوراً قادیان کی راہ لی۔ اور جب یہاں پہونچا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا۔ کہ حضور میری بیعت لے لیں۔ حضور نے فرمایا۔ بیعت کیا ہے۔ بیعت عبرت ہے اس کے بعد میری اور چند اور اصحاب کی بیعت لے لی۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ حضرت صاحب کا یہ فرمانا کہ بیعت عبرت ہے اس سے یہ مراد معلوم ہوتی ہے کہ بیعت کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنی گزشتہ زندگی کو ایمان اور اعمال کے لحاظ سے عبرت کا ذریعہ

بنا کر آئندہ کے لئے زندگی کا نیا ورق الٹ لے۔

۶۰۳ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام شیعوں کے عقائد کے ضمن میں ایک غالی شیعہ کی کہانی کبھی کبھی سُنایا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ایک شیعہ جب مرنے لگا۔ تو اس نے اپنی اولاد کو جمع کیا۔ اور کہا۔ کہ مَیں تم کو اب مرتے وقت ایک وصیت کرتا ہوں۔ جس کو اگر یاد رکھو گے تو تمہارا ایمان قائم رہے گا۔ اور یہ نصیحت میری تمام عمر کا اندوختہ ہے۔ وہ نصیحت یہ ہے کہ آدمی اس وقت تک سچا شیعہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک اُسے تھوڑی سی عداوت حضرت امام حسنؓ سے بھی نہ ہو۔ اس پر اس کے عزیز ذرا چونکے تو وہ کہنے لگا کہ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ اگر وہ اپنی خلافت بنو اُمیہ کے سپرد نہ کر دیتے اور ان سے صلح نہ کر لیتے تو شیعوں پر یہ مصیبت نہ آتی۔ اصل میں ان کا قصور تھا۔ سو دل میں ان سے کچھ عداوت ضرور رکھنی چاہئیے۔ پھر چپ ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگا کہ اب اس سے بڑھ کر نکتہ بتاتا ہوں۔ میرے مرنے کا وقت قریب آگیا ہے مگر یہ سُن رکھو کہ شیعہ سچا وہی ہے جو تھوڑی سی عداوت حضرت علیؓ کے ساتھ بھی رکھے۔ کیونکہ حضرت علیؓ شیر خدا اور رسولِ خدا کے وصی تھے۔ مگر ان کی آنکھوں کے سامنے ابوبکر اور عمر نے خلافت غصب کر لی۔ مگر وہ بولے تک نہیں۔ اگر اس وقت وہ ہمت دکھاتے تو منافقوں کا غلبہ اس طرح نہ ہو جاتا۔ اس کے بعد وہ پھر خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگا۔ لو اب اس سے بھی ضروری بات بیان کرتا ہوں۔ سچے شیعہ کو ضرور تھوڑی سی عداوت آنحضرتؐ سے بھی رکھنی چاہئیے۔ کہ اگر وہ ابوبکر اور عمر کا فیصلہ اپنے سامنے کر جاتے۔ اور علیؓ کی خلافت سب کے سامنے کھول کر بیان کر دیتے اور اپنا جانشین انہیں بنا جاتے تو پھر یہ فساد اور مصیبتیں کیوں آتیں۔ ان کا بھی اس میں قصور ہے کہ بات کو کھولا نہیں۔ پھر ذرا ٹھہر کر کہنے لگا کہ اب تو میرے آخری سانس ہیں۔ ذرا آگے آجاؤ۔ دیکھو اگر تم دل سے شیعہ ہو۔ تو جبرائیل سے بھی ضرور تھوڑی سی عداوت رکھنا۔ جب خدا نے وحی حضرت علیؓ کی طرف بھیجی تو وہ حضرت علی کی بجائے آنحضرت کی طرف لے آیا۔ اور اس طرح ہمارا تمام کام بگاڑ دیا۔ خواہ بھول گیا یا جان بوجھ کر ایسا کیا مگر اس کا قصور ضرور ہے۔ اس کے بعد ذرا چپ رہا۔ جب بالکل آخری وقت آگیا۔ تو کہنے لگا ذرا اور نزدیک ہو جاؤ۔ یہ آخری بات ہے اور بس۔ جب وہ لوگ آگے ہوئے تو کہنے لگا۔ آدمی اس وقت تک کامل شیعہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک کچھ تھوڑی سی عداوت خدا سے بھی نہ رکھے۔ کیونکہ یہ سارا فساد اُسی کا

سے نکلا ہے۔ اگر وہ ان تمام معاملات کو پہلے ہی صفائی سے طے کر دیتا۔ اور جھگڑوں میں نہ الجھاتا۔ تو نہ حضرت علیؓ محروم ہوتے نہ امام حسینؓ شہید ہوتے اور نہ غاصب کامیاب ہوتے۔ یہ کہکر بچارے کا دم نکل گیا

اس قصہ کے بیان کرنے سے حضرت صاحب کا مطلب یہ تھا۔ کہ انسان اگر شیعوں والے عقائد اختیار کرے گا۔ تو اس کا لازمی اور آخری نتیجہ یہ ہے کہ اہل بیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خدا تعالےٰ تک کو ترک کرنا پڑے گا۔ اور ان سے بدظنی کرنی پڑے گی۔ سو ایسا مذہب بالبداہت باطل ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے بھی حضرت صاحب سے یہ روایت سُنی ہوئی ہے۔ حضرت صاحب جب یہ روایت فرماتے تھے تو بہت ہنستے تھے اور جب اس شیعہ کی زبانی عداوت رکھنے کا ذکر فرماتے تھے تو بعض اوقات انگلی کے اشارے سے فرمایا کرتے تھے کہ بس اتنی سی عداوت فلاں سے بھی چاہیئے اور اتنی سی فلاں سے۔

۶۰۴ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی مرحوم کا نام اصل میں کریم بخش تھا۔ حضرت صاحب نے ان کا یہ نام بدل کر عبدالکریم رکھدیا۔ میں نے اس تبدیلی کے بہت دیر بعد بھی مولوی صاحب مرحوم کے والد صاحب کو سُنا۔ کہ وہ انہیں کریم بخش ہی کہکر پکارتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عربی ترکیب کے نام زیادہ پسند تھے۔

۶۰۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتابوں کی کاپی اور پروف خود دیکھا کرتے تھے۔ اور جب کوئی عربی کتابیں لکھتے۔ تو وہ خود بھی دیکھتے تھے اور بعض علماء کو بھی دکھانے کا حکم دیدیا تھا۔ چنانچہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم تو عربی اور فارسی کتب کے تمام پروف بطور ایک مصحح کے بالاستیعاب دیکھتے تھے ایک دفعہ ایک عربی کتاب کی بابت فرمایا۔ کہ اس کے پروف مولوی عبدالکریم صاحب کے دیکھنے کے بعد مولوی نورالدین صاحب کو بھی دکھائے جایا کریں۔ کسی نے عرض کیا۔ کہ اس کی کیا ضرورت ہے؟ فرمانے لگے۔ مولوی صاحب ہمارا کتابیں کم پڑھتے ہیں۔ اس طرح ان کی نظر سے گذر جائیں گی۔

۶۰۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ ایک مرتبہ صبح کے وقت میرے دل میں شہتوت کھانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ مگر میں نے اس خواہش کا کسی

سامنے اظہار نہ کیا۔ اسی وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ آج ہم باغ کی طرف سیر کے لئے جائیں گے۔ چنانچہ اسی وقت چل پڑے۔ باغ میں دو چار پائیاں بچھی ہوئی تھیں۔ باغ کے رکھوالے دو بڑے ٹوکرے شہتوتوں سے بھرے ہوئے لائے اور حضور کے سامنے رکھدیئے۔ سب دوست چارپائیوں پر بیٹھ گئے۔ بے تکلفی کا یہ عالم تھا۔ کہ حضور پائینتی کی طرف بیٹھے ہوئے تھے اور دوست سرہانے کی طرف سب دوست شہتوت کھانے لگے۔ حضور نے میر ناصر نواب صاحب مرحوم سے فرمایا۔ کہ میر صاحب! شہتوت میاں عبدالعزیز کے آگے کریں۔ چنانچہ کئی مرتبہ حضور نے یہی فرمایا۔ حالانکہ میں کھا رہا تھا۔ پھر بھی حضور نے ٹوکرا میرے آگے کرنے کی بار بار تاکید فرمائی۔ میں شرمندہ ہوگیا۔ کہ شاید حضور کو میری خواہش کا علم ہوگیا ہے۔

607 بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خواجہ عبدالرحمن صاحب ساکن کشمیر نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ جب کبھی کوئی شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو السلام علیکم کہتا تھا۔ تو حضور عموماً اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتے اور محبت سے سلام کا جواب دیتے۔

608 بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میر شفیع احمد صاحب محقق دہلوی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ ڈاکٹر محمد عمر صاحب لکھنوی جب لاہور میں پڑھتے تھے تو ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس آئے۔ اور کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد واپس چلے گئے۔ بعد میں کسی نے عرض کیا۔ کہ حضور ان کی داڑھی منڈی ہوئی تھی۔ حضور نے بڑے تعجب سے فرمایا۔ اچھا کیا ان کی داڑھی منڈی ہوئی تھی؟ ہم نے غور نہیں کیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کو آنکھ اٹھا اٹھا کر تاڑنے کی عادت نہیں تھی۔ اور داڑھی کے متعلق عموماً فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں تو پہلے ایمان کا فکر ہوتا ہے اگر ایمان درست اور کامل ہو جائے تو یہ کمزوریاں خود بخود دور ہو جاتی ہیں۔ جو شخص اسلام کو سچا جانتا ہے اور ہمیں دل سے صادق سمجھتا ہے اور جانتا ہے کہ اسلام کی ہر تعلیم رحمت ہے۔ تو وہ جب دیکھے گا کہ آنحضرت صلعم داڑھی رکھتے تھے اور ہم بھی داڑھی رکھتے ہیں۔ تو اس کا ایمان اس سے خود داڑھی رکھوائیگا۔ لیکن ایمان ہی خام ہو تو خالی داڑھی کیا فائدہ پہونچا سکتی ہے۔ پس باوجود داڑھی منڈوانے کو برا سمجھنے کے آپ اپنی تقریر و تحریر میں اس کا زیادہ ذکر نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ اصل توجہ ایمان کی درستی اور اہم اعمال صالحہ

کی طرف دیتے تھے۔ اور اگر کوئی داڑھی منڈوانے والا شخص آپ کی مجلس میں آتا تھا تو آپ اُسے ٹوکتے نہیں تھے۔

۶۰۹ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میر شفیع احمد صاحب محقق دہلوی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ حضرت صاحب جب مسجد میں بیٹھکر گفتگو فرماتے۔ تو بعض لوگ درمیان میں دخل درمعقولات کر بیٹھتے اور بات کاٹ کر اپنے قصے شروع کر دیتے۔ مگر حضرت اقدس اس سے کبھی رنجیدہ خاطر نہ ہوتے لیکن دوسرے احباب اس امر کو بہت محسوس کرتے۔ کہ ہم دُور دُور سے حضرت کی باتیں سُننے آتے ہیں۔ مگر یہ لوگ اپنی ان باتوں سے ہمیں حضور کے کلام سے محروم کر دیتے ہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ درست ہے کہ حضرت صاحب ہر شخص کی بات کو خواہ وہ لاتعلق اور لایعنی ہی ہو۔ اور خواہ کتنی لمبی ہو توجہ سے سُنتے تھے۔ مگر حضور کی بات کاٹنے کے متعلق جو بات محقق صاحب نے لکھی ہے اس کے متعلق یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ اکثر ایسا ہوتا تھا۔ بلکہ صرف بعض ناسمجھ لوگ کبھی کبھی ایسا کر بیٹھتے تھے۔ ورنہ سمجھدار لوگ آپ کی بات کاٹنے کو بے ادبی خیال کرتے تھے۔

۶۱۰ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اس عاجز کے استاد تھے۔ میں نے عربی۔ انگریزی۔ فارسی اور قرآن مجید کا کچھ حصہ ان سے پڑھا ہے۔ وہ ٹھنڈے پانی کے بہت عاشق تھے۔ بیت الفکر کے اُوپر جو کمرہ مسجد مبارک کے بالائی صحن میں کھلتا ہے اس میں رہا کرتے تھے۔ پیاس لگتی تو کسی دوست یا شاگرد کو مسجد اقصٰی میں تازہ پانی لانے کے لئے بھیجتے۔ اور جب وہ شخص واپسی پر گلی میں نظر آتا۔ تو اُوپر سے ہی کھڑکی کے اندر سے آواز دیتے کہ جلدی لاؤ۔ ورنہ پانی کی آب ماری جائے گی۔ غرض ان کو ٹھنڈے پانی اور برف سے بے حد رغبت تھی۔ جب کبھی حضرت صاحب امرتسر یا لاہور سے برف منگواتے۔ تو ان کو ضرور بھیجا کرتے تھے اور کبھی مولوی صاحب مرحوم مجھے فرماتے کہ گھر میں برف ہے؟ مَیں کہتا کہ ہاں ہے۔ تو کہا کرتے۔ کہ حضرت صاحب سے نہ کہنا کہ عبدالکریم مانگتا ہے مگر کسی طرح سے لے آؤ۔ مَیں آکر حضرت سے کہتا۔ کہ مولوی عبدالکریم صاحب کے لئے کچھ برف چاہیئے۔ یہ نہ کہتا کہ وہ مانگ رہے ہیں۔ آپ فرماتے کہ ہاں ضرور لے جاؤ۔ بلکہ خود نکال کر دیدیتے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مسجد اقصٰے کے کنوئیں کا پانی خنکی کے لئے بہت مشہور تھا اور ساری قادیان

میں اول نمبر پر سمجھا جاتا تھا۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب بہت ادبی مذاق رکھتے تھے۔ اور انہیں اس بات کی طرف بہت توجہ تھی کہ اپنے کلام میں فصاحت پیدا کریں۔ اس روایت میں بھی "پانی کی آب" کا محاورہ ان کی ادبی ندرت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

۶۱۱ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضور علیہ السّلام تمام گذشتہ مشہور بزرگانِ اسلام کا نام ادب سے لیتے تھے۔ اور ان کی عزت کرتے تھے۔ اگر کوئی شخص کسی پر اعتراض کرتا۔ کہ فلاں شخص کی بابت لکھا ہے کہ انہوں نے یہ بات کہی ہے یا ایسا فعل کیا ہے۔ تو فرمایا کرتے کہ "انما الاعمال بالنیات" ہمیں کیا معلوم کہ اصلیت کیا ہے اور اس میں کیا سرّ تھا۔ یہ لوگ اپنے زمانے کے بڑے بزرگ ہوئے ہیں۔ ان کے حق میں اعتراض یا سوء ادبی نہیں کرنی چاہئے۔ حضرت جنیدؒ حضرت شبلی۔ حضرت بایزید بسطامی۔ حضرت ابراہیم ادھم۔ حضرت ذوالنون مصری۔ چاروں ائمہ فقہ حضرت منصور۔ حضرت ابوالحسن خرقانی وغیرہم صوفیاء کے نام بڑی عزت سے لیتے تھے۔ اور بعض دفعہ ان کے اقوال یا حال بھی بیان فرمایا کرتے تھے۔ حال کے زمانہ کے لوگوں میں آپ مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کو بزرگ سمجھتے تھے۔ اسی طرح آپ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی۔ حضرت مجدد سرہندی۔ سید احمد صاحب بریلوی اور مولوی اسمٰعیل صاحب شہید کو اہل اللہ اور بزرگ سمجھتے تھے۔ مگر سب سے زیادہ سید عبدالقادر صاحب جیلانی کا ذکر فرماتے تھے۔ اور ان کے مقالات بیان کیا کرتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کا یہ طریق تھا کہ اگر کسی گذشتہ بزرگ کا کوئی قول یا فعل آپ کی رائے اور تحقیق کے خلاف بھی ہو تو پھر بھی اس وجہ سے کسی بزرگ پر اعتراض نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر انہوں نے اپنے زمانہ کے لحاظ سے کوئی بات کہی ہے یا کسی معاملہ میں انہیں غلطی لگی ہے تو اس کی وجہ سے ان کی بزرگی میں فرق نہیں آتا اور بہر حال ان کا ادب ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

۶۱۲ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حافظ نور محمد صاحب ساکن فیض اللہ چک نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک مرتبہ مَیں قادیان گیا۔ حضور علیہ السّلام نے فرمایا۔ میاں نور محمد تم قادیان میں رہا کرو۔ اور قرآن شریف پڑھا کرو۔ تمہارے کام کے لئے ہم ایک آدمی نوکر رکھ دیتے ہیں۔ کیونکہ اس زمانہ میں ایک روپیہ ماہوار پر زمیندارہ کے لئے آدمی مل سکتا تھا۔ مَیں نے جواباً عرض کیا۔ کہ حضور مَیں اپنے والد صاحب سے پوچھ کر عرض کروں گا۔ بعد ازاں میں نے والد صاحب سے اس امر کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے کہا۔ کہ مَیں خود

حضرت صاحب سے اس بارہ میں بات کروں گا۔چنانچہ والد صاحب۔حضرت صاحب سے ملے۔حضور علیہ السلام نے فرمایا۔کہ شیخ صاحب ہم نے آپ کے بیٹے کو یہاں رہنے کے لئے کہا ہے۔کیونکہ میاں حامد علی کے والد نے بھی ان کو یہاں ہی چھوڑ دیا ہے۔والد صاحب نے عرض کیا۔کہ جناب جس مکان میں چھ سات چراغ جل رہے ہوں۔اگر وہاں سے ایک اٹھا لیا جائے۔تو وہاں روشنی میں کوئی خاص کمی واقع نہ ہوگی اور جس گھر میں فقط ایک چراغ ہو۔اور اس کو اٹھا دیا جائے تو بالکل اندھیرا ہو جائیگا۔اس طرح میرے والد صاحب نے ہنس کر بات ٹال دی۔کیونکہ میاں حامد علی کے پانچ چھ بھائی تھے۔اور مَیں گھر میں والد کا ایک ہی بیٹا تھا۔لیکن مجھکو اس بات پر سخت افسوس ہؤا اور اب تک ہے۔کہ والد صاحب نے حضرت کی بات کو قبول کیوں نہ کر لیا۔اور مجھے اس موقعہ سے مستفید کیوں نہ ہونے دیا۔

۵۱۲ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تاریخ پیدائش اور عمر بوقت وفات کا سوال ایک عرصہ سے زیر غور چلا آتا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تصریح فرمائی ہے۔کہ حضور کی تاریخ پیدائش معین صورت میں محفوظ نہیں ہے۔اور آپ کی عمر کا صحیح اندازہ معلوم نہیں (دیکھو ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۹۳) کیونکہ آپ کی پیدائش سکھوں کی حکومت کے زمانہ میں ہوئی تھی۔جبکہ پیدائشوں کا کوئی ریکارڈ نہیں رکھا جاتا تھا۔البتہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بعض ایسے امور بیان فرمائے ہیں۔جن سے ایک حد تک آپ کی عمر کی تعیین کی جاتی رہی ہے۔ان اندازوں میں سے بعض اندازوں کے لحاظ سے آپ کی پیدائش کا سال ۱۸۴۰ء بنتا ہے۔اور بعض کے لحاظ سے ۱۸۳۱ء تک پہونچتا ہے۔اور اسی لئے یہ سوال ابھی تک زیر بحث چلا آیا ہے۔کہ صحیح تاریخ پیدائش کیا ہے؟

مَیں نے اس معاملہ میں کئی جہت سے غور کیا ہے اور اپنے اندازوں کو سیرۃ المہدی کے مختلف حصوں میں بیان کیا ہے لیکن حق یہ ہے کہ گو مجھے یہ خیال غالب رہا ہے۔کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیدائش کا سال ۱۸۳۶ء عیسوی یا اس کے قریب قریب ہے۔مگر ابھی تک کوئی تاریخ معیّن نہیں کی جا سکی تھی لیکن اب بعض حوالے اور بعض روایات ایسی ملی ہیں۔جن سے معیّن تاریخ کا پتہ لگ گیا ہے۔جو بروز جمعہ ۱۴؍شوال ۱۲۵۰ھ ہجری مطابق ۱۳؍فروری ۱۸۳۵ء عیسوی مطابق یکم پھاگن سمت ۱۸۹۱ بکرمی ہے اس تعیین کی وجوہ یہ ہیں:-

(۱) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تعیین اور تصریح کے ساتھ لکھا ہے جس میں کسی غلطی یا غلط فہمی کی گنجائش نہیں۔ کہ میری پیدائش جمعہ کے دن چاند کی چودھویں تاریخ کو ہوئی تھی (دیکھو تحفہ گولڑویہ بار اوّل صفحہ ۱۱۰۔ حاشیہ)

(۲) ایک زبانی روایت کے ذریعہ جو مجھے مکرمی مفتی محمد صادق صاحب کے واسطہ سے پہونچی ہے اور جو مفتی صاحب موصوف نے اپنے پاس لکھکر محفوظ کی ہوئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے ایک دفعہ بیان فرمایا تھا کہ ہندی مہینوں کے لحاظ سے میری پیدائش پھاگن کے مہینہ میں ہوئی تھی۔

(۳) مندرجہ بالا تاریخ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے دوسرے متعدد بیانات سے بھی قریب ترین مطابقت رکھتی ہے۔ مثلاً آپ کا یہ فرمانا کہ آپ ٹھیک ۱۲۹۰ھ میں شرف مکالمہ مخاطبۂ الٰہیہ سے مشرف ہوئے تھے (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۹) اور یہ کہ اس وقت آپ کی عمر چالیس سال کی تھی (تریاق القلوب صفحہ ۶۸) وغیرہ وغیرہ۔

مَیں نے گذشتہ جنتریوں کا بغور مطالعہ کیا ہے اور دوسروں سے بھی کرایا ہے۔ تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ پھاگن کے مہینہ میں جُمعہ کا دن اور چاند کی چودھویں تاریخ کس کس سَن میں اکٹھے ہوتے ہیں اس تحقیق سے یہی ثابت ہُوا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تاریخ پیدائش ۱۴؍ شوال ۱۲۵۰ھ ہجری مطابق ۱۳؍ فروری ۱۸۳۵ء عیسوی ہے جیسا کہ نقشہ ذیل سے ظاہر ہوگا۔

تاریخ مع سن عیسوی	تاریخ چاند مع سن ہجری	دن	تاریخ ہندی مہینہ مع سن بکرمی
۴؍ فروری ۱۸۳۱ء	۲۰؍ شعبان ۱۲۴۶ھ ہجری	جمعہ	۷؍ پھاگن سمت ۱۸۸۷ بکرمی
۱۷؍ فروری ۱۸۳۲ء	۱۴؍ رمضان ۱۲۴۷ھ ہجری	جمعہ	یکم پھاگن سمت ۱۸۸۸ بکرمی
۸؍ فروری ۱۸۳۳ء	۱۷؍ رمضان ۱۲۴۸ھ ہجری	جمعہ	۴؍ پھاگن سمت ۱۸۸۹ بکرمی
۲۸؍ فروری ۱۸۳۴ء	۱۸؍ شوال ۱۲۴۹ھ ہجری	جمعہ	۵؍ پھاگن سمت ۱۸۹۰ بکرمی
۱۳؍ فروری ۱۸۳۵ء	۱۴؍ شوال ۱۲۵۰ھ ہجری	جمعہ	یکم پھاگن سمت ۱۸۹۱ بکرمی
۵؍ فروری ۱۸۳۶ء	۱۷؍ شوال ۱۲۵۱ھ ہجری	جمعہ	۳؍ پھاگن سمت ۱۸۹۲ بکرمی
۲۴؍ فروری ۱۸۳۷ء	۱۸؍ ذیقعدہ ۱۲۵۲ھ ہجری	جمعہ	۴؍ پھاگن سمت ۱۸۹۳ بکرمی

تاریخ معہ سن عیسوی	تاریخ چاند معہ سن ہجری	دن	تاریخ ہندی مہینہ معہ سن بکرمی
۹ر فروری ۱۸۳۸ء	۲۰ر ذیقعدہ ۱۲۵۳ ہجری	جمعہ	۷ر پھاگن سمت ۱۸۹۴ بکرم
یکم فروری ۱۸۳۹ء	۱۵ر ذیقعدہ ۱۲۵۴ ہجری	جمعہ	۳ر پھاگن سمت ۱۸۹۵ بکرم
۲۱ر فروری ۱۸۴۰ء	۱۶ر ذی الحج ۱۲۵۵ ہجری	جمعہ	۴ر پھاگن سمت ۱۸۹۶ بکرم

(اس کے لئے دیکھو توفیقات الہامیہ مصری اور تقویم عمری ہندی)

اس نقشہ کی رُو سے ۱۸۳۲ء عیسوی کی تاریخ بھی درست سمجھی جا سکتی ہے۔ مگر دوسرے قرائن سے جن میں سے بعض اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ اور بعض آگے بیان کئے جائیں گے صحیح یہی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی پیدائش ۱۸۳۵ء عیسوی میں ہوئی تھی۔ پس ۱۳ر فروری ۱۸۳۵ء عیسوی مطابق ۱۴ر شوال ۱۲۵۰ ہجری بروز جمعہ والی تاریخ صحیح قرار پاتی ہے۔ اور اس حساب کی رُو سے وفات کے وقت جو ۲۴ر ربیع الثانی ۱۳۲۶ ہجری (اخبار الحکم ضمیمہ مورخہ ۲۸ر مئی ۱۹۰۸ء) میں ہوئی۔ آپ کی عمر پُورے ۷۵ سال ۳ ماہ اور دس دن کی بنتی ہے۔ مَیں امید کرتا ہُوں کہ اب جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیدائش کی تاریخ معیّن طور پر معلوم ہو گئی ہے۔ ہمارے احباب اپنی تحریر و تقریر میں ہمیشہ اسی تاریخ کو بیان کیا کریں گے۔ تاکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی تاریخ پیدائش کے متعلق کوئی ابہام اور اشتباہ کی صورت نہ رہے اور ہم لوگ اس بارہ میں ایک معین بنیاد پر قائم ہو جائیں۔

اس نوٹ کے ختم کرنے سے قبل یہ ذکر بھی ضروری ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو الہام الٰہی میں یہ بتایا گیا تھا۔ کہ آپ کی عمر اسّی یا اس سے پانچ چار کم یا پانچ چار زیادہ ہوگی (حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۶) اگر اس الہام الٰہی کے لفظی معنے لئے جائیں۔ تو آپ کی عمر پچھتّر۔ چھہتّر۔ یا اسّی یا۔ چوراسّی پچاسی سال کی ہونی چاہیئے۔ بلکہ اگر اس الہام کے معنے کرنے میں زیادہ لفظی پابندی اختیار کی جائے تو آپ کی عمر پورے ساڑھے پچھتّر (۷۵½) یا اسّی یا ساڑھے چوراسی (۸۴½) سال کی ہونی چاہیئے۔ اور یہ ایک عجیب قدرت نمائی ہے کہ مندرجہ بالا تحقیق کی رُو سے آپ کی عمر پُورے ساڑھے پچھتّر (۷۵½) سال کی بنتی ہے۔

اسی ضمن میں یہ بات بھی قابل نوٹ ہے۔ کہ ایک دوسری جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام اپنی پیدائش کے متعلق بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت آدم سے لیکر ہزار ششم میں سے ابھی گیارہ سال باقی رہتے تھے کہ میری ولادت ہوئی۔ اور اسی جگہ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے

کہ ابجد کے حساب کے مطابق سورۃ "والعصر" کے اعداد سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نکلتا ہے جو شمار کے لحاظ سے ۴۷۳۹ سال بنتا ہے (دیکھو تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۳-۹۴-۹۵ حاشیہ) یہ زمانہ اصولاً ہجرت تک شمار ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ہجرت سے نئے دَور کا آغاز ہوتا ہے۔ اب اگر یہ حساب نکالا جائے۔ تو اس کی رُو سے بھی آپ کی پیدائش کا سال ۱۲۵۰ھ بنتا ہے کیونکہ ۶۰۰۰ میں سے ۱۱ نکال لئے تو ۵۹۸۹ رہتے ہیں۔ اور ۵۹۸۹ میں سے ۴۷۳۹ منہا کرنے سے پورے ۱۲۵۰ بنتے ہیں۔ گویا اس جہت سے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیدائش کے متعلق مندرجہ بالا حساب صحیح قرار پاتا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ مضمون میری طرف سے اخبار الفضل مورخہ ۱۱ اگست ۱۹۳۶ء میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

۶۱۴ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت صاحب کے زمانہ کے جس قدر آدمی ہیں۔ سب کو حضور علیہ السّلام سے اپنے اپنے طریق کے مطابق محبت تھی اور ہے مگر جس قدر ادب و محبت حضور سے حضرت خلیفہ اوّلؓ کو تھا۔ اس کی نظیر تلاش کرنی مشکل ہے۔ چنانچہ ایک دن مَیں حضرت مولوی صاحب کے پاس بیٹھا تھا۔ وہاں ذکر ہؤا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے کسی دوست کو اپنی لڑکی کا رشتہ کسی احمدی سے کرنیکو ارشاد فرمایا۔ مگر یہ کہ وہ دوست راضی نہ ہؤا۔ اتفاقاً اس وقت مرحومہ امۃ الحی صاحبہ بھی جو اس وقت بہت چھوٹی تھیں کھیلتی ہوئی سامنے آگئیں۔ حضرت مولوی صاحب اس دوست کا ذکر سُنکر جوش سے فرمانے لگے۔ کہ مجھے تو اگر مرزا کہے کہ اپنی اس لڑکی کو نہالی (نہالی ایک مہترانی تھی جو حضرت صاحب کے گھر میں کماتی تھی) کے لڑکے کو دیدو۔ تو مَیں بغیر کسی انقباض کے فوراً دیدُونگا۔ یہ کلمہ سخت عشق و محبت کا تھا۔ مگر نتیجہ دیکھ لیں کہ بالآخر وہی لڑکی حضور علیہ السلام کی بہو بنی اور اس شخص کی زوجیت میں آئی۔ جو خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حسن و احسان میں نظیر ہے۔

۶۱۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جب دنیا پر اسلام کا غلبہ ہوگا۔ تو یہ نہیں ہوگا کہ سب دُنیا مسلمان ہو جائیگی اور دیگر مذاہب معدوم ہو جائیں گے۔ بلکہ یہ ہوگا۔ کہ دوسرے لوگ اس طرح رہ جائیں گے جیسے آجکل چوہڑے یا چمار یا سانسی

وغیرہ ہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ عظیم الشان تغیر احمدیت کی ترقی کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور ایک دن ایسا تغیر ہو کر رہے گا۔ یعنی دنیا کی موجودہ تہذیب مٹ جائے گی۔ اور موجودہ حکومتیں خاک میں مل جائیں گی۔ اور اللہ تعالےٰ احمدیت کے ذریعہ دنیا میں ایک نئے زمین و آسمان کی بنیاد رکھے گا۔ اس وقت ظاہری اسباب کے ماتحت یہ باتیں عجیب نظر آتی ہیں۔ مگر ان کے لئے آسمان پر خدائی چکی حرکت میں ہے اور فرشتوں کی فوج انقلاب کا بیج بونے میں معروف ہے۔ یہ انقلاب کس طرح آئے گا؟ اس کا علم صرف خدا کو ہے۔ مگر وہ آئے گا ضرور۔ کیونکہ سے "قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا"۔ ہاں جہاں تک مَیں سمجھتا ہُوں وہ یوں ہوگا کہ ایک طرف خدا تعالےٰ خود موجودہ مغربی تہذیب میں تباہی کا بیج پیدا کر دے گا۔ اور موجودہ حکومتوں کو ایک دوسرے کے خلاف اُٹھنے کے لئے اُبھار دیگا۔ جس سے وہ اور ان کی تہذیب اپنی ہی پیدا کی ہوئی آگ میں بھسم ہو جائیں گے۔ اور دوسری طرف خدا احمدیت کے پودے کو درجہ بدرجہ مضبوط کرتا جائیگا۔ تاکہ جب پُرانے آثار مٹیں۔ تو احمدیت کی عمارت اس کی جگہ لینے کیلئے تیار ہو۔ مگر یہ درمیانی عرصہ احمدیت کے لئے پھولوں کی سیج نہیں ہے۔ بلکہ کانٹوں اور پتھروں کی سلوں کا رستہ ہے۔ اور منزل مقصود تک پہونچنے کے لئے جنگلوں اور پُر خطر وادیوں اور خون کی ندیوں میں سے ہو کر گزرنا پڑے گا۔ مگر انجام بہر حال وہی ہے کہ قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا۔

۴۱۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ موت انسان کی ترقی کے لئے لابدی ہے اور انسان کا اس دُنیا سے رخصت ہونا ایسا ہے۔ جیسے کہ لڑکی کا ماں باپ سے جُدا ہو کر خاوند کے گھر جانا۔ جس طرح لڑکی کا خدا داد جوہر اور کمال (یعنی اولاد پیدا کرنا) بغیر ماں باپ کے ہاں سے چلے جانے کے ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح انسان کا حقیقی کمال اور جوہر بھی اس وقت تک ظاہر نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ موت کے راستہ سے اس دنیا سے جُدا نہ ہو۔

۴۱۷ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر غلام احمد صاحب آئی۔ ایم۔ ایس نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ میرے دادا میاں محمد بخش صاحب ڈپٹی انسپکٹر پولیس بٹالہ کے کاغذات میں سے مجھے ایک مسودہ ان کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ملا ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک چٹھی امیر کابل کے نام ہے جو غالباً

فارسی زبان میں تھی۔ جس کا ترجمہ اُردو میں میرے دادا صاحب نے کیا یا کرایا تھا اور یہ ترجمہ شاید گورنمنٹ ریکارڈ کے لئے تھا۔ حضرت مسیح موعود کا خط یہ ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

(ترجمہ) ہم خدا کا شکر کرتے ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ عاجز خدا کی پناہ لینے والے غلام احمد کی طرف سے (خدا اس کی کمزوریوں کو معاف فرمائے اور اس کی تائید کرے) بحضور امیر ظلِ سبحانی مظہر تفضلاتِ یزدانی۔ شاہ ممالک کابل (اللہ اس کو سلامت رکھے) بعد دعوات سلام ورحمت وبرکت کے باعث اس خط لکھنے کا وہ فطرت انسانی کا خاصہ ہے کہ جب کسی چشمۂ شیریں کی خبر سُنتا ہے۔ کہ اس میں انسان کے لئے بہت فوائد ہیں۔ تو اس کی طرف رغبت اور محبت پیدا ہوتی ہے۔ پھر وہ رغبت دل سے نکل کر اعضاء پر اثر کرتی ہے اور انسان چاہتا ہے کہ جہاں تک ہو سکے اس چشمہ کی طرف دوڑے اور اس کو دیکھے۔ اور اس کے میٹھے پانی سے فائدہ اٹھائے اور سیراب ہو جائے اسی طرح جب اخلاق فاضلہ اور عاداتِ کریمانہ اور ہمدردی اسلام ومسلمین اس بادشاہ نیک خصال کی اطلاع ہندوستان میں جا بجا ہوئی اور ذکر پاک پھل اس شجرہ مبارک دولت اور سلطنت کا ہر شہر و ملک میں مشہور ہؤا۔ اور دیکھا گیا کہ ہر شریف اور نجیب آدمی اس بادشاہ کی مدح میں تر زبان ہے تو مجھے کہ اس قحط الرجال کے زمانہ میں بسبب کمی مردانِ اولوالعزم کے غم اور اندوہ میں زندگی بسر کرتا ہوں۔ اس قدر سرور اور فرحت حاصل ہوئی کہ میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے اس کیفیت کو بیان کر سکوں۔ خداوند کریم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے ایک ایسے مبارک وجود سے بے شمار وجودوں کو بہت اقسام کی تباہی سے بچا رکھا ہے۔ اصل میں وہ آدمی بہت خوش قسمت ہیں۔ کہ جن میں ایسا بادشاہ جہاں پناہ نیک نہاد اور منصف موجود ہے اور وہ لوگ بہت خوش قسمت ہیں کہ جنہوں نے بعد عرصہ دراز کے اس نعمتِ غیر مترقبہ کو حاصل کیا۔ خداوند کریم کی بہت نعمتیں ہیں۔ کہ کوئی ان کو شمار نہیں کر سکتا مگر بزرگ تر نعمتوں میں سے وجود دو انسانوں کا ہے۔ اوّل وہ جو راستی اور راستبازی کی قوت سے پُر ہوئے اور طاقت رُوحانی حاصل کی۔ اور پھر وُہ گرفتارانِ ظلمت اور غفلت کو نورِ معرفت کی طرف کھینچتے ہیں۔ اور خالی اندرونوں کو متاع معارف کے دیتے ہیں۔ اور اپنے تقدس کے سبب کمزوروں کو اس دُنیا سے بسلامتی ایمان لے جاتے ہیں۔ دوسرا وہ آدمی ہے۔ جنہوں نے نہ اتفاق اور بخت

سے بلکہ بمقتضاء جوہر قابل کے (یعنی ان میں مادہ بادشاہی کا خدا نے دیا ہوا تھا کہ ضرور بادشاہ بنے) خدا کی طرف سے سلطنت اور بادشاہت حاصل کی اور حکمت اور مصلحت خداوندی ان کو اپنی ذات کا قائم مقام اور ان کے احکام کو اپنے قضاء قدر کا مظہر بناتی ہے۔ اور کئی ہزار جان اور مال و آبرو کی ان کے سپرد کرتی ہے۔ ضرورۃً یہ لوگ شفقت اور رحم اور چارہ سازی دردمندان اور غریبوں و بیکسوں کے حال پر نگران اور حمایت اسلام و مسلمانان میں خدا کا سایہ ہوتے ہیں۔

اس فقیر کا یہ حال ہے کہ وہ خدا جو بروقت بہت مفاسد اور گمراہی کے مصلحت عام کے واسطے اپنے بندوں میں سے کسی بندہ کو اپنا خاص بنا لیتا ہے۔ تا اس کے ذریعہ گمراہوں کو ہدایت ہو۔ اور اندھوں کو روشنی اور غافلوں کو توفیق عمل کی دی جائے اور اس کے ذریعہ دین اور تعلیم معارف و دلائل کی تازہ ہو۔ اسی خدائے کریم و رحیم نے اس زمانہ کو زمانۂ پُرفتن اور طوفانِ ضلالت و ارتداد کا دیکھ کر اس ناچیز کو چودھویں صدی میں اصلاحِ خلق اور اتمام حجت کے واسطے مامور کیا۔

چونکہ اس زمانہ میں فتنہ علمائے نصاریٰ کا تھا۔ اور مدار کار صلیب پرستی کے توڑنے پر تھا اس واسطے یہ بندۂ درگاہ الٰہی مسیح علیہ السلام کے قدم پر بھیجا گیا۔ تا وہ پیشگوئی بطور بروز پوری ہو۔ کہ جو عوام میں مسیح علیہ السلام کے دوبارہ آنے کی بابت مشہور ہے۔ قرآن شریف صاف ہدایت فرماتا ہے۔ کہ دُنیا سے جو کوئی گیا وہ گیا۔ پھر آنا اس کا دُنیا میں ممکن نہیں۔ البتہ ارواحِ گذشتگان بطور بُروز دُنیا میں آتی ہیں۔ یعنی ایک شخص ان کی طبیعت کے موافق پیدا کیا جاتا ہے۔ اس واسطے خدا کے ہاں اُس کا ظہور اُسی کا ظہور سمجھا جاتا ہے۔ دوبارہ آنے کا یہی طریق ہے۔ کہ صوفیوں کی اصطلاح میں اس کو بروز کہتے ہیں۔ ورنہ اگر مُردوں کا دوبارہ آنا روا ہوتا۔ تو ہم کو بہ نسبت عیسٰے علیہ السلام کے دوبارہ آنے کے حضرت سید الوریٰ خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی زیادہ ضرورت تھی۔ لیکن آنحضرت نے ہرگز فرمایا نہیں کہ میں دوبارہ دُنیا میں آؤں گا۔ ہاں یہ فرمایا۔ کہ ایک شخص ایسا آئیگا کہ وہ میرا ہم نام ہوگا۔ یعنی میری طبیعت اور خُو پر آئے گا۔ پس مسیح علیہ السلام کا آنا بھی ایسا ہی ہے نہ ویسا کہ اس کا نمونہ دُنیا کے اوّل اور آخر میں موجود نہیں۔ اسی واسطے امام مالک اور امام ابن حزم اور امام بخاری اور دوسرے بڑے بڑے اماموں کا یہی مذہب تھا۔ اور بہت بزرگانِ دین اسی مذہب پر گئے ہیں۔ البتہ عوام کہ عجوبہ پسند ہوتے ہیں اور اس نکتۂ معرفت سے بے خبر ہیں۔ ان کے خیال میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے۔ کہ مسیح کا نزول جسمانی ہوگا۔

اور اس روز عجب تماشہ ہوگا۔ جیسا کہ غبارہ کاغذی جو آگ سے بھرا ہوا ہو۔ بلندی سے نیچے کی طرف اترتا ہُوا دکھائی دیوے۔ ایسا ہی ان کے خیال میں مسیح کا نزول ہوگا۔ اور بڑی شوکت سے نزول ہوگا۔ اور ہر طرف سے یہ آتا ہے وہ آتا ہے سُنا جاویگا۔ لیکن یہ خدا کی عادت نہیں۔ اگر ایسا عام نظارہ قدرت کا دکھلایا جاوے تو ایمان بالغیب نہیں رہتا۔

وہ آدمی سخت خطا پر ہیں۔ جنہوں نے ایسا سمجھا ہوُا ہے کہ اب تک عیسےٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ ہرگز ایسا نہیں ہے۔ قرآن بار بار مسیح کی وفات کا ذکر کرتا ہے۔ اور حدیث معراج نبوی کی جو صحیح بخاری میں پانچ جگہ موجود ہے اس کو مُردوں میں بتاتی ہے۔ پس وہ کس طرح سے زندہ ہے۔ لہٰذا اعتقاد حیات مسیح کا رکھنا قرآن اور حدیث کے برخلاف چلنا ہے اور نیز آیت کریمہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم سے بصراحت یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ کہ نصاریٰ نے اپنے مذہب کو عیسےٰ علیہ السلام کے مرنے کے بعد خراب کیا ہے نہ کہ ان کی زندگی میں۔ بالفرض اگر عیسےٰ علیہ السّلام اب تک زندہ ہیں تو ہمیں لازم ہے کہ ہم اس بات کا بھی اقرار کریں کہ اس وقت تک نصاریٰ نے اپنے مذہب کو خراب نہیں کیا۔ اور بالکل صواب پر ہیں۔ ایسا خیال کفر صریح ہے۔ پس جو کوئی قرآن کی آیتوں پر ایمان رکھتا ہے اُسے ضروری ہے کہ وہ مسیح کی وفات پر بھی ایمان لائے۔ اور یہ بیان ہمارے ان دلائل میں سے بہت تھوڑا سا حصہ ہے۔ جن کو ہم نے اپنی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ جسے تفصیل دیکھنا منظور ہو وہ ہماری کتابوں میں تلاش کرے۔

القصہ ضرور تھا۔ کہ آخر زمانہ میں اسی امت سے ایک ایسا شخص نکلے کہ جس کا آنا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے آنے کے ساتھ مشابہ ہو۔ اور حدیث کسر صلیب جو صحیح بخاری میں موجود ہے بلند آواز سے کہہ رہی ہے کہ ایسے شخص کا آنا نصاریٰ کے غلبہ کے وقت ہوگا۔ اور ہر دانشمند جانتا ہے کہ ہمارے زمانہ میں نصاریٰ کا غلبہ رُوئے زمین پر ایسا ہے کہ اس کی نظیر پہلے زمانوں میں نہیں پائی جاتی۔ اور فریب علمائے نصاریٰ اور ان کی کارستانی ہر ایک طرح کے مکروفریب میں یہاں تک پہونچی ہوئی ہے کہ یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ دجّال معہود یہی خراب کرنے والے اور تحریف کرنے والے کتب مقدسہ کے ہیں۔ جنہوں نے قریب دو ہزار کے انجیل اور توریت کے ترجمے ہر زبان میں بعد تحریف شائع کئے اور آسمانی کتابوں میں بہت خیانتیں کیں۔ اور چاہتے ہیں کہ ایک انسان کو خدا بنایا جائے۔ اور اس کی پرستش کی جائے۔ اب انصاف

اور غور سے دیکھنا چاہیئے کہ کیا اُن سے بڑا دجّال کوئی گزرا ہے۔ کہ تا آئندہ بھی اس کی امید رکھی جاوے۔ ابتدائے بنی آدم سے اِس وقت تک مکر و فریب ہر قسم کا انہوں نے شائع کیا ہے جس کی نظیر نہیں۔ پس اس کے بعد وہ کونسا نشان ہماری آنکھوں کے سامنے ہے جس سے یقین یا شک تک پیدا ہو سکے کہ کوئی دوسرا دجّال ان سے بڑا کسی غار میں چھپا ہُوا ہے۔

ساتھ اس کے چاند اور سُورج کو گرہن لگنا جو اس ہمارے مُلک میں ہُوا ہے۔ یہ نشان ظہور اُس مہدی کا ہے جو کتاب دار قطنی میں امام باقر کی حدیث سے موسوم ہے۔

نصاریٰ کا فتنہ حد سے بڑھ گیا ہے اور ان کی گندی گالیاں اور سخت توہین ہمارے رسُول کی نسبت علماء نصاریٰ کی زبان و قلم سے اس قدر نکلیں جس سے آسمان میں شور پڑ گیا۔ حتیٰ کہ ایک مسکین اتمامِ حجّت کے واسطے مامور کیا گیا۔ یہ خدا کی عادت ہے کہ جس قسم کا فساد زمین پر غالب ہوتا ہے اُسی کے مناسب حال مجدّد زمین پر پیدا ہوتا ہے۔ پس جس کی آنکھ ہے وہ دیکھے کہ اس زمانہ میں آتشِ فساد کس قسم کی بھڑکی ہے اور کونسی قوم ہے جس نے تبر ہاتھ میں لے کر اسلام پر حملہ کیا ہے۔ جن کو اسلام کے واسطے غیرت ہے وُہ فکر کریں۔ کہ آیا یہ بات صحیح ہے یا غلط۔ اور آیا یہ ضروری نہ تھا کہ تیرھویں صدی کے اختتام پر جس میں کہ فتنوں کی بنیاد رکھی گئی۔ چودھویں صدی کے سر پر رحمتِ الٰہی تجدید دین کے لئے متوجہ ہوتی؟ اور اس بات پر تعجب نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ کیوں اس عاجز کو عیسےٰ علیہ السلام کے نام پر بھیجا گیا ہے۔ کیونکہ فتنہ کی صُورت ایسی ہی رُوحانیّت کو چاہتی تھی۔ جبکہ مجھے قوم مسیح کے لئے حکم دیا گیا ہے تو مصلحتاً میرا نام ابنِ مریم رکھا گیا۔ آسمان سے نشان ظاہر ہوتے ہیں۔ اور زمین پکارتی ہے کہ وہ وقت آگیا۔ میری تصدیق کے لئے یہ دو گواہ موجود ہیں (خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ یہ عبارت حضرت مسیح موعودؑ کے دو فارسی شعروں کا ترجمہ ہے) اسی واسطے خداوند کریم نے مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ تو خوش ہو کہ تیرا وقت نزدیک آگیا۔ اور قدم محمدیان بلند مینار پر پہونچ گیا ہے یہ کام خداوند حکیم و علیم کا ہے اور انسان کی نظر میں عجیب۔ (یہ حضرت مسیح موعودؑ کے ایک الہام کا ترجمہ ہے۔ مؤلف) جو کوئی مجھے پُورے ظہور سے پہلے شناخت کرے۔ اس کو خدا کی طرف سے اجر ہے۔ اور جو کوئی آسمانی تائیدوں کے بعد میری طرف رغبت کرے وہ ناچیز ہے اور اس کی رغبت بھی ناچیز ہے اور مجھ کو حکومت و سلطنت اس جہان سے کچھ سروکار نہیں۔ مَیں غریب ہی آیا اور غریب ہی جاؤنگا

اور خدا کی طرف سے مامور ہوں کہ لطف اور نرمی سے اسلام کی سچائی کے دلائل اس پُرآشوب زمانہ میں ہر ملک کے آدمیوں کے سامنے بیان کروں۔ اسی طرح مجھے دولتِ برطانیہ اور اس کی حکومت کے ساتھ جس کے سایہ میں مَیں امن سے زندگی بسر کر رہا ہوں کوئی تعرّض نہیں۔ بلکہ خدا کا شکر کرتا ہوں اور اس کی نعمت کا شکر بجالاتا ہوں۔ کہ ایسی پُرامن حکومت میں مجھکو دین کی خدمت پر مامور کیا۔ اور مَیں کیونکر اس نعمت کا شکر ادا نہ کروں۔ کہ باوجود اس غُربت و بیکسی اور قوم کے نالائقوں کی شورش کے مَیں اطمینان کے ساتھ اپنے کام کو سلطنتِ انگلشیہ کے زیر سایہ کر رہا ہوں۔ اور مَیں ایسا آرام پاتا ہوں کہ اگر اس سلطنت کا مَیں شکر ادا نہ کروں تو مَیں خدا کا شکر گزار نہیں ہو سکتا۔ اگر ہم اس بات کو پوشیدہ رکھیں تو ظالم ٹھہرتے ہیں۔ کہ جس طرح سے پادریانِ نصاریٰ کو اپنے مذہب کی اشاعت میں آزادی ہے ایسی ہی آزادی ہم کو اسلام کی اشاعت میں حاصل ہے۔ بلکہ اس آزادی کے فوائد ہمارے لئے زیادہ ہیں۔ جس طرح کہ ہم اہلِ اسلام کو اس آزادی کے فوائد حاصل ہیں دوسروں کو وہ نصیب نہیں کیونکہ وہ باطل پر اور ہم حق پر ہیں۔ اور جھوٹے آزادی سے کچھ فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔ بلکہ اس آزادی سے ان کی پردہ دری زیادہ ہوتی ہے اور اس روشنی کے زمانہ میں ان کا مکر زیادہ ظاہر ہوتا ہے۔ پس یہ ہم پر خدا کا فضل ہے۔ کہ ہمارے واسطے ایسی تقریب پیدا ہوئی۔ اور یہ نعمت خاص ہم کو عطا ہوئی۔ البتہ علماءِ نصاریٰ کو اپنی قوم کی امداد سے لاکھوں روپیہ اپنی انجیلوں اور جھوٹوں کے پھیلانے میں ملتے ہیں اور ہم کو کچھ نہیں ملتا۔ اور ان کے مددگار ملک یورپ میں مور و ملخ کی طرح ہیں۔ اور ہمارا سوائے خدا کے دوسرا کوئی مددگار نہیں۔ پس اگر ہمارے کاروبار میں ناداری کے سبب کوئی حرج واقع ہو۔ تو یہ دولتِ برطانیہ کا قصور نہیں۔ بلکہ یہ ہماری اپنی قوم کا قصور ہے کہ دین کے کام میں غفلت کرتے ہیں۔ اور بہت آدمی وقتِ امداد کو منافقانہ بہانوں اور جھوٹے ظنوں سے اپنے سر سے دُور کرتے ہیں۔ ہاں اپنے ننگ و ناموس کے کاموں میں گھوڑوں کی طرح دوڑتے ہیں۔ اور نہیں سمجھتے کہ اس زمانہ میں اسلام صدہا دشمنوں میں اکیلا ہے۔ اور ہر ایک مذہب میدان میں اُترا ہوا ہے۔ دیکھیں کس کو فتح ہوتی ہے۔ پس یہی وقت ہے کہ ہم اسلام کی خدمت کریں اور فلسفہ کے اعتراضوں کو جلد سے جلد دور کریں اور قرآن کریم کی سچائی تمام خویش و بیگانہ پر ظاہر کریں۔ اور خدا کے کلام کی عزّت دلوں میں بٹھادیں اور کوشش کریں کہ اس مذہبی لڑائی میں ہم کو فتح حاصل ہو۔ اور جان توڑ کر کوشش کریں کہ نصرانیت

کے وسوسوں میں جو گرفتار ہیں ان کو گمراہی کے چاہ سے باہر نکالیں۔ اور جو ہلاکت کے قریب پہونچ گئے ہیں۔ ان کو بچادیں۔ یہی ہے ہمارا کام جو ہمارے ذمہ ہے۔

یورپ اور جاپان دونوں ہمارے ہدیہ کے منتظر ہیں۔ اور امریکہ ہماری دعوت کے واسطے کشادہ دہان ہے۔ پس سخت نامردی ہے کہ ہم غافل بیٹھیں۔ غرض یہ کام ہمارے ذمہ ہے اور یہی ہماری آرزو ہے جسے ہم خدا سے طلب کرتے ہیں اور دُعا کرتے ہیں۔ کہ خدا ہمارے مددگار پیدا کرے۔ اور ہم منتظر ہیں کہ کب کسی طرف سے نسیم اور بشارت آتی ہے۔

اے شاہِ کابل! اگر آپ آج میری باتیں سُنیں اور ہماری امداد کے واسطے اپنے مال سے مستعد ہوں۔ تو ہم دُعا کریں گے کہ جو کچھ تو خدا سے مانگے وہ تجھے بخشے۔ اور بُرائیوں سے محفوظ رکھے اور تیری عمر و زندگی میں برکت بخشے۔ اور اگر کسی کو ہمارے دعویٰ کی سچائی میں تامل ہو تو اس کو اسلام کے سچا ہونے میں تو کوئی تامل نہیں ہوگا۔ چونکہ یہ کام اسلام کا کام ہے اور یہ خدمت دین کی خدمت ہے اس واسطے ہمارے وجود اور دعووں کو درمیان میں نہ سمجھنا چاہیئے۔ اور اسلام کی امداد کے واسطے خالص نیت کرنی چاہیئے۔ اور تائید بہ سبب محبت حضرت سیّد المرسلین کے کرنی چاہیئے۔

اے بادشاہ! اللہ تجھے اور تجھ میں اور تجھ پر اور تیرے لئے برکت دے۔ جان لیں کہ یہ وقت وقت امداد کا ہے۔ پس اپنے واسطے ذخیرہ عاقبت جمع کرلیں۔ کیونکہ مَیں آپ کو نیک بختوں سے دیکھتا ہُوں۔ اگر اس وقت کوئی آپ کا غیر سبقت لے گیا۔ تو بس آپ کا غیر سبقت لے گیا۔ اور سبقت کرنے والے سبقت کرنے والے ہیں اللہ کے نزدیک۔ اور اللہ کسی کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

اور اللہ کی قسم مَیں اللہ کی طرف سے مامور ہوں۔ وہ میرے باطن اور ظاہر کو جانتا ہے اور اُسی نے مجھے اس صدی کے سر پر دین کے تازہ کرنے کے لئے اٹھایا ہے۔ اس نے دیکھا کہ زمین ساری بگڑ گئی ہے اور گمراہی کے طریقے بہت پھیل گئے ہیں۔ اور دیانت بہت تھوڑی ہے اور خیانت بہت اور اس نے اپنے بندوں میں سے ایک بندہ کو دین کے تازہ کرنے کے لئے چُن لیا۔ اور اسی نے اسی بندہ کو اپنی عظمت اور کبریائی اور اپنے کلام کا خادم بنایا۔ اور خدا کے واسطے خلق اور امر ہے۔ جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے۔ اپنے بندوں سے جس پر چاہتا ہے رُوح نازل کرتا ہے۔ پس خدا کے کام سے تعجب مت کرو۔ اور اپنے رخساروں کو بدظنی کرتے ہُوئے اُونچا نہ اُٹھاؤ۔ اور حق کو قبول کرو اور

سابقین میں سے بنو۔ اور یہ خدا کا ہم پر اور ہمارے بھائی مسلمانوں پر فضل ہے۔ پس ان لوگوں پر حسرت ہے۔ جو وقتوں کو نہیں پہچانتے اور اللہ کے دنوں کو نہیں دیکھتے اور غفلت اور سُستی کرتے ہیں۔ اور ان کا کوئی شغل نہیں سوائے اس کے کہ مسلمانوں کو کافر بنائیں اور سچے کو جھٹلائیں۔ اور اللہ کے لئے فکر کرتے ہوئے نہیں ٹھہرتے اور متقیوں کے طریق اختیار نہیں کرتے۔ پس یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہم کو کافر بنایا۔ اور ہم پر لعنت کی اور ہماری طرف نسبت کیا جھوٹا دعویٰ نبوت کا۔ اور انکار معجزہ اور فرشتوں کا۔ اور جو کچھ ہم نے کہا اس کو نہیں سمجھا۔ اور نہ اس میں تدبر یعنی فکر کرتے ہیں۔ اور انہوں نے جلدی سے اپنے مُنہ کھولے اور ہم ان اُمور سے بُری ہیں جو انہوں نے ہم پر افترا کئے۔ اور ہم خدا کے فضل سے مومن ہیں۔ اور اللہ پر اور اس کی کتاب قرآن پر اور رسول خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ہم ان سب باتوں پر ایمان رکھتے ہیں جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم لائے اور ہم تمام انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں اور ہم تہِ دل سے گواہی دیتے ہیں کہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

یہ ہیں ہمارے اعتقاد اور ہم ان ہی عقائد پر اللہ تعالےٰ کے پاس جائیں گے اور ہم سچے ہیں تحقیق خدا تمام عالم پر فضل کرنے والا ہے۔ اس نے اپنے ایک بندہ کو اپنے وقت پر بطور مجدد پیدا کیا ہے کیا تم خدا کے کام سے تعجب کرتے ہو اور وہ بڑا رحم کرنے والا ہے۔ اور نصاریٰ نے حیات مسیح کے سبب فتنہ برپا کیا۔ اور کفر صریح میں گر گئے۔ پس خدا نے ارادہ کیا کہ ان کی بنیاد کو گرا دے اور ان کے دلائل کو جھوٹا کرے۔ اور ان پر ظاہر کردے کہ وہ جھوٹے ہیں۔ پس جو کوئی قرآن پر ایمان رکھتا ہے اور خدا کے فضل کی طرف رغبت کرتا ہے پس اُسے لازم ہے کہ میری تصدیق کرے اور بیعت کرنے والوں میں داخل ہو۔ اور جس نے اپنے نفس کو میرے نفس سے ملایا۔ اور اپنا ہاتھ میرے ہاتھ کے نیچے رکھا۔ اس کو خدا دُنیا میں اور آخرت میں بلند کرے گا۔ اور اس کو دونوں جہان میں نجات پانے والا بنائے گا۔ پس قریب ہے کہ میری اس بات کا ذکر پھیلے اور میں اپنے کام کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ اور میرا شکوہ اپنے فکر و غم کا کسی سے نہیں سوائے اللہ کے۔ وہ میرا رب ہے میں نے اسی پر توکل کیا ہے۔ وہ مجھے بلند کرے گا اور مجھے ضائع نہیں ہونے دیگا۔ اور مجھے عزت دیگا اور مجھے ذلت نہیں دیگا۔ اور جن لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے ان کو جلد معلوم ہو جائے گا کہ دہ خطا پر تھے۔ اور ہماری آخری دُعا یہ ہے کہ ہر قسم کی تعریف خدا کے واسطے ہے اور وہ تمام عالموں کا پالنے

والا ہے۔

الملتمس عبداللہ الصمد غلام احمد ماہ شوال ۱۳۱۳ھ

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مَیں نے اس ترجمہ میں کہیں کہیں خفیف لفظی تبدیلی کی ہے نیز خاکسار عرض کرتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہ مَیں نے جب یہ خط بغرض اطلاع حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے سامنے پیش کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ کچھ عرصہ ہُوا خواجہ حسن نظامی صاحب نے شائع کیا تھا کہ ایک دفعہ مرزا صاحب نے امیر کابل کو ایک دعوتی خط لکھا تھا۔ جس پہ اس نے جواب دیا۔ کہ لکھدو۔ کہ ''اینجا بیا'' یعنی اس جگہ افغانستان میں آجاؤ۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ جواب حضرت مسیح موعودؑ کو تو نہیں پہونچا۔ لیکن اگر یہ بات درست ہے تو اس سے امیر کابل کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم انگریزی حکومت میں آرام کے ساتھ بیٹھے ہُوئے یہ دعوے کر رہے ہو اور انگریزی حکومت کو سراہ رہے ہو اگر میرے ملک میں آؤ تو پتہ لگ جائے۔ بیچارے کو کیا معلوم تھا کہ خود اس کی حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے خدائی دربار میں گھنٹی بج رہی ہے۔ چنانچہ اس پر زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ بچہ سقاو کے ہاتھ سے امیر عبدالرحمٰن کا خاندان معزول ہو کر ملک سے بھاگ گیا اور اس کی جگہ اللہ تعالےٰ دوسرے خاندان کو لے آیا۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس خط کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط عربی میں لکھا گیا تھا یا شاید فارسی میں ہو اور کچھ فقرات عربی کے ہوں۔ نیز معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت صاحب نے یہ خط امیر کابل کو بھجوایا۔ تو راستہ میں پولیس نے لیکر اس کی نقل رکھ لی اور ترجمہ بھی کر لیا۔ اور اصل آگے جانے دیا۔ نقل غالباً گورنمنٹ کے بالا دفاتر میں چلی گئی ہوگی۔ اور ترجمہ پولیس کے ماتحت دفتر میں پڑا رہا۔ واللہ اعلم۔

۶۱۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ دسمبر ۱۹۰۷ء میں آریہ سماج لاہور کا ایک جلسہ تھا۔ جس میں جمیع مذاہب سے خواہش کی گئی تھی کہ وہ اس مضمون پر تقریر کریں۔ کہ کیا کوئی دُنیا میں الہامی کتاب ہے؟ اگر ہے تو کونسی ہے؟ حضرت مسیح موعودؑ بھی اس جلسہ کے واسطے مضمون لکھوا رہے تھے اور غلام محمد صاحب احمدی کاتب کو امرت سر سے بلوایا تھا۔ وہ گھر پر مضمون لکھ رہا تھا۔ آپ نماز جمعہ کے واسطے اس مکان میں تشریف لائے۔ جس میں آجکل حضرت میاں بشیر احمد صاحب ایم۔ اے (یعنی خاکسار مؤلف) سکونت رکھتے ہیں۔ سید محمد احسن صاحب

امام الصلوٰۃ تھے۔ حضرت صاحب نے خصوصیت سے کہلا بھیجا تھا۔ کہ خطبہ مختصر ہو۔ کیونکہ ہم مضمون لکھوا رہے ہیں اور کاتب لکھ رہا ہے۔ وقت تھوڑا باقی ہے۔ وہ مضمون غالباً یکم یا ۲؍ دسمبر ۱۹۰۷ء کو سنایا جانا تھا۔ اور غالباً اس دن ۲۸ یا ۲۹؍ نومبر ۱۹۰۷ء کی تاریخ تھی۔ مگر سید صاحب نے باوجود حضرت اقدس کے صریح ارشاد کے خطبہ اس قدر لمبا پڑھا۔ کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اوّلؓ کافی عرصہ بعد مسجد اقصےٰ تشریف لے گئے۔ اور وہاں نماز جمعہ پڑھانے کے بعد واپس بھی تشریف لے آئے۔ مگر سید صاحب کا خطبہ ابھی جاری تھا۔ خطبہ میں دو امور کا ذکر تھا۔ ایک حضرت مسیح ناصری کے حواریوں کے مائدہ مانگنے کا ذکر تھا اور یہ کہ ہمارے امام کے ساتھ بھی مائدہ یعنی لنگر خانہ ہے۔ اور نیز اس سے رُوحانی غذا بھی مراد ہے۔ دوم قدرتِ ثانیہ کے بارہ میں تذکرہ تھا۔

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نہایت تحمل سے وہ خطبہ سُنتے رہے۔ باوجود اس کے کہ آپ کو نہایت ضروری کام درپیش تھا۔ مگر حضرت کی پیشانی پر کوئی بَل نظر نہ آیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری ایام میں نماز جمعہ دو جگہ ہوتی تھی ایک مسجد مبارک میں جس میں حضرت صاحب خود شریک ہوتے تھے اور امام الصلوٰۃ مولوی سید محمد احسن صاحب یا مولوی سید سرور شاہ صاحب ہوتے تھے اور دوسرے مسجد اقصیٰ میں جس میں حضرت خلیفہ اولؓ امام ہوتے تھے۔ دو جمعوں کی وجہ یہ تھی کہ حضرت مسیح موعود بوجہ طبیعت کی خرابی کے عموماً مسجد اقصےٰ میں تشریف نہیں لے جا سکتے تھے اور مسجد مبارک چونکہ بہت تنگ تھی اس لئے اس میں سارے نمازی سما نہیں سکتے تھے۔ لہٰذا دو جگہ جمعہ ہوتا تھا۔ واقعہ مندرجہ روایت مذکورہ بالا ان دنوں کا ہے جبکہ مسجد مبارک میں توسیع کے لئے عمارت لگی ہوئی تھی۔ ان ایام میں مسجد مبارک والا جمعہ میرے موجودہ مکان کے جنوبی دالان میں ہُوا کرتا تھا۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ قاضی صاحب نے جو بیان کیا ہے کہ حضرت صاحب مضمون لکھوا رہے تھے اس سے یہ مراد نہیں کہ کسی شخص کو پاس بٹھا کر املا کروا رہے تھے بلکہ غرض یہ ہے کہ حضور لکھ لکھ کر کاتب کو دے رہے تھے۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی قابلِ تشریح ہے کہ قاضی صاحب نے جو یہ بیان کیا ہے کہ مولوی محمد احسن صاحب نے حضرت صاحب کے ارشاد کے باوجود خطبہ لمبا کر دیا۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ مولوی صاحب نے دانستہ ایسا کیا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ چونکہ مولوی صاحب کو بات کے لمبا کرنے کی عادت تھی۔ اس لئے باوجود حضرت صاحب کے

ارشاد کے وہ اس زد سے بچ نہیں سکے۔

۶۱۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ جب حضرت مسیح موعودؑ سیالکوٹ تشریف لے جا رہے تھے۔ تو راستہ میں خاکسار کو ملنے کا موقعہ نہ ملا۔ کیونکہ خاکسار گورداسپور سے جا رہا تھا اور حضور قادیان سے روانہ ہو کر بٹالہ سے گاڑی پر سوار ہوئے تھے۔ مَیں نے لاہور پہونچکر مولوی محمد علی صاحب سے ذکر کیا۔ کہ مجھے بٹالہ سے لاہور تک حضرت کو بوجہ ہجوم خلقت کے ملنے کا موقعہ نصیب نہیں ہؤا۔ لیکن سیالکوٹ سے دُو سٹیشن ورے مجھے ہجوم کم نظر آیا۔ چنانچہ مَیں اپنے کمرے سے بھاگتا ہؤا حضرت کے کمرہ کے پاس پہونچ گیا۔ حضرت مجھے دیکھکر بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔ میاں عبدالعزیز آپ بھی پہونچ گئے۔ سیالکوٹ پہونچکر حضور نے میر حامد شاہ صاحب مرحوم کے مکان پر قیام فرمایا۔ اور منتظمین کو بلا کر فرمایا۔ کہ منشی اروڑا خانصاحب اور میاں عبدالعزیز کو رہائش کے لئے ایک الگ جگہ دو۔ اور ان کا اچھی طرح سے خیال رکھنا کہ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ادنیٰ سے ادنیٰ خدام کا بھی کتنا خیال رکھتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ اس سفر کا ذکر معلوم ہوتا ہے جو حضرت صاحب نے ۱۹۰۴ء میں کیا تھا۔

۶۲۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میاں خیر دین صاحب سیکھوانی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا۔ کہ مسماۃ تابی حضرت مسیح موعودؑ کی ایک خادمہ تھی۔ اس کی ایک نواسی کا نکاح ایک شخص مسمی فقیر محمد سکنہ قادیان سے تجویز ہؤا۔ حضرت صاحب نے فقیر محمد کو ایک اشٹام کا کاغذ لانے کی ہدایت فرمائی۔ جب وہ کاغذ لے آیا۔ تو حضرت صاحب نے گول کمرہ میں میری موجودگی میں فقیر محمد کی طرف سے تحریر ہونے کے لئے ایک مضمون بنایا۔ کہ مَیں اس عورت سے نکاح کرتا ہوں اور ۵۰۰/- روپیہ مہر ہوگا۔ اور اس کے اخراجات کا مَیں ذمہ وار ہوں گا۔ اور اس کی رضامندی کے بغیر یا یہ فقرہ تھا۔ کہ اس کی حیات تک دوسرا نکاح نہ کرونگا۔ یہ کاغذ آپ نے مجھے اشٹام پر نقل کرنے کے لئے دیا۔ چنانچہ مَیں نے وہیں نقل کر دیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ نکاح میں زائد شرائط مقرر کرنا جائز ہے۔ اور حضرت صاحب نے لکھا ہے (چشمۂ معرفت صفحہ ۲۲۷ و ۲۲۸) کہ نکاحِ ثانی کے متعلق عورت کی طرف سے یہ شرط بھی ہو سکتی ہے۔ کہ میرا خاوند میرے ہوتے ہوئے نکاحِ ثانی نہیں کرے گا۔ کیونکہ تعدد ازدواج اسلام میں جائز ہے نہ یہ کہ اس کا حکم ہے۔

۶۲۱ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سوائے حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی اور امۃ الحفیظ بیگم کی شادی کے باقی اپنے سب بچوں کی مجلس نکاح میں بذات خود شریک تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کا نکاح رڑکی میں ہوا تھا۔ جہاں حضرت خلیفہ اوّلؓ مع ایک جماعت کے بطور برات بھیجے گئے تھے۔ اور وہیں نکاح ہوا تھا۔ رخصتانہ بعد میں ہوا جب ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب آگرہ میں تھے۔ میاں بشیر احمد صاحب (یعنی خاکسار مؤلف) کا نکاح حضرت صاحب کے گھر کے اندر صحن میں ہوا تھا جہاں اب حضرت ام المؤمنین رہتی ہیں۔ اس موقعہ پر حضرت صاحب نے امرتسر سے اعلیٰ قسم کے چھوہارے کافی مقدار میں تقسیم کرنے کے لئے منگوائے تھے۔ جو مجلس میں کثرت سے تقسیم کئے گئے۔ بلکہ بعض مہمانوں نے تو اس کثرت سے چھوہارے کھا لئے کہ دوسرے دن حضرت صاحب کے پاس یہ رپورٹ پہونچی کہ کئی آدمیوں کو اس کثرت کی وجہ سے پیچش لگ گئی ہے۔ میاں شریف احمد صاحب کا نکاح بھی حضرت صاحب کے گھر میں ہی ہوا تھا۔ مبارکہ بیگم صاحبہ کا نکاح مسجد اقصیٰ میں ہوا تھا۔ مبارک احمد مرحوم کا نکاح بھی حضرت صاحب نے اپنے سامنے گھر کے اندر کیا تھا۔ مگر وہ اسی سال فوت ہو گیا۔ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کا نکاح حضور کے وصال کے بعد ہوا۔

چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام رُوحانی حکیم تھے اور حضرت خلیفہ اوّلؓ جسمانی حکیم تھے۔ ان ہر دو نے اپنے بچوں کی شادیاں چھوٹی عمر میں کر دی تھیں۔ میرے خیال میں جو دُنیا کا آجکل حال ہے اس کے لحاظ سے ابتدائی عمر کی شادی باوجود اپنے بعض نقائص کے تقویٰ اور طہارت کے لحاظ سے بہتر ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مبارک احمد مرحوم کا نکاح اس کی بیماری کے ایام میں ہوا تھا۔ مگر وُہ بقضائے الٰہی چند دن بعد فوت ہو گیا۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ ابتدائی عمر کی شادی واقعی کئی لحاظ سے بہتر ہے۔ ایک تو اس ذریعہ سے شروع میں ہی بدخیالات اور بدعادات سے حفاظت ہو جاتی ہے۔ دوسرے جو جوڑ میاں بیوی کا چھوٹی عمر میں ملتا ہے وہ عموماً زیادہ گہرا اور مضبوط ہوتا ہے۔ تیسرے چھوٹی عمر کی شادی میں یہ فائدہ ہے کہ اولاد کا سلسلہ جلد شروع ہو جاتا ہے۔ جس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جب والد کے گذرنے کا وقت آتا ہے تو بڑی اولاد چھوٹی اولاد کے سہارا کا باعث بن سکتی ہے

اسی طرح اور بھی بعض فوائد ہیں۔ پس مغربی تقلید میں بہت بڑی عمر میں شادی کرنا کسی طرح پسندیدہ نہیں۔ اس طرح عمر کا ایک مفید حصہ ضائع چلا جاتا ہے۔ بے شک کم عمری کی شادی میں بعض جہت سے نقصان کا پہلو ہے۔ مگر نفعھما اکبر من اثمھما کے اصول کے ماتحت فی الجملہ یہی بہتر ہے۔ واللہ اعلم

۶۲۲ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک مرتبہ حضرت مولوی نورالدین صاحب نے اپنی ایک مجلس میں بیان کیا۔ کہ میں نے ایک رات مٹھائی کھانے میں کثرت کی۔ جس سے رات بھر تکلیف رہی اور پیٹ میں بہت ریاح اور قراقر رہا۔ اس پر مجھے الہام ہوا۔ کہ البطن الانبیاء صامت یعنی انبیاء کا پیٹ خاموش ہوتا ہے۔ اس عاجز نے یہ بات سُنکر ذہن میں رکھی۔ اور اس کے بعد ہمیشہ گھر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق اس کا خیال رکھا۔ اور اس بات کو سچ پایا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ انبیاء کی جسمانی طہارت اور نظافت ایک حد تک اسوجہ سے بھی ہوتی ہے کہ وہ اپنی عادات میں بہت معتدل ہوتے ہیں اور کوئی ایسی چیز استعمال نہیں کرتے جو بدبو پیدا کرے یا پیٹ میں ریاح پیدا کرے یا کسی اور طرح گندگی کا باعث ہو۔ اس احتیاط کی وجہ علاوہ ذاتی طہارت اور نظافت کی خواہش کے ایک یہ بھی ہے کہ انبیاء کو ذات باری تعالےٰ اور ملائکۃ اللہ کے ساتھ واسطہ پڑتا ہے اور اللہ اور اس کے فرشتے بوجہ اپنی ذاتی پاکیزگی کے انسان میں بھی پاکیزگی کو بہت پسند کرتے ہیں۔

۶۲۳ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب نے بواسطہ مولوی عبدالرحمن صاحب مبشر مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ ۱۹۰۰ء میں یا اس کے قریب عید الاضحیٰ سے ایک دن پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولوی نورالدین صاحب کو لکھا۔ کہ جتنے دوست یہاں موجود ہیں ان کے نام لکھکر بھیجدو۔ تا میں ان کے لئے دُعا کروں۔ حضرت مولوی صاحب نے سب کو ایک جگہ جہاں آجکل مدرسہ احمدیہ ہے اور اس وقت ہائی سکول تھا جمع کیا اور ایک کاغذ پر سب کے نام لکھوائے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بھجدیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سارا دن اپنے کمرہ میں دروازے بند کر کے دُعا فرماتے رہے۔ صبح عید کا دن تھا۔ آپ نے فرمایا مجھے الہام ہوا ہے۔ کہ اس موقعہ پر عربی میں کچھ کلمات کہو۔ اس لئے حضرت مولوی نورالدین صاحب اور حضرت مولوی

عبدالکریم صاحب اس وقت قلم دوات لیکر موجود ہوں اور جو کچھ میں عربی میں کہوں لکھتے جائیں۔ آپ نے نمازِ عید کے بعد خطبہ خود پہلے اردو میں پڑھا۔ مسجد اقصےٰ کے پُرانے صحن میں دروازے سے کچھ فاصلہ پر ایک کُرسی پر تشریف رکھتے تھے۔ حضور کے اُردو خطبہ کے بعد حضرت مولوی صاحبان حسب ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کے بائیں طرف کچھ فاصلہ پر کاغذ اور قلم دوات لے کر بیٹھ گئے۔ اور حضور نے عربی میں خطبہ پڑھنا شروع فرمایا۔ اس عربی خطبہ کے وقت آپ کی حالت اور آواز میں ایک تغیر نظر آتا تھا۔ ہر ایک عربی فقرہ جو آپ بولتے تھے۔ اُس میں آخر میں آپ کی آواز بہت دھیمی اور باریک ہو جاتی تھی۔ تقریر کے وقت آپ کی آنکھیں بند ہوتی تھیں۔ تقریر کے دوران میں ایک دفعہ حضور نے حضرت مولوی صاحبان کو فرمایا۔ کہ اگر کوئی لفظ سمجھ نہ آئے تو اسی وقت پوچھ لیں ممکن ہے کہ بعد میں مَیں خود بھی نہ بتا سکوں اس وقت ایک عجیب عالم تھا۔ جس کو مَیں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ یہ خطبہ حضور کی کتاب خطبہ الہامیہ کے ابتداء میں چھپا ہوا ہے۔ آپ نے نہایت اہتمام سے اس کو کاتب سے لکھوایا۔ اور فارسی اور اُردو میں ترجمہ بھی خود کیا۔ اس خطبہ پر اعراب بھی لگوائے۔ اور آپ نے فرمایا۔ کہ جیسا جیسا کلام اُترتا گیا۔ مَیں بولتا گیا۔ جب یہ سلسلہ بند ہو گیا۔ تو مَیں نے بھی تقریر کو ختم کر دیا۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ تقریر کے دَوران میں بعض اوقات الفاظ لکھے ہوئے نظر آجاتے تھے۔ آپ نے تحریک فرمائی کہ بعض لوگ اس خطبہ کو حفظ کر کے سُنائیں۔ چنانچہ مفتی محمد صادق صاحب اور مولوی محمد علی صاحب نے اس خطبہ کو یاد کیا۔ اور مسجد مبارک کی چھت پر مغرب و عشاء کے درمیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں اس کو پڑھکر سُنایا۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ مولوی شیر علی صاحب کی یہ روایت مختصر طور پر حصہ اول طبع دوم کی روایت نمبر ۱۰۶ میں بھی درج ہو چکی ہے۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ مولوی عبدالرحمن صاحب مبشر نے بعض اصحاب سے چند عدد روایات لکھکر ایک کاپی میں محفوظ کی ہوئی ہیں۔ یہ روایت اسی کاپی میں سے لی گئی ہے۔ آگے چل کر بھی اس کاپی کی روایات آئیں گی۔ اس لئے مَیں نے ایسی روایات میں مولوی عبدالرحمن صاحب کے واسطے کو ظاہر کر دیا ہے۔ مولوی عبدالرحمن صاحب خود صحابی نہیں ہیں۔ مگر انہوں نے شوق ظاہر کیا ہے کہ ان کا نام بھی اس مجموعہ میں آجائے۔ اس کاپی میں جملہ روایات اصحاب روایت کنندگان کے اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی ہیں۔ جن میں سے اکثر کے خط کو مَیں پہچانتا ہوں۔ البتہ جو اصحاب بوجہ نابینائی یا

ناخواندگی معذور تھے ان کی روایات مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر نے اپنے ہاتھ سے خود لکھی ہیں۔

۶۲۴ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ الہام ہوا کہ "دہلی میں واصل جہنم واصل خان فوت ہوگیا"، تو مجھے یاد ہے۔ کہ آپ نے اس کے متعلق سب سے پہلے حضرت خلیفہ اوّلؓ کو بلا کر ان سے علیحدگی میں بات کی تھی۔ اور یہ الہام سُنا کر واصل خاں کی بابت دریافت فرمایا تھا۔ اس وقت حضرت صاحب اور حضرت مولوی صاحب کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ البتہ خاکسار پاس کھڑا تھا۔ اور شاید مجھے ہی بھیجکر حضرت صاحب نے مولوی صاحب کو بُلایا تھا۔ اور آپ مولوی صاحب کو مسجد مبارک کے پاس والے حصہ میں اپنے مکان کے اندر ملے تھے۔ اور زمین پر ایک چٹائی پڑی تھی اس پر بیٹھ گئے تھے۔ نیز اس الہام کے الفاظ جو مجھے زبانی یاد تھے۔ یہ تھے کہ "دہلی میں واصل خاں واصل جہنم ہوا"۔ مگر جو الفاظ اخبارات میں شائع ہوئے ہیں وہ اس طرح پر ہیں جس طرح شروع روایت میں درج کئے گئے ہیں۔ اور غالباً وہی صحیح ہونگے۔ کیونکہ زبانی یاد میں غلطی ہوجاتی ہے واللہ اعلم۔

۶۲۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا۔ کہ میں ۱۱ ستمبر ۱۹۳۵ء کو سیالکوٹ میں تھا۔ وہاں مجھے مائی حیات بی بی صاحبہ بنت فضلدین صاحب جو کہ حافظ محمد شفیع صاحب قاری کی والدہ ماجدہ ہیں سے ملنے کا موقعہ ملا۔ اس وقت میرے ہمراہ مولوی نذیر احمد صاحب فاضل سیکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ سیالکوٹ اور چوہدری عصمت اللہ خان بی۔ اے۔ پلیڈر لائلپور سیکرٹری جماعت احمدیہ لائلپور بھی تھے۔ مائی صاحبہ اپنے مکان کی دہلیز پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ ہم نے ان کو نہ پہچانا۔ مگر انہوں نے ہم کو پہچان کر السلام علیکم کہا۔ اور فرمایا کہ ادھر تشریف لے آئیں۔ مائی صاحبہ کی عمر اس وقت ۱۰۵ سال ہے۔ مائی صاحبہ نے بتایا۔ کہ غدر کے زمانہ میں جب یہاں بھاگڑ پڑی اور دفاتر اور کچہریوں کو آگ لگی۔ تو اس وقت میں جوان تھی۔ دوران گفتگو میں مائی صاحبہ نے بتایا۔ کہ مجھے مرزا صاحب (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) سے اس وقت سے واقفیت ہے کہ جب آپ پہلے پہل سیالکوٹ تشریف لائے تھے۔ اور یہاں ملازمت کے زمانہ میں رہے تھے۔ مرزا صاحب کی عمر اس وقت ایسی تھی۔ کہ چہرے پر مس پھوٹ رہی تھی۔ اور آپ کی ابھی پوری داڑھی نہ تھی۔ سیالکوٹ تشریف لانے کے بعد حضرت مرزا صاحب میرے والد صاحب کے مکان پر آئے۔ اور

انہیں آواز دی اور فرمایا۔ میاں فضل دین صاحب آپ کا جو دوسرا مکان ہے۔ وہ میری رہائش کیلئے دے دیں۔ میرے والد صاحب نے دروازہ کھولا اور آپ اندر آ گئے۔ پانی چارپائی مصلّٰی وغیرہ رکھا۔ مرزا صاحب کا سامان بھی رکھا۔ آپ کی عادت تھی۔ کہ جب کچہری سے واپس آتے تو پہلے میرے باپ کو بلاتے اور ان کو ساتھ لیکر مکان میں جاتے۔ مرزا صاحب کا زیادہ تر ہمارے والد صاحب کے ساتھ ہی اُٹھنا بیٹھنا تھا۔ ان کا کھانا بھی ہمارے ہاں ہی پکتا تھا۔ میرے والد ہی مرزا صاحب کو کھانا پہنچایا کرتے تھے۔ مرزا صاحب اندر جاتے اور دروازہ بند کر لیتے اور اندر صحن میں جا کر قرآن پڑھتے رہتے تھے۔ میرے والد صاحب بتلایا کرتے تھے کہ مرزا صاحب قرآن مجید پڑھتے پڑھتے بعض وقت سجدہ میں گر جاتے ہیں اور لمبے لمبے سجدے کرتے ہیں۔ اور یہانتک روتے ہیں کہ زمین تر ہو جاتی ہے۔ مائی صاحبہ نے حضرت مسیح موعودؑ کی باتیں بتلاتے ہوئے متعدد دفعہ کہا: "مَیں قربان جاؤں آپ کے نام پر" یہ بیان حافظ محمد شفیع صاحب قاری کی موجودگی میں مَیں نے لیا۔ اور حافظ صاحب نے اپنی والدہ صاحبہ کے سامنے بتلایا۔ کہ یہی باتیں مَیں اپنے ماموں اور نانے سے بھی سُنا کرتا تھا۔

مائی صاحبہ نے بتلایا کہ پہلے مرزا صاحب اسی محلہ میں ایک چوبارہ میں رہا کرتے تھے۔ جو ہمارے موجودہ مکان واقع محلہ جھنڈا نوالہ سے ملحق ہے۔ جب وہ چوبارہ گر گیا۔ تو پھر مرزا صاحب میرے باپ کے مکان واقع محلہ کشمیری میں چلے گئے۔ چوبارہ کے گرنے کا واقعہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کے پاس چوبارہ میں خلیل منشی فقیر اللہ وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے۔ تو مرزا صاحب نے کہا باہر آ جاؤ۔ جب وہ سب باہر دوسرے مکان کی چھت پر آئے۔ تو چوبارہ والا چھت بیٹھ گیا۔ حافظ محمد شفیع صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ خلیل کہتا تھا۔ کہ چوبارہ میں کوئی ایسی بات نہ تھی۔ کہ جس سے گرنے کا خطرہ ہوتا۔ مائی صاحبہ نے بتلایا کہ مرزا صاحب عموماً اپنے اوپر چادر لپیٹے رکھتے تھے اور سر پر بھی چادر اوڑھ لیتے تھے۔ اور اتنا ہی منہ کھلا رکھتے جس سے راستہ نظر آئے۔ میرے والد بتلاتے تھے کہ مکان کے اندر جا کر چادر اتار دیتے تھے حافظ صاحب نے بتلایا کہ ہمارے نانا فضل دین صاحب بتلایا کرتے تھے۔ کہ مرزا صاحب جب کچہری سے واپس آتے تو چونکہ آپ اہلمد تھے۔ مقدمہ والے زمیندار ان کے مکان تک ان کے پیچھے آ جاتے۔ تو مرزا صاحب فضل دین صاحب کو بلاتے اور کہتے۔ کہ فضل دین میرا پیچھا ان سے چھڑا دو۔ یہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔ فضل الدین صاحب ان زمینداروں کو سمجھاتے کہ جو تمہارا کام ہے مرزا صاحب کچہری میں ہی کر دیتے

گھر میں وہ کسی سے نہیں ملتے۔ اور نیز انہوں نے بتلایا۔ کہ جو تنخواہ مرزا صاحب لاتے محلہ کی بیوگان اور محتاجوں کو تقسیم کر دیتے۔ کپڑے بنوا دیتے یا نقد دے دیتے تھے۔ اور صرف کھانے کا خرچ رکھ لیتے مائی صاحبہ نے بتلایا۔ کہ جب مرزا صاحب دوسری دفعہ بعد از دعویٰ سیالکوٹ آئے تو حکیم حسام الدین صاحب مرحوم کے مکان پہ مجھے بلایا۔ اور میرا حال پوچھا۔ اور مَیں نے بیعت بھی کی۔ اس وقت مرزا صاحب مع کنبہ آئے تھے۔

مرزا صاحب جب تیسری دفعہ آئے۔ لوگوں نے آپ پر کوڑا ڈالا۔ حافظ صاحب نے اس موقعہ پر بتلایا۔ کہ اس محلہ کے مولوی حافظ سلطان نے جو میرے استاد تھے۔ لڑکوں کو جھولیوں میں راکھ ڈالکر انہیں چھتوں پر چڑھا دیا۔ اور انہیں سکھایا۔ کہ جب مرزا صاحب گذریں۔ تو یہ راکھ ان پر ڈالنا چنانچہ انہوں نے ایسا کیا۔ مائی صاحبہ اور حافظ صاحب دونوں نے بتلایا۔ کہ حافظ سلطان کا مکان ہمارے سامنے ہے یہ گھر بڑا آباد تھا۔ تیس چالیس آدمی تھے۔ مگر اس واقعہ کے بعد سیالکوٹ میں طاعون پڑی اور سب سے پہلے اس محلہ میں طاعون سے حافظ سلطان اور اس کے بعد یکے بعد دیگرے ان کے گھر کے لوگ جو انتیس ۲۹ کے قریب تھے طاعون سے مر گئے اور چھوٹے چھوٹے بچے رہ گئے۔ اور جن لوگوں نے انہیں غسل دیا وہ بھی مر گئے اور جو شخص عیادت کرنے کے لئے آیا وہ بھی مر گیا۔

(دستخط) سید زین العابدین ولی اللہ شاہ۔ ناظر دعوۃ و تبلیغ حال مقیم سیالکوٹ مورخہ ۱۱/۹/۳۵

محررہ سید فیاض حیدر۔ حیدر منزل سیالکوٹ شہر۔ مورخہ ۱۱/۹/۳۵

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مندرجہ بالا بیان کے نیچے مندرجہ ذیل نوٹ درج ہیں۔

نوٹ اوّل:۔ مندرجہ بالا بیانات ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ نے میری موجودگی میں مائی حیات بی بی صاحبہ اور ان کے لڑکے حافظ محمد شفیع صاحب کی روایات کی بناء پر قلمبند کرائے۔ دونوں پنجابی میں باتیں بتاتے تھے۔ جن کو ناظر صاحب ان کی موجودگی میں اردو میں ساتھ ساتھ لکھاتے جاتے تھے۔ مورخہ ۹

(دستخط) عصمت اللہ خاں وکیل لائلپور حال مقیم سیالکوٹ۔

نوٹ ثانی:۔ مَیں نے وہ مکان جا کر دیکھا ہے۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اپنے اثنائے قیام سیالکوٹ میں ملازمت کے ایام میں رہا کرتے تھے۔ یہ مکان محلہ چودھری سلطان میں واقع ہے اور اس کے ساتھ پہلو میں جانب جنوب چراغ دین صاحب کا مکان ہے جو دو منزلہ ہے۔ لیکن پہلے ایک منزلہ

تھا اور موجودہ شکل بعد کی ہے۔ چراغدین صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ جب مرزا صاحب یہاں رہا کرتے تھے۔ تو اس وقت میری عمر ۱۰۔ ۱۱ سال کی تھی۔ اور اس وقت مرزا صاحب کی داڑھی ذرا ذرا سی تھی۔ جب آپ کام کاج سے فارغ ہو کر باہر سے آتے تو کسی سے بات نہ کرتے۔ اور اندر ہر وقت لکھنے پڑھنے کا ہی کام کرتے۔ اب وہ مکان جس میں مرزا صاحب رہتے تھے۔ ماسٹر عبدالعزیز ٹیلر ماسٹر نے جو احمدی ہیں۔ خرید کیا ہوا ہے۔ پہلے اس مکان میں صرف ایک ہی دروازہ تھا۔ بعد میں جب تقسیم ہوا۔ تو درمیان میں دیوار حائل کر کے دو دروازے نکال لئے گئے ہیں۔ مرزا صاحب اس کوٹھری میں رہتے تھے جو ان کے مکان کے ساتھ ہے اور اب تک وہ کوٹھری اسی حالت میں ہے"۔

محررہ سیّد فیاض حیدر ۱۵/۹/۳۵ زین العابدین ناظر دعوۃ و تبلیغ ۱۵/۹/۳۵ ۔ چراغدین بقلم خود ۱۵/۹/۳۵

یہ بیان مندرجہ ذیل اصحاب کی موجودگی میں لیا گیا جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں۔

(دستخط) محمد الدین بقلم خود ۱۵/۹/۳۵ (دستخط) چودھری محمد شریف مولوی فاضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ ۱۵/۹/۳۵ (دستخط) بقلم خود ظہور احمد۔ احمدی۔ ۱۵/۹/۳۵

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ اس روایت سے پتہ لگتا ہے کہ حضرت صاحب کی داڑھی کسی قدر دیر کے ساتھ آئی تھی۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کی ملازمت سیالکوٹ کے ایام کے متعلق شمس العلماء مولوی میر حسن صاحب سیالکوٹی کی دو عدد روایتیں (نمبر ۱۵۰ و نمبر ۲۸۰) پہلے حصوں میں گذر چکی ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر سیّد غلام غوث صاحب نے بواسطہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر ۶۲۶
بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ ۸؍ اکتوبر ۱۹۰۴ء بعد تین بجے شام جبکہ مقدمہ کرم دین کا فیصلہ سُنایا جانا تھا اوّل کرم دین کو عدالت میں بلایا گیا۔ اور اس کو پچاس روپیہ جرمانہ ہوا۔ اور اس کے بعد ایڈیٹر سراج الاخبار کو بلایا گیا۔ اور اُسے چالیس روپیہ جرمانہ ہوا۔ اس وقت حضرت اقدس قبل اس کے کہ آپ بُلائے جائیں مجھ سے مخاطب ہو کر فرما رہے تھے۔ کہ درمیانی ابتلاء ہیں مگر عدالت عالیہ سے بریّت ہے۔ اتنے میں حضور کو بلایا گیا۔ تو مجسٹریٹ نے حضرت اقدس کو پانچسو روپیہ اور حکیم فضل دین صاحب کو دو صد روپیہ جرمانہ کیا۔ اسی وقت مبلغ ایک ہزار روپیہ کا نوٹ پیش کیا گیا۔ اور باقی تین صد روپیہ واپس لیا گیا۔ اتنے میں چار بج گئے۔ اور خواجہ کمال الدین صاحب نے مجسٹریٹ سے پوچھا کہ اب عدالت

برخاست ہو چکی ہے۔ کیا مَیں فیصلہ کے متعلق کچھ بات کر سکتا ہوں (یعنی آزادی کے ساتھ غیر عدالتی رنگ میں اظہارِ خیال کر سکتا ہوں۔ خاکسار مؤلف) مجسٹریٹ نے کہا۔ ہاں۔ تب خواجہ صاحب نے کہا۔ کہ یہ خاک فیصلہ ہے۔ کہ مَیں نے کرم دین کو کذّاب ثابت کر دیا۔ اور باوجود اس کے حضرت اقدس کو اس بات پر جرمانہ بھی کر دیا گیا۔ کہ اسکو کذّاب کیوں کہا ہے۔ حالانکہ کذّاب کو کذّاب کہنا کوئی جرم نہیں مجسٹریٹ خاموش رہا۔ تب خواجہ صاحب نے کہا۔ کہ سات صد روپیہ ہمارا امانت ہے۔ ابھی تھوڑے عرصہ میں واپس لے لیں گے۔ چنانچہ اپیل میں حضرت صاحب بری قرار دیئے گئے۔ اور وہ روپیہ واپس مل گیا مگر کرم دین کا نام ہمیشہ کے لئے کذّاب درج رجسٹر رہا۔ اور اس کا جرمانہ بھی قائم رہا۔

۶۲۷ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ کسی شخص نے جہاد کے بارہ میں عرض کیا۔ کہ مسلمان بادشاہوں نے ہمیشہ دفاعی جنگ تو نہیں کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمانے لگے۔ کہ ہم تو صرف آنحضرتؐ اور خلفائے راشدین کی طرف سے جواب دینے کے ذمہ وار ہیں اور کسی کے نہیں۔ ان کے جہاد ہمیشہ دفاعی تھے۔ باقی بعد کے مسلمان بادشاہوں کی طرف سے جواب دہی کی ذمہ واری ہم نہیں لے سکتے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ بالکل درست ہے۔ اور آنحضرت صلعم کی جملہ لڑائیاں دفاعی تھیں۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ دفاعی کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ ہر انفرادی لڑائی آپ نے اس وقت کی۔ جبکہ غنیم فوج لیکر چڑھ آیا۔ اس قسم کا دفاع احمقانہ دفاع ہوتا ہے۔ بلکہ اس کا نام دفاع رکھنا ہی غلط ہے۔ پس دفاع سے مراد یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کی غرض وغایت دشمن کے خلاف اپنے آپ کو محفوظ کرنا تھی۔ یعنی دشمن اسلام کو مٹانا چاہتا تھا اور آپ اسلام کو محفوظ کرنے کے لئے میدان میں نکلے تھے۔ اور ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ بسا اوقات جنگی تدبیر کے طور پر خود پیش دستی کر کے دشمن کو حملہ سے روکنا بھی دفاع کا حصّہ ہوتا ہے۔

۶۲۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ شکل کے لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کے دو ٹائپ ہیں۔ ایک سلطانی اور دوسرا فضلی۔ یعنی ایک وہ جو مرزا سلطان احمد صاحب سے مشابہ ہیں۔ اور دوسرے وہ جو مرزا فضل احمد صاحب سے مشابہت رکھتے ہیں۔ سلطانی ٹائپ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز۔ صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب

مبارک احمد مرحوم۔ امۃ النصیر مرحومہ اور امۃ الحفیظ بیگم شامل ہیں۔ اور فضلی جماعت میں عصمت مرحومہ شوکت مرحومہ صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحب (یعنی خاکسار مؤلف) اور مبارکہ بیگم شامل ہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ میر صاحب مکرم کی خود ساختہ اصطلاح کی رُو سے سلطانی ٹائپ سے لمبا کتابی چہرہ مراد ہے۔ اور فضلی ٹائپ سے گول چہرہ مراد ہے۔ نیز ایک الہام جو خاکسار کی پیدائش کے متعلق حضرت صاحب کو ہوا تھا کہ یدنی منک الفضل (یعنی فضل تیرے قریب کیا جائے گا) اس کے ایک معنی حضرت صاحب نے یہ بھی لکھے ہیں۔ کہ فضل احمد کی شکل سے مشابہت رکھنے والا بچہ پیدا ہوگا نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ مبارک احمد مرحوم کے متعلق مجھے شبہ ہے کہ وہ بقول میر صاحب سلطانی ٹائپ میں شامل نہیں تھا۔ بلکہ فضلی ٹائپ میں شامل تھا یا شاید بین بین ہوگا۔ واللہ اعلم۔

629 بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ غلیل سے جو پرندے مارے جاتے ہیں۔ ان کی بابت حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ تکبیر پڑھکر مارلیا کرو اور فرماتے تھے کہ غلیل اور بندوق کا حکم بھی تیر کی طرح ہے۔ یعنی اگر جانور ذبح سے پہلے ہی مرجائے۔ تو وہ حلال ہے۔ یہ ذکر اس بات پر چلا تھا۔ کہ بھائی عبدالرحیم صاحب اکثر پرندے غلیل سے مار کر لایا کرتے تھے۔ مَیں نے عرض کیا کہ کئی پرندے وہیں ذبح سے پہلے مرجاتے ہیں۔ تو بھائی جی ان کو حرام سمجھکر چھوڑ آتے ہیں۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ تکبیر پڑھکر مارلیا کریں۔ پھر اگر ذبح سے پہلے مر بھی جائیں تو جائز ہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی جانور ذبح کرنے سے پہلے مرجاوے یعنی اس کے ذبح کرنے کا موقعہ نہ ملے۔ تو تکبیر پڑھنے کی صُورت میں وہ جائز ہے یہ مراد نہیں کہ ذبح کا موقعہ ہو مگر پھر بھی ذبح نہ کیا جائے۔

630 بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میرے علم میں بذریعہ ریل حسب ذیل جگہوں کا سفر کیا ہے:۔

گورداسپور۔ پٹھانکوٹ۔ امرتسر۔ لاہور۔ سیالکوٹ۔ جموّں۔ جہلم۔ دہلی۔ لدھیانہ۔ جالندھر انبالہ چھاؤنی۔ فیروزپور چھاؤنی۔ پٹیالہ۔ ملتان اور علی گڑھ۔ اور حضرت صاحب نے ہوشیارپور کا مشہور سفر بذریعہ سڑک کیا تھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب یکہ پر ڈلہوزی بھی تشریف لے گئے تھے۔ نیز سنور بھی گئے مگر وہ پٹیالہ کے سفر کا حصّہ ہی تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حکیم عبید اللہ صاحب بسمل مرحوم نے بواسطہ مولوی عبد الرحمٰن صاحب مبشر بذریعہ ۶۳۱
تحریر بیان کیا۔ کہ خاکسار (یعنی بسمل صاحب) کا عقیدہ معتزلہ کے قریب قریب تھا۔ گو والدین حنفی مذہب اور نقشبندی مشرب تھے۔ لیکن بعض اساتذہ کی تلقین سے میرا عقیدہ رفض اور اعتزال کی طرف مائل ہوگیا تھا۔ اور "ارجح المطالب" کے چھاپنے پر مجھکو ناز تھا۔ کہ یکایک میرے مہربان دوست مفتی محمد صادق صاحب سے مجھکو حضرت مسیح موعودؑ کی تصنیف کتاب "سرّ الخلافہ" عاریتًا ہاتھ آئی۔ اس کتاب کے مطالعہ نے ایک ہی دن میں میرے عقیدے میں انقلابِ عظیم پیدا کر دیا۔ رات کے گیارہ بج چکے تھے۔ کتاب دیکھ رہا تھا۔ نیند کا غلبہ ہوگیا۔ اور سو گیا۔ خواب میں جناب امام حسینؓ کی زیارت ہوئی۔ کہ ایک بلند مقام پر استادہ ہیں اور ایک صاحب سے فرما رہے ہیں۔ کہ مرزا صاحب کو جا کر خبر کر دو کہ مَیں آگیا ہوں۔ صبح اُٹھکر مَیں نے قادیان کا تہیّہ کر لیا۔ اور لاہور سے حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ کے ساتھ قادیان آیا۔ رات بٹالہ میں گزاری۔ صبح جب دار الامان پہونچا۔ تو مولوی سید عبد اللطیف صاحب شہید سے مہمانخانہ میں ملاقات ہوئی۔ ان کا چہرہ دیکھتے ہی وہ رات کے خواب کی شبیہ آنکھوں میں آگئی۔ مگر اللہ رے غفلت ایک خیال تھا۔ کہ فورًا دل سے اُتر گیا۔ حضرت اقدس علیہ السلام ہنوز برآمد نہ ہوئے تھے۔ کہ مسجد مبارک میں جاکر حضور کی تشریف آوری کا انتظار کرنے لگا۔ اتنے میں حضرت حکیم الامت (یعنی حضرت مولوی نور الدین صاحب۔ خاکسار مؤلف) تشریف لے آئے۔ ابھی کچھ دیر نہیں گزری تھی۔ کہ دروازہ کُھلا اور آفتاب رسالت بیت الشرف سے برآمد ہُوا۔ خاکسار درود پڑھتا ہُوا آگے ہُوا۔ اور دست بوس حاصل کیا۔ دسترخوان بچھا اور حقائق و معارف کا دریا بہنے لگا۔ عصمت انبیاء کا مسئلہ حضور نے اس وضاحت سے حل فرمایا۔ کہ میرا دل وجد کرنے لگ گیا۔ یہ مجالہ اس کی تفصیل کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بعض علماء کا مذہب ہے۔ کہ انبیاء محفوظ ہوتے ہیں اور بعض کا خیال ہے کہ قبل از بعثت محفوظ ہوتے ہیں۔ اور بعد از بعثت معصوم۔ اور بعض کے نزدیک صغائر سے محفوظ اور کبائر سے معصوم ہوتے ہیں اور بعض کے نزدیک محض تبلیغ وحی میں معصوم اور دیگر کبائر و صغائر میں محفوظ ہوتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کی تقریر اس شرح و بسط کے ساتھ تھی۔ کہ جس کے اعادہ کے لئے وقت کی ضرورت ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اُسکی

پوری تفصیل خاکسار شاید ادا بھی نہ کرسکے۔ تناولِ طعام کے بعد حضرت حرم سرائے میں تشریف لے گئے۔ مسجد سے اکثر اصحاب چلے گئے۔ اور ایک گھنٹہ کے بعد حضرت پھر برآمد ہوئے۔ اور مولوی عبدالکریم صاحب کو یاد فرمایا۔ مولوی صاحب کے حاضر ہونے کے بعد ارشاد فرمایا۔ اس وقت یہ شعر الہام ہوا ہے:۔

"چو دَورِ خسروی آغاز کردند مسلماں را مسلماں باز کردند"

خاکسار نے عرض کیا۔ دَورِ خسروی ایک صدی کے بعد شروع ہوگا۔ جیسا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بعد قسطنطین اعظم کے عہد سے شروع ہوا تھا۔ حضرت نے فرمایا۔ نہیں جلد شروع ہوگا۔ پھر مَیں نے عرض کیا مسلماں را مسلماں باز کردند کے معنے شاید یہ ہیں۔ کہ غیر احمدیوں کو احمدی بنایا جائے گا۔ فرمایا اس کے معنے اَور ہیں وقت پر دیکھ لوگے۔

پھر جب ملکانہ میں مسلمانوں کے مرتد گروہ خلیفۂ ثانی کے عہد میں دوبارہ مسلمان ہوئے۔ تو یاد آگیا کہ مصرع الہامی کے معنے درحقیقت مسلمانوں کو جو ارتداد کی بلا میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ پھر مسلمان کرنے کے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ مَیں نے اس پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھ لیا۔

دوسرے روز مہمانخانہ میں خاکسار ایک نووارد مہمان سے ملا۔ اس کے پاس فارسی دُرِّثمین کا مطالعہ کرنے کو بیٹھ گیا۔ کتاب کو کھولتے ہی اس شعر پر نگاہ جا اٹکی۔

کربلائے است سیر ہر آنم صد حسین است در گریبانم

یہ شعر پڑھ کر سوچ رہا تھا۔ کہ مہمانخانہ کے دروازہ پر نظر پڑی۔ دیکھا۔ کہ مولانا سیّد عبداللطیف صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ مَیں اُٹھ کر ان سے ملاقات کرنے کو گیا۔ پھر جب سیّد صاحب مذکور کابل میں پہنچ کر شہید ہوگئے۔ تو اس شعر کے معنے خاکسار پر ظاہر ہوئے۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ مولوی عبیداللہ صاحب بسمل جو ابھی چند دن ہوئے قریباً نوّے سال کی عمر میں فوت ہوئے ہیں فارسی اور تاریخ کے نہایت کامل استاد تھے۔ حتیٰ کہ مَیں نے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل سے سُنا ہے کہ ان کے متعلق ایک دفعہ حضرت خلیفہ اوّلؓ فرماتے تھے کہ مولوی صاحب فارسی کے اتنے بڑے عالم ہیں کہ مجھے رشک ہوتا کہ کاش مجھے یہ علم عربی میں حاصل ہوتا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مولوی صاحب مرحوم شاعر بھی تھے اور بہت زندہ دل تھے۔ شروع شروع میں مدرسہ تعلیم الاسلام ہائی سکول میں مدرس بھی رہ چکے ہیں۔ چنانچہ مَیں بھی ان سے پڑھا ہوں۔ اُردو میں

بھی نہایت ماہر تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے آمین۔ محررہ ۹ راکتوبر ۱۹۳۸ء۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ مولوی صاحب کی خواب میں جو یہ ذکر ہے کہ خواب میں امام حسینؓ نے یہ کہا کہ مرزا صاحب سے کہدو کہ میں آگیا ہوں اس میں صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کی شہادت کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے جو قریب کے زمانہ میں ہونے والی تھی۔ واللہ اعلم۔

۶۴۲ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر غلام احمد صاحب۔ آئی۔ ایم۔ ایس نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا۔ کہ میرے والد شیخ نیاز محمد صاحب انسپکٹر پولیس سندھ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نماز کے بعد اندر گھر تشریف لے جا رہے تھے۔ تو میں نے ایک کپڑا حضرت صاحب کو دیا۔ جو کہ حضرت ام المؤمنین کے لئے تھا۔ حضور نے میری طرف چنداں توجہ نہ کی اور نہ ہی نظر اٹھا کر دیکھا کہ کس نے دیا ہے۔ اس کے بعد ایک دن میری والدہ صاحبہ نے مجھ سے ذکر کیا۔ کہ ایک دفعہ حضرت اُمّ المؤمنین نے ان سے فرمایا کہ ایک دن حضرت صاحب ہنستے ہوئے اندر تشریف لائے۔ اور ایک کپڑا مجھے دیکر فرمایا۔ کہ معلوم ہے یہ کپڑا تمہیں کس نے دیا ہے؟ پھر فرمایا۔ یہ اسی کے بیٹے نے دیا ہے جس نے تمہارے ٹرنک لیکھرام کی تلاشی کے وقت توڑے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ شیخ نیاز محمد صاحب میاں محمد بخش کے لڑکے ہیں۔ جو حضرت صاحب کے زمانہ میں کئی سال تک بٹالہ میں تھانہ دار رہے تھے۔ اور سخت مخالف تھے۔ حضرت صاحب کو اس خیال سے کس قدر رُوحانی سرور حاصل ہوا ہوگا۔ کہ اللہ تعالیٰ کس طرح مخالفین کی اولاد کو پکڑ پکڑ کر حضور کے قدموں میں گرا رہا ہے۔

۶۴۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضور کو الہام ہوا "لك خطاب العزة۔ ایک عزّت کا خطاب۔ اس کے ساتھ ایک بڑا نشان ہوگا۔" چنانچہ ان چاروں فقروں کو ایک کاغذ پر خوشخط لکھوا کر مسجد مبارک کی شمالی دیوار پر لگوا دیا گیا۔ جہاں یہ کاغذ مدّت تک لگا رہا۔ اسی طرح ایک دفعہ ایک الہام "غثم غثم غثم له دفع اليه من ماله دفعة" ہوا۔ تو اس کو بھی اسی طرح لگوایا تھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کا طریق تھا کہ بعض الہامات یا فقرات وغیرہ یاددہانی یا دُعا یا یادگار کے لئے مسجد یا مکان کے کسی حصہ میں آویزاں کروا دیتے تھے۔

۶۳۴ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ مولوی غلام حسین صاحب ڈنگوی سابق کلرک محکمہ ریلوے لاہور نے بواسطہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشّر بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک دفعہ ایک سفر میں لاہور اسٹیشن پر اُترے تو ایک مسجد میں جو ایک چبوترے کی شکل میں تھی۔ آرام کے لئے بیٹھ گئے ۔ یہ مسجد اس جگہ تھی جہاں اب پلیٹ فارم نمبر ۴ ہے ۔ پنڈت لیکھرام وہاں آیا۔ اور اس نے حضرت صاحب کو جھک کر سلام کیا۔ تو حضور نے اس سے منہ پھیر لیا۔ دوسری مرتبہ پھر اس نے اسی طرح کیا۔ پھر بھی آپ نے توجہ نہ فرمائی۔ اس پر بعض خدام نے عرض کیا۔ کہ حضور! پنڈت لیکھرام سلام کے لئے حاضر ہوا ہے ۔ آپ نے فرمایا۔ ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ کو گالیاں دینے والے کا ہم سے کیا تعلق ہے؟ اسی طرح وہ سلام کا جواب حاصل کرنے میں ناکام چلا گیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ اسی واقعہ کا ذکر بروایت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کی روایت نمبر ۲۸۱ میں بھی ہو چکا ہے۔

۶۳۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ مولوی غلام حسین صاحب ڈنگوی نے بواسطہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشّر بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم تاجر لاہور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعوت کی۔ اور دعوت کا اہتمام خاکسار کے سپرد کیا۔ پلاؤ نرم پکا۔ غفلت باورچیوں کی تھی۔ شیخ صاحب کھانا کھلانے کے وقت عذر خواہی کرنے لگے ۔ کہ بھائی غلام حسین کی غفلت سے پلاؤ خراب ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ گوشت ۔ چاول ۔ مصالحہ اور گھی سب کچھ اس میں ہے۔ اور میں گلے ہوئے چاولوں کو پسند کرتا ہوں۔ یہ آپ کی ذرّہ نوازی کی دلیل ہے۔ کہ غلطی پر بھی خوشی کا اظہار فرمایا۔ ممکن ہے کہ حضور دانے دار پلاؤ کو پسند فرماتے ہوں۔ لیکن خاکسار کو ملامت سے بچانے کے لئے ایسا فرمایا ہو۔

۶۳۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ مرزا دین محمد صاحب ساکن لنگروال ضلع گورداسپور نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے صبح کے قریب جگایا۔ اور فرمایا۔ کہ مجھے ایک خواب آیا ہے۔ مَیں نے پوچھا کیا خواب ہے۔ فرمایا۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ میرے تخت پوش کے چاروں طرف نمک چُنا ہوا ہے۔ مَیں نے تعبیر پوچھی۔ تو کتاب دیکھ کر فرمایا۔ کہ کہیں سے بہت سا روپیہ آئیگا اس کے بعد مَیں چار دن یہاں رہا۔ میرے سامنے ایک منی آرڈر آیا۔ جس میں ہزار سے زائد روپیہ تھا

مجھے اصل رقم یاد نہیں۔ جب مجھے خواب سُنائی۔ تو ملاوامل اور شرن پت کو بھی بلا کر سُنائی۔ جب منی آرڈر آیا۔ تو ملاوامل و شرن پت کو بلایا۔ اور فرمایا۔ کہ لو بھئی یہ منی آرڈر آیا ہے جا کر ڈاکخانہ سے لے آؤ۔ ہم نے دیکھا تو منی آرڈر بھیجنے والا کا پتہ اس پر درج نہیں تھا۔ حضرت صاحب کو بھی پتہ نہیں لگا کہ کس نے بھیجا ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ آجکل کے قواعد کے رُو سے رقم ارسال کنندہ کو اپنا پتہ درج کرنا ضروری ہوتا ہے ممکن ہے اس زمانہ میں یہ قاعدہ نہ ہو۔ یا مرزا دین محمد صاحب کو پتہ نہ لگا ہو۔

۶۲۷ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میاں خیرالدین صاحب سیکھوانی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ مَیں اپنے گاؤں سیکھواں سے قادیان آیا۔ حضور علیہ السّلام کی عادت تھی۔ کہ گرم موسم میں عموماً شام کے وقت مسجد مبارک کے شاہ نشین پر تشریف فرما ہوتے اور حضور کے اصحاب بھی حاضر رہتے۔ اس روز عشاء کی نماز کے بعد آپ شاہ نشین پر تشریف فرما ہوئے۔ میر ناصر نواب صاحب نے قادیان کے بعض کمّار طبقہ کی بیعت کا ذکر کیا۔ اور کہا کہ یہ لوگ حضرت صاحب سے کوئی خاص تعلق پیدا نہیں کرتے مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے میر صاحب موصوف کے کلام کے جواب میں کہا۔ کہ دیہاتی لوگ اسی طرح کے ہوتے ہیں۔ اسی اثنا میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی توجہ ہوگئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ کیا بات ہے۔ مولوی صاحب نے میر صاحب اور ان کی گفتگو کا تذکرہ کر دیا۔ اس پر حضرت صاحب نے مولوی عبدالکریم صاحب کی تائید فرمائی اور فرمایا۔ کہ میر صاحب دیہات کے لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ مَیں اس وقت مجلس میں اپنی کمزوریوں کو یاد کر کے اور یہ خیال کر کے کہ مَیں بھی دیہاتی ہوں مغموم و محزون بیٹھا ہوا تھا لیکن اسی وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ میاں جمال الدین و میاں امام الدین و میاں خیر دین تو ایسے نہیں ہیں۔ جب حضور نے ہم تین بھائیوں کو عام دیہاتیوں سے مستثنٰے کر دیا۔ تو میرے تمام ہموم دور ہوگئے۔ اور میرا دل خوشی سے بھر گیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں بھی اعراب لوگوں کا ایمان اسی طرح کا ہوتا تھا۔ مگر ان سے وہ لوگ مستثنٰے ہوتے ہیں۔ جو نبی کی صحبت سے مستفید ہوتے رہتے ہیں۔ اور خدا کے فضل سے ہماری جماعت کے اکثر دیہاتی نہایت مخلص ہیں۔ دراصل ایمان کی پختگی کا مدار شہری یا دیہاتی ہونے پر نہیں بلکہ صحبت اور استقامت اور پھر علم و عرفان پر ہے۔ لیکن چونکہ نبی سے دُور رہنے والے

دیہاتیوں کو یہ موقعے کم میسر آتے ہیں۔ اس لئے وہ عموماً کمزور رہتے ہیں۔ بلکہ حق یہ ہے کہ قرآن شریف میں جو اعراب کا لفظ آتا ہے۔ اس کے معنے دیہاتی کے نہیں ہیں۔ بلکہ اس سے مجلس نبوی سے دور رہنے والے بادیہ نشین لوگ مراد ہیں۔

۶۳۸ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت صاحب کو سخت کھانسی ہوئی۔ ایسی کہ دم نہ آتا تھا۔ البتہ منہ میں پان رکھکر قدرے آرام معلوم ہوتا تھا۔ اس وقت آپ نے اس حالت میں پان منہ میں رکھے رکھے نماز پڑھی۔ تاکہ آرام سے پڑھ سکیں۔

۶۳۹ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت صاحب مسواک بہت پسند فرماتے تھے۔ تازہ کیکر کی مسواک کیا کرتے تھے۔ گو التزاماً نہیں۔ وضو کے وقت صرف انگلی سے ہی مسواک کر لیا کرتے تھے۔ مسواک کئی دفعہ کہکر مجھ سے بھی منگائی ہے۔ اور دیگر خادموں سے بھی منگوا لیا کرتے تھے۔ اور بعض اوقات نماز اور وضو کے وقت کے علاوہ بھی استعمال کرتے تھے۔

۶۴۰ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی نے بواسطہ مولوی عبدالرحمن صاحب مبشر بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ ماہ رمضان کی ۲۷ تاریخ تھی منشی عبدالعزیز صاحب پٹواری بھی سیکھواں سے قادیان آئے ہوئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام صبح نماز فجر کے لئے تشریف لائے اور فرمایا۔ کہ آج شب گھر میں دردِ زہ کی تکلیف تھی (ہمشیرہ مبارکہ بیگم اسی شب میں پیدا ہوئی تھیں۔ خاکسار مؤلف) دعا کرتے کرتے لیکھرام سامنے آگیا۔ اس کے معاملہ میں بھی دعا کی گئی۔ اور فرمایا۔ کہ جو کام خدا کے منشاء میں جلد ہو جانے والا ہو۔ اس کے متعلق دعا میں یاد کرایا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کے چوتھے روز لیکھرام مارا گیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ ۱۸۹۷ء مطابق ۱۳۱۴ھ کا واقعہ ہے۔ مبارکہ بیگم ۲۷ رمضان ۱۳۱۴ھ کو پیدا ہوئی تھیں۔ جو غالباً ۲ مارچ ۱۸۹۷ء کی تاریخ تھی۔ اور لیکھرام عید کے دوسرے دن ۶ مارچ بروز ہفتہ زخمی ہو کر ۶ اور ۷ کی درمیانی شب کو بعد نصف شب اس دنیا سے رخصت ہوا تھا مبارکہ بیگم کی ولادت کی دعا کے وقت حضرت صاحب کے سامنے عالمِ توجہ میں لیکھرام کا آجانا اور حضرت صاحب کا اس کے معاملہ میں بھی دعا کرنا اور پھر اس کا چار روز کے اندر اندر مارا جانا ایک عجیب تصرف الٰہی ہے جس کے تصور سے ایمان تازہ ہوتا ہے۔

۶۴۱ بسم اللہ الرحمن الرحیم:۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ روایت نمبر ۱۱ حصہ اول طبع دوم اور روایت نمبر ۳۰۷ حصہ دوم میں ہمشیرہ مبارکہ بیگم کی پیدائش کے دن میں اختلاف ہے۔ یعنی مقدم الذکر روایت میں منگل سے بعد والی رات مذکور ہے اور مؤخر الذکر روایت میں منگل سے پہلی رات بیان کی گئی ہے اس کے متعلق مجھے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب فاضل نے بتایا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ وہ منگل سے پہلی رات تھی اور مولوی صاحب کی دلیل یہ ہے کہ حضرت صاحب نے تریاق القلوب میں لکھا ہے کہ مبارکہ بیگم ۲۷ رمضان ۱۳۱۴ھ کو پیدا ہوئی تھیں۔ اور تفصیلی طور پر حساب کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سال ۲۷ رمضان کو منگل کا دن تھا۔ اور چونکہ قمری مہینوں میں رات دن سے پہلے شمار ہوتی ہے۔ اس لئے ثابت ہوُا۔ کہ وہ منگل کے دن سے پہلی رات تھی۔ اور شمسی حساب کی رُو سے وہ یکم مارچ اور ۲ مارچ ۱۸۹۷ء کی درمیانی رات بنتی ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ حضرت صاحب کی بعض تحریرات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ لیکھرام کے قتل کی اطلاع قادیان میں اسی دن آئی تھی۔ جس دن مبارکہ بیگم کا عقیقہ تھا اور مندرجہ بالا حساب سے پیدائش کے بعد عقیقہ کا ساتواں دن پیر کا دن بنتا ہے جو ۸ مارچ کا دن تھا۔ لیکن حضرت صاحب کے ایک اشتہار سے پتہ لگتا ہے۔ کہ لیکھرام کے قتل کی اطلاع قادیان میں ۹ مارچ کو آئی تھی۔ پس یا تو عقیقہ بجائے ساتویں دن کے آٹھویں دن ہوُا ہوگا۔ اور یا ۹ مارچ کی باقاعدہ اخباری اطلاع سے پہلے کوئی زبانی اطلاع ۸ مارچ کو آگئی ہوگی۔ واللہ اعلم۔

۶۴۲ بسم اللہ الرحمن الرحیم:۔ میاں خیرالدین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ مَیں قبل از دعویٰ بھی حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوُا کرتا تھا۔ غالباً انہی ایام کا ذکر ہے۔ کہ ایک دفعہ مجھے ایک خواب آیا۔ کہ حضرت صاحب ہماری سیکھواں کی مسجد میں تشریف لائے ہیں میرے ذہن میں اس وقت یہ آیا۔ کہ حضرت صاحب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت بیان کیا کرتے ہیں۔ کہ آپ بلند قامت تھے مگر حضرت صاحب تو خود بھی بلند قامت ہیں۔ اسی وقت میرا ذہن اس بات کی طرف منتقل ہوگیا۔ کہ یہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ مَیں نے حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ خواب بیان کی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ قسم کھا کر بیان کرو۔ چنانچہ میرے ایسا کرنے پر آپ ایک چھوٹی سی کاپی نکال لائے اور اُس میں یہ خواب اپنے قلم سے درج کی۔ اور فرمایا کہ اگر کوئی انسان فنافی الرسول ہوجائے

تو درحقیقت وہ وہی بن جاتا ہے۔ اور فرمایا کہ ہمارا ارادہ ہے کہ ایسی خوابوں کو کتابی صورت میں شائع کیا جائے۔

۶۴۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ مولوی فخر الدین صاحب پنشنر حال محلہ دارالفضل قادیان نے بواسطہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ غالباً ۱۸۹۸ء یا ۱۸۹۹ء کا واقعہ ہے۔ کہ پہلی دفعہ خاکسار قادیان آیا۔ اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضور انور کی زیارت کے لئے ہر وقت دل میں تڑپ رہتی تھی۔ لیکن حضور کی مصروفیت دینی کی وجہ سے سوائے نمازوں یا صبح کی سیر کے موقعہ نہیں ملتا تھا۔ ایک دن صبح ۸ - ۹ بجے کے درمیان چھوٹی مسجد (مسجد مبارک) میں بیٹھا تھا۔ کہ ساتھ کے شمالی کمرہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز سُنائی دی ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ آپ کسی مرد کے ساتھ باتیں کر رہے ہیں۔ مَیں نے دریچے کی دراڑوں سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت اقدس ٹہل رہے ہیں۔ اور کوئی راج مکان کی مرمت یا سفیدی کر رہا ہے۔ باتوں باتوں میں آریوں کی مخالفت کا ذکر آ گیا۔ اور قادیان کے آریوں کی ایذا دہی کے ضمن میں آپ نے اس مستری کو مخاطب کر کے فرمایا۔ ہمارا دل چاہتا ہے کہ جہاں ان لوگوں کی مڑھیاں ہیں وہاں گائیوں کے ذبح کرنے کے لئے مذبح بنایا جائے۔ بس یہ فقرہ تھا جو مَیں نے سُنا۔ اور آج حضور کی اس بات کو پُورا ہوتے دیکھتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے معجزہ کے طور پر مذبح اسی جگہ کے قریب بنایا۔ جہاں ہندوؤں کی مڑھیاں ہُوا کرتی تھیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ بالعموم حضرت مسیح موعود علیہ السلام جملہ غیر مذاہب کے لوگوں کی بہت دلداری فرماتے تھے اور ان کی دل شکنی سے پرہیز فرماتے تھے۔ لیکن جب قادیان کے غیر مسلموں کی ایذا رسانی حد سے گذر گئی۔ تو پھر آپ نے کسی علیحدگی کے وقت میں ایمانی غیرت میں یہ الفاظ فرما دیئے ہونگے۔ جو خدا نے پُورے کر دیئے۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ جن مڑھیوں کا اس روایت میں ذکر ہے وہ اب چند سال سے دوسری جگہ منتقل ہو گئی ہیں۔ مگر یہ جگہ بدستور مڑھیوں کی یاد میں محفوظ ہے۔ اور اب آ کر اسی کے قریب مذبح بنا ہے۔

۶۴۴ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ مولوی امام الدین صاحب آف گولیکی نے بواسطہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ خاکسار کا لڑکا قاضی محمد ظہور الدین اکمل ایام تعلیم انٹرنس میں گجرات

کے ہائی سکول میں پڑھتا تھا۔ وہ سخت بیمار ہوگیا۔ چنانچہ آئندہ ترقی نہ کر سکا۔ ہر چند علاج معالجہ کے علاوہ فقراء سے دعائیں کروائیں۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر ایک ماہر طبیب نے میری والدہ مرحومہ اور مجھے الگ بلا کر کہدیا کہ آپ اس لڑکے کی ادویہ پر کچھ زیادہ خرچ نہ کریں۔ کیونکہ اب تپ دق دوسرے درجہ میں ہے۔ جو کہ جلد ہی تیسرے درجہ تک پہونچکر بالکل مایوس کر دیگا۔ اب صبر کریں۔ ادھر عالموں اور مشائخوں نے بھی ناامید کر دیا۔ اور صبر ہی کو کہا۔ اگرچہ مَیں ان دنوں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا مرید ہوگیا تھا۔ مگر کچھ شکوک تھے اور کچھ موانع دنیوی تھے۔ آخر مَیں مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کے ہمراہ جوان ایام میں میرے پاس پڑھتے تھے۔ قادیان دارالامان میں آیا۔ اور ہم نے مسجد مبارک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ کھانا کھایا۔ اسی اثناء میں مَیں نے حضور سے عرض کر دی۔ کہ حضور میرا لڑکا بعارضہ تپ دق بیمار ہے اور اطبّا نے مایوس کر دیا ہے۔ اور مَیں نے یہ بات سُنی ہوئی ہے۔ کہ سؤر المومن شفاء یعنی مومن سے بچا ہوا کھانا شفا ہوتا ہے۔ اس لئے آپ کے پس خوردہ کا سائل ہوں۔ حضور نے تناول فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ اٹھا لو۔ یہ الفاظ سُنتے ہی مولوی غلام رسول صاحب نے فوراً دسترخوان سے حضرت اقدس کا پس خوردہ اٹھا لیا اور روٹی کے ٹکڑے بنا کر محفوظ کر لئے۔ اور گولیکی جا کر آہستہ آہستہ برخوردار کو کھلانے شروع کر دیئے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکت سے اللہ تعالےٰ نے اُسے شفا دے دی۔ یہ واقعہ تقریباً ۱۸۹۶ء کا ہے۔

۶۲۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ مسیحؑ کے بے باپ پیدا ہونے کا ذکر تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اس لئے مسیحؑ کو بے باپ پیدا کیا تاکہ یہ ظاہر کرے کہ اب بنی اسرائیل میں ایک مرد بھی ایسا باقی نہیں رہا جس کے نطفہ سے ایک پیغمبر پیدا ہو سکے۔ اور اب اس قوم میں نبوّت کا خاتمہ ہے۔ اور آئندہ بنی اسمٰعیل میں نبی پیدا ہونے کا وقت آگیا ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب نے اس نکتہ کو اپنی بعض کتابوں میں بھی بیان کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ خدا نے بنی اسرائیل سے نبوّت کا انعام تدریجاً چھینا ہے۔ اوّل اوّل حضرت یحیٰؑ کو ایک بوڑھے اور مایوس شخص کے گھر خارق عادت طور پر پیدا کیا۔ جس سے یہ جتانا منظور تھا۔ کہ اب بنی اسرائیل سے نبوّت کا انعام نکلنے والا ہے اور وہ اپنے اعمال کی وجہ سے محروم ہو چکے ہیں۔ صرف خدا کے فضل نے

سنبھال رکھا ہے۔ اس کے بعد حضرت مسیحؑ کو ایک ایسی عورت کے بطن سے پیدا کیا۔ جسے کبھی کسی مرد نے نہیں چھوا تھا۔ اور چونکہ نسل کا شمار پدری جانب سے ہوتا ہے اس لئے گویا بڑی حد تک بنو اسرائیل سے نبوت کو چھین لیا۔ اور آخر آنحضرت صلعم کو پیدا کر کے نبوّت کو کلّی طور پر بنو اسمٰعیل کی طرف منتقل کر لیا گیا۔

۶۴۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ وہ عربی خطبہ الہامیہ جو آپ نے بقر عید کے موقعہ پر بیان فرمایا تھا۔ وہ خطبہ الہامیہ کتاب کا صرف باب اوّل ہی ہے۔ باقی کتاب الہامی خطبہ نہیں ہے۔ اس خطبہ کے بعد آپ نے ایک دفعہ فرمایا۔ کہ بعض لوگ اسے حفظ کر لیں۔ اس پر خاکسار اور مولوی محمد علی صاحب نے اسے حفظ کر لیا تھا۔ حضور فرماتے تھے۔ کہ ہم کسی دن مسجد کی مجلس میں سُنیں گے۔ مگر اس کے سُننے کا موقعہ نہ ہوا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ خطبہ الہامیہ ۱۹۰۰ء کی عید اضحی کے موقعہ پر ہوا تھا۔ اور اصل الہامی خطبہ مطبوعہ کتاب کے ابتدائی ۳۸ صفحات میں آگیا ہے۔ اگلا حصہ عام تصنیف ہے۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ خطبہ الہامیہ سے یہ مراد نہیں کہ اس خطبہ کا لفظ لفظ الہام ہوا۔ بلکہ یہ کہ وہ خدا کی خاص نصرت کے ماتحت پڑھا گیا۔ اور بعض بعض الفاظ الہام بھی ہوئے۔

۶۴۷ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ منشی عبد العزیز صاحب اوجلوی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ جہلم کے سفر میں خاکسار حضرت صاحب کے ہمراہ تھا۔ راستہ میں اسٹیشنوں پر لوگ اس کثرت سے حضرت صاحب کو دیکھنے کے لئے آتے تھے۔ کہ ہم سب تعجب کرتے تھے۔ کہ ان لوگوں کو کس نے اطلاع دے دی ہے۔ بعض نہایت معمولی سٹیشنوں پر بھی جو بالکل جنگل میں واقعہ تھے بہت کثرت سے لوگ پہونچ گئے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ کوئی خاص کشش ان کو کھینچ کر لائی ہے۔ جہلم پہونچ کر تو حد ہی ہو گئی۔ جہاں تک نظر جاتی تھی آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے۔ لوگوں کے لئے حضرت صاحب کو دیکھنے کے واسطے یہ انتظام کیا گیا تھا۔ کہ حضرت کو ایک مکان کی چھت پر بٹھا دیا گیا۔ ورنہ اور کوئی طریق اس وقت اختیار کرنا بوجہ اژدہام کے ناممکن تھا۔ اس سفر میں سیّد عبد اللطیف صاحب شہید بھی حضرت کے ہمراہ تھے۔ احاطہ کچہری میں مجھ سے حضور باتیں کر رہے تھے کہ عجب خانصاحب تحصیلدار نے فرطِ محبت سے حضور کی خدمت میں ہاتھ دینے کے لئے عرض کی۔ حضور نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ عجب خانصاحب

نے حضور کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ یہ سفر جہلم کرم دین جہلمی کے مقدمہ میں پیش آیا تھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ عجب خاں صاحب تحصیلدار زیدہ ضلع پشاور کے رہنے والے تھے۔ اور اب فوت ہو چکے ہیں۔ افسوس کہ حضرت خلیفہ اول کی وفات کے بعد وہ خلافت سے منحرف ہو کر غیر مبایعین کے گروہ میں شامل ہو گئے تھے۔

۶۴۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مولوی غلام حسین صاحب ڈنگوی نے بواسطہ مولوی عبد الرحمٰن صاحب مبشر بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ جھاڑی بوٹی کے بیر دو کن بیر، حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء کی خدمت میں خاکسار نے تحفۃً پیش کئے۔ اس کے کچھ وقت بعد حضور تھوڑی دیر کے لئے لیٹے تو دائیں جانب شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم پاؤں دبا رہے تھے اور بائیں طرف خاکسار تھا۔ خاکسار کا ہاتھ اتفاقاً حضور کی جیب سے چھو گیا۔ تو فرمایا۔ یہ وہی بیر ہیں جو آپ میرے لئے لائے تھے۔ میں ان کو بہت پسند کرتا ہوں۔ جب حضرت اقدس اندر تشریف لے گئے۔ تو شیخ صاحب نے فرمایا بھئی تم بڑے خوش نصیب ہو۔ کہیں سے مانگ کر ایک دھیلے کے بیر لائے ہو۔ اور حضرت اقدس سے پروانہ خوشنودی حاصل کر لیا۔ میں تو سات روپیہ کے انگور لایا تھا۔ اس کا ذکر ہی نہیں ہوا۔ میں نے عرض کی کہ آپکو مطبوعہ سرٹیفکیٹ ازالہ اوہام اور انجام آتھم میں مل چکا ہے اور خاکسار کو زبانی سرٹیفکیٹ مل گیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ ہدیہ کی قبولیت اور اس پر خوشنودی کسی کے بس کی بات نہیں یہ دینے والے کی نیت اور اخلاص پر مبنی ہے۔ جس میں ہدیہ کی قیمت کا کوئی دخل نہیں۔ ویسے شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم حضرت صاحب کے لئے بہت کثرت سے ہدیے لاتے تھے۔ اور حضرت صاحب ان پر خوش تھے۔

۶۴۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مفتی فضل الرحمٰن صاحب نے بواسطہ مولوی عبد الرحمٰن صاحب مبشر بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ دوران مقدمہ گورداسپور میں رات کے ۲ بجے کے قریب میں اپنے کمرہ میں سویا ہوا تھا۔ کہ کسی نے میرا پاؤں دبایا۔ میں فوراً جاگ اٹھا۔ اندھیرا تھا۔ میں نے پوچھا کون ہے؟ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ میاں فضل الرحمٰن! مولوی یار محمد صاحب ابھی قادیان سے آئے ہیں۔ وہ بتلاتے ہیں۔ کہ والدہ محمود احمد بہت بیمار ہیں۔ میں خط لکھتا ہوں۔ آپ جلدی گھوڑا تیار کریں اور ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا جواب لائیں۔ چنانچہ میں نے اُٹھکر کپڑے پہنے۔ اور گھوڑے کو دانہ دیا۔ اور حضور علیہ السلام اپنے کمرہ میں خط لکھتے رہے۔ جب میں گھوڑا تیار کر چکا۔ تو مولوی عبد الکریم

صاحب مرحوم نے صبح کی اذان کہی۔اور مَیں خط لیکر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔اور فوراً قادیان پہونچا۔ یہاں اس وقت چھوٹی مسجد میں نمازِ صبح پڑھی جارہی تھی۔مَیں نے گھر پر فوراً دستک دی اور لفافہ ام المؤمنین علیہا السلام کے ہاتھ میں دیا اور عرض کیا کہ مولوی یار محمد صاحب نے وہاں جاکر آپ کی علالت کا ذکر کیا۔تو حضور نے مجھے فوراً روانہ کیا۔انہوں نے کہا کہ الحمد للہ مَیں تو اچھی بھلی ہوں۔ ان کو کوئی غلطی لگی ہوگی۔مَیں نے عرض کیا کہ لفافہ میں سے خط آپ نکال لیں اور لفافہ پر مجھے اپنے قلم سے خیریت لکھدیں۔چنانچہ آپ نے خیریت لکھدی۔اور مَیں لیکر فوراً واپس ہُوا۔جب میں گورداسپور پہونچا۔تو گھوڑا باندھکر خط لیکر اندر گیا۔تو مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم نے فرضوں سے سلام پھیرا تھا۔مَیں نے السّلام علیکم کہا۔تو حضور اقدس نے فرمایا۔کہ کیا آپ ابھی یہیں ہیں مَیں نے عرض کیا۔کہ حضور مَیں تو جواب بھی لے آیا ہوں۔فرمایا۔یہ کیسے ممکن ہے۔مَیں نے رسید پیش کی۔تو حضرت اقدس اس امر پر تمام دن ہنستے اور متعجب ہوتے رہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ جو واقعات پُرانی کتابوں میں جنّات کے متعلق پڑھتے تھے۔یہ واقعہ اسی قسم کا معلوم ہوتا ہے۔کہ صبح کی اذان کے وقت مفتی صاحب گورداسپور سے چلے اور سولہ سترہ میل کے فاصلہ پر قادیان پہونچے اور پھر اس قدر فاصلہ دوبارہ طے کرکے واپس گورداسپور پہونچ گئے اور ہنوز ابھی صبح کی نماز ختم ہی ہوئی تھی۔یہ درست ہے کہ مفتی صاحب نے جوانی کے عالم میں گھوڑے کو خوب بھگایا ہوگا۔اور وہ ماشاء اللہ خوب شاہسوار ہیں۔اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اذان اور نماز میں اس دن غیر معمولی توقف ہو گیا ہو۔یا اذان غلطی سے کسی قدر قبل از وقت دیدی گئی ہو۔یا مفتی صاحب ختم نماز سے تھوڑی دیر بعد پہونچے ہوں۔مگر انہوں نے سمجھ لیا ہو کہ بس ابھی نماز ختم ہوئی ہے وغیر ذالک۔مگر پھر بھی تینتیس چونتیس میل کے سفر کا اذان اور ختم نماز کے درمیان یا اس کے جلد بعد طے ہو جانا بظاہر نہایت تعجب انگیز ہے۔واللّٰہ اعلم۔تاہم کوئی بات تعجب انگیز ہوئی ضرور ہے۔کیونکہ مفتی صاحب یہ واقعہ متعدد دفعہ سُنا چکے ہیں۔چنانچہ ایک دفعہ میرے سامنے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کو بھی سُنایا تھا۔اور حضرت امیر المؤمنین حیرت کا اظہار کرکے خاموش ہو گئے تھے اور خود مفتی صاحب بھی بہت تعجب کیا کرتے ہیں کہ ایسا کیونکر ہو گیا۔مگر کہا کرتے ہیں کہ واقعہ یہی ہے۔اگر کسی قدر اندازے کی غلطی اور کسی قدر یاد کی غلطی

اور کسی قدر بیان کی بے احتیاطی کی بھی گنجائش رکھی جائے۔ تو پھر بھی یہ واقعہ بہت تعجب کے قابل ہے۔

۶۵۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے مجھ سے بیان کیا۔ ایک دفعہ ایام جلسہ میں سیر سے واپسی پر جہاں اب مدرسہ تعلیم الاسلام ہے۔ حضور علیہ السلام تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر گئے۔ ایک دوست نے چادر بچھا دی۔ جس کو پنجابی میں لوئی کہتے ہیں۔ اس پر حضور علیہ السلام بیٹھ گئے۔ مگر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہُ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز جو ابھی بچہ تھے کھڑے رہے اس پر حضور علیہ السلام نے دیکھ کر فرمایا۔ میاں محمود تم بھی بیٹھ جاؤ۔ اس پر آپ چادر پر بیٹھ گئے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کا عام طریق یہ تھا۔ کہ یا تو اپنے بچوں کو صرف نام لیکر بلاتے تھے۔ اور یا خالی میاں کا لفظ کہتے تھے۔ میاں کے لفظ اور نام کو ملا کر بولنا مجھے یاد نہیں مگر ممکن ہے کسی موقعہ پر ایسا بھی کہا ہو۔

۶۵۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے مجھ سے بیان کیا۔ ایک دفعہ حضرت خلیفہ اوّل رضؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا۔ کہ فلاں غیر احمدی مولوی حضرت صاحبزادہ صاحب (یعنی حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہُ اللہ تعالےٰ) کے مضامین رسالہ تشحیذ الاذہان میں پڑھکر لکھتا ہے کہ مرزا صاحب کے بعد ان کا بیٹا ان کی دکان چلائیگا۔ حضور علیہ السلام نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہُ اللہ تعالےٰ کی طرف نظر اُٹھا کر صرف دیکھا۔ اور زبانی کچھ نہ فرمایا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دُعا فرما رہے ہیں۔

۶۵۲ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاجاموں میں مَیں نے اکثر ریشمی ازار بند پڑا ہوُا دیکھا ہے۔ اور ازار بند میں کنجیوں کا گچھا بندھا ہوتا تھا۔ ریشمی ازار بند کے متعلق بعض اوقات فرماتے تھے۔ کہ ہمیں پیشاب کثرت سے اور جلدی جلدی آتا ہے۔ تو ایسے ازار بند کے کھولنے میں بہت آسانی ہوتی ہے۔

۶۵۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ ایک دفعہ حکیم فضل دین صاحب مرحوم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا۔ کہ حضور مجھے قرآن پڑھایا کریں۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا۔ وہ چاشت کے قریب مسجد مبارک میں آجاتے اور حضرت صاحب انکو

قرآن مجید کا ترجمہ تھوڑا سا پڑھا دیا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ چند روز ہی جاری رہا۔ پھر بند ہو گیا۔ عام درس نہ تھا۔ صرف سادہ ترجمہ پڑھاتے تھے۔ یہ ابتدائی زمانہ مسیحیت کا واقعہ ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اسی طریق پر ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میاں عبداللہ صاحب سنوری کو بھی کچھ حصہ قرآن شریف کا پڑھایا تھا۔

۶۵۴ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ کسی وجہ سے مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نماز نہ پڑھا سکے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ بھی موجود نہ تھے۔ تو حضرت صاحب نے حکیم فضل الدین صاحب مرحوم کو نماز پڑھانے کے لئے ارشاد فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا۔ کہ حضور تو جانتے ہیں کہ مجھے بواسیر کا مرض ہے اور ہر وقت ریح خارج ہوتی رہتی ہے۔ مَیں نماز کس طرح سے پڑھاؤں؟ حضور نے فرمایا۔ حکیم صاحب آپ کی اپنی نماز باوجود اس تکلیف کے ہو جاتی ہے یا نہیں؟ انہوں نے عرض کیا۔ ہاں حضور۔ فرمایا۔ کہ پھر ہماری بھی ہو جائے گی۔ آپ پڑھائیے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ بیماری کی وجہ سے اخراج ریح جو کثرت کے ساتھ جاری رہتا ہو نواقض وضو میں نہیں سمجھا جاتا۔

۶۵۵ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سل دق کے مریض کے لئے ایک گولی بنائی تھی۔ اس میں کونین اور کافور کے علاوہ افیون۔ بھنگ اور دھتورہ وغیرہ زہریلی ادویہ بھی داخل کی تھیں۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ دوا کے طور پر علاج کے لئے اور جان بچانے کے لئے ممنوع چیز بھی جائز ہو جاتی ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ شراب کے لئے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہی فتویٰ تھا۔ کہ ڈاکٹر یا طبیب اگر دوائی کے طور پر دے تو جائز ہے۔ مگر باوجود اس کے آپ نے اپنے پڑدادا مرزا گل محمد صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ انہیں ان کی مرض الموت میں کسی طبیب نے شراب بتائی۔ مگر انہوں نے انکار کیا۔ اور حضرت صاحب نے اس موقعہ پر ان کی تعریف کی ہے کہ انہوں نے موت کو شراب پر ترجیح دی۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ فتویٰ اور ہے اور تقویٰ اور۔

۶۵۶ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت صاحب ایک دفعہ سالانہ جلسہ پر تقریر کر کے جب واپس گھر تشریف لائے۔ تو حضرت میاں صاحب سے (خلیفۃ المسیح

الثانی ایدہُ اللہ تعالیٰ) جن کی عمر اس وقت ۱۰-۱۲ سال کی ہوگی۔ پوچھا کہ میاں یاد بھی ہے کہ آج میں نے کیا تقریر کی تھی۔ میاں صاحب نے اس تقریر کو اپنی سمجھ اور حافظہ کے موافق دہرایا۔ تو حضرت صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے خوب یاد رکھا ہے۔

۶۵۷ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ ایام جلسہ میں حضور علیہ السلام سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ ایک شخص نے آیت شریف افمن کان میتاً فاحییناہ الخ کا مطلب حضور علیہ السلام سے دریافت کیا۔ مرزا یعقوب بیگ صاحب بھی اس وقت پاس موجود تھے انہوں نے اس شخص سے کہا کہ حضرت مولوی صاحب (خلیفہ اولؓ) سے اس آیت کا مطلب پوچھ لینا۔ اس نے ڈاکٹر صاحب کو مخاطب کرکے کہا۔ کہ میں تو صرف حضرت صاحب کا ہی مرید ہوں اور کسی کا نہیں۔ اس پر حضور علیہ السلام نے تبسم فرما کر فرمایا کہ ہر شخص کا مذاق علیحدہ ہوتا ہے۔ اور پھر اس آیت شریفہ کے معنے بیان فرمائے۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم نے اپنی طرف سے یہ خیال کرکے اس شخص کو روکا ہوگا۔ کہ ایسی معمولی بات کے لئے حضرت صاحب کو تکلیف نہیں دینی چاہیئے۔ مگر حضرت صاحب نے اس کی دلداری کے لئے اس کی طرف توجہ فرمائی۔ اور ویسے بھی جبکہ ایک قرآنی آیت کے معنی کا سوال تھا تو آپ نے مناسب خیال فرمایا کہ خود اس کی تشریح فرماویں۔ ویسے عام فقہی مسائل میں حضرت صاحب کا یہی طریق ہوتا تھا۔ کہ جب کوئی شخص کوئی مسئلہ پوچھتا تھا تو آپ فرما دیتے تھے کہ مولوی صاحب سے پوچھ لیں یا مولوی صاحب پاس ہوتے تو خود انہیں فرما دیتے کہ مولوی صاحب یہ مسئلہ کیسے ہے نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ جو لوگ خلافتِ ثانیہ کے موقعہ پر ٹھوکر کھا گئے۔ ان میں میرے خیال میں دو شخص ایسے تھے کہ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں آپ سے بہت محبت تھی اور آپ بھی ان سے محبت فرماتے تھے ایک مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم اور دوسرے شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم۔ مگر افسوس کہ حضرت خلیفہ اول کی وفات پر انہیں ٹھوکر لگ گئی۔

۶۵۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا ایک دفعہ خاکسار نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی۔ کہ عبداللہ چکڑالوی مجھے کہتا تھا۔ کہ آیت کلّ شیئٍ ھالک الّا وجھہ سے ثابت ہے کہ رُوحیں فنا ہو جاتی ہیں۔ اور کہیں آتی جاتی نہیں

اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اس کے معنے تو یہ ہیں۔ کہ ہر شے معرض ہلاکت اور فنا میں ہے سوائے خدا کی توجہ اور حفاظت کے یعنی کلّ شیئٍ ھالکٌ الّا بوجھہٖ۔ پھر فرمایا۔ اگر رُوحوں کو بقا ہے تو وہ بھی خدا کی موہبت ہے۔ اور اگر ایک آن کے لئے کسی وقت ان پر فنا آجائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

۶۵۹ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی نے بیان کیا۔ کہ مَیں ۱۸۹۰ء کے قریب موضع جگت پور کولیاں تحصیل گورداسپور میں پٹواری تھا۔ ۱۸۹۱ء میں کوشش کر کے مَیں نے اپنی تبدیلی موضع سیکھواں تحصیل گورداسپور میں کروالی۔ اس وقت مَیں احمدی نہیں تھا۔ لیکن حضرت صاحب کا ذکر سُنا ہُوا تھا۔ مخالفت تو نہیں تھی۔ لیکن زیادہ تر یہ خیال روک ہوتا تھا کہ علماء سب حضرت صاحب کے مخالف ہیں۔ سیکھواں جاکر میری واقفیت میاں جمال الدین وامام الدین وخیردین صاحبان سے ہوئی۔ انہوں نے مجھے حضرت صاحب کی کتاب ازالہ اوہام پڑھنے کے لئے دی۔ مَیں نے دعا کرنیکے بعد کتاب پڑھنی شروع کی۔ اس کے پڑھتے پڑھتے میرے دل میں حضرت صاحب کی صداقت میخ کی طرح گڑ گئی۔ اور سب شکوک رفع ہوگئے۔ اس کے چند روز بعد مَیں میاں خیرالدین کے ساتھ قادیان گیا۔ تو گول کمرے کے قریب پہلی دفعہ حضرت صاحب کی زیارت کی۔ حضرت صاحب کو دیکھکر مَیں نے میاں خیردین صاحب کو کہا کہ یہ شکل جھوٹوں والی نہیں ہے۔ چنانچہ مَیں نے بیعت کرلی۔ بیعت کرنے کے بعد کثرت سے حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ اور شاذ و نادر ہی کبھی کوئی دن گذرتا تھا۔ کہ مَیں مع میاں جمال الدین وغیرہ قادیان نہ آتا۔ ورنہ ہر روز قادیان آنا ہمارا معمول تھا۔ اگر کبھی عشاء کے وقت بھی قادیان آنے کا خیال آتا۔ تو اسی وقت ہم چاروں چل پڑتے اور باوجود سردیوں کے موسم کے نہر میں سے گذر کر قادیان پہونچ جاتے۔ اگر ہم میں سے کوئی کسی روز کسی مجبوری کی وجہ سے قادیان نہ پہونچ سکتا۔ تو باقی پہونچ جاتے۔ اور واپس جاکر غیر حاضر کو سب باتیں سُنا دیتے۔ مَیں حضرت صاحب کے قریباً سب سفروں میں حضرت کے ہمراہ رہا ہوں۔ مثلاً جہلم۔ سیالکوٹ۔ لاہور۔ گورداسپور۔ پٹھانکوٹ وغیرہ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ میرے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ معلوم نہیں میاں عبدالعزیز ملازمت کا کام کس وقت کرتے ہیں۔ کیونکہ ہمیشہ قادیان میں ہی نظر آتے ہیں۔

۶۶۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت صاحب کرم دین کے مقدمہ میں گورداسپور تشریف لائے ہوئے تھے۔ اور احاطہ کچہری میں جامن کے درختوں کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ شیخ علی احمد صاحب وکیل و مولوی محمد حسین صاحب ریڈر اور ایک اور شخص جس کا نام مجھے یاد نہیں۔ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے۔ کہ آپ اس مقدمہ میں راضی نامہ کرلیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ میری طرف سے راضی نامہ کیا معنی رکھتا ہے۔ یہ تو کرم دین کا کام ہے جس نے دعویٰ کیا ہوا ہے۔ ان لوگوں کے بار بار کہنے کے بعد حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ مَیں تو جو کچھ کر رہا ہوں۔ خدا کے فرمانے کے مطابق کر رہا ہوں۔ اور خدا مجھ سے اسی طرح باتیں کرتا ہے۔ جس طرح کہ اس وقت مَیں آپ سے باتیں کر رہا ہوں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ انبیاء کا یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ وہ کسی لڑائی کی ابتداء اپنی طرف سے نہیں کرتے۔ لیکن جب دوسرے کی طرف سے ابتداء ہوتی ہے تو پھر وہ صلح کے لئے بھی اپنی طرف سے ابتداء نہیں کرتے۔ جب تک دوسرا فریق اس کے لئے خود نہ جُھکے۔

۶۶۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حافظ محمد ابراہیم صاحب محلہ دارالفضل قادیان نے بواسطہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشّر بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ عید کا دن تھا۔ آدمیوں کی کثرت تھی۔ مَیں حضرت صاحب سے بہت دُور فاصلہ پر تھا۔ حضور لوگوں سے مصافحہ کر رہے تھے۔ مَیں نے بھی چاہا کہ حضور سے مصافحہ کروں۔ مگر آدمیوں کی بھیڑ تھی۔ حضور نے مجھے دیکھ کر فرمایا۔ کہ حافظ صاحب یہیں ٹھہرو! مَیں آتا ہوں۔ حضور میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے مصافحہ کیا۔ اور اکثر حضور علیہ السّلام السَّلام علیکم پہلے کہا کرتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ حافظ صاحب آنکھوں سے نابینا ہیں اور پُرانے اور مخلص صحابہ میں سے ہیں۔ ایک دفعہ مَیں نے انہیں دیکھا۔ کہ وہ حضرت صاحب کو اس مکان کے راستے سے ملنے کے لئے گئے تھے۔ جس میں آجکل مَیں رہتا ہوں۔ اس وقت نہ معلوم کس مصلحت سے حضرت صاحب نے حافظ صاحب سے فارسی زبان میں گفتگو فرمائی تھی۔

۶۶۲ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حافظ محمد ابراہیم صاحب نے بواسطہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشّر بیان کیا۔ کہ جب مَیں پہلی دفعہ ۱۹۰۱ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ملا ہوں۔ تو حضور سیر کو جارہے

تھے۔ اس وقت آپ نے فرمایا۔ کہ مجھے آج الہام ہوا ہے۔ "حربًا مہیجًا" جس کے معنے ہیں کہ لڑائی کے لئے تیاری کرو۔ حضور جب سیر سے واپس تشریف لائے۔ اور بعد میں ظہر کی نماز کے لئے آئے۔ تو اس وقت آپ کے ہاتھ میں اشتہار تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ اشتہار ابھی آریوں کی طرف سے آیا ہے۔ جس میں بہت گالیاں لکھی ہوئی ہیں۔ اور اس میں یہ بات بھی لکھی ہوئی تھی۔ کہ اگر ہم سے مناظرہ ومباحثہ نہ کروگے۔ تو ہم سمجھیں گے کہ تمہارا مذہب جھوٹا ہے۔ اور تمہارے پاس کوئی سچائی نہیں ہے۔ اکثر دفعہ ایسا ہوتا تھا۔ کہ حضور صبح کو کوئی الہام سُناتے تھے۔ اور معًا اس کا ظہور ہوجاتا تھا۔ مَیں جب سے حضور کے پاس آیا ہوں۔ کبھی حضور نے بارش کے لئے دُعا نہیں کی۔ بلکہ جب کبھی بارش کی ضرورت ہوتی۔ تو آپ فرماتے اب تو سخت گرمی ہے اور بارش کی ضرورت ہے اسی دن چند گھنٹے بعد بارش ہونی شروع ہوجاتی۔ اور اس کے بعد اس موسم میں پھر کبھی گرمی کی نوبت نہ پہونچتی۔ ایک دو دن کا وقفہ کرکے پھر بارش ہو جایا کرتی۔

۶۶۳　بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے صدقہ ناجائز خیال فرماتے تھے۔

۶۶۴　بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضور علیہ السلام فرماتے تھے۔ کہ انبیاء کے لئے عصمت ہے۔ وہ ہمیشہ گناہ سے پاک ہوتے ہیں۔ مگر چونکہ وہ دوسرے لوگوں کے لئے نمونہ ہیں۔ تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ضرور دوسرے لوگ بھی گناہوں سے پاک ہوسکتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے حفاظت کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ انبیاء گناہ سے معصوم ہوتے ہیں۔ اور انبیاء کے سوا اور لوگ جو اتنی ترقی کرلیتے ہیں کہ گناہ کرنے سے بکلّی آزاد اور پاک ہوجاتے ہیں۔ ان کو محفوظ کہا جاتا ہے۔

۶۶۵　بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خاں مُرتد بڑا خواب بین شخص تھا۔ اس کے دماغ کی بناوٹ ہی ایسی تھی۔ کہ ذرا اُونگھ آئی۔ اور خواب آیا یا الہام ہوا۔ وہ یا تو ابتداء زمانہ طالب علمی میں قادیان آیا کرتا تھا۔ یا پھر ایک مدت دراز کے بعد لمبی رخصت لے کر قادیان آیا۔ اور یہاں وہ حضرت صاحب کو ہر روز مغرب وعشاء کے درمیان اپنی تفسیر سُنایا کرتا تھا۔ اور داد چاہتا تھا۔ جو جو باتیں اور عقائد اور اعتراض عبدالحکیم خاں نے

مرتد ہوتے وقت بیان کئے ہیں۔ وہ سب آجکل غیر مبایعین میں موجود ہیں۔ دراصل ان لوگوں کو اس نے ہلاک کیا۔ اور خود اس کو اس کی خواب بینی اور ملمّع صفات نے ہلاک کیا۔ چنانچہ ایک دفعہ اِن لوگوں نے یہ تجویز پیش کی۔ کہ ریویو میں حضرت صاحب کا اور احمدیت کی خصوصیات کا ذکر نہ ہو۔ بلکہ عام اسلامی مضامین ہوں۔ تاکہ اشاعت زیادہ ہو۔ اخبار وطن میں بھی یہ تحریک چھپی تھی جس پر حضرت صاحب نے نہایت ناراضگی کا اظہار کیا تھا۔ اور فرمایا تھا۔ کہ ہمیں چھوڑ کر کیا آپ مُردہ اسلام کو پیش کریں گے؟ عبدالحکیم خاں نے حضور کو لکھا تھا۔ کہ آپ کا وجود خادمِ اسلام ہے نہ کہ عین اسلام۔ مگر حضرت صاحب کے اس فقرہ نے اس کی تردید کردی۔ کہ دراصل آپ کا وجود ہی روح اسلام ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ مسئلہ بہت باریک ہے کہ کسی مذہب میں اس مذہب کے لانیوالے کے وجود کو کس حد تک اور کس رنگ میں داخل سمجھا جا سکتا ہے۔ مگر بہر حال یہ ایک مسلّم صداقت ہے کہ نبی کے وجود سے مذہب کو جُدا نہیں کیا جا سکتا۔ یہ دونوں باہم اس طرح پروئے ہوئے ہوتے ہیں۔ جس طرح ایک کپڑے کا تانا اور بانا ہوتا ہے جن کے علیحدہ کرنے سے کپڑے کی تار پود بکھر جاتی ہے۔ بے شک بعض خام طبع موحدین اسے شرک قرار دے سکتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ خیال خود شرک میں داخل ہے کہ ایک خدائی فعل کے مقابلہ میں اپنے خیال کو مقدم کیا جائے۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ خوابوں کا مسئلہ بھی بڑا نازک ہے۔ کئی خوابیں انسان کی دماغی بناوٹ کا نتیجہ ہوتی ہے اور اکثر لوگ ان کی حقیقت کو نہیں سمجھتے۔

۶۶۶ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت صاحب کے زمانہ میں اس عاجز نے نمازوں میں اور خصوصاً سجدوں میں لوگوں کو آجکل کی نسبت بہت زیادہ روتے سُنا ہے رونے کی آوازیں مسجد کے ہر گوشہ سے سُنائی دیتی تھیں۔ اور حضرت صاحب نے اپنی جماعت کے اس رونے کا فخر کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ جس نماز سے پہلے حضرت صاحب کی کوئی خاص تقریر اور نصیحت ہو جاتی تھی۔ اس نماز میں تو مسجد میں گویا ایک کہرام برپا ہو جاتا تھا۔ یہانتک کہ سنگدل سے سنگدل آدمی بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے تھے۔ ایک جگہ حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ دن میں کم از کم ایک دفعہ تو انسان خدا کے حضور رو لیا کرے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس کے لئے خلوت میں بیٹھ کر نعماء الٰہی کو یاد کرنا اور انبیاء و اولیاء کے

حالات اور ان کی قربانیوں کو آنکھوں کے سامنے لانا خوب نسخہ ہے۔

۶۶۷ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ مولوی غلام حسین صاحب ڈنگوی نے بواسطہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ مجھے حضور کے ساتھ ریل میں سفر کرنے کا اتفاق نصیب ہوا۔ جیسا کہ عام لوگ ریل میں سوار ہو کر باہر سے آنے والے مسافروں سے تُرش رُوئی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ اس وقت بھی بعض اصحاب نے یہ رویہ اختیار کیا۔ ان میں سے یہ ناچیز بھی تھا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسافر کے لئے جگہ خالی کر دی۔ اور مجھے یوں مخاطب کیا۔ کہ اخلاق دکھانے کا یہی موقعہ ہے۔ اس پر مَیں بہت شرمسار ہوا۔ یہ آپ کے اخلاقِ فاضلہ میں سے ایک عام مثال ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ پنجابی میں ایک بڑی سچّی مثل ہے کہ "یا راہ پیا جانئے یا واہ پیا جانئے" یعنی کسی شخص کے اخلاق کی اصل حالت دو موقعوں پر ظاہر ہوتی ہے یا تو سفر میں جبکہ اکثر صورتوں میں انسان ننگا ہو جاتا ہے اور یا جب کسی شخص کے ساتھ معاملہ پڑے تو اس وقت انسان کی اغراض اُسے اصلی صورت میں ظاہر کر دیتی ہیں۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ اصل اخلاق یہ ہیں کہ خرابی کیطرف کھینچنے والی طاقتیں موجود ہوں اور پھر انسان اچھے اخلاق پر قائم رہے مثلاً خیانت کے موقعے موجود ہوں اور پھر انسان دیانتدار رہے۔ ورنہ عام حالات میں تو ہر شخص دیانتدار نظر آتا ہے۔ ریل میں بھی یہی صورت پیش آتی ہے۔ کہ چونکہ جگہ کی تنگی ہوتی ہے۔ اس لئے لوگ اپنے آرام کی خاطر دوسرے مسافروں کے آنے پر بداخلاقی دکھاتے ہیں۔ حالانکہ یہی اخلاق دکھانے کا موقعہ ہوتا ہے ورنہ کھلی جگہ کے ہوتے ہوئے دوسروں کی آؤ بھگت کرنا کوئی اعلےٰ خُلق نہیں۔

۶۶۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حافظ محمد ابراہیم صاحب نے بواسطہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اپنے خاص کمرہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور وہ کمرہ بھی چھوٹا تھا۔ اور ہماری جماعت کے اکثر معزز لوگ حضور سے خاص مشورہ کے لئے آئے ہوئے تھے مَیں بھی ملاقات کی غرض سے گیا۔ جگہ کی تنگی کی وجہ سے مَیں جوتے ایک طرف کر کے جگہ بنانے لگا۔ حضور نے مجھے دیکھا اور فرمایا۔ کہ آپ آگے آجائیے۔ جگہ میرے پاس موجود ہے۔ اگرچہ جگہ بہت تنگ تھی۔ مگر حضور کے الفاظ سُنکر لوگ خود پیچھے ہٹنے شروع ہو گئے۔ اور حضور نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا۔

۶۶۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حافظ محمد ابراہیم صاحب نے بواسطہ مولوی عبد الرحمٰن صاحب مبشر بیان کیا کہ جب میری پہلی بیوی فوت ہوگئی۔ تو مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دعا کے لئے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ مَیں دعا کروں گا۔ بعض دوستوں نے کہا۔ کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہئے کہ حضور آپ کے لئے رشتہ کا انتظام فرما دیں۔ مَیں نے جواب دیا۔ کہ مَیں نے دعا کے لئے عرض کر دیا ہے۔ انشاء اللہ آسمان سے ہی انتظام ہو جائے گا۔ ابھی بیس دن نہ گذرے تھے۔ کہ حضرت مولوی نور الدین صاحب کے پاس گجرات کے ضلع سے ایک خط آیا۔ کہ حافظ صاحب سے دریافت کریں۔ کہ اگر رشتہ کی ضرورت ہو۔ تو ایک رشتہ موجود ہے۔ حضرت مولوی صاحب نے بغیر میرے پوچھنے کے اپنی طرف سے خط لکھدیا کہ ہم کو منظور ہے۔ اور مجھے فرمانے لگے کہ آپ کی شادی کا انتظام ہوگیا ہے۔ مَیں نے پوچھا۔ حضور کہاں۔ فرمایا۔ آپ کو اس سے کیا؟ آخر وہ معاملہ جناب الٰہی نے نہایت خیر و خوبی سے تکمیل کو پہونچایا۔ اور ہمارے لئے نہایت بابرکت ثابت ہؤا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مولوی صاحب نے جو حافظ صاحب کی اطلاع کے بغیر از خود رشتہ طے کر لیا۔ تو اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ آپ کو یقین تھا کہ حافظ صاحب کو آپ کا ہر فیصلہ منظور ہوگا۔ ورنہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ بالغ مرد کی رضامندی کے بغیر بھی رشتہ ہو سکتا ہے۔ یہ ایک خاص تعلق کا اظہار تھا۔

۶۷۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک مرتبہ نماز استسقاء ہوئی تھی۔ یہ نماز اس بڑ کے درخت کے نیچے ہوئی تھی۔ جہاں گذشتہ سالوں میں جلسہ گاہ مستورات تھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس بڑ کے نیچے اور اس کے ساتھ والے میدان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں کئی دفعہ عید بھی ہوئی تھی۔ اور جنازے بھی اکثر یہیں ہؤا کرتے تھے۔ اس طرح یہ بڑ بھی گویا ہماری ایک ملی یادگار ہے۔ یہ بڑ اس راستہ پر پُل کے قریب ہے۔ جو قادیان کی پُرانی آبادی سے دارالانوار کی طرف کو جاتا ہے۔

۶۷۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ لدھیانہ میں ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم سے کہا۔ کہ آپ اسلام پر ایک پبلک لیکچر دیں۔ چنانچہ مولوی صاحب مرحوم فرماتے تھے۔ کہ مَیں نے اپنے اس زمانہ کے علم کے مطابق بڑے زور شور سے وہ لیکچر دیا۔ اور حضرت صاحب بھی اس میں شریک ہوئے۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ اس وقت

تک مَیں نے ابھی بیعت نہ کی تھی۔
خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کے حضرت صاحب سے قدیم تعلقات تھے جو غالباً حضرت خلیفہ اولؓ کے واسطہ سے قائم ہوئے تھے۔ مگر مولوی صاحب موصوف نے بیعت کچھ عرصہ بعد کی تھی۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب جماعت کے بہترین مقررین میں سے تھے۔ اور آواز کی غیر معمولی بلندی اور خوش الحانی کے علاوہ ان کی زبان میں غیر معمولی فصاحت اور طاقت تھی جو سامعین کو مسحور کر لیتی تھی۔

672 بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حج نہیں کیا۔ اعتکاف نہیں کیا۔ زکوٰۃ نہیں دی۔ تسبیح نہیں رکھی۔ میرے سامنے ضب یعنی گوہ کھانے سے انکار کیا۔ صدقہ نہیں کھایا۔ زکوٰۃ نہیں کھائی۔ صرف نذرانہ اور ہدیہ قبول فرماتے تھے۔ پیروں کی طرح مصلّٰی اور خرقہ نہیں رکھا۔ رائج الوقت درود و وظائف (مثلاً پنجسورہ۔ دعائے گنج العرش۔ درود تاج۔ حزب البحر۔ دعائے سریانی وغیرہ) نہیں پڑھتے تھے۔
خاکسار عرض کرتا ہے کہ حج نہ کرنے کی تو خاص وجوہات تھیں کہ شروع میں آپ کے لئے مالی لحاظ سے انتظام نہیں تھا۔ کیونکہ ساری جائداد وغیرہ اوائل میں ہمارے دادا صاحب کے ہاتھ میں تھی اور بعد میں تایا صاحب کا انتظام رہا۔ اور اس کے بعد حالات ایسے پیدا ہو گئے۔ کہ ایک تو آپ جہاد کے کام میں منہمک رہے دوسرے آپ کے لئے حج کا راستہ بھی مخدوش تھا۔ تاہم آپ کی خواہش رہتی تھی۔ کہ حج کریں۔ چنانچہ حضرت والدہ صاحبہ نے آپ کے بعد آپ کی طرف سے حج بدل کروایا۔ اعتکاف ماموریت کے زمانہ سے قبل غالباً بیٹھے ہونگے مگر ماموریت کے بعد بوجہ قلمی جہاد اور دیگر مصروفیت کے نہیں بیٹھ سکے۔ کیونکہ یہ نیکیاں اعتکاف سے مقدم ہیں۔ اور زکوٰۃ اس لئے نہیں دی۔ کہ آپ کبھی صاحب نصاب نہیں ہوئے۔ البتہ حضرت والدہ صاحبہ زیور پر زکوٰۃ دیتی رہی ہیں۔ اور تسبیح اور رسمی وظائف وغیرہ کے آپ قائل ہی نہیں تھے۔

673 بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت صاحب کی آنکھوں میں مائی اوپیا تھا۔ اسی وجہ سے پہلی رات کا چاند نہ دیکھ سکتے تھے۔ مگر نزدیک سے آخر عمر تک باریک حروف بھی پڑھ لیتے تھے۔ اور عینک کی حاجت محسوس نہیں کی۔ اور واللہ آنکھوں کی یہ حالت

حضرت صاحب کی تمام اولاد میں آئی ہے۔ کہ دُور کی نظر کمزور ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مجھے یاد ہے کہ کبھی رمضان یا عید میں پہلی رات کا چاند دیکھنا ہوتا تھا۔ تو آپ کسی دوست کی عینک منگا کر دیکھنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔

۶۶۴ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میاں امام الدین صاحب سیکھوانی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک روز حضرت صاحب مسجد مبارک کی چھت پر بیٹھے ہوئے کچھ گفتگو فرما رہے تھے۔ ان دنوں قادیان میں طاعون شروع تھا۔ بعض لوگوں نے جو قادیان کے کمہار وغیرہ تھے۔ آکر بیعت کرلی۔ تو میر ناصر نواب صاحب مرحوم نے کہا: "الاعراب اشدّ کفراً ونفاقاً" کہ اعرابی ایسے ویسے ہی ہوتے ہیں۔ یعنی ان لوگوں کو کوئی سمجھ نہیں ہوتی۔ ڈر کے مارے یا دیکھا دیکھی بیعت کر لیتے ہیں اور دل میں ایمان نہیں ہوتا۔ حضرت صاحب نے میر صاحب کے جب یہ الفاظ سُنے۔ تو فرمایا۔ میر صاحب! سب لوگ یکساں نہیں ہوتے۔ جیسے مثلاً سیکھواں والے ہیں۔ اس طرح حضور نے ہم تینوں بھائیوں کو اس طبقہ سے مستثنیٰ کر دیا۔ جو ہماری انتہائی خوشی کا باعث ہوُا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہی روایت میاں خیر دین صاحب کی زبانی نمبر ۶۴۳ کے ماتحت بھی گذر چکی ہے۔

۶۶۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ میاں امام الدین صاحب سیکھوانی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضور علیہ السلام نے ایک دن فرمایا۔ کہ جس طرح بلّی کو چوہوں کے ساتھ ایک طبعی مناسبت ہے کہ جس وقت دیکھتی ہے حملہ کرتی ہے۔ اسی طرح مسیح کو دجال کے ساتھ طبعی نفرت ہے کہ جس وقت دیکھتا ہے حملہ کرتا ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپ کے دل میں اس زمانہ کی مادیت اور دہریت کے خلاف کس قدر جوش تھا۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہاں بلّی چوہے کی مثال صرف ایک خاص رنگ کی کیفیت کے اظہار کے لئے بیان کی گئی ہے۔ ورنہ اصل امر سے اس مثال کو کوئی تعلق نہیں۔ و قال اللہ تعالیٰ ان اللہ لا یستحیٖ ان یضرب مثلاً ما بعوضۃ فما فوقھا۔

۶۶۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب بی۔اے جالندھری نے بواسطہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ ۹۱-۱۸۹۰ء تھا۔ جب مَیں پہلی مرتبہ قادیان حاضر ہوُا۔ ان دنوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام رسالہ فتح اسلام کی پہلی کاپی کے پروف دیکھ رہے تھے۔ مَیں ابھی بچہ ہی تھا

آپ نے میرے دائیں ہاتھ کی کلائی پکڑ کر میری بیعت قبول فرمائی۔ اور الفاظ بیعت بھی اس وقت بعد کے الفاظ سے مختلف تھے۔ جن میں سے ایک فقرہ یاد رہ گیا۔ کہ ”میں منہیات سے بچتا رہوں گا۔“

خاکسار عرض کرتا ہے کہ ماسٹر صاحب موصوف سکھ سے مسلمان ہوئے ہیں۔ اور خدا کے فضل سے تبلیغ کے نہایت دلدادہ ہیں۔ ابھی گذشتہ ایام میں انہیں اس بات کے لئے جیل خانہ میں جانا پڑا۔ کہ انہوں نے باوا نانک صاحب کو مسلمان لکھا تھا۔ مگر انہوں نے اس تکلیف کو نہایت بشاشت اور خوشی سے برداشت کیا۔

۶۷۷ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب بی۔ اے نے بواسطہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ ۱۹۰۳ء کے قریب میں نے چند نومسلموں کی طرف سے دستخط کروا کر ایک اشتہار شائع کیا۔ جس کا عنوان ”قادیان اور آریہ سماج“ تھا۔ اس اشتہار سے پنجاب میں شور پڑ گیا۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا ”حربًا مہیجًا“ یعنی جنگ کو جوش دیا گیا ہے۔ اس پر قادیان کے آریوں نے بھی جلسہ کیا۔ اس کے جواب میں حضرت صاحب نے اپنی کتاب ”نسیم دعوت“ تالیف فرمائی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس الہام کا ذکر روایت نمبر ۶۶۲ میں بھی ہو چکا ہے۔

۶۷۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مرزا دین محمد صاحب ساکن لنگروال نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ جب بچپن میں قادیان میں میری آمد و رفت شروع ہوئی۔ تو میں مرزا غلام مرتضٰے صاحب اور مرزا غلام قادر صاحب کو تو خوب جانتا تھا۔ اور ان سے ملتا تھا۔ مگر حضرت صاحب کو نہیں جانتا تھا۔ کیونکہ وہ گوشہ نشین تھے۔ صرف مسجد میں نماز کے لئے جاتے تھے۔ ورنہ کبھی نظر نہیں آتے تھے۔ کمرہ بند رکھکر اس کے اندر رہتے تھے۔ میں نے پہلی دفعہ حضرت صاحب کو اس وقت دیکھا جب میں ایک دفعہ گھر سے دادا صاحب یعنی مرزا غلام مرتضٰے صاحب کا کھانا لایا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ حضرت صاحب سیڑھیوں سے چڑھکر اپنے کمرہ میں چلے گئے اور دروازہ بند کر لیا۔ میں نے تعجب کیا۔ کہ یہ کون شخص ہے۔ اس پر میں نے کسی سے پوچھا۔ کہ یہ کون ہے۔ تو بتایا گیا۔ کہ دادا صاحب کا چھوٹا لڑکا ہے۔ نیز مرزا دین محمد صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ دادا صاحب کی وفات کے وقت میری عمر گیارہ سال کی تھی۔

۶۷۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مرزا دین محمد صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ جب میں نے حضرت صاحب کو پہلے دن دیکھا۔ تو مجھے آپ سے ملنے کا شوق پیدا ہوا۔ سو دوسرے دن غالبًا جب ظہر کی نماز پڑھکر حضرت صاحب گھر آئے اور کمرہ میں جانے لگے۔ تو میں پیچھے ہو لیا۔ اور جب کمرہ کا دروازہ بند کرنے لگے۔

مَیں نے اس کے اندر ہاتھ دیدیا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا کیوں بھئی کیا کام ہے؟ مَیں نے کہا۔ صرف ملنا ہے۔ فرمایا۔ اچھا آجاؤ۔ چنانچہ مَیں کمرہ میں چلا گیا اور حضرت صاحب نے دروازہ بند کر لیا۔ حضرت صاحب نے پوچھا تم کون ہو؟ مَیں نے کہا۔ کہ مَیں مرزا نظام الدین صاحب کا پھوپھی زاد بھائی اور مرزا نتھا بیگ صاحب کا بیٹا لنگروال سے ہُوں۔ اس پر حضرت نے مجھے پہچان لیا۔ اس کے بعد مَیں آپ کے پاس آنے جانے لگا۔ اور آپ کے ساتھ مل کر نماز پڑھنے لگ گیا۔ پھر اس کے بعد حضرت صاحب کا کھانا بھی مَیں ہی اندر سے لاتا اور کھلاتا تھا۔ گھر میں سب کھانے کا انتظام والدہ صاحبہ مرزا سلطان احمد صاحب کے سپرد تھا۔ اس کے قبل حضرت صاحب نے ایک چھینکا رکھا ہوتا تھا۔ جس میں کھانا وغیرہ رکھ دیا جاتا تھا اور حضرت صاحب اُسے اُوپر چوبارہ میں کھینچ لیتے تھے۔ اس طرح میری حضرت صاحب کے ساتھ بہت محبت ہو گئی۔ اور حضرت صاحب نے مجھے فرمایا۔ تم میرے پاس ہی سو رہا کرو۔ اور بعض دفعہ مَیں کھانے میں بھی شریک ہو جاتا تھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ مرزا دین محمد صاحب کی ہمشیرہ مرزا نظام الدین صاحب کے عقد میں تھیں۔ یہ شادی بہت پرانی تھی۔ یعنی مرزا دین محمد صاحب کے ہوش سے قبل ہوئی تھی۔ مرزا دین محمد صاحب کی سگی پھوپھی مرزا غلام محی الدین صاحب کے گھر تھیں۔ گویا مرزا نظام الدین صاحب مرزا دین محمد صاحب کے پھوپھی زاد بھائی بھی تھے۔

۶۸۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ مرزا دین محمد صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ جن دنوں میری آمد و رفت حضرت صاحب کے پاس ہوئی۔ ان ایام میں حضرت صاحب اپنے موروثیوں وغیرہ کے ساتھ مقدمات کی پیروی کے لئے جایا کرتے تھے۔ کیونکہ دادا صاحب نے یہ کام آپ کے سپرد کیا ہوا تھا۔ تایا صاحب باہر ملازم تھے۔ جب حضرت صاحب بٹالہ جاتے مجھے بھی ساتھ لے جاتے۔ جب گھر سے نکلتے تو گھوڑے پر مجھے سوار کر دیتے تھے۔ خود آگے آگے پیدل چلے جاتے۔ نوکر نے گھوڑا پکڑا ہوا ہوتا تھا۔ کبھی آپ بٹالہ کے راستہ والے موڑ پر سوار ہو جاتے اور کبھی نہر پر۔ مگر اس وقت مجھے اتارتے نہ تھے بلکہ فرماتے تھے کہ تم بیٹھے رہو۔ مَیں آگے سوار ہو جاؤں گا۔ اس طرح ہم بٹالہ پہنچتے۔ ان ایام میں بٹالہ میں حضرت صاحب کے خاندان کا ایک بڑا مکان تھا۔ یہ مکان بیاں محلہ اچری دروازے میں تھا۔ اُس میں آپ ٹھہرتے تھے۔ اس مکان میں ایک جولاہا حفاظت کے لئے رکھا ہوا تھا۔ مکان کے چوبارہ میں آپ رہتے

تھے۔ شام کو اپنے کھانے کے لئے مجھے دو پیسے دیدیتے تھے۔ ان دنوں میں بھٹیاری جھیوری کی دکان سے دو پیسے میں دو روٹی اور دال مل جاتی تھی۔ وہ روٹیاں مَیں لاکر حضرت صاحب کے آگے رکھدیتا تھا۔ آپ ایک روٹی کی چوتھائی یا اس سے کم کھاتے باقی مجھے کہتے کہ اس جولاہے کو بلاؤ۔ اسے دیدیتے اور مجھے میرے کھانے کے لئے چار آنے دیتے تھے۔ اور سائیس کو دو آنہ دیتے تھے۔ اس وقت نرخ گندم کا روپیہ سوا روپیہ فی من تھا۔ بعض دفعہ جب تحصیل میں تشریف لے جاتے۔ تو مجھے بھی ساتھ لے جاتے۔ جب تین یا چار بجتے تو تحصیل سے باہر آتے تو مجھے بلا کر ایک روٹی کھانے کے ناشتہ کے لئے دیدیتے۔ اور خود آپ اس وقت کچھ نہ کھاتے۔ تحصیل کے سامنے کنوئیں پر وضو کر کے نماز پڑھتے اور پھر تحصیلدار کے پاس چلے جاتے۔ اور جب کچہری برخاست ہو جاتی تو واپس چلے آتے۔

جب بٹالہ سے روانہ ہوتے۔ تو پھر بھی مجھے سارا رستہ سوار رکھتے۔ خود کبھی سوار ہوتے اور کبھی پیدل چلتے۔ پیشاب کی کثرت تھی۔ اس لئے گاہے بگاہے ٹھہر کر پیشاب کرتے تھے۔

۶۸۱ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مرزا دین محمد صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ابتداء میں میں نے حضرت صاحب سے بھی کچھ پڑھا ہے۔ ایک فارسی کی کتاب تھی۔ وہ پڑھی تھی۔ لالہ ملاوامل۔ وشرن پت اور کشن سنگھ بھی پڑھتے تھے۔ ملاوامل وشرن پت حکمت پڑھتے تھے اور کشن سنگھ قانون کی کتاب پڑھتا تھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ لالہ ملاوامل اور لالہ شرن پت کا ذکر حضرت صاحب کی اکثر کتابوں میں آچکا ہے اور کشن سنگھ قادیان کا ایک باشندہ تھا جو سکھ مذہب کو بدل کر آریہ ہو گیا تھا مگر کیس رہنے دیئے تھے۔ اس لئے اُسے لوگ کیسوں والا آریہ کہتے تھے۔ اب ان تینوں میں سے صرف لالہ ملاوامل زندہ ہیں۔ محررہ ۸/۱۰/۳۹۔

۶۸۲ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مرزا دین محمد صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ جب حضرت صاحب کے پاس میری آمدورفت اچھی طرح ہو گئی۔ اور مَیں آپ سے پڑھنے بھی لگ گیا۔ تو حضور نے مجھے حکم دیا کہ ہر دو گھروں میں یعنی بخانہ مرزا غلام مرتضٰے صاحب اور بخانہ مرزا غلام محی الدین صاحب کہدیا کرو۔ کہ سب لوگ ہر روز سوتے وقت استخارہ کر کے سویا کریں۔ اور جو خواب آئے وہ صبح ان سے پوچھ لیا کرو۔ اور مجھ سے بھی استخارہ کراتے تھے۔ استخارہ یہ سکھایا تھا کہ سوتے ہوئے دعا کر کے "یا خبیر اخبرنی"

پڑھا کرو۔ اور پڑھتے پڑھتے سو جایا کرو۔ اور درمیان میں بات نہ کیا کرو۔ مَیں صبح سب گھر والوں میں پھر کر خوابیں پوچھتا تھا۔ اور حضرت صاحب کو آکر اطلاع دیتا تھا۔ پھر حضرت صاحب سب کی تعبیر بتاتے اور مَیں سب کو جاکر اطلاع دیتا۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ مرزا غلام مرتضےٰ صاحب اور مرزا غلام محی الدین صاحب حقیقی بھائی تھے۔ مرزا غلام مرتضےٰ صاحب حضرت صاحب کے والد تھے اور مرزا غلام محی الدین صاحب چچا تھے۔ اس زمانہ میں بس انہی دو گھروں میں سارا خاندان تقسیم شدہ تھا۔ اب مرزا غلام محی الدین صاحب کی اولاد میں سے صرف مرزا گل محمد ہیں۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ استخارہ کی اصل مسنون دُعا تو لمبی ہے مگر معلوم ہوتا ہے۔ کہ مرزا دین محمد صاحب کی سہولت کے لئے آپ نے انہیں یہ مختصر الفاظ سکھا دیئے ہوں گے۔

۶۸۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ دعویٰ سے پہلے ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے مکان واقع بٹالہ پر تشریف فرما تھے۔ مَیں بھی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ کھانے کا وقت ہوا۔ تو مولوی صاحب خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ دھلانے کے لئے آگے بڑھے۔ حضور نے ہر چند فرمایا۔ کہ مولوی صاحب آپ نہ دھلائیں۔ مگر مولوی صاحب نے باصرار حضور کے ہاتھ دھلائے۔ اور اس خدمت کو اپنے لئے فخر سمجھا۔ ابتداء میں مولوی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زُہدانہ زندگی کی وجہ سے آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مَیں نے اس قسم کے واقعات دوسرے لوگوں سے بھی سُنے ہیں کہ دعویٰ سے قبل مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی حضرت صاحب کی بہت عزت کرتے تھے اور اس طرح پیش آتے تھے جس طرح انہیں آپ کے ساتھ خاص عقیدت ہے۔ مگر جب مخالفت ہُوئی تو اُسے بھی انتہا تک پہونچا دیا۔

۶۸۴ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میاں امام الدین صاحب سیکھوانی نے بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کرم دین کے مقدمہ میں گورداسپور تشریف لے گئے تو ایک دن جبکہ آپ نے گورداسپور کی کچہری کے پاس جو جامن ہے اس کے نیچے ڈیرا لگایا ہُوا تھا۔ خواجہ کمال الدین صاحب

جنہوں نے اس وقت اپنے سر کی ٹنڈ کرائی ہوئی تھی۔ اس جامن کے نیچے ٹہل رہے تھے۔ حضرت صاحب نے جب خواجہ صاحب کا سر منڈا ہوا دیکھا تو اُسے ناپسند فرمایا اور آئندہ کے لئے روکنے کے خیال سے فرمایا۔ کہ یہ علامت منافق یا یہود کی ہے مجھے یہ یاد نہیں رہا۔ کہ ان دونوں لفظوں میں سے حضور نے علامتِ منافق یا علامتِ یہود کونسا لفظ فرمایا۔ مگر آپ کی زبانِ مبارک سے یہ الفاظ ضرور نکلے تھے کہ منافق یا یہود۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ جہانتک مجھے یاد ہے حضرت صاحب یہ فرمایا کرتے تھے کہ سر منڈانا خوارج کی علامت ہے اور اُسے ناپسند فرماتے تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میاں امام الدین صاحب سیکھوانی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ جس ۶۸۵
وقت حضرت اقدس نے مینار کی بنیاد رکھوائی۔ تو اس کے بعد کچھ عمارت بن کر کچھ عرصہ تک مینار بننا بند ہوگیا تھا۔ اس پر حضور نے ایک اشتہار دیا۔ کہ اگر سو آدمی ایک ایک سو روپیہ دے دیویں۔ تو دس ہزار روپیہ جمع ہو جائے گا اور مینار تیار ہو جائے گا۔ اور ان دوستوں کے نام مینار پر درج کئے جائیں گے ہم تینوں بھائیوں نے حضور کی خدمت میں عرض کی۔ کہ ہم مع والد یکصد روپیہ مل کر ادا کر سکتے ہیں۔ اگر حضور منظور فرمائیں۔ تو حضور نے بڑی خوشی سے منظور فرمایا۔ اور ہم نے سو روپیہ ادا کر دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود ۶۸۶
علیہ السلام خطرات کے وقت ہمیشہ احتیاط کا پہلو مدنظر رکھتے تھے۔ چنانچہ طاعون کے ایام میں دروازہ پر پہرہ رہتا تھا۔ کہ دیہات کی ہر کس و ناکس عورت گندے کپڑوں کے ساتھ اندر نہ آنے پائے (کیونکہ گھی وغیرہ فروخت کرنے کے لئے دیہات کی عورتیں آتی رہتی تھیں) اسی طرح آپ کو شہتیر والا مکان ناپسند تھا۔ اور فرماتے تھے کہ ایسی چھت خطرناک ہوتی ہے۔ خود اپنی رہائش کے دالان کی چھت جس میں چار شہتیر تھے بدلوا کر صرف کڑیوں والی چھت ڈالوائی تھی۔ اسی طرح آپ نے لدھیانہ سے دہلی جاتے ہوئے ۱۹۰۵ء میں کرنال والی لائن سے سفر کیا۔ کیونکہ دوسری طرف سے راستہ میں دو دفعہ دریا کا پُل آتا تھا۔ اور ان دنوں میں کچھ حادثات بھی ریلوں کے زیادہ ہوئے تھے۔ اسی ضمن میں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے بھتیجے نے جو ایک نشہ باز اور خطرناک آدمی تھا۔ حضور کو ایک خط تحریر کیا۔ اور اس میں قتل کی دھمکی دی۔ کچھ دن بعد وہ خود قادیان آگیا۔ آپ نے

جب سُنا تو حضرت خلیفہ اوّلؓ کو تاکیداً کہلا بھیجا۔ کہ اسے فوراً رخصت کر دیں۔ چنانچہ مولوی صاحب نے اُسے کچھ دے دلا کر رخصت کر دیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں لکڑی کے شہتیر ہوتے تھے۔ جن سے یہ خطرہ ہوتا تھا۔ کہ اگر شہتیر ٹوٹے تو ساری چھت گر جائے گی۔ مگر آجکل لوہے کے گرڈر نکل آئے ہیں۔ جو بہت محفوظ ہوتے ہیں۔

۶۸۷ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت صاحب ارکان اسلام میں سب سے زیادہ نماز پر زور دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ "نمازیں سنوار کر پڑھا کرو۔"

خاکسار عرض کرتا ہے کہ سنوار کر پڑھنے سے یہ مراد ہے کہ دل لگا کر پوری توجہ کے ساتھ ادا کی جاوے۔ اور نماز میں خشوع خضوع پیدا کیا جائے۔ اور اس میں کیا شبہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں ایسی کیفیت پیدا کر لے۔ تو وہ گویا ایک مضبوط قلعہ میں آ جاتا ہے۔

۶۸۸ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ڈاکٹر نور محمد صاحب لاہوری کی ایک بیوی ڈاکٹرنی کے نام سے مشہور تھی۔ وہ مدتوں قادیان آ کر حضور کے مکان میں ہی اور حضور کی خدمت کرتی تھی۔ اس بیچاری کو سل کی بیماری تھی۔ جب وہ فوت ہو گئی۔ تو اس کا ایک دوپٹہ حضرت صاحب نے دعا کے لئے یاددہانی کے لئے بیت الدعا کی کھڑکی کی ایک آہنی سلاخ سے بندھوا دیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ ڈاکٹرنی مرحومہ بہت مخلصہ تھی اور اس کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب کا اخلاص بھی ترقی کر گیا تھا۔

۶۸۹ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ قریباً ۱۸۹۳ء تک گول کمرہ ہی مہمانخانہ ہوتا تھا۔ پھر اس میں پریس آگیا جب یہاں مہمانخانہ تھا تو یہیں کھانا وغیرہ کھلایا جاتا تھا۔ اور کاتب بھی اسی جگہ مسودات کی کاپیاں لکھا کرتا تھا۔ اور حضرت صاحب کا ملاقات کا کمرہ بھی یہی تھا۔ ان دنوں میں مہمان بھی کم ہوا کرتے تھے۔ ۱۸۹۵ء میں حضرت والد صاحب یعنی میر ناصر نواب صاحب پنشن لیکر قادیان آ گئے۔ اور چونکہ اس وقت پریس اور مہمانوں کے لئے فصیل قصبہ کے مقام پر مکانات بن چکے تھے۔ اس لئے میر صاحب گول کمرہ میں رہنے لگے۔ اور انہوں نے اس کے آگے دیوار

روک کر ایک چھوٹا سا صحن بھی بنا لیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ گول کمرہ اس کمرہ کا نام ہے جو مسجد مبارک کے قریب احمدیہ چوک پر واقع ہے اس کے ماتھے کی دیوار گول ہے۔ ابتداء زمانہ خلافت میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ نے بھی کئی سال تک اس میں اپنا دفتر رکھا تھا۔

۶۹۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ جب قادیان کی فصیل کی جگہ پر مکانات بنے تو سب سے پہلے دو بڑے کمرے۔ اور دو کوٹھڑیاں شمالی جانب تعمیر ہوئیں۔ وہ بڑا کمرہ جو اب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا موٹر خانہ ہے۔ یہ ضیاء الاسلام پریس کے لئے بنا تھا۔ اور اس کے ساتھ کا کمرہ مہمانوں کے لئے تھا جس میں حضرت خلیفہ اولؓ مدت العمر مطب کرتے رہے۔ اس کے ساتھ شمالی جانب دو کوٹھڑیاں بنیں۔ ایک شرقی جانب جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا کتب خانہ رہتا تھا۔ اور دوسری غربی جانب جس میں خاص مہمان ٹھہرا کرتے تھے۔ چنانچہ مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی۔ سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراسی اور دیگر معزز مہمان ان ایام میں اسی کوٹھڑی میں ٹھہرتے تھے

۶۹۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب میں اپنے خاندانی حالات کا متعدد جگہ ذکر کیا ہے۔ جن میں سے مندرجہ ذیل مقامات خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں:۔

(۱) کتاب البریہ صفحہ ۱۳۴ تا ۱۶۸ حاشیہ۔

(۲) ازالہ اوہام بار اوّل صفحہ ۱۱۹ تا ۱۳۳ حاشیہ۔

(۳) آئینہ کمالات اسلام حصہ عربی صفحہ ۴۹۹ و صفحہ ۵۴۱۔

(۴) استفتاء عربی صفحہ ۵۔

(۵) لجتہ النور صفحہ ۶ تا ۱۱۔

(۶) تریاق القلوب بار اول صفحہ ۳۵ حاشیہ و صفحہ ۶۴ ضمیمہ نمبر ۳ منسلکہ کتاب مذکور۔

(۷) کشف الغطاء صفحہ ۲ تا ۷۔

(۸) شہادت القرآن بار دوم صفحہ ۸۴ تا ۸۸۔

(۹) تحفہ قیصریہ صفحہ ۴ و صفحہ ۱۸ و ۱۹۔

(۱۰) ستارہ قیصرہ صہ۳۔

(۱۱) اشتہار ۱۰ر دسمبر ۱۸۹۴ء و اشتہار ۴ر فروری ۱۸۹۵ء وغیرہ

۶۹۲ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میاں امام الدین صاحب سیکھوانی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تین سو تیرہ اصحاب کی فہرست تیار کی۔ تو بعض دوستوں نے خطوط لکھے کہ حضور ہمارا نام بھی اس فہرست میں درج کیا جائے۔ یہ دیکھکر ہم کو بھی خیال پیدا ہوا۔ کہ حضور علیہ السلام سے دریافت کریں۔ کہ آیا ہمارا نام درج ہوگیا ہے یا کہ نہیں۔ تب ہم تینوں برادران مع منشی عبدالعزیز صاحب حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور دریافت کیا۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ مَیں نے آپ کے نام پہلے ہی درج کئے ہوئے ہیں۔ مگر ہمارے ناموں کے آگے "مع اہل بیت" کے الفاظ بھی زائد کئے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ فہرست حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۹۶ء میں تیار کی تھی۔ اور اسے ضمیمہ انجام آتھم میں درج کیا تھا۔ احادیث سے پتہ لگتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے بھی ایک دفعہ اسی طرح اپنے اصحاب کی ایک فہرست تیار کروائی تھی۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ تین سو تیرہ کا عدد اصحاب بدر کی نسبت سے چنا گیا تھا۔ کیونکہ ایک حدیث میں ذکر آتا ہے کہ مہدی کے ساتھ اصحاب بدر کی تعداد کے مطابق ۳۱۳ اصحاب ہوں گے جن کے اسماء ایک مطبوعہ کتاب میں درج ہونگے (دیکھو ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۴۰ تا ۴۵)

۶۹۳ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میاں امام الدین صاحب سیکھوانی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت اقدس نے بیان فرمایا۔ کہ طاعون دنیا سے اس وقت تک نہیں جائیگی۔ کہ یا تو یہ گناہ کو کھا جائے گی۔ اور یا آدمیوں کو کھا جائے گی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ معنوی رنگ میں طاعون کے اندر وہ دوسرے عذاب بھی شامل ہیں جو خدا کی طرف سے اپنے مسیح کی تائید کے لئے نازل ہوئے یا آئندہ ہونگے۔

۶۹۴ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میاں امام الدین صاحب سیکھوانی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ بسا اوقات اگر کوئی شخص اس گورنمنٹ کے آگے سچ بولے۔ تو وہ پکڑا جاتا ہے۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ کے سامنے سچ بولے تو چھوٹ جاتا ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ واقعی دنیوی اور آسمانی حکومتوں میں یہ ایک بڑا لطیف فرق ہے۔ اور یہ اسی فرق کا نتیجہ ہے۔ کہ دنیوی حکومتیں بسا اوقات جھوٹ کو ترقی دینے والی بن جاتی ہیں۔ حالانکہ آسمانی حکومت جھوٹ کو مٹاتی ہے۔

695 بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ مولوی کرم دین جہلمی کے مقدمہ کے دوران میں لالہ آتما رام مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور کی عدالت میں بعض سوالات کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور کرم دین نے اپنے اپنے عقائد بیان کئے تھے۔ اس بیان کی مصدقہ نقل میرے پاس موجود ہے۔ جس میں ایک نقشہ کی صورت میں جوابات درج ہیں۔ یہ جوابات جو بعض اہم مسائل پر مشتمل ہیں۔ بصورت ذیل ہیں:-

عقائد مرزا غلام احمد صاحب قادیانی	مستغیث (یعنی مولوی کرم دین) کا جواب
۱۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔	۱۔ عیسےٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔
۲۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے تھے۔ اور غشی کی حالت میں زندہ ہی اتار لئے گئے تھے۔	۲۔ نہیں۔
۳۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام آسمان پر مع جسم عنصری نہیں گئے۔	۳۔ گئے۔
۴۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام آسمان سے نہیں اتریں گے اور نہ کسی قوم سے وہ لڑائی کریں گے۔	۴۔ آسمان سے اُتریں گے۔ اگر لڑائی کی ضرورت ہوگی تو لڑائی کرینگے۔ اگر امن کا زمانہ ہوگا تو نہیں کریں گے۔
۵۔ ایسا مہدی کوئی نہیں ہوگا جو دُنیا میں آکر عیسائیوں اور دُوسرے مذاہب والوں سے جنگ کرے گا اور غیر اسلامی اقوام کو قتل کر کے اسلام کو غلبہ دیگا۔	۵۔ مہدی علیہ السلام آئینگے اور ایسے زمانہ میں آئینگے جب بدامنی اور فساد دُنیا میں پھیلا ہوگا۔ فسادیوں کو مار کر امن قائم کرینگے۔
۶۔ اس زمانہ میں جہاد کرنا یعنی اسلام پھیلانے کیلئے لڑائی کرنا بالکل حرام ہے۔	۶۔ اس زمانہ میں برٹش انڈیا میں جہاد کرنا حرام ہے۔

۷- یہ بالکل غلط ہے کہ مسیح موعود آکر صلیبوں کو توڑتا اور سؤروں کو مارتا پھرے گا۔	۷- یہ مسئلہ بحث طلب ہے۔
۸- مَیں مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی معہود اور امام زمان اور مجدّد وقت اور ظلی طور پر نبی اللہ ہوں۔ اور مجھ پر خدا کی وحی نازل ہوتی ہے۔	۸- مَیں نہیں مانتا۔
۹- مسیح موعود اس امت کے تمام گذشتہ اولیاء سے افضل ہے۔	۹- مسیح موعود مرزا صاحب نہیں۔ اور نہ وہ کسی افضل ہیں۔
۱۰- مسیح موعود میں خدا نے تمام انبیاء کے صفات اور فضائل جمع کر دیئے ہیں۔	۱۰- مرزا صاحب نہ مسیح موعود ہیں۔ اور نہ ان میں اوصافِ نبوت میں سے کوئی ہیں۔
۱۱- کافر ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے۔	۱۱- بحث طلب ہے۔
۱۲- مہدی موعود قریش کے خاندان سے نہیں ہونا چاہیئے۔	۱۲- مہدی موعود قریش کے خاندان سے ہوگا۔
۱۳- امتِ محمدیہ کا مسیح اور اسرائیلی مسیح دو الگ الگ شخص ہیں اور مسیح محمدی اسرائیلی مسیح سے افضل ہے۔	۱۳- مسیح ایک ہی ہے اور وہ اسرائیلی ہے۔
۱۴- حضرت عیسٰے علیہ السلام نے کوئی حقیقی مُردہ زندہ نہیں کیا۔	۱۴- حضرت عیسٰے علیہ السلام نے مُردے زندہ کئے ہیں۔
۱۵- آنحضرت صلعم کا معراج جسمِ عنصری کے ساتھ نہیں ہوا۔	۱۵- آنحضرت کا معراج جسمِ عنصری کے ساتھ
۱۶- خدا کی وحی آنحضرت صلعم کے ساتھ منقطع نہیں ہوئی۔	۱۶- منقطع نہیں ہوئی۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ یہ مقدمہ ۱۹۰۳ء و ۱۹۰۴ء میں بمقام گورداسپور ہوا تھا نیز خاکسار عرض

کرتا ہے۔ کہ عدالت کے ان سوالوں کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو جوابات دیئے ہیں۔ وہ سب کے سب اہم مسائل پر مشتمل ہیں۔ اور آپ کے جوابات سے نبوت اور افضلیت بر مسیح ناصری وغیرہ کے مسائل بھی خوب واضح ہو جاتے ہیں۔

۶۹۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مَیں نے بارہا دیکھا۔ کہ گھر میں نماز پڑھاتے تو حضرت امّ المؤمنینؓ کو اپنے دائیں جانب بطور مقتدی کے کھڑا کر لیتے۔ حالانکہ مشہور فقہی مسئلہ یہ ہے۔ کہ خواہ عورت اکیلی ہی مقتدی ہو تب بھی اُسے مرد کے ساتھ نہیں۔ بلکہ الگ پیچھے کھڑا ہونا چاہیئے۔ ہاں اکیلا مرد مقتدی ہو۔ تو اسے امام کے ساتھ دائیں طرف کھڑا ہونا چاہیئے۔ مَیں نے حضرت اُمّ المؤمنینؓ سے پوچھا تو انہوں نے بھی اس بات کی تصدیق کی۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہا۔ کہ حضرت صاحب نے مجھ سے یہ بھی فرمایا تھا۔ کہ مجھے بعض اوقات کھڑے ہو کر چکر آجایا کرتا ہے۔ اس لئے تم میرے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھ لیا کرو۔

۶۹۷ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ لدھیانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رمضان کا روزہ رکھا ہوا تھا۔ کہ دل گھٹنے کا دَورہ ہوا۔ اور ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے۔ اس وقت غروب آفتاب کا وقت بہت قریب تھا۔ مگر آپ نے فوراً روزہ توڑ دیا۔ آپ ہمیشہ شریعت میں سہل راستہ کو اختیار فرمایا کرتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ حدیث میں حضرت عائشہؓ کی روایت سے آنحضرت صلعم کے متعلق بھی یہی ذکر آتا ہے کہ آپ ہمیشہ دو جائز رستوں میں سے سہل رستہ کو پسند فرماتے تھے۔

۶۹۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ وہ کتابیں جو اکثر حضرت صاحب کی زیرِ نظر رہتی تھیں۔ نیز تصنیف کے تمام کاغذات بستوں میں بندھے رہتے تھے ایک ایک وقت میں اس قسم کے تین تین بستے جمع ہو جاتے تھے۔ عموماً دو بستے تو ضرور رہتے تھے یہ بستے سلے ہوئے نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ صرف ایک چورس کپڑا ہوتا تھا۔ جس میں کاغذ اور کتابیں رکھ کر دونوں طرف سے گانٹھیں دے لیا کرتے تھے۔ تصنیف کے وقت آپ کا سارا دفتر آپ کا پلنگ ہوتا تھا اسی واسطے ہمیشہ بڑے پلنگ پر سویا کرتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ مَیں نے حضرت صاحب کو کبھی میز کرسی لگا کر کام کرتے نہیں دیکھا البتہ بسا اوقات ٹہلتے ہوئے تصنیف کا کام کیا کرتے تھے۔ اور اکثر پلنگ یا فرش پر بیٹھ کر کام کرتے تھے۔

۶۹۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مرزا دین محمد صاحب ساکن لنگروال نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ابتدائی زمانہ میں حافظ معین عرف ماناحضرت صاحب کے پاس اکثر آیا کرتا تھا۔ مَیں جب حضرت صاحب کا کھانا لاتا۔ تو آپ اُسے رکھ لیتے اور فرماتے کہ حافظ مانا کے لئے بھی کھانا لاؤ۔ مَیں اس کے لئے عام لنگری کھانا (یعنی زمیندارہ کھانا) لاتا۔ جب وہ آجاتا۔ تو آپ حافظ مانے کو فرماتے کھانا کھاؤ۔ اور خود بھی اپنا کھانا شروع کر دیتے۔ آپ بہت آہستہ آہستہ اور بہت تھوڑا کھاتے تھے۔ جب معین الدین اپنا کھانا ختم کر لیتا۔ تو آپ پوچھتے کہ اور لوگے؟ جس پر وہ کہتا۔ کہ جی ہے تو دیدیں جس پر آپ اپنا کھانا جو قریبًا اسی طرح پڑا ہوتا تھا۔ اُسے دیدیتے تھے۔ آپ چوتھائی روٹی سے زیادہ نہیں کھاتے تھے۔ اور سالن دال بہت کم لگاتے تھے مگر اکثر اوقات سالن دال ملا لیا کرتے تھے اس طرح مانا سب کچھ کھا جاتا تھا۔ ان ایام میں بالعموم سہ پہر کے بعد آپ مجھے ایک پیسہ دیتے کہ اس کے چنے بھنوا لاؤ۔ مَیں بھنوا لاتا۔ پھر تھوڑے سے دانے کھا کر پانی پی لیتے۔ اور ایک پیسہ کے دانے کئی دن تک کام آتے رہتے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حافظ معین الدین جو اب کئی سال ہوئے فوت ہو چکا ہے ایک نابینا شخص تھا۔ مگر نہایت مخلص شخص تھا حضرت صاحب کے پاؤں دبایا کرتا تھا۔ اور کبھی کبھی حضرت صاحب کو پنجابی شعر بھی سُنایا کرتا تھا۔ اور گو غریب تھا مگر چندہ بہت باقاعدہ دیتا تھا۔

۷۰۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا۔ کہ مولوی کرم دین والے مقدمہ کے ایام میں آخری مرحلہ پر خواجہ کمال الدین صاحب نے گورداسپور سے ایک خط حضرت صاحب کے نام دیا۔ اور زبانی بھی کہا کہ یہ عرض کر دینا کہ حکام کی نیت بد ہے۔ حضور دعا فرمائیں۔ مَیں وہ خط لے کر قادیان آگیا۔ وہ خط حضور نے پڑھ لیا۔ مَیں نے زبانی بھی عرض کیا مگر حضور نے کچھ جواب نہ دیا۔ پھر عرض کی۔ پھر جواب نہ ملا۔ پھر تیسری دفعہ عرض کرنے پر مسکرا کر فرمایا۔ کہ مَیں ایسے کاموں کے لئے دعا نہیں کرتا۔ خدا تعالیٰ سب کچھ دیکھتا اور جانتا ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ ایک خاص حالت اور خاص مقامِ محبت کی بات ہے۔ ورنہ آپ سے

بڑھکر دُعا کس نے کرنی ہے۔ دراصل آپ کا منشاء یہ تھا۔ کہ مَیں خدا کے دین کی خدمت میں مصروف ہُوں۔ اگر اس خدمت میں مجھ پر کوئی ذاتی تکلیف وارد ہوتی ہے۔ تو مَیں اس کے لئے دُعا نہیں کرونگا کیونکہ خدا خود دیکھ رہا ہے۔ وہ میری حفاظت فرمائیگا۔ اور اگر اس کے منشاء کے ماتحت مجھ پر کوئی تکلیف ہی آنی ہے تو بے شک آئے مَیں اس کے برداشت کرنے میں راحت پاؤنگا۔

۷۰۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ۱۹۰۴ء کا ذکر ہے۔ جبکہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر گورداسپور میں فوجداری دعوےٰ کیا ہُوا تھا۔ اور حضور خانصاحب علی محمد صاحب پنشنر کے مکان متصل مسجد مجاں مال میں مقیم تھے۔ خاکسار اور میاں جمال الدین اور امام الدین وخیر الدین صاحبان ساکنان سیکھواں حضور کے ساتھ تھے۔ باقی دوست دوسری جگہ ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک دن حضور کو پیچش کی شکایت ہوگئی۔ باربار قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ حضور نے ہمیں سوئے رہنے کے لئے فرمایا جب حضور رفع حاجت کے لئے اُٹھتے۔ تو خاکسار اسی وقت اُٹھکر پانی کا لوٹا لے کر حضور کے ساتھ جاتا۔ تمام رات ایسا ہی ہوتا رہا۔ ہر بار حضور یہی فرماتے۔ کہ تم سوئے رہو۔ صبح کے وقت حضور نے مجلس میں بیٹھکر ذکر فرمایا۔ کہ مسیح کے حواریوں اور ہمارے دوستوں میں ایک نمایاں فرق ہے۔ ایک موقعہ مسیح پر تکلیف کا آتا ہے۔ تو وہ اپنے حواریوں کو جگاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں جاگتے رہو اور دُعائیں مانگو۔ مگر وہ سو جاتے ہیں۔ اور باربار جگاتے ہیں۔ مگر وہ پھر سو جاتے ہیں۔ لیکن ہم اپنے دوستوں کو بار بار تاکید کرتے ہیں کہ سو رہو۔ لیکن وہ پھر بھی جاگتے ہیں۔ چنانچہ خاکسار کا نام لیکر فرمایا۔ کہ مَیں نہیں جانتا کہ میاں عبدالعزیز تمام رات سوئے بھی ہیں کہ نہیں۔ میرے اُٹھنے پر فوراً ہوشیاری کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ اور باوجود میرے باربار تاکید کرنے کے کہ سوئے رہو اُٹھ کھڑے ہوتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اگر حضرت مسیح ناصری کا یہ قول سچا ہے اور ضرور سچا ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے تو ہر غیر متعصب شخص کو ماننا پڑے گا۔ کہ جو شیریں پھل حضرت مسیح موعود کی صحبت نے پیدا کیا ہے وہ حضرت مسیح ناصری کی صحبت ہرگز پیدا نہیں کرسکی۔ حضرت مسیح موعود کے انفاسِ قدسیہ نے ہزاروں لاکھوں انسانوں کی ایسی جماعت پیدا کر دی۔ جو آپ کے لئے اپنی جان قربان کر دینے کو سب فخروں سے بڑھکر فخر سمجھتی تھی۔ اور آپ کی ذراسی تکلیف پر اپنا ہر آرام وراحت قربان کر دینے کو تیار رہتی۔

مگر حضرت مسیح ناصری بارہ آدمیوں کی قلیل جماعت کو بھی سنبھال نہ سکے۔ اور ان میں سے ایک نے تیس روپے لیکر آپ کو پکڑوا دیا۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ مولوی محمد حسین صاحب کی طرف سے حفظ امن کا مقدمہ غالباً ۱۸۹۹ء کو ہوا تھا۔ اس لئے سنہ کے متعلق میاں عبدالعزیز صاحب کو غالباً سہو ہوا ہے۔

۷۰۲ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا۔ کہ گورداسپور میں جناب چوہدری رستم علی صاحب کورٹ انسپکٹر احمدی تھے۔ ایک دن دوپہر کے قریب وہ میرے پاس موضع اوجلہ میں جو کہ میرا اصل گاؤں ہے تشریف لائے۔ اور مجھکو علیحدہ کر کے کہا۔ کہ ابھی ایک تار محکمانہ طور پر امرتسر سے آیا ہے کہ جو وارنٹ مرزا صاحب کی نسبت جاری کیا گیا ہے اس کو فی الحال منسوخ سمجھا جائے۔ چودھری صاحب نے کہا کہ وارنٹ تو ہمارے پاس ابھی تک کوئی نہیں پہونچا۔ لیکن ہمارے اس ضلع میں سوائے حضرت صاحب کے مرزا صاحب اور کون ہو سکتا ہے۔ اس لئے آپ فوراً قادیان جاکر اس بات کی اطلاع حضرت صاحب کو دے آئیں۔ چنانچہ مَیں اسی وقت قادیان کی طرف روانہ ہوا۔ قادیان اوجلہ سے کوئی ۱۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ مَیں سیکھواں سے ہوتا ہوا شام کو یا صبح کو قادیان پہنچا اور حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ لیکن حضرت صاحب نے اس وقت کوئی توجہ نہ فرمائی عصر کے بعد حافظ احمد اللہ صاحب مرحوم امرتسر سے آئے اور انہوں نے بھی حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ کسی پادری نے حضور پر امرت سر میں دعویٰ دائر کیا ہے۔ جس کی خبر کسی طرح سے نہیں مل گئی ہے۔ اس بات کو سُنکر حضرت اقدس نے فوراً مجھے بلوایا۔ اور فرمایا۔ کہ آپ کی بات کی تصدیق ہو گئی ہے۔ فوراً گورداسپور جاکر چودھری رستم علی صاحب سے مفصل حالات دریافت کر کے لاؤ۔ میاں خیرالدین سیکھوانی بھی اس وقت قادیان میں تھے۔ مَیں نے ان کو ساتھ لیا۔ اور ہم دونوں اسی روز شام کو گورداسپور پہونچ گئے۔ چودھری رستم علی صاحب نے فرمایا۔ کہ مجھے تو اس وقت تک اس سے زیادہ علم نہیں ہو سکا۔ آپ فوراً امرت سر چلے جائیں۔ اور وہاں کے کورٹ انسپکٹر سے جس کا نام پنڈت ہرچرن داس تھا۔ میرا نام لیکر معاملہ دریافت کریں۔ چودھری صاحب نے مجھے ریلوے پولیس کے ایک کنسٹیبل کے ہمراہ کر دیا۔ جو مجھے رات اپنے پاس رکھکر اگلے دن صبح پنڈت صاحب کے مکان پر لے گیا پنڈت صاحب نے مجھے کہا۔ کہ مجھے صرف اس قدر علم ہے۔ کہ ایک دن ڈپٹی کمشنر صاحب اور سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس نے مجھے بلوا کر یہ دریافت کیا تھا۔ کہ اگر مستغیث امرت سر کا رہنے والا ہو اور ملزم ضلع

کا۔ تو کیا دعوے امرتسر میں کیا جا سکتا ہے۔ اور میں نے جواب دیا تھا۔ کہ اگر وقوعہ بھی ہوشیار پور کا ہے تو دعوے بھی وہیں کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ہر دو صاحب میرے ساتھ اس امر میں بحث بھی کرتے رہے۔ پنڈت صاحب نے نائب کورٹ کو بھی بلا کر دریافت کیا۔ لیکن اس نے بھی کوئی اطلاع نہ دی۔ مَیں اتنی خبر لے کر گورداسپور آیا۔ اور چودھری رستم علی صاحب کو بتایا۔ انہوں نے کہا۔ کہ حضرت اقدس کی خدمت میں اسی طرح جا کر عرض کر دو۔ چنانچہ مَیں اور میاں خیر الدین صاحب اسی وقت قادیان آئے اور حضور کی خدمت میں عرض کیا۔

جب ہم قادیان کے لئے چل پڑے۔ تو اسی روز امرتسر سے حکم آیا۔ کہ مارٹن کلارک نے جو استغاثہ زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری امرتسر میں دائر کیا ہے اور جس کا وارنٹ پہلے بھیجا جا چکا ہے جس وارنٹ کے روکنے کے لئے تار بھی دی گئی تھی۔ وہ مقدمہ ضلع گورداسپور میں تبدیل کیا جاتا ہے۔ گورداسپور سے اسی روز حضرت صاحب کو نوٹس جاری کر دیا گیا۔ کہ اگلے روز ڈپٹی کمشنر کا مقام بٹالہ میں ہوگا اور وہیں آپ پیش ہوں۔ چودھری رستم علی صاحب نے اس حکم کے جاری ہونے سے پہلے موضع ادھلہ میں آ کر منشی عبد الغنی صاحب نقل نویس گورداسپور کو جو میرے چھوٹے بھائی ہیں اور اس وقت سکول میں تعلیم پا رہے تھے۔ ایک خط اس مضمون کا لکھوا کر دیا۔ کہ کل بٹالہ میں حضور کی پیشی ہے۔ اس کا انتظام کر لینا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ مولوی رسول بخش کی طرح موقعہ دیا جائے۔ (ایک شخص مولوی رسول بخش پر ان دنوں میں ایک فوجداری مقدمہ بنایا گیا تھا۔ جس میں اُسے مہلت نہ دی گئی تھی۔ اور فوراً زیر حراست لے لیا گیا تھا) یہ خط چودھری صاحب نے میرے بھائی سے لکھوا کر میرے ایک ملازم مسمّٰی عظیم کے ہاتھ قادیان روانہ کر دیا۔ مَیں اس ملازم کو قادیان میں دیکھ کر سخت حیران ہُوا۔ کہ وہ اتنی جلدی کیوں پہونچ گیا ہے۔ اس نے مجھے وہ خط دیا۔ مَیں نے اس کی اطلاع اندر حضور کو بھیجی۔ حضور اسی وقت مسجد مبارک میں تشریف لائے۔ اور مجھے خط پڑھ کر سُنانے کا حکم دیا۔ مَیں نے سُنایا۔ حضور نے فرمایا اسی وقت تم گورداسپور چلے جاؤ۔ اور چودھری صاحب سے مل کر شیخ علی احمد وکیل کو لے کر کل صبح بٹالہ پہونچ جاؤ۔ اسی وقت حضرت صاحب نے مرزا ایوب بیگ صاحب کو لاہور روانہ فرمایا۔ کہ وہ وہاں سے شیخ رحمت اللہ صاحب اور ایک وکیل کو لے کر کل بٹالہ پہونچ جائیں۔ خاکسار مع میاں خیر الدین صاحب اور اپنے ملازم میاں عظیم کے اسٹیشن چھینا کی طرف گورداسپور والی گاڑی میں سوار ہونے

کے لئے روانہ ہؤا۔ بارش کی وجہ سے کیچڑ زیادہ تھا۔ اور ہمارے پاؤں سخت پھسلتے تھے۔ بار بار گرتے اور پھر اُٹھکر چلتے۔ خشیت کا اس وقت یہ حال تھا۔ کہ زار زار رو رہے تھے۔ اور دعائیں کر رہے تھے۔ سیکھواں راستہ میں آتا تھا۔ وہاں پہونچ کر میر سافون کو جس کا گھر راستہ پر ہے میاں امام دین و جمال دین کو السلام علیکم دینے کے لئے بھیجکر خود اسی طرح سے آگے چل پڑے۔ ایک میل کے فاصلہ پر میاں امام دین و جمال دین صاحب بھی ہمیں مل گئے۔ باہم مشورہ کر کے میاں امام الدین کو گھر کی حفاظت کے لئے واپس بھیجدیا اور میاں جمال الدین صاحب ہمارے ساتھ ہوئے۔ ہم چاروں بشکل افتاں و خیزاں گاڑی کے وقت چھینا پہونچے۔ شام کو گورداسپور پہونچکر چودھری صاحب کو ملے اور حضرت کا پیغام سُنایا۔ شیخ علی احمد صاحب اس روز اپنے گاؤں دھرم کوٹ رندھاوا میں گئے ہوئے تھے۔ وہاں ایک شخص کو روانہ کیا گیا۔ کہ شیخ صاحب کو کل لے کر بٹالہ پہونچ جانا۔ خاکسار اور چودھری صاحب رانا جلال الدین صاحب انسپکٹر پولیس گورداسپور کے پاس مشورہ کے لئے گئے۔ انہوں نے ہمیں تسلی دلائی۔ کہ اتنی زبردستی نہیں ہوگی۔ اور ہمیں ضرور موقعہ دیا جائے گا۔ بہر حال اگلے روز صبح میاں خیر دین جمال الدین اور خاکسار بٹالہ پہونچ گئے۔ شیخ علی احمد صاحب بھی پہونچ گئے۔ سرکاری طور پر حضور کو بٹالہ تشریف لانیکا ڈپٹی کمشنر کا نوٹس پہنچ گیا۔ لاہور سے شیخ رحمت اللہ صاحب اور مولوی فضلدین صاحب وکیل آ گئے۔ اور دوسرے دوست بھی بہت سے پہونچ گئے۔ مگر مقدمہ اس روز پیش ہو کر ملتوی ہو گیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مارٹن کلارک کے مقدمہ کے ابتدائی حالات یعنی اس مقدمہ کے مقدمات حضرت صاحب کی کسی کتاب میں درج نہیں تھے۔ سو الحمد للہ کہ اس روایت میں مل گئے ہیں۔ ہاں اصل مقدمہ کا ذکر حضور نے اپنی تصنیف "کتاب البریّہ" میں مفصّل تحریر فرمایا ہے۔ بلکہ مقدمہ کی مسل بھی درج کر دی ہے۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ مولوی فضلدین صاحب وکیل جن کا اس روایت میں ذکر ہے وہ لاہور کے ایک غیر احمدی وکیل ہوتے تھے جو اب فوت ہو چکے ہیں۔ اور چوہدری رستم علی صاحب جن کا اس روایت میں ذکر ہے وہ ایک نہایت مخلص اور فدائی احمدی تھے اور سلسلہ کے لئے مالی قربانی میں نہایت ممتاز تھے۔ عرصہ ہؤا فوت ہو چکے ہیں۔

۲۰۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت صاحب

زلزلہ کے بعد باغ میں تشریف رکھتے تھے۔ تو آپ نے براہین احمدیہ حصہ پنجم کی وہ نظم لکھنی شروع کی۔ جس میں پروردگار۔ ثمار۔ کار۔ ستار وغیرہ قوافی آتے ہیں۔ آپ نے ہمیں فرمایا۔ کہ اس طرح کے قوافی جمع کرکے اور لکھکر ہم کو دو۔ کہ ہم ایک نظم لکھ رہے ہیں۔ اس پر میں نے اور حضرت میاں صاحب نے اور اور لوگوں نے آپ کو بہت سے قافیے اس وزن کے لکھکر پیش کئے۔ اور زبانی بھی عرض کئے

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ اس وقت میں نے بھی بعض قافیے سوچکر عرض کئے تھے۔ اور حضرت میاں صاحب سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مراد ہیں۔ اور زلزلہ سے مراد ۱۹۰۵ء کا زلزلہ ہے جس کے بعد آپ کئی ماہ تک اپنے باغ میں جا کر ٹھہرے تھے۔ یہ وہی باغ ہے جس کے قریب بعد میں مقبرہ بہشتی قائم ہوا۔

۷۰۴ بسم اللہ الرحمن الرحیم :۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دو بیٹوں کے نام طیّب اور طاہر تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ تاریخی روایتوں میں اس کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ آنحضرت صلعم کا ایک لڑکا عبد اللہ تھا۔ اور اسی کے یہ دو زائد نام طاہر اور طیب تھے۔ اور بعض طاہر اور طیب کو دو جُدا جُدا لڑکے قرار دیتے ہیں۔ اور اس روایت سے مؤخر الذکر روایت کی تصدیق ہوتی ہے۔ ان کے سوا آنحضرت صلعم کے دو اور بیٹے قاسم اور ابراہیم بھی تھے۔ مگر سب بچپن میں فوت ہو گئے۔

۷۰۵ بسم اللہ الرحمن الرحیم :۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بچوں اور عورتوں میں نصیحت اور وعظ کے دوران میں حضرت یونس علیہ السلام اور حضرت ایوب علیہ السلام کے ابتلاؤں کے قصے اکثر سُنایا کرتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کا یہ عام طریق تھا کہ نصیحت کے لئے گذشتہ انبیاء اور صلحاء کے حالات سُناتے تھے۔

۷۰۶ بسم اللہ الرحمن الرحیم :۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے۔ کہ آقا جو نوکر کو سزا دیتا ہے۔ یا خدا تعالیٰ جو بندہ پر گرفت کرتا ہے وہ بعض اوقات صرف ایک گناہ کا نتیجہ نہیں ہوتا۔ مگر بہت سی سابقہ باتیں جمع ہو کر یہ نتیجہ پیدا کرتی ہیں۔ اور آپ اس بات کو سمجھانے

کے لئے ایک حکایت بھی بیان کیا کرتے تھے۔ کہ ایک دفعہ مہاراجہ شیر سنگھ نے اپنے ایک باورچی کو کھانے میں نمک زیادہ ڈالنے کی سزا میں حکم دیا۔ کہ اس کی سب جائیداد ضبط کرکے اسے قید خانہ میں ڈال دیا جائے۔ اس پر کسی اہلکار نے حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ مہاراج اتنی سی بات پر یہ سزا بہت سخت ہے راجہ کہنے لگا۔ کہ تم نہیں جانتے۔ یہ صرف نمک کی سزا نہیں۔ اس کم بخت نے میرا سو بکرا ہضم کیا ہے۔

۷۰۷ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ گرمیوں میں مسجد مبارک میں مغرب کی نماز پیر سراج الحق صاحب نے پڑھائی۔ حضور علیہ السلام بھی اس نماز میں شامل تھے۔ تیسری رکعت میں رکوع کے بعد انہوں نے بجائے مشہور دعاؤں کے حضور کی ایک فارسی نظم پڑھی۔ جس کا یہ مصرع ہے ؎ "اے خدا اے چارۂ آزارِ ما"

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ فارسی نظم نہایت اعلیٰ درجہ کی مناجات ہے جو روحانیت سے پُر ہے مگر معروف مسئلہ یہ ہے کہ نماز میں صرف مسنون دعائیں بالجہر پڑھنی چاہئیں۔ باقی دل میں پڑھنی چاہئیں پس اگر یہ روایت درست ہے تو حضرت صاحب نے اس وقت خاص کیفیت کے رنگ میں اس پر اعتراض نہیں فرمایا ہوگا۔ اور چونکہ ویسے بھی یہ واقعہ صرف ایک منفرد واقعہ ہے اس لئے میری رائے میں حضرت صاحب کا یہ منشاء ہرگز نہیں ہوگا۔ کہ لوگ اس طرح کر سکتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت صاحب نے اس وقت سکوت اختیار کرکے بعد میں پیر صاحب کو علیحدہ طور پر سمجھا دیا ہو۔ کہ یہ مناسب نہیں۔ کیونکہ پیر صاحب کی طرف سے اس کی تکرار ثابت نہیں۔ واللہ اعلم۔

۷۰۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مولوی عبداللہ صاحب مولوی فاضل سابق مدرس ڈیرہ بابا نانک نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مندرجہ ذیل خط شیخ فتح محمد صاحب کے پاس دیکھا تھا۔ یہ خط حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اولؓ کے نام تھا۔ مگر خط کا مضمون شیخ فتح محمد صاحب کے متعلق تھا۔ اور لفافہ پر حضرت خلیفہ اولؓ کا جموں والا پتہ درج تھا۔

مکرمی اخویم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،۔

فتح محمد حصولِ بشارت کے لئے دو رکعت نماز وقت عشاء پڑھ کر اکتالیس دفعہ سورۂ فاتحہ پڑھے اور اس کے اوّل اور آخر گیارہ گیارہ دفعہ درود شریف پڑھے اور اپنے مقصد کے لئے دعا کرکے رُو بقبلہ باوضو سو رہے۔ جس دن سے شروع کریں۔ اسی دن تک اس کو ختم کریں۔ انشاء اللہ العزیز وہ

امر جس میں خیر اور برکت ہے حالتِ منام میں ظاہر ہوگا۔ والسلام

خاکسار غلام احمد ۹؍ مارچ ۱۸۹۰ء

اس خط کے نیچے یہ نوٹ درج تھا۔ کہ:۔

بباعث ضعف و علالت فتح محمد کی طرف خط نہیں لکھا گیا۔

۷۰۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ ماسٹر عبد الرؤف صاحب مہاجر متوطن بھیرہ نے بواسطہ مولوی عبد الرحمٰن صاحب مبشر بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ جب حضرت صاحب صبح کے وقت سیر کو باہر تشریف لے گئے۔ تو اس وقت مسجد اقصیٰ کے پاس ہی مَیں نے جنّوں کے متعلق عرض کیا۔ کہ "قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن" میں کیا واقعہ میں جن ہی تھے یا کوئی اور قوم مراد ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ یہ ایک پہاڑی قوم تھی۔ جو عمالقہ نام سے مشہور تھی۔ باقی ہم جنّات کا انکار نہیں کرتے کیونکہ اگر جنّات کا انکار کیا جائے تو پھر روح کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ رُوح بھی نظر نہیں آتی۔ اس طرح فرشتوں اور خدا کا بھی انکار کرنا پڑے گا کیونکہ یہ بھی نظر نہیں آتے۔ ماسٹر عبد الرؤف صاحب بیان کرتے ہیں کہ یہ واقعہ ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء کا ہے۔

۷۱۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ ماسٹر عبد الرؤف صاحب نے بواسطہ مولوی عبد الرحمٰن صاحب مبشر بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام آخری سفر میں لاہور جانے لگے۔ تو اس وقت بھائی شیر محمد صاحب کی دوکان (متصل مدرسہ احمدیہ) کے پاس ایک الہام اپنی موت کے متعلق سُنایا۔ جو سارا یاد نہیں۔ مفہوم اس کا یہ تھا۔ الرحیل ثم الرحیل۔ گویا کوچ کا وقت ہے۔ مگر مَیں نے یہ سمجھا۔ کہ اس الہام میں حضور کی قرب موت کی طرف تو اشارہ ہے۔ مگر وقت ایسا قریب نہیں۔ اور ابھی کچھ عمر باقی ہے۔ اس وقت اور لوگ بھی ہمراہ تھے۔ آخر کار حضور لاہور جا کر بیمار ہو گئے اور دستوں کی بیماری سے آخر مئی ۱۹۰۸ء میں اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ ماسٹر عبد الرؤف صاحب کو مغالطہ ہوا ہے جو الہام حضرت صاحب کو لاہور جاتے ہوئے ہُوا تھا وہ "مباش ایمن از بازئ روزگار" تھا۔ الرحیل ثم الرحیل کا الہام بعد کا ہے۔ جو لاہور میں ہُوا تھا۔

۱۱ ؎ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ ایک رنگون کا تاجر ابو سعید عربی حضرت صاحب سے ملنے آیا تھا۔ اور اکثر سوالات کیا کرتا تھا۔ اور آنحضرت جوابات دیا کرتے تھے۔ وہ کہتا تھا۔ کہ میں دہلی دربار کی غرض سے آیا تھا مگر اب تو وہاں جانے کو دل نہیں کرتا۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ ابو سعید صاحب دراصل عرب نہیں تھے مگر بعض عربی ممالک میں رہ چکنے کی وجہ سے عرب کہلاتے تھے۔

۱۲ ؎ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مولوی عبداللہ صاحب مولوی فاضل سابق مدرس ڈیرہ بابا نانک نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ میں نے مندرجہ ذیل خط شیخ فتح محمد صاحب کے پاس دیکھا ہے۔ جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا تھا۔ اور یہ خط خود شیخ فتح محمد صاحب کے نام تھا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا مہربانی نامہ پہونچا۔ آپ کے ترددات بہت طول پذیر ہو گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ رہائی بخشے شاید ایک ہفتہ ہوا میں نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ گویا آپ مجھ سے پوچھتے ہیں۔ کہ میں کیا کروں۔ تو میں نے آپ کو یہ کہا ہے۔ خدا سے ڈر اور جو چاہے کر۔ سو آپ تقویٰ اختیار کریں۔ اللہ جلّ شانہٗ آپ کوئی راہ پیدا کر دے گا۔ خاکسار غلام احمد

از لودیانہ محلہ اقبال گنج ۱۸ مارچ ۱۸۹۱ء

خط کے نیچے یہ نوٹ درج تھا۔

از طرف عاجز حامد علی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

یہ الہامی الفاظ جس روز آپ کا خط آیا۔ اسی روز معلوم ہوئے تھے۔

۱۳ ؎ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت صاحب کے لئے جب کوئی شخص تحفہ لاتا۔ تو آپ بہت شکرگزار ہوتے تھے۔ اور گھر میں بھی اس کے اخلاص کے متعلق ذکر فرمایا کرتے اور اظہار کیا کرتے تھے۔ کہ فلاں شخص نے یہ چیز بھیجی ہے۔

۱۴ ؎ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت صاحب کے زمانہ میں بعض لوگوں کا قاعدہ تھا۔ کہ اپنی کسی ضرورت یا مصیبت کے ایام میں ہر روز دعا کے لئے

خط لکھا کرتے تھے۔ جب متواتر بلاناغہ مدت تک ایسے خطوط کسی شخص کی طرف سے موصول ہوتے رہتے تو حضور فرمایا کرتے تھے۔ کہ اب تو ہم کو بھی اس کے لئے خاص خیال پیدا ہو گیا ہے۔ چنانچہ اسی طرح ایک دفعہ منشی محبوب عالم صاحب لاہوری تاجر بائیسکل نے اپنے کسی مطلب کے لئے روزانہ کارڈ لکھنا شروع کر دیا۔ آخر ایک دن ڈاک پڑھتے پڑھتے حضور فرمانے لگے کہ میاں محبوب عالم تو اب ہمارے پیچھے ہی پڑ گئے۔ اب ہم بھی ان کے لئے خاص طور پر دعا کریں گے۔ چنانچہ دعا کی اور ان کا کام جو اپنے نکاح کے متعلق تھا بخیر و خوبی پورا ہو گیا۔

۷۱۵　بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ شہزادہ عبداللطیف صاحب شہید جب قادیان سے رخصت ہو کر واپس وطن جانے لگے۔ تو حضرت صاحب بمعہ ایک گروہ کثیر مہمانان کے ان کو الوداع کہنے کے لئے دُور تک بٹالہ کی سڑک پر تشریف لے گئے۔ آخر جب مولوی صاحب شہید رخصت ہونے لگے۔ تو سڑک پر ہی حضرت صاحب کے قدموں پر گر پڑے۔ اور جدائی کے غم کے مارے ان کی چیخیں نکل گئیں۔ اور زار زار رونے لگے۔ حضرت صاحب نے انکو بڑی مشکل سے اپنے ہاتھ سے اٹھایا اور تسلّی دی اور رخصت کیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ روایت نمبر ۲۰۶ میں حضرت مولوی شیر علی صاحب کی روایت میں بھی اس واقعہ کا ذکر ہو چکا ہے۔

۷۱۶　بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میاں خیر دین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ میرا ایک لڑکا شیر خوارگی میں فوت ہو گیا۔ اس کے بعد جب مَیں قادیان آیا۔ تو حضرت مسیح موعودؑ مسجد اقصٰی میں شام کے قریب ٹہل رہے تھے۔ میرے السلام علیکم عرض کرنے پر فرمایا کہ تمہارا لڑکا فوت ہو گیا ہے غم نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ درخت کا پھل سب کا سب قائم نہیں رہا کرتا۔ بلکہ کچھ گر بھی جایا کرتا ہے مگر اس سے بھی اتنا ثابت ہو جاتا ہے کہ درخت بے ثمر نہیں ہے۔ اور آئندہ کے لئے امید پیدا ہوتی ہے۔

۷۱۷　بسم اللہ الرحمن الرحیم:۔ خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ ہمارے خاندان کے متعلق مجھے اخویم مکرم خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کے پاس سے مندرجہ ذیل خطوط اور سندات ملی تھیں۔ یہ خطوط افسران سرکار انگلشیہ کی طرف سے ہمارے آباؤ اجداد کے نام ہیں۔ اور اصل کاغذات میرے پاس محفوظ ہیں۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ خطوط اور سندات ان کے علاوہ ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اپنی کتب میں شائع فرما چکے ہیں۔ اور جو خود خاکسار بھی سیرۃ المہدی حصہ اوّل روایت نمبر ۱۳۳ میں درج کرچکا ہے۔

(۱)

مرزا صاحب مشفق مہربان دوستان مرزا غلام مرتضٰے خاں صاحب رئیس قادیان۔
بعد شوق ملاقات واضح ہو۔ کہ پچاس گھوڑے مع سواران زیر افسری مرزا غلام قادر برائے امداد سرکار و سرکوبی مفسدان مرسلہ آں مشفق ملاحظہ حضور سے گذرے ہم اس ضروری امداد کا شکریہ ادا کر کے وعدہ کرتے ہیں۔ کہ سرکار انگریزی آپ کی اس وفاداری اور جاں نثاری کو ہرگز فراموش نہ کرے گی۔ آں مشفق اس مراسلہ کو برائے اظہار خدمات سرکار اپنے پاس رکھیں۔ تاکہ آئندہ افسران انگریزی کو آپ کے خاندان کی خدمات کا لحاظ رہے۔ فقط

الراقم (مسٹر) جیمس نسبٹ (صاحب بہادر) ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور
دستخط بحروف انگریزی ۱۸۵۷ء مقام گورداسپور

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ مرزا غلام مرتضٰے صاحب حضرت صاحب کے والد ماجد تھے جنہوں نے ۱۸۵۷ء کے غدر کے موقعہ پر اپنی گرہ سے پچاس گھوڑے اور ان کا سارا ساز و سامان مہیا کر کے اور پچاس سوار اپنے عزیزوں اور دوستوں سے تیار کر کے سرکار کی امداد کے لئے پیش کئے تھے۔

(۲)

از پیش گاہ (مسٹر) جیمس نسبٹ (صاحب بہادر) ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور

دستخط بحروف انگریزی   مہر دفتر ڈپٹی کمشنر گورداسپور

عزیز القدر مرزا غلام قادر ولد مرزا غلام مرتضٰے رئیس قادیان۔
بمقابلہ باغیان ناعاقبت اندیش ۱۸۵۷ء آں عزیز القدر نے بمقام میرتھل اور ترموں گھاٹ جو شجاعت اور وفاداری سرکار انگریزی کی طرف سے ہو کر ظاہر کی ہے۔ اس سے ہم اور افسران ملٹری بدل خوش ہیں۔ ضلع گورداسپور کے رئیسوں میں سے اس موقعہ پر آپ کے

خاندان نے سب سے بڑھکر وفاداری ظاہر کی ہے آپ کے خاندان کی وفاداری کا سرکار انگریزی کے افسران کو ہمیشہ مشکوری کے ساتھ خیال رہے گا۔ بہ جلد وئے اس وفاداری کے ہم اپنی طرف سے آں عزیز القدر کو یہ سند بطور خوشنودی مزاج عطا فرماتے ہیں۔

المرقوم یکم اگست ۱۸۵۷ء

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ مرزا غلام قادر صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حقیقی بھائی تھے جو حضرت صاحب سے چند سال بڑے تھے اور ۱۸۸۳ء میں فوت ہوئے۔

(۳)

دستخط بحروف انگریزی جنرل نکلسن بہادر

سند خوشنودی ۱۲

تہور پناہ شجاعت دستگاہ مرزا غلام قادر خلف مرزا غلام مرتضٰے رئیس قادیان۔

چونکہ آپ نے اور آپ کے خاندان نے بمقابلہ باغیانِ بداندیش و مفسدان بدخواہ سرکار انگریزی غدر ۱۸۵۷ء میں بمقام ترموں گھاٹ و میرتھل وغیرہ نہایت دلدہی اور جان نثاری سے مدو دی ہے۔ اور اپنے آپ کو سرکار انگریزی کا پورا وفادار ثابت کیا ہے۔ اور اپنے طور پر پچاس سوار معہ گھوڑوں کے بھی سرکار کی مدد اور مفسدوں کی سرکوبی کے واسطے امداداً دیئے ہیں۔ اسواسطے جناب کی طرف سے بنظر آپ کی وفاداری اور بہادری کے پروانہ ہذا سنداً آپ کو دے کر لکھا جاتا ہے کہ اس کو اپنے پاس رکھو۔ سرکار انگریزی اور اس کے افسران کو ہمیشہ آپ کی خدمات اور ان حقوق اور جان نثاری پر جو آپ نے سرکار انگریزی کے واسطے ظاہر کئے ہیں۔ احسن طور پر توجہ اور خیال رہے گا۔ اور ہم بھی بعد سرکوبی و انتشار مفسدان آپ کے خاندان کی بہتری کے واسطے کوشش کریں گے۔ اور ہم نے مسٹر نسبٹ صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور کو بھی آپ کی خدمات کی طرف توجہ دلادی ہے۔ فقط

المرقوم اگست ۱۸۵۷ء

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ اس خط کے ایک ماہ بعد یعنی ماہ ستمبر ۱۸۵۷ء میں جنرل نکلسن بہادر دہلی کی فتح میں مارے گئے۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ یہ خطوط اور سندات مجھے جس صورت میں ملی ہیں۔ میں نے

اسی صورت میں درج کر دی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں اس قسم کے خطوط یا سندات فارسی یا اردو میں لکھے جاتے تھے۔ اور ممکن ہے کہ کوئی انگریزی نقل دفتر میں رہتی ہو۔ اور اصل بھجوا دیا جاتا ہو۔ واللہ اعلم۔

۷۱۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی نے بواسطہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کرم دین بھین والے کے مقدمہ میں گورداسپور تشریف لے گئے۔ اور مَیں بھی وزیر آباد سے سیدھا گورداسپور پہونچا۔ صبح کی نماز پڑھکر حضرت لیٹے ہوئے تھے۔ مَیں دبانے لگ گیا۔ میرے دبانے پر حضرت صاحب نے چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھایا۔ اور مصافحہ کے لئے میری طرف ہاتھ بڑھایا۔ مصافحہ کر کے فرمایا۔ حافظ صاحب آپ اچھے ہیں۔ تو میں نے عرض کیا۔ کہ حضور مجھے پہچانتے ہیں۔ فرمایا: "حافظ صاحب کیا مَیں آپ کو بھی نہیں پہچانتا" یہ پاک الفاظ آج تک میرے سینے میں محبت کا ولولہ پیدا کرتے ہیں۔ اور جب یاد آتے ہیں تو سینے کو ٹھنڈک پہونچتی ہے۔ اتفاقاً اس دن جمعہ تھا۔ چوہدری حاکم علی صاحب نے عرض کیا۔ کہ حضور آج جمعہ ہے اور مولوی عبدالکریم صاحب تو آئے نہیں تو جمعہ کون پڑھائیگا۔ حضور نے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ حافظ صاحب جو ہیں یہ جمعہ پڑھائیں گے۔ یہ فقرہ سُنکر میں اندر ہی اندر گھبرایا کہ مَیں اس مامور الٰہی کے آگے کس طرح کھڑا ہوں گا۔ مَیں تو گنہگار ہوں۔ الغرض جب جمعہ کا وقت آیا تو مَیں جماعت کے ایک طرف آنکھ بچا کر بیٹھ گیا۔ کہ کوئی اور جمعہ پڑھا دے گا۔ مگر جب اذان ہوئی۔ تو حضرت صاحب نے فرمایا کہ حافظ صاحب کہاں ہیں۔ میں نے حاضر ہو کر عرض کی۔ حضور میری جرأت حضور کے آگے کھڑا ہونے کی نہیں۔ فرمایا نہیں آپ کھڑے ہو جائیں اور خطبہ پڑھیں۔ آپ کے لئے مَیں دعا کرونگا۔ آخر تعمیل حکم کے لئے ڈرتا ڈرتا کھڑا ہو گیا۔ خدا واحد لاشریک جانتا ہے۔ کہ جب مَیں کھڑا ہو گیا۔ تو اللہ نے ایسی جرأت پیدا کر دی۔ اور ایسا شرح صدر ہو گیا۔ کہ مَیں نے بے دھڑک خطبہ پڑھا۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ حضور کی دعا کی برکت تھی۔ اس کے بعد آج تک مَیں اپنے اندر اس دُعا کا اثر دیکھتا ہوں۔

۷۱۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میاں محمد حسین خانصاحب ٹیلر ماسٹر ساکن گوجرانوالہ حال قادیان نے بواسطہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ تقریباً ۱۹۰۱ء کا واقعہ ہے۔ کہ مَیں قادیان

آیا۔ اور حضرت مولوی نورالدین صاحب کو ملا اور عرض کی۔ کہ مَیں حضرت صاحب سے ملاقات کے لئے آیا ہُوں۔ ابھی تھوڑی دیر ہی حضرت مولوی صاحب کے مطب میں بیٹھے گذری تھی۔ کہ کسی نے اطلاع دی کہ حضور علیہ السلام مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ حضرت مولوی صاحب نے مجھے بازو سے پکڑ لیا۔ اور لاکر مسجد مبارک کے محراب میں حضور کے پاس جاکر بٹھا دیا۔ اور حضور سے کہا۔ کہ یہ ڈاکٹر حسن علی صاحب کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ اور حضور سے ملاقات کے لئے آئے ہیں۔ حضور میری طرف متوجہ ہُوئے اور بات چیت شروع کر دی۔ مَیں نے اپنے بچپن سے لیکر اس وقت تک تمام حالات سُنا دیئے۔ اثنائے گفتگو میں حضور نے میری طرف نظر اٹھا کر دیکھا۔ اور فرمایا۔ کہ آپ کی آنکھیں خراب ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ کہ بچپن سے ہی میری آنکھیں خراب چلی آتی ہیں۔ والد صاحب بچپن میں فوت ہو گئے تھے۔ بہت تکالیف برداشت کرتا رہا۔ استادوں کی بھی خدمت کی۔ ایک مرتبہ مَیں کوہ مری گیا تھا۔ تو کچھ آرام آگیا تھا۔ پھر اس کے بعد دوبارہ آنکھیں خراب ہو گئیں۔ حضور نے فرمایا۔ آپ کا کام کوہ مری اچھا چل سکتا ہے۔ آپ وہیں چلے جائیں۔ مَیں نے عرض کی۔ کہ اب مَیں سکھر میں رہتا ہُوں۔ سکھر اور کوہ مری میں تقریباً پانچ چھ سو کوس کا فاصلہ ہے۔ ایک کاروباری آدمی کے لئے جگہ تبدیل کرنا سخت مشکل ہے۔ تو حضور نے فرمایا۔ کہ خدا تمہیں شفا دے گا۔ اور اس کے بعد مَیں نے محسوس کیا کہ وہیں مسجد میں بیٹھے بیٹھے ہی میری آنکھیں بالکل صاف ہو کر ٹھیک ہو گئیں۔ اب میری عمر ۷۰ یا ۷۵ سال کی ہے۔ اب تک مجھے عینک کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ پھر مَیں نے عرض کیا۔ کہ میرا چھوٹا بھائی بہت متعصب ہے۔ اور مَیں چاہتا ہوں۔ کہ وہ بھی احمدی ہو جائے۔ حضور دعا فرمائیں۔ حضور نے جواب میں فرمایا۔ کہ آپ کے ارادے بہت نیک ہیں۔ خدا تعالیٰ آپ کو کامیابی عطا کرے گا۔

اس وقت میرے بھائی کی یہ حالت تھی۔ کہ ایک مرتبہ ان کے پاس اخبار بدر گیا۔ تو ان کے دوست مولوی محبوب عالم صاحب ان کے پاس موجود تھے۔ انہوں نے کہا۔ بابو صاحب ذرا اخبار تو دکھائیں۔ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ یہ اخبار نہیں پڑھنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ قادیان کا اخبار ہے۔ اور اس کے دیکھنے سے آدمی پر ایک قسم کا جادو ہو جاتا ہے۔ مولوی محبوب عالم صاحب نے کہا۔ کہ مرزا صاحب تو قادیان میں بیٹھے ہیں۔ کیا ہمیں زبردستی بازو سے پکڑ کر لے جائیں گے اور انہوں نے زبردستی اخبار لے لیا جب پڑھا۔ تو اس میں حضرت عیسٰے علیہ السلام کی وفات کا ذکر تھا۔ اور ساتھ ہی قرآن مجید کی آیات سے استدلال

کیا ہُوا تھا۔ تو ان پر فوراً ہی جادو کا سا اثر ہوگیا۔ غیر احمدی علماء کو بلایا اور ان سے گفتگو کی۔ وہ خود بھی عالم تھے۔ مگر کچھ فیصلہ نہ ہوسکا۔ مجھے تار دے کر گوجرانوالہ سے بُلایا۔ جب مَیں وہاں پہونچا۔ تو مَیں نے دیکھا کہ رات کے گیارہ بجے وہ دعا میں مشغول ہیں۔ میرے جاتے ہی انہوں نے توفّی کا مسئلہ پیش کیا۔ اور میں نے اس کا جواب دیا۔ مَیں نے کہا۔ کہ جس لفظ کی علماء کو کچھ سمجھ نہیں آتی۔ وہ کسی جاہل سے پوچھ لینا چاہیئے۔ گاؤں کا پٹواری۔ اور چوکیدار اور تھانے کا منشی عموماً جاہل ہوتے ہیں۔ ان سے پوچھنا چاہیئے۔ کہ وہ جو روزمرہ متوفّی وغیرہ لکھتے ہیں۔ تو کیا ان کا مطلب مرنے والے کے متعلق یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ آسمان پر چڑھ گیا یا یہ کہ مرکز زمین میں دفن ہُوا۔ جب متوفّی سے مراد آپ مرا ہُوا شخص سمجھتے ہیں تو کیا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے لئے اس سے زمین میں دفن ہونا مراد نہیں۔ تو جواب میں انہوں نے کہا۔ کہ بھائی ہمیں تو مرزا صاحب کے پاس قادیان لے چلو۔ اور بیعت کرادو۔ اس پر مَیں اپنے بھائی اور مولوی صاحب موصوف اور تین اور دوستوں کو لے کر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے پاس حاضر ہُوا۔ اور ان سب کی بیعت کرادی۔ اور دعا کے لئے خدمت اقدس میں عرض کیا۔

پھر بعد میں جب لوگ نماز پڑھکر چلے گئے تو ایک پٹھان نے حضرت مولوی نورالدینؓ صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ متواتر چھ ماہ میں نے آپ سے نقرس کا علاج کروایا ہے۔ مگر کچھ بھی آرام نہیں آیا۔ مگر آج یہ واقعہ ہُوا۔ کہ جب حضور کھڑکی سے باہر نکلے۔ تو سب لوگ استقبال کے لئے کھڑے ہوگئے مگر مَیں کچھ دیر سے اُٹھا۔ تو اتفاقاً حضور کا پاؤں میرے پاؤں پر پڑ گیا۔ اس وقت میں نے محسوس کیا۔ کہ میری نقرس کی بیماری اچھی ہوگئی ہے۔ جب نماز کے بعد حضور اندر تشریف لے جانے لگے۔ تو مَیں نے عرض کیا۔ کہ حضور ہے تو بے ادبی کی بات۔ مگر آپ میرے پاؤں پر پاؤں رکھکر چلے جائیں حضور نے میری درخواست پر ایسا کردیا۔ اور اب مجھے اللہ تعالےٰ کے فضل سے بالکل صحت ہے۔ اس پر مولوی نورالدینؓ صاحب نے جواب میں فرمایا۔ کہ بھائی مَیں تو معمولی حکیم ہی ہوں۔ لیکن وہ تو خدا کے رسول ہیں۔ ان کے ساتھ مَیں کیسے مقابلہ کرسکتا ہُوں مَیں نے تو معمولی دوا ہی دینا تھی۔

اس واقعہ کے گواہ مولوی محبوب عالم صاحب اور میرے بھائی بابو محمد رشید صاحب اسٹیشن ماسٹر اور مستری علم دین صاحب ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حافظ محمد ابراہیم صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ جب ایک دفعہ حضرت ۶۲۰

خلیفہ اولؓ کے زمانہ میں قادیان میں طاعون پڑی اور مرزا نظام الدین کے خاندان کے بہت سے افراد اس طاعون میں مبتلا ہو کر فوت ہو گئے۔ تو مرزا نظام الدین حضرت خلیفہ اولؓ کے مکان پر آئے۔ اور دروازہ کی چوکھٹ پر سر رکھکر زار زار رونے لگے۔ جب حضرت مولوی صاحب نے ہمدردی کے رنگ میں اسکا سبب دریافت کیا۔ تو مرزا صاحب نے اسی طرح روتے ہوئے کہا۔ مولوی صاحب! کیا ہماری مصیبت کا کوئی علاج نہیں؟ میں نے تو اب کوئی مخالفت نہیں کی۔ مولوی صاحب کچھ وقت خاموش رہے اور پھر فرمایا۔ مرزا صاحب میں خدائی تقدیر کو کس طرح بدل سکتا ہوں۔ پھر جو افراد بیمار تھے ان کے علاج معالجہ کے لئے ہمدردانہ رنگ میں مشورہ دیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ مرزا نظام الدین صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چچازاد بھائی تھے اور وہ اور ان کے بڑے بھائی مرزا امام دین صاحب ساری عمر حضرت صاحب کے سخت مخالف رہے اور ہر طرح کی ایذا پہونچائی۔ اور سلسلہ حقہ کو مٹانے کی ہر رنگ میں کوشش کی۔ جس کا ذکر گذشتہ روایتوں میں گذر چکا ہے۔ لیکن بالآخر جب مرزا نظام الدین صاحب کے بڑے بھائی مرزا امام دین صاحب فوت ہو گئے۔ اور خدا کے فضل سے جماعت نے بھی اتنی ترقی کر لی۔ کہ مرزا نظام الدین صاحب نے محسوس کر لیا۔ کہ اب یہ ہمارے بس کی بات نہیں رہی۔ اور بعض دوسرے لحاظ سے بھی مرزا نظام دین صاحب کمزور ہو گئے۔ تو انہوں نے آخری وقت میں مخالفت کی شدت کو ترک کر دیا تھا۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ اس روایت میں جس طاعون کا ذکر ہوا ہے وہ سنہ ۱۹۱۱ء میں پڑی تھی۔ جس میں مرزا نظام الدین صاحب کے بہت سے اقرباء مبتلا ہو کر فوت ہو گئے تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ ہمارے خاندان کے متعلق مجھے اخویم مکرم ۱۷۱
خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کے پاس سے مندرجہ ذیل خطوط اور سندات ملی تھیں۔ یہ خطوط شہنشاہان دہلی کی طرف سے ہمارے آباؤ اجداد کے نام ہیں۔ اور اصل کاغذات میرے پاس محفوظ ہیں۔ ساتھ ساتھ اردو ترجمہ بھی دے دیا گیا ہے اور ان کے نیچے مولوی عبید اللہ صاحب بسمل مرحوم کا ایک عالمانہ نوٹ بھی درج کیا جاتا ہے۔ جو مولوی صاحب مرحوم نے ان خطوط کو دیکھکر لکھا تھا۔ مولوی صاحب مرحوم علم تاریخ اور فارسی زبان کے نہایت ماہر اور عالم تھے۔ ترجمہ بھی مولوی صاحب موصوف کا کیا ہوا ہے۔

(۱)

منشور محمد فرخ سیر غازی شاہنشاہ ہندوستان

زبدة الاماثل والاقران میرزا فیض محمد خاں مستمال بوده بداند۔ کہ چوں دریں وقت حضور فیض گنجور عرش آشیانی ظل سبحانی از وفاکیشی و خیر سگالی و جاں نثاری شما مسرور و مبتہج شده است۔ لہذا حکم جہاں مطاع عالم مطیع شرف صدور می یابد کہ آں اخلاص نشان را در سلک امرائے ہفت ہزاری منضبط کرده و جا داده از خطاب عضد الدولۃ مفتخر و ممتاز فرموده می شود۔ باید کہ در موکب فیروزی کوکب خود را موجود و حاضر ساختہ مدام بوفاکیشی و خیر سگالی بندگان عرش آشیانی ساعی و مصروف می بوده باشد۔ فقط

تحریر بتاریخ نوزدہم شہر شوال جلوس سنہ ۲ سم

ترجمہ

(مہر مدور) بزرگوں و ہمسروں میں برگزیدہ میرزا فیض محمد خاں شاہی دلجوئی یافتہ ہو کر جان لیں کہ اس وقت حضور فیض گنجور عرش آشیانی ظل سبحانی آپ کی وفاکیشی اور خیر اندیشی اور جان نثاری سے نہایت خوش ہوئے ہیں۔ اس لئے حکم جہاں مطاع عالم مطیع نے صدور کا شرف حاصل کیا ہے۔ کہ اس اخلاص نشان کو ہفت ہزاری امراء کی سلک میں منضبط کر کے اور جگہ دیکر عضد الدولہ کے خطاب سے مفتخر اور ممتاز کیا جاتا ہے۔ چاہیئے کہ اب لشکر فیروزی اثر میں اپنے آپ کو موجود اور حاضر کریں۔ اور ہمیشہ عرش آشیانی کی درگاہ کے بندوں کی وفاکیشی اور خیر اندیشی میں مصروف اور ساعی رہیں

۱۹ ماہ شوال سنہ ۲ جلوس سم

خاکسار عرض کرتا ہے کہ میرزا فیض محمد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دادا کے دادا تھے اور خط کی تاریخ سے پتہ لگتا ہے۔ کہ یہ خط ۱۷۱۶ء میں لکھا گیا تھا۔ کیونکہ فرخ سیر ۱۷۱۳ء میں تخت پر بیٹھا

تھا اور یہ خط سنہ جلوس کے بعد چوتھے سال کا ہے۔

(۲)

منشور عہد محمد شاہ بادشاہ ہندوستان

اخلاص وعقیدت دستگاہ میرزا گل محمد مستمال بودہ بدانند۔ دریں وقت سلالۃ النجباء فضیلت وکمالات پناہ حیات اللہ مفصل حقیقت شما حالی گردانید باید کہ در ہر باب خاطر جمع نمودہ در امکنہ خود ہا آباد ومطمئن باشند وایں جانب را متوجہ احوال خود انگاشتہ چگونگی را ارسال دارند بکار ہائے خود بکمال خاطر جمعی مشغول وسرگرم باشند وہر گاہ احدے از عازمان متوجہ آں سرزمین خواہد شد بر مضمون تعلیقچہ اطلاع یافتہ درباره آں اخلاص نشان غور واقعی بعمل خواہد آورد۔

تحریر فی التاریخ بست وچہارم شہر رجب ۱۱۶۱ھ ہجری

مہر

یا اللہ محمود فنی
کل فعالہ محمد

ترجمہ

اخلاص وعقیدت دستگاہ میرزا گل محمد (شاہی) دلجوئی یافتہ ہو کر معلوم کریں۔ اس وقت برگزیدۂ شرفا ونجبا فضیلت وکمالات پناہ حیات اللہ نے خود آپ کی بیان کردہ حقیقت کی تفصیل سے آگاہ کیا لازم ہے کہ ہر باب میں خاطر جمع ہو کر اپنی جگہ میں آباد اور مطمئن رہیں۔ اور اس جانب کو اپنے حالات کی جانب متوجہ سمجھکر اپنے حالات کی کیفیت ارسال کرتے رہیں۔ اور اپنے کار متعلقہ میں پوری دلجمعی کے ساتھ مشغول اور سرگرم رہیں۔ جب کوئی کارپرداز اس سرزمین کی طرف متوجہ ہوگا۔ تو تعلیقہ (رپوٹ) کے مضمون پر اطلاع پاکر اس اخلاص نشان کے بارہ میں واقعی غور عمل میں لایا جائے گا۔

محررہ ۲۴ رجب ۱۱۶۱ھ ہجری

مہر چوکور

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ مرزا گل محمد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دادا کے والد تھے یہ بڑی عالی مرتبہ بزرگ ہیں۔ جن کے تقوے اور طہارت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیف "کتاب البریۃ" میں بڑے تعریفی رنگ میں ذکر کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ وہ صاحب خوارق وکرامات تھے

(۳)

منشور عہد شاہ عالم ثانی بادشاہ ہندوستان

نجابت و معالی پناہ میرزا گل محمد بتوجہات خاطر عالی مستمال بودہ بداند کہ درینوقت رایات عالی وزیرآباد را رشک فروردین وارذی بہشت فرمودہ فضیلت و کمالات مآب سیادت و نجابت انتساب بٹالہ حسن اخلاق او را بعرض رسانید در ہر باب خاطر خود را جمعداشت نمودہ در جائیگاہ خودہا سکونت داشتہ باشد کہ انشاء اللہ تعالےٰ در حین ورود مسکن فیروزی مامن غور و پرداخت احوال آنہا۔ بواقعی خواہد شد در کمال اطمینان و دیانتداری وکلائے خود را روانہ درگاہ نمایند۔

۱۲۱۱ھ ہجری | مہر کلاں جو دریدہ ہے

ترجمہ

نجابت و معالی پناہ میرزا گل محمد خاں خاطر عالی کی توجہات سے دلجوئی یافتہ ہوکر معلوم کریں کہ اس وقت لشکر شاہی نے وزیرآباد کو فروردین اور اردی بہشت کا رشک بنایا ہے۔ فضیلت و کمالات مآب بٹالہ کے رہنے والے نے آپ کا حسن اخلاص عرض کیا ہے۔ ہر باب میں خاطر جمع ہوکر اپنے گھر بار میں سکونت رکھیں۔ انشاء اللہ جس وقت مسکن فیروزی مامن میں ورود ہوگا۔ اس وقت آپ کے حالات کی واقعی غور و پرداخت کی جائے گی۔ کمال اطمینان کے ساتھ اپنے وکلاء درگاہ میں روانہ کریں۔

مہر

۱۲۱۱ھ ہجری

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ خط زیادہ دریدہ ہے۔ اور بعض حصوں کا بالکل پتہ نہیں چلتا۔

(۴)

منشور عہد شاہ عالم ثانی بادشاہ ہندوستان

عالیجاہ رفیع جائیگاہ اخلاص و عقیدت دستگاہ گل محمد خاں بسلامت باشد بعدہٗ آنکہ عریضہ کہ دریں وقت بخصوص چگونگی احوالات و روئیداد و اخلاص و خدمت گذاری خود وغیرہ مواد کہ قلمی دارسال داشتہ بود رسید حقائق آں واضح و حالی گردید عریضہ

مرسلہ ترقی خواہ را درنظر بہادراں حضور فیض گنجور خاقانی گذرانیدہ شد و در جواب رقم قدر توام مالک مطاع اشرف بسرافرازی آں عالیجاہ شرف اصدار یافتہ کہ بزیارت آں مشرف دار۔ بعمل خواہد آورد در ہر باب خاطر جمعداشتہ و مستعد خواہش دیوانی بودہ نویساں حالات باشد۔

بتاریخ جمادی الثانی ۱۲۱۳ھ ہجری (مہر بیضوی جو بہت مدھم ہے)

ترجمہ

عالیجاہ بلند مرتبہ اخلاص اور عقیدت کے دستگاہ رکھنے والے۔ گل محمد خاں سلامت رہو۔ بعدہٗ وُہ عریضہ کہ آپ نے اپنی چگونگی حالات اور روئیداد و اخلاص و خدمت گزاری وغیرہ مواد کے خصوص میں لکھا تھا۔ اس کی حقیقت واضح ہوئی۔ اس عالیجاہ کا عریضہ حضور فیض گنجور کے بہادروں کے سامنے پیش ہوگیا۔ اس کے جواب میں اس عالیجاہ کی سرافرازی کی نسبت رقم قدر توام مالک و مطاع اشرف کا حکم صادر ہوا ہے۔ مشرف دار یعنی ناظر اعلیٰ اس کو عمل میں لائے گا۔ دیوانی ضرورتوں کے مستعد ہو کہ اپنے حالات لکھتے رہیں۔

محررہ ماہ جمادی الثانی ۱۲۱۳ھ ہجری (مہر)

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ خط بھی کچھ دریدہ ہے اور بعض حصے اچھی طرح پڑھے نہیں جاتے۔

(۵)

منشور عہد عالمگیر ثانی بادشاہ ہندوستان

عمدۃ الاماثل والاقران گل محمد خاں بداند عریضہ کہ دریں وقت بخصوص احوالات و روئیداد خود قلمی و ارسال داشتہ بود رسید چگونگی آں واضح شد۔ باید کہ خاطر خود را بہر باب جمعداشت و مطمئن خاطر بودہ مشغول امورات خود و احوالاتے کہ باشد ہمہ وزہ بعرض رسانند۔

بتاریخ شہر رجب ۱۲۱۶ھ ہجری (مہر بیضوی جو مدھم ہے)

ترجمہ

برگزیدہ اکابر و معاصر گل محمد خاں معلوم کریں کہ اس وقت آپ کے عریضے جس میں خصوصیت

کے ساتھ آپ نے اپنی روئیداد اور حالات قلمبند کر کے بھیجا ہے۔ تمام کیفیت واضح ہوئی۔ چاہئیے کہ آپ ہر بات میں مطمئن اور خاطر جمع ہو کر اپنے متعلقہ امور میں مشغول رہیں اور اپنے روزمرہ کے حالات لکھتے رہیں۔

محررہ ماہ رجب ۱۲۱۶ھ ہجری

(مہر)

ان خطوط کے متعلق مولوی عبید اللہ صاحب بسمل نے مندرجہ ذیل نوٹ لکھا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلے علی رسولہ الکریم

شہنشاہ ہند محمد فرخ سیر کے منشور میں جو غفران مآب میرزا فیض محمد خانصاحب نور اللہ مرقدہ کے نام ہے تین لفظ خاص اہمیت رکھتے ہیں۔

پہلا لفظ ہفت ہزاری کا ہے۔ دربار اکبری میں اراکین سلطنت کے مناصب کی تقسیم اس طرح سے شروع ہوئی تھی۔ کہ ہشت ہزاری کا منصب ولیعہد اور خاندان شاہی کے شہزادوں کے لئے خاص تھا اور اراکین دربار و وزراء سلطنت ہفت ہزاری منصب سے ممتاز ہوتے تھے۔ شش ہزاری منصب بھی امراء کو بہت جاں نثاری کے بعد ملتا تھا۔ جس وقت گل گنڈہ کے فرمانروا ابو الحسن تاناشاہ کی سرکوبی پر شہنشاہ اورنگ زیب محمد عالمگیر نے تمام افواج ہندوستان کے سپہ سالار نواب غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ کو دکن کی مہم سر کرنے کے لئے مامور فرمایا۔ تو اس کو شش ہزاری کا عہدہ دیا چنانچہ اس وقت کا نامہ نگار نعمت خان متخلص بہ عالی اپنی مشہور کتاب وقائع نعمت خاں میں لکھتا ہے

"دو شیشے کہ آں شش ہزاری شش ہزار سوار زدہ بود"

اس فقرہ میں شش ہزاری کے لفظ سے مطلب ہے۔ کہ فیروز جنگ کو عالمگیر نے یہ منصب دیا ہوا تھا۔ جو ہفت ہزاری سے بہت ہی کم تھا۔ ہفت ہزاری منصب کی نسبت شاہان مغلیہ کے عہد میں ایک ضرب المثل مشہور تھی "ہفت ہزاری شو و ہر چہ خواہی بکن" یعنے ہفت ہزاری کا منصب ایسا عالی ہے کہ اگر تجھکو حاصل ہو جائے تو تیرے کام میں کوئی دخل دینے والا نہیں رہے گا۔ الحاصل ہفت ہزاری کا منصب شاہان مغلیہ کے عہد میں بہت وقیع و رفیع سمجھا جاتا تھا۔ تاریخ شاہد ہے۔

دوسرا لفظ عضد الدولہ کا خطاب ہے۔

تاریخ کی ورق گردانی سے ثابت ہوتا ہے کہ جب ہارون و مامون و معتصم کے بعد بنی عباس کی خلافت میں ضعف آگیا۔ اور اسلامی دُنیا کے بعض حصّوں میں متفرق خاندانوں میں حکومتیں برپا ہوگئیں تو ان میں سے دیالمہ کا خاندان بھی تھا۔ جس کے چمکتے ہوئے فرمانرواؤں کو استمالتِ قلوب کی وجہ سے خلافتِ بغداد کے دربار نے عضد الدولہ اور اس کے بیٹے کو رکن الدولہ کا خطاب دیا تھا۔ غالباً اسلامی تاریخ میں عضد الدولہ دیلمی ہی پہلا شخص ہے جس نے یہ معزز خطاب حاصل کیا ہے۔ اس کے بعد سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفہ بغداد نے یمین الدولہ کے خطاب سے سرفراز کیا۔ ایرانی سلطنتیں بھی خلفائے بنی عباس کی اتباع سے اپنے امراء دربار کو اعتضاد الدولہ۔ احتشام الدولہ وغیرہ کے خطابات دیتی رہی ہیں۔

ہندوستان کی افغانی کنگڈم بھی علاء الملک۔ عماد الملک۔ خان جہاں۔ خان دَوراں کے خطابات سے اپنے اپنے امراء و رؤسا کی دلجوئی کرتی رہی ہیں۔

مغل ایمپائر کے زرین عہد میں فرمانروایانِ اودھ کو شاہ عالم ثانی کی سرکار سے شجاع الدولہ اور آصف الدولہ کا خطاب ملا ہے۔ شاہ اکبر ثانی نے سرسیّد کو جواد الدولہ عارف جنگ کا خطاب دیا تھا جس کو سرسیّد کے ارادتمند آج تک اُن کے ساتھ لکھتے چلے آئے ہیں۔

سرکار کمپنی نے بھی بغرض تالیف قلوب باتباع شاہان مغلیہ والیان ٹونک کو امیر الدولہ اور ان کے بیٹے کو وزیر الدولہ کا خطاب دیا تھا۔

اس داستان باستان کو طول دینے سے خاکسار کی غرض صرف یہ ہے کہ شہنشاہ فرخ سیر کا منشور جو غفران مآب میرزا فیض محمد خانصاحب طاب اللہ ثراہ کے نام ہے جس میں انکو معتمد الدولہ کے خطاب سے مخاطب کیا گیا ہے۔ وہ والیانِ اودھ شجاع الدولہ اور آصف الدولہ اور والیان ریاست ٹونک کے خطابات امیر الدولہ و وزیر الدولہ اور نواب بنگالہ سراج الدولہ کے خطاب سے اور سرسیّد کے خطاب جواد الدولہ سے زیادہ قدیم اور زیادہ وقیع ہے۔ کیونکہ فرخ سیر شاہنشاہ ہندوستان تھا۔ اس کے بیٹے محمد شاہ کے بعد سلاطین مغلیہ شاہ عالم ثانی و اکبر شاہ ثانی نام کے بادشاہ رہ گئے تھے۔ خطاب دینے والے بادشاہوں کے لحاظ سے غفران مآب کا خطاب ایک ذی شان شہنشاہ کی طرف سے ہے۔

علاوہ بریں عضد الدولہ کا وہ معزز خطاب ہے جو بنو عباس کے خلفاء کی جانب سے ایک ذی شوکت سلطان عضد الدولہ دیلمی کو ملا تھا جس کے خاندان کی طرف حدیث کی مشہور کتاب "دیلمی" منسوب ہے۔ اس نسبت سے بھی حضرت غفران مآب کا خطاب عضد الدولہ بمقابلہ دیگر رؤساء کے خطاباتِ اعتضاد الدولہ و احتشام الدولہ و شجاع الدولہ و آصف الدولہ و سراج الدولہ و زیر الدولہ سے اشرف و اعلیٰ ہے۔

جہاں تک خاکسار کی نظر سے بعض بعض امراء و رؤساء پنجاب کے پُرانے کاغذات اور سلاطین مغلیہ کے مناشیر گذرے ہیں۔ کوئی منشور ایسا نہیں گذرا۔ جس میں اس درجہ کا خطاب کسی رئیس خاندان کو منجانب شاہانِ مغلیہ عطا ہوا ہو۔

تیسرا لفظ۔ امور مذکورہ صدر کے سوا اس منشور میں خصوصیت کے ساتھ ایک حرف **صاد** کا درج ہے۔ جو جلی قلم سے نہایت نظر فریب خوش خط روشن سیاہی کے ساتھ ثبت ہے یہ حرف شہنشاہ محمد فرخ سیر کے خاص قلم کا ہے۔ جو ان کی خوشنودیِ مزاج کی دلیل ہے۔ اور اس منشور کی شان کو دو بالا کر رہا ہے۔ کیونکہ شاہانِ مغلیہ جس منشور کو وقیع کرنا چاہتے تھے تو اس پر اپنے دستِ خاص سے صاد کر دیتے تھے نعمت خاں عالی اپنے وقائع میں اس حرف صاد کی نسبت لکھتا ہے ؎

سماد ششش صادات از کلک فرنگی بے سخن

یعنی چھٹا حرف صاد ہے جو بادشاہ اپنے ہاتھ سے مناشیر پر ثبت کرتا ہے۔

دوسرا منشور شاہنشاہ ہندوستان محمد شاہ کا ہے جو جلالت مآب میرزا گل محمد صاحب انار اللہ برہانہٗ کی طرف ہے۔ اس پر ایک مہر کا نقش ہے۔ جس کے حروف یہ ہیں۔

"باللہ محمود فی کل فعالہ محمد"

غالباً یہ نقش خاص شاہی ہاتھ کی انگوٹھی کی مُہر کا ہے اور نہایت خوشخط کندہ کیا ہوا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ پھیکا لگا ہے جس کے حروف ماند پڑ گئے ہیں۔ خاکسار نے آئی گلاس منگوا کر نہایت دقت کے بعد پڑھا ہے۔

فرخ سیر ہندوستان کے عہد میں جبکہ دار السلطنت کے نواح و اطراف کے رؤساء کی خودسری نے سلطنت کی باگ ڈور کو ڈھیلا کر رکھا تھا۔ باوجودیکہ قادیان دہلی سے بعید فاصلہ پر تھا اور آمد و رفت کے وسائل بھی کم اور راستہ بھی طویل تھا۔ مگر غفران مآب نے سلطنت کی وفاداری کو اپنے خاندان کو

آل تمغا سمجھکر ارادتمندانہ عرائض سے اپنی نجابت کا ثبوت دیا۔ جن کے جواب میں فرخ سیر نے نہایت محبت آمیز الفاظ کے ساتھ اپنا منشور مع خطاب ارسال کیا۔

اس منشور اور اس کے بعد کے مناشیر میں بلند حوصلگی اور علو ہمت ثابت کرنے والی یہ بات ہے۔ کہ غفران مآب نے تقوے کو مدّنظر رکھتے ہوئے دربار دہلی میں جانا پسند نہ کیا۔ کیونکہ اس وقت کے دربار کا نقشہ متملق اور چاپلوس اور خوشامدی اراکین سے راجہ اندر کا اکھاڑہ بنا ہوا تھا۔ ملاہی و مناہی اور ارباب نشاط ڈوم ڈھاریوں سے ہر وقت دربار پر رہتا تھا۔ غفران مآب نے پنجاب میں رہ کر سلطنت کی وفاداری کا اظہار سرمایۂ دیانت سمجھا۔ مگر جاہ طلبی کو دُور ہی سے دھکا دیا۔

العظمۃ للہ کیا ہی ہمت عالی تھی کہ شریعت غرّا کو مدّنظر رکھتے ہوئے دنیادی اعزاز کی طرف قدم نہ اٹھایا۔ ورنہ اس وقت اگر دربار میں پہونچ جاتے تو شاہی عطیات سے مالا مال ہوجاتے اور گرانمایہ جاگیر پاتے۔

فرخ سیر کے منشور کے بعد جب نہایت غور سے مغفرت انتساب میرزا گل محمد صاحب طاب اللہ ثراہ کے اسمی جس قدر مناشیر ہیں ان کو پڑھا جاتا ہے۔ تو ایک اور ہی کیفیت نظر آتی ہے۔ کہ شاہانِ دہلی کے دربار سے بار بار دعوتی مناشیر صادر ہوتے ہیں۔ دہلی تو دُور رہی وزیرآباد تو دروازے پر ہے۔ مگر وہ زہد و ورع کا دلدادہ بادشاہ کو ملنے تک نہیں جاتا۔ اس پر وفاداری کا یہ حال ہے۔ کہ متواتر عرائض بھیجے جاتے ہیں۔ اور بھیجے بھی ایسے شخص کی وساطت سے جو دربار میں بھی نہایت متقی اور پرہیزگار مانا جاتا تھا۔ جس کو خود محمد شاہ بادشاہ جیسا رنگیلا اور شاہ عالم ثانی فضیلت مآب کمالات دستگاہ سیادت و نجابت پناہ سید حیات اللہ کہکر پکارتے ہیں۔ الغرض جہاں میرزا گل محمد صاحب کی کرامات زبان زد خلائق ہیں۔ یہ بات بھی کم نہیں۔ کہ آپ نہایت متقی اور پرہیزگار اور علم دوست انسان تھے۔

ان مناشیر میں ایک اور بات بھی قابل توجہ ہے۔ کہ غفران مآب میرزا فیض محمد خاں صاحب اور مغفرت نصاب میرزا گل محمد صاحب نے اظہار وفاکیشی کے عرائض بھیجکر اسکے معاوضہ میں جاگیر یا منصب یا خطاب کی استدعا نہیں کی۔ کیونکہ ان مناشیر میں شاہانِ دہلی نے نہیں لکھا۔ کہ آپ کے طلب کرنے پر یا آپ کی استدعا پر یہ خطاب یا منصب عطا کیا جاتا ہے۔ بلکہ دربار دہلی نے اپنی خوشی اور خورسندی مزاج سے خطاب اور منصب دیئے ہیں۔ اور ان عرائض کو ایسے وقت میں نعمت غیر مترقبہ

سمجھا ہے۔ جس وقت اکثر نمک خوار رو سیاہ جوانب و اطراف میں اطاعت سے سرکوبی کر رہے تھے۔
بالآخر باداب عرض ہے۔ کہ اوّل تو ان سب مناشیر کا فوٹو لے لیا جاوے۔ ورنہ فرخ سیر کے
منشور کا عکس تو ضرور لے لینا چاہیئے۔ اس کے ساتھ انگریزی اور اردو ترجمے بھی ہوں۔ اگر الفضل
میں اس کی کاپیاں چھاپ دی جائیں تو جماعت کے افراد اپنے امام علیہ السلام کے اسلاف کرام کے
اعزاز اور مناصب اور علو ہمت پر واقفیت حاصل کر کے ایمان کو تازہ کر لیں۔ والسّلام
خاکسار عبید اللہ بسمل احمدی قادیان ۲۴/۵/۳۰

۷۲۲ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود
علیہ السلام حقّہ سے بہت کراہت کرتے تھے۔ بلکہ بعض اوقات اس کے متعلق بعض لوگوں پر ناراضگی
کا اظہار بھی فرمایا۔ مگر سیٹھ عبد الرحمٰن صاحب مدراسی جب تشریف لاتے تھے۔ تو ان کے لئے کہدیا
تھا۔ کہ وہ بے شک حقّہ پی لیا کریں۔ کیونکہ سیٹھ صاحب معمر آدمی تھے۔ اور پرانی عادت تھی۔ یہ ڈر
تھا۔ کہ کہیں بیمار نہ ہو جائیں۔ نیز سیٹھ صاحب بیمار بھی رہا کرتے تھے۔ چنانچہ ان کو ذیابیطس بھی تھا۔
اور کاربنکل بھی ہوا تھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ سیٹھ عبد الرحمٰن صاحب مدراس کے بڑے تاجر تھے اور نہایت مخلص تھے
انہوں نے ۱۸۹۳ء کے آخر میں ہندوستان کے مشہور واعظ مولوی حسن علی صاحب مرحوم کے ساتھ
حضرت صاحب کی بیعت کی تھی۔ مگر افسوس کہ آخری عمر میں ان کی تجارت بہت کمزور ہو گئی تھی۔ ایک دفعہ
ان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ الہام ہوا تھا۔ کہ

" قادر ہے وہ بارگہ جو ٹوٹا کام بناوے بنا بنایا توڑ دے کوئی اسکا بھید نہ پاوے"

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ یہ بنا بنایا کام ٹوٹ گیا اور پھر نہ سنبھلا اور آج تک کوئی شخص یہ بھید نہ پا سکا
کہ اس یکرنگ فدائی پر یہ دور کس طرح آیا۔

۷۲۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ عبد المحی عرب نے
حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی زندگی میں ایک نکاح کیا تھا۔ مگر بعد رخصتانہ انہیں اپنی بیوی پسند
نہ آئی۔ جس پر حضور کی خدمت میں عربی میں خط لکھا کہ میری بیوی میں یہ یہ جسمانی نقص ہیں جن کی وجہ سے
مجھے اس کی طرف رغبت نہیں ہوتی۔ حضور نے ان کے رقعہ پر ہی یہ مختصر سا فقرہ لکھکر واپس کر دیا۔ کہ

اطفأ السراج وافعل ماشئت۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ چراغ بجھالیا کرو اور پھر جو جی میں آئے کیا کرو۔ مطلب یہ تھا کہ جب شادی کرلی ہے تو اب بیوی کے بعض جسمانی نقصوں کی وجہ سے اس سے بے اعتنائی برتنا ٹھیک نہیں۔ اگر دیکھنے سے رغبت پیدا نہیں ہوتی۔ تو چراغ بجھا دیا کرو۔ تاکہ نظر کام کرنے سے رک جائے اور نقص اوجھل رہیں۔ اس طرح رغبت ہو جائے گی۔ مگر افسوس ہے کہ عرب صاحب اپنے دل پر غالب نہ آسکے۔ اور بالآخر بیوی کو طلاق دیدی۔

۷۲۴ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ آخری ایام میں حکیم محمد حسین صاحب قریشی نے ایک دفعہ حضرت صاحب کی خدمت میں ایک پیٹنٹ مقوی دوا بھیجی۔ کہ حضور بہت محنت کرتے ہیں اسے استعمال فرمائیں۔ حضرت صاحب نے ایک دن استعمال کی۔ تو اسی دن پیشاب کی تکلیف ہوگئی۔ اس کے بعد حضور نے وہ دوا استعمال نہ کی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حکیم صاحب مرحوم لاہور کے رہنے والے تھے اور بہت مخلص تھے حضرت صاحب اکثر ان کی معرفت لاہور سے سودا منگایا کرتے تھے۔

۷۲۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ اگر کبھی کوئی شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جسم کی عام کمزوری کے دُور کرنے کا نسخہ پوچھتا۔ تو آپ زیادہ تر یخنی اور شیرہ بادام بتایا کرتے تھے۔ اور دواؤں میں ایسٹن سیرپ یعنی کچلہ کونین اور فولاد کا شربت بتایا کرتے تھے۔

۷۲۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میاں فیاض علی صاحب کپور تھلوی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ اوائل میں مَیں حقّہ بہت پیا کرتا تھا۔ یہانتک کہ پاخانہ میں بھی حقہ ساتھ لے جایا کرتا تھا تب جاکر پاخانہ ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت اقدس جالندھر تشریف لائے۔ جماعت کپورتھلہ اور یہ خاکسار بھی حاضر خدمت ہوئے۔ وعظ کے دَوران میں حقہ کی بُرائی آگئی۔ جس کی حضور نے بہت ہی مذمت کی۔ وعظ کے ختم ہونے کے بعد خاکسار نے عرض کی۔ کہ حضور مَیں تو زیادہ حقّہ پینے کا عادی ہوں۔ مجھ سے وہ نہیں چھوٹ سکے گا۔ ہاں اگر حضور دعا فرمائیں۔ تو امید ہے کہ چھوٹ جائے۔ حضور نے فرمایا۔ آؤ ابھی دعا کریں سو آپ نے دُعا فرمائی اور اثناء دُعا میں حاضرین آمین آمین کہتے رہے۔ حضور نے دیر تک خاکسار کیلئے

دعا کی۔ رات کو مَیں نے خواب میں دیکھا۔ کہ حقہ میرے سامنے لایا گیا ہے۔ مَیں نے چاہا کہ ذرا حقہ پیوں۔ جب مَیں حقہ کو مُنہ سے لگانے لگا۔ تو حقہ کی نلی ایک سیاہ پھنیر سانپ بن گئی۔ اور یہ سانپ میرے سامنے اپنے پھن کو لہرانے لگا۔ میرے دل میں اس کی سخت دہشت طاری ہوگئی۔ مگر اسی حالتِ رؤیا میں مَیں نے اس کو مار ڈالا۔ اس کے بعد میرے دل میں حقہ کی انتہائی نفرت پیدا ہوگئی۔ اور مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا کی برکت سے حقہ چھوڑ دیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ میاں فیاض علی صاحب پُرانے صحابہ میں تھے۔ اب چند سال ہوئے فوت ہو چکے ہیں۔

۷۲۷ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میاں فیاض علی صاحب کپورتھلوی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ مَیں نے ۱۸۹۰ء میں قادیان مسجد مبارک میں بیعت کی تھی۔ مجھ سے پیشتر چند گنتی کے آدمی بیعت میں داخل ہوئے تھے۔ اس وقت میں سوائے اپنے اور جماعت کپورتھلہ کے کسی مہمان کو مسیح موعود علیہ السلام کے دسترخوان پر نہ دیکھتا تھا۔ حضرت اقدس دستِ مبارک سے زنانہ مکان سے کھانا لاتے تھے۔ اور ہمارے ساتھ بیٹھکر تناول فرماتے تھے۔ اور خاکسار سوائے شاذ و نادر کے ہمیشہ ہر ایک مباحثہ اور سفر میں حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا ہے۔

۷۲۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ خاکسار نے حضور اقدس علیہ السلام سے عرض کی۔ کہ مجھے مولویوں سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ اس لئے حضور کچھ ارشاد فرماویں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جب کہیں گفتگو کا موقعہ ملے۔ تو دُعا کر لیا کرنا۔ اور یہ کہدیا کرنا کہ مَیں نے حق کو پہچانا اور قبول کر لیا ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ یہ نصیحت بہت مختصر ہے مگر اس میں تاثیرات کا خزانہ مخفی ہے۔

۷۲۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی نے خاکسار کا ہاتھ پکڑ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کی۔ کہ حضور یہ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری ہیں۔ اس پر حضور نے فرمایا۔ کہ مَیں ان کو اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ یہ تو بہت دفعہ آئے ہیں۔

۷۳۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا

کہ ایک دفعہ میں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں اولاد کے لئے دعا کی درخواست کی۔ فرمایا دُعا کریں گے۔ پھر دوسرے دن اسی طرح عرض کی۔ پھر تیسرے دن بھی عرض کی۔ اس پر فرمایا۔ کہ مولوی صاحب آپ تو اس طرح سے کہتے ہیں جیسے آپ کی عمر اسّی سال کی ہوگئی ہے آپ کے ہاں تو بیسیوں لڑکے ہو سکتے ہیں۔ سو الحمد للہ کہ اب میں صاحب اولاد ہوں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ مرد کو اولاد سے جلد مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر کوئی خاص نقص نہ ہو تو اسّی نوّے سال تک مرد کے اولاد ہو سکتی ہے۔

۷۳۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میاں محمد عبدالرحمٰن صاحب سکین فریدآبادی (برادر اکبر ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی) نے بواسطہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ ۱۹۰۱ء میں ایک مرتبہ جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس مسجد مبارک میں تھی۔ میں نے شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کی فرمائش پر حضرت صاحب کی خدمت میں وہ نظم پڑھی جو کہ میں نے صداقت مسیح موعود علیہ السّلام کے بارہ میں لکھی تھی۔ جس کے دو اشعار نمونۃً درج ہیں۔

مثیلِ مسیح نے جو دعوے پکارا — صلیبِ نصاریٰ کیا پارا پارا
غلامانِ احمد کو آیا فرارا — گروہ پادری بس ہوا ہارا ہارا

ان اشعار کو سُنکر حضرت اقدس بہت محظوظ ہوئے۔ اور حضور علیہ السلام نے منہ پر رومال رکھکر بمشکل ہنسی کو روکا۔ اسی طرح حضرت مولوی نورالدین صاحب و مولوی عبدالکریم صاحب اور نواب محمد علی خانصاحب بھی بہت ہی ہنسے اور خوش ہوئے۔ اسی خوشی میں مجھکو تین کتابیں (ایام الصلح۔ الوصیت۔ مولوی محمد حسن صاحب مرحوم کی تصنیف کردہ احادیث مسیح موعود) بطور انعام عنایت فرمائیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ کتب کے نام کے متعلق میاں عبدالرحمٰن صاحب کو سہو ہوا ہے۔ کیونکہ الوصیت تو لکھی ہی ۱۹۰۵ء میں گئی تھی۔ یا ممکن ہے سنہ کے متعلق سہو ہوا ہو۔ نیز روایت سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ انعام کس نے دیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ حضرت خلیفہ اوّلؓ یا نواب صاحب نے دیا ہوگا۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ میاں عبدالرحمٰن بیچارے شعر کے وزن و قوافی سے واقف نہیں تھے۔ اس لئے بعض اوقات ان حدود سے متجاوز ہو جاتے تھے۔ اور الفاظ بھی عجیب عجیب قسم کے لے آتے تھے اس لئے مجلس میں ہنسی کی کیفیت پیدا ہو گئی ہوگی۔ مگر بہرحال بہت مخلص تھے۔ اسی غزل میں ان کا آخری شعر یہ تھا کہ:۔

نوابین نے جب کہ مجھکو پکارا　　گیا افراتفری میں مضموں ہمارا

اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب میاں عبدالرحمٰن صاحب یہ غزل لکھ رہے تھے تو نواب صاحب کے دو صاحبزادوں نے انہیں کسی کام کے لئے پے در پے آواز دی۔ اور اس گھبراہٹ میں ان کا مضمون اور شعر دماغ میں منتشر ہو کر رہ گئے۔ میاں عبدالرحمٰن صاحب نواب صاحب کے ہاں نوکر تھے۔

۷۴۲ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ماسٹر اللہ دتا صاحب نے بواسطہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ ۱۹۰۸ء یا ۱۹۰۹ء کا واقعہ ہے۔ کہ میں دارالامان میں موجود تھا۔ ان دنوں میں ایک نواب صاحب حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی خدمت میں علاج کے لئے آئے ہوئے تھے۔ جن کے لئے ایک الگ مکان تھا۔ ایک دن نواب صاحب کے اہلکار حضرت مولوی صاحب کے پاس آئے۔ جن میں سے ایک مسلمان اور ایک سکھ تھا۔ اور عرض کیا۔ کہ نواب صاحب کے علاقہ میں لاٹ صاحب آنیوالے ہیں۔ آپ ان لوگوں کے تعلقات کو جانتے ہیں۔ اس لئے نواب صاحب کا منشاء ہے۔ کہ آپ ان کے ہمراہ وہاں تشریف لے چلیں۔ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا۔ کہ میں اپنی جان کا مالک نہیں۔ میرا ایک آقا ہے اگر وہ مجھے بھیج دے۔ تو مجھے کیا انکار ہے۔ پھر ظہر کے وقت وہ اہلکار مسجد مبارک میں بیٹھ گئے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے۔ تو انہوں نے عرض کیا۔ حضور نے فرمایا۔ اس میں شک نہیں کہ اگر ہم مولوی صاحب کو آگ میں کودنے یا پانی میں چھلانگ لگانے کے لئے کہیں۔ تو وہ انکار نہ کرینگے۔ لیکن مولوی صاحب کے وجود سے یہاں ہزاروں لوگوں کو ہر روز فیض پہونچتا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث کا درس دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ سینکڑوں بیماروں کا ہر روز علاج کرتے ہیں۔ ایک دنیاداری کے کام کے لئے ہم اتنا فیض بند نہیں کر سکتے۔ اس دن جب عصر کے بعد حضرت مولوی صاحب درس قرآن مجید دینے لگے۔ تو خوشی کی وجہ سے منہ سے الفاظ نہ نکلتے تھے۔ فرمایا مجھے آج اس قدر خوشی ہے کہ بولنا محال ہے۔ وہ یہ کہ میں ہر وقت اسی کوشش میں رہتا ہوں۔ کہ میرا آقا مجھ سے خوش ہو جائے۔ آج میرے لئے کس قدر خوشی کا مقام ہے۔ کہ میرے آقا نے میری نسبت ایسا خیال ظاہر کیا ہے۔ کہ اگر ہم نورالدین کو آگ میں جلائیں۔ یا پانی میں ڈبو دیں۔ تو پھر بھی وہ انکار نہیں کرے گا۔

۷۴۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ماسٹر اللہ دتا صاحب نے بواسطہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ جب کابل کے مہاجرین پہلے پہل ہجرت کر کے قادیان آئے۔ تو ظہر کی نماز کے

وقت کھڑکی کے پاس مَیں نے اور پٹھانوں نے حضرت صاحب کے لئے کپڑا بچھا دیا۔لیکن حضور دوسری کھڑکی سے تشریف لے آئے اور بیٹھ گئے۔مَیں نے عرض کیا۔کہ حضور ہم نے تو دوسری کھڑکی کے پاس کپڑا بچھایا تھا۔حضور نے فرمایا۔کہ چلو وہاں ہی سہی۔اور اُٹھ کر دوسری کھڑکی کے پاس تشریف فرما ہو گئے۔

۷۳۴ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ماسٹر اللہ دتا صاحب نے بواسطہ مولوی عبد الرحمٰن صاحب مبشر بذریعہ تحریر بیان کیا۔کہ ایک دفعہ مسجد مبارک کی چھت پر شام کے وقت حضور تشریف رکھتے تھے۔کپورتھلہ کے ایک دوست مہاراجہ کپورتھلہ کا حال سُنا رہے تھے۔کہ سرکار آپ سے بہت محبت رکھتے ہیں۔حضور ان کو کوئی کتاب بھیجیں۔اس پر حضور نے فرمایا۔ہم سرکاروں کو نہیں بھیجا کرتے۔بلکہ غریبوں کو بھیجا کرتے ہیں۔اگر غریب لوگ اس پر عمل کرینگے۔تو اللہ تعالےٰ ان کو ہی سرکار بنا دے گا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یُوں تو حضرت صاحب نے بادشاہوں اور فرمانرواؤں کے نام دعوتی مراسلات بھیجے ہیں۔کیونکہ آخر اس طبقہ کا بھی حق ہے۔مگر اس موقعہ [illegible] ب نے غالباً اس لئے استغناء ظاہر کیا ہوگا کہ تجویز پیش کرنے والے نے راجہ صاحب [illegible] بہت بڑی بات سمجھا ہوگا۔اور خیال کیا ہوگا کہ راجہ صاحب مان لیں تو نہ معلوم [illegible] یا بیکار جس پر حضور نے استغناء کا اظہار کر کے غرباء کے طبقہ کو زیادہ قابل توجہ قرار دیا۔

۷۳۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ماسٹر اللہ دتا صاحب نے بواسطہ مولوی عبد الرحمٰن صاحب مبشر بذریعہ تحریر بیان کیا۔کہ ایک دفعہ ایک شخص عبد الحق صاحب بی۔اے جو لدھیانہ کے ایک مولوی کا بیٹا تھا اور عیسائی ہو گیا تھا۔حضور کے پاس آیا۔اس نے دل میں کچھ سوال سوچے کہ اگر ان کے جواب میرے پوچھنے کے بغیر دے دیئے گئے تو مَیں مان لونگا۔سو اس وقت ایسا ہُوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجلس میں گفتگو شروع کر کے ان سوالوں کے جواب دے دیئے۔اور وہ شخص مسلمان ہو گیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس سے یہ مراد نہیں کہ حضرت صاحب نے یہ بیان کر کے کہ انہیں یہ سوال درپیش ہیں کوئی تقریر فرمائی۔بلکہ مراد یہ ہے کہ حضرت صاحب نے اس موقعہ پر ایسی تقریر فرمائی جس میں ان سوالوں کا جواب خود بخود آگیا۔اس قسم کا تصرف الٰہی اور بھی متعدد روایتوں سے ثابت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت صاحب

مجلس میں بیعت کے بعد یا کسی کی درخواست پر دُعا فرمایا کرتے تھے تو آپ کے دونوں ہاتھ مُنہ کے نہایت قریب ہوتے تھے اور پیشانی و چہرہ مُبارک ہاتھوں سے ڈھک جاتا تھا اور آپ آلتی پالتی مار کر دُعا نہیں کیا کرتے تھے بلکہ دو زانو ہو کر دُعا فرماتے تھے۔ اگر دوسری طرح بھی بیٹھے ہوں تب بھی دُعا کے وقت دو زانو ہو جایا کرتے تھے۔ یہ دُعا کے وقت حضور کا ادب الٰہی تھا۔

۴۷۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت صاحب نے کئی دفعہ فرمایا کہ بندہ جب تنہائی میں خدا کے آگے عاجزی کرتا ہے اور اس سے دعا کرتا ہے اور اس کی عبادت کرتا ہے تو اگر اس حالت میں کوئی دوسرا اس پر مطلع ہو جائے تو اس کو اس سے زیادہ شرمندگی ہوتی ہے جتنی کہ اگر کسی بدکار کو کوئی عین حالتِ بدکاری میں دیکھ لے تو اُسے ہوتی ہے۔ اُسے قتل ہو جانا اور مر جانا بہتر معلوم ہوتا ہے بہ نسبت اس کے کہ اس کی اس حالت پر کوئی غیر مطلع ہو جائے۔

خاکسار عرض کرتا ہے یہ بات عام عبادت اور عام دُعا کے لئے نہیں ہے بلکہ تنہائی کی خاص دعا اور خشوع خضوع کی حالت کے متعلق ہے جبکہ بندہ گویا ننگا ہو کر خدا کے سامنے گر جاتا ہے

۴۸۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے فرمایا۔ کہ ایک دن رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہؓ نے پچھلی رات اپنے بستر میں نہ پایا۔ اُٹھ کر دیکھا تو آپ گھر میں موجود نہ تھے۔ انہوں نے خیال کیا کہ شاید کسی اور بیوی کے گھر میں تشریف لے گئے ہونگے چنانچہ وہ دبے پاؤں تلاش کرتی ہوئی باہر نکلیں تو دیکھا کہ آپ قبرستان میں زمین پر اس طرح پڑے تھے جس طرح فرش پر کوئی چادر بچھی ہوئی ہو۔ اور خدا تعالےٰ کو مخاطب کر کے فرما رہے تھے۔ "سجدت لک روحی وجنانی" یعنی اے میرے خالق و مالک میری رُوح اور میرا دِل تیرے حضور سجدہ میں پڑے ہوئے ہیں حضرت صاحب نے فرمایا دیکھو بھلا یہ کسی مکار کا کام ہے۔ جب تک سچا عاشق نہ ہو تب تک ایسا نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے تو کفار آپ کے حق میں کہا کرتے تھے کہ عشق محمد علی ربہ یعنی محمد تو اپنے خدا پر عاشق ہو گیا ہے۔

۷۳۹ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ رمضان شریف میں تہجد پڑھنے کے متعلق حضور سے کسی نے سوال کیا یا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تہجد کے لئے اول وقت اٹھنا چاہیئے نہ کہ عین صبح کی نماز کے ذرا قبل۔ ایسے وقت میں تو کتے بھی بیدار ہو جاتے ہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اول وقت سے رات کا اوّل حصہ مراد نہیں بلکہ تہجد کے وقت کا اوّل حصہ مراد ہے یعنی نصف شب کے جلد بعد۔ آنحضرت صلعم کا بھی یہ طریق ہوتا تھا کہ تہجد ایسے وقت میں پڑھتے تھے کہ لمبی نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ کو صبح کی اذان سے قبل کسی قدر استراحت کا موقعہ مل جاتا تھا لیکن نوجوان بچے اگر تہجد کی عادت ڈالنے کے لئے صبح کی اذان سے کچھ وقت پہلے بھی اُٹھ لیا کریں تو ہرج نہیں۔

۷۴۰ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ماسٹر اللہ دتا صاحب نے بواسطہ مولوی عبدالرحمن صاحب مبشر بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ لاہور احمدیہ بلڈنگس میں حضور تشریف فرما تھے کہ شرقپور بعینی سے ایک ضعیف العمر ناتوان شخص مستقیم نام حضور کی خدمت میں زیارت کے لئے آیا۔ احباب کے جُھرمٹ میں وہ حضور تک نہ پہونچ سکا۔ اور بلند آواز سے بولا۔ حضور میں تو زیارت کے لئے آیا ہُوں۔ حضور نے فرمایا۔ باباجی کو آگے آنے دو۔ لیکن وہ اچھی طرح اُٹھ نہ سکا۔ اس پر حضور نے فرمایا۔ باباجی کو تکلیف ہے اور پھر حضور خود اُٹھکر اس کے پاس آ بیٹھے۔

۷۴۱ بسم اللہ الرحمن الرحیم:۔ بابا کریم بخش صاحب سیالکوٹی نے بواسطہ مولوی عبدالرحمن صاحب مبشر بیان کیا کہ ۱۹۰۵ء کے جلسہ کا واقعہ ہے۔ کہ مَیں مسجد اقصےٰ میں نماز ادا کرنے کے لئے آیا۔ اس وقت مسجد اقصےٰ چھوٹی تھی۔ مَیں نے جوتیوں پر اپنی لوئی بچھا دی۔ اور چودھری غلام محمد صاحب و میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی بھی وہاں نماز پڑھنے لگے۔ اتنے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی آ گئے اور ہمارے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد قریب کے مکان والے آریہ نے گالیاں دینا شروع کر دیں۔ کیونکہ اس کے مکان کی چھت پر بعض اور دوست نماز پڑھ رہے تھے۔ جب وہ گالیاں دے رہا تھا حضور منبر پر تشریف لے گئے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے حالات اور لوگوں کے مظالم بیان کرنے شروع کئے۔ جس پر اکثر دوست رونے

لگے۔ اسی اثناء میں مَیں کسی کام کے لئے بازار میں اُترا۔ واپسی پر دیکھا کہ بھیڑ زیادہ ہے اتنے میں حضور کے یہ الفاظ میرے کان میں پڑے کہ "بیٹھ جاؤ" جو حضور لوگوں کو مخاطب کرکے فرمارہے تھے مَیں یہ الفاظ سُنتے ہی وہیں بازار میں بیٹھ گیا۔ اور بیٹھے بیٹھے مسجد کی سیڑھیوں پر پہونچا۔ اور حضور کی تقریر سُنی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اسی قسم کا واقعہ حدیث میں بھی ایک صحابی عبداللہ بن رواحہ کے متعلق بیان ہُوا ہے۔ کہ وہ آنحضرت صلعم کی اس قسم کی آواز سُنکر گلی میں ہی بیٹھ گئے تھے۔ یہ محبّت اور کمال اطاعت کی نشانی ہے۔ اور یہ خدا کا فضل ہے کہ احمدیت میں اخلاص کا نمونہ عین صحابہ کے نقش قدم پر چلتا ہے۔

۷۴۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دن حضور اقدس مسیح موعود علیہ السّلام نے جلاب لیا ہُوا تھا کہ دو تین خاص مریدین میں مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم بھی تھے عیادت کے لئے اندر ہی گھر میں حاضر ہوئے۔ اس وقت خاکسار کو بھی حاضر ہونے کی اجازت فرمائی۔ خاکسار نیچے فرش پر بیٹھنے لگا۔ اس پر حضور اقدس نے فرمایا۔ کہ آپ میرے پاس چارپائی پر بیٹھ جائیں۔ خاکسار "الامر فوق الادب" کو ملحوظ رکھکر چارپائی پر بیٹھ گیا۔ بوقت رخصت مَیں نے بیعت کے لئے عرض کی۔ فرمایا کل کر لینا۔ میں نے دوبارہ عرض کیا کہ آج جانے کا ارادہ ہے۔ اس پر حضور نے چارپائی پر ہی میری بیعت لی۔ اور دُعا فرمائی۔ اس پر مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے مجھکو مبارکباد دی کہ یہ خاص طور کی بیعت لی گئی ہے۔

۷۴۴ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک روز حضور علیہ السلام سیر کے لئے تشریف لے گئے تو راستہ میں فرمایا۔ آج رات مجھے یہ الہام ہُوا ہے۔ رُبّ اغبر اشعث لو اقسم باللہ لابرّہ۔ اور فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سعد اللہ لدھیانوی کی موت کے متعلق ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ سعداللہ کا ذکر روایت نمبر ۳۰۸ میں بھی گذر چکا ہے۔ اور عربی الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ بسا اوقات ایک گرد آلود شخص جس کے بال پریشانی کی وجہ سے بکھرے

ہوئے ہوتے ہیں خدا کی محبت پر ناز کرکے اس کی قسم کھا کر ایک بات کہتا ہے اور باوجود اس کے کہ اس بات کا پورا ہونا بظاہر مشکل ہوتا ہے خدا اس شخص کی خاطر اسے پورا کر دیتا ہے۔ اور اس کی عزت رکھ لیتا ہے۔

۷۴۴ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ جھنگی والے پیر اپنے ایک بھائی کا علاج کروانے کے لئے قادیان آئے اور مرزا نظام دین صاحب کے ہاں ٹھہرنا چاہا۔ مگر جب حضور علیہ السلام کو معلوم ہوا۔ تو حضور نے ان کے قیام وغیرہ کا بندوبست اپنے ہاں کروا لیا۔ حضرت خلیفہ اولؓ نے انہیں تین دن ٹھہرایا۔ اس وجہ سے ان کو حضور علیہ السلام کے پاس آنا پڑتا تھا۔ ایک دن مسجد مبارک میں ان میں سے ایک نے سوال کیا کہ سفر کی کتنی حد ہے۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کو سفر کی کیا ضرورت پیش آتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مریدوں کے پاس جانے کو دورہ کرنا پڑتا ہے۔ اس پر فرمایا۔ اگر آپ بیٹھے رہیں تب بھی جو قسمت میں ہے مل جائیگا۔ دیکھو ہم کبھی اس نیت سے باہر نہیں گئے۔ یہاں ہی اللہ تعالیٰ سب کچھ بھیج دیتا ہے۔ اگر آپ بھی سفر نہ کریں۔ تو دونوں کسریں (نماز اور رزق) جاتی رہیں۔

۷۴۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دن مولوی محمد علی صاحب یا کسی اور شخص نے ملاں محمد بخش ساکن لاہور عرف جعفر زٹلی کا ایک کارڈ پیش کیا۔ جس میں لکھا تھا کہ آریوں نے مسلمانوں کو بھی اپنے جلسہ میں مدعو کیا ہے۔ آپ حضرت مرزا صاحب کو میرا سلام کہدیں۔ اور عرض کر دیویں کہ اسلام کی عزت رکھی جائے اور حضرت صاحب اس موقعہ پر ایک مضمون لکھیں۔ اس پر حضرت صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ یہ لوگ بڑے بے حیا ہیں۔ ایک طرف تو ہم کو کافر کہتے ہیں اور دوسری طرف ہم کو سلام کہتے ہیں اور اسلام کی اعانت کے واسطے دعوت دیتے ہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ جعفر زٹلی ایک بڑا ہی بدگو معاند تھا لیکن جب آریوں کے مقابلہ پر اپنی بے بضاعتی دیکھی اور اپنے گروہ میں کسی کو اس کا اہل نہ پایا تو ناچار حضرت صاحب کی طرف رجوع کیا کیونکہ ان لوگوں کا دل محسوس کرتا تھا کہ اگر باطل کا سر کچلنے کی کسی میں طاقت ہے۔ تو وہ صرف حضرت صاحب ہیں۔

۷۴۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ

خاکسار کو اکثر موقعہ ملتا رہا ہے کہ آنحضرت کے پاؤں یا بدن دبائے یا کھانے کے واسطے ہاتھ دھلائے
میاں شادی خانصاحب (حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے خسر) آپ کے خادم ہوتے تھے اور وُہ
آپ کے واسطے کھانا لایا کرتے تھے۔ حضرت صاحب جب روٹی کھاتے تھے۔ تو ساتھ ساتھ روٹی کے
ریزے بناتے جاتے تھے۔ اور فراغت پر ایک خاصی مقدار ریزوں کی آپ کے سامنے سے اُٹھا کرتی تھی
جو پرندوں وغیرہ کو ڈالدی جاتی۔ آپ کے کھانے میں لنگر کا شوربہ مع ترکاری ہوتا تھا۔ اکثر اوقات
دہی اور آم کا آچار بھی ہوتا تھا۔ ان ایام میں آپ زیادہ تر دہی اور آچار کھایا کرتے تھے۔ خاکسار
اور مولوی عبداللہ جان صاحب پشاوری اکثر آپ کا پس خوردہ کھالیا کرتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ عبداللہ جان صاحب جن کا اس جگہ ذکر ہے وہ میرے نسبتی برادر یعنی میری بیوی کے حقیقی بھائی ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے بعد غیر مبایعین کے گروہ میں شامل ہو گئے۔

۴۷، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میر شفیع احمد صاحب محقق دہلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ مَیں نے متعدد مرتبہ دیکھا کہ حضرت اقدس جب بیعت لیتے۔ تو حضور جب یہ الفاظ فرماتے کہ اے میرے رب مَیں نے اپنی جان پر ظلم کئے اور مَیں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں۔ تو میرے گناہوں کو بخش دے۔ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں تو تمام آدمی رونے لگ جاتے تھے۔ اور آنسو جاری ہو جاتے تھے کیونکہ حضرت صاحب کی آواز میں اس قدر گداز ہوتا تھا کہ انسان ضرور رونے لگ جاتا تھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مجھے یہ الفاظ یوں یاد ہیں کہ اے میرے رب مَیں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور مَیں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں۔ تو میرے گناہ بخش کہ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں۔

۴۸، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میر شفیع احمد صاحب محقق دہلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ مولوی محمد احسن صاحب نے چھوٹی مسجد میں جمعہ پڑھایا۔ حضرت صاحب بھی وہیں جمعہ میں موجود تھے۔ مولوی صاحب نے درود شریف پڑھکر خطبہ پڑھا۔ اور اس میں انہوں نے اس درود سے یہ استدلال کیا کہ حضرت ابراہیمؑ جو ابوالانبیاء ہیں۔ ان پر تمام انبیاء اور ان کی امتیں اسی طرح صلوٰۃ اور برکت کی دعائیں پڑھتی ہیں اور اسی دُعا اور برکت کا یہ اثر ہے کہ آج ہم میں بھی ایک نبی پیدا ہوا جو ہم میں اس وقت موجود ہے۔ وہ خطبہ بہت ہی لطیف تھا کہ مَیں غور سے ٹکٹکی باندھکر حضرت اقدس کے

چہرہ کا مطالعہ کر رہا تھا کہ اس خطبہ کا حضرت صاحب پر کیا اثر ہوتا ہے۔ لیکن حضور علیہ السلام پر اس خطبہ کا کوئی خاص اثر مَیں نے محسوس نہ کیا۔ اس دن نماز مغرب کے بعد بھی حضور کافی عرصہ تک مسجد میں بیٹھے رہے۔ مگر حضرت صاحب نے اس خطبہ کے متعلق کچھ ذکر نہ کیا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت صاحب کو ایک نیا مضمون ملا ہے۔ اب حضرت صاحب اس پر کوئی الگ مضمون تحریر فرمائیں گے۔ مگر حضرت صاحب نے اپنی کسی کتاب میں اس مضمون کا ذکر تک نہیں کیا۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت اقدس اِدھر اُدھر کی باتیں اڑا لینے والے نہ تھے۔ بلکہ وہی کہتے تھے۔ جو خدا آپ کو بتلاتا تھا۔

۷۴۹ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت صاحب کے زمانہ میں نماز جنازہ خود حضور ہی پڑھاتے تھے۔ حالانکہ عام نمازیں حضرت مولوی نورالدین صاحب یا مولوی عبدالکریم صاحب پڑھاتے تھے۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا کہ جمعہ کو جنازہ غائب ہونے لگا تو نماز تو مولوی صاحبان میں سے کسی نے پڑھائی اور سلام کے بعد حضرت مسیح موعودؑ آگے بڑھ جاتے تھے اور جنازہ پڑھا دیا کرتے تھے۔ مگر حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے جتنے بچے فوت ہوئے ان کی نماز جنازہ حضرت مولوی صاحب نے خود ہی پڑھائی۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی شامل نماز ہوتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس کی وجہ مَیں اچھی طرح سمجھا نہیں۔ شاید کبھی حضرت صاحب نے خود مولوی صاحب سے ایسا فرمایا ہو یا شاید یہ وجہ ہو کہ چونکہ حضرت صاحب بہت رقیق القلب تھے اور نماز جنازہ میں امام کے دل پر خاص اثر پڑتا ہے اس لئے حضرت خلیفہ اوّلؓ اپنے بچوں کے تعلق میں حضرت صاحب کو کوئی جذباتی صدمہ پہونچانا ناپسند نہ فرماتے ہوں خصوصاً جبکہ آپ جانتے تھے کہ مومنوں کے معصوم بچے بہر حال جنتی ہوتے ہیں۔

۷۵۰ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت صاحب کئی دفعہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں اس کے غناء ذاتی کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ اسی ذکر میں بیان فرمایا کرتے تھے کہ بدر کی جنگ میں جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعا حد درجہ کو پہنچا دی تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح کا وعدہ ہے تو پھر آپ اس قدر مضطرب کیوں ہوتے ہیں۔ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ بات یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی معرفت ابوبکر کی معرفت سے بہت زیادہ تھی۔ اور آنحضرت صلعم خدا کی صفتِ غناء ذاتی کے بہت زیادہ عارف تھے۔ مگر ابوبکرؓ کو صرف خدا کے ظاہری وعدہ کا خیال تھا۔ اس لئے جہاں ابوبکر کو خدائی وعدہ کی وجہ سے تسلّی تھی آنحضرت صلعم باوجود تسلّی یافتہ ہونے کے خدا کے غناء ذاتی کے خیال سے خائف بھی تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک فارسی شعر ہے جس کا ایک مصرع یہ ہے اور کیا خوب مصرع ہے کہ:۔

"ہر کہ عارف تراست ترساں تر"

۱۵۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب بی۔ اے نے بواسطہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر بذریعہ تحریر بیان کیا کہ غالباً ۱۹۰۶ء کا واقعہ ہے کہ آریوں کا ایک اخبار "شبھ چنتک" قادیان سے شائع ہوتا تھا۔ اور اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف کثرت کے ساتھ دل آزار مضامین شائع ہوتے تھے۔ ہمیں اس اخبار کو پڑھکر ازحد غصہ آتا تھا۔ مگر حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ تم میں سے کوئی اس کا جواب نہ دے۔ ہم خود جواب لکھیں گے۔ چنانچہ حضرت صاحب نے رسالہ "قادیان کے آریہ اور ہم" تالیف فرمایا۔ اس رسالہ میں اپنے نشانات پیش کر کے لالہ ملاوامل اور لالہ شرمپت کو چیلنج دیا کہ وہ میرے ان نشانات کے گواہ ہیں۔ اگر یہ نشانات برحق نہیں تو حلفیہ انکار کر کے اشتہار شائع کر دیں۔ پھر دیکھو کہ عذاب الٰہی کس طرح ان پر مُسلط ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تو ممکن ہے کہ یہ لوگ حق کو ٹالنے کے لئے بغیر الفاظ مباہلہ یا قسم کے ایسا اشتہار دیدیں۔ مگر یہ ممکن نہیں۔ کہ مؤکد بعذاب قسم کے ساتھ انکار کر کے کوئی اشتہار شائع کریں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ نے ان دونوں (یعنی لالہ ملاوامل و لالہ شرمپت کو) اولاد بھی دی ہوئی ہے اس لئے کہ اگر یہ قسم کھا کر اشتہار دیں گے۔ تو ان کی اولاد پر بھی عذاب نازل ہوگا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اخبار شبھ چنتک اپنی گندہ دہنی میں انتہا کو پہونچ گیا تھا۔ اس پر اللہ تعالےٰ کی غیرت جوش میں آئی اور چند دن کے اندر اندر اس کا سارا عملہ طاعون کا شکار ہو گیا ان لوگوں کے نام اچھر چند اور سومراج وغیرہ تھے۔

۱۵۲ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب بی۔ اے نے بواسطہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب

میشّر بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ۱۹۰۱ء کے قریب شیخ عبدالرشید صاحب سوداگر چرم بٹالہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے باپ نے مجھے عاق کر دیا ہے۔ یا کرنے والا ہے جس سے میں محروم الارث ہو جاؤنگا۔ حضور نے شیخ صاحب موصوف کی دلجوئی کرتے ہوئے فرمایا کہ گھبراؤ مت۔ مجھے دُعا کے لئے یاد دلاتے رہو۔ خدا بہتر سامان کر دے گا۔ چنانچہ ہفتہ عشرہ کے بعد بٹالہ سے خبر آئی کہ شیخ صاحب کا باپ مر گیا ہے۔

۷۵۳ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ میاں نظام الدین صاحب ٹیلر ماسٹر جہلمی ثم افریقوی نے بواسطہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر بذریعہ تحریر بیان کیا کہ میری بیعت کا موجب ایک مولوی صاحب ہوئے جو لاہور انجمن اسلامیہ کے سالانہ جلسہ پر پنڈال سے باہر وعظ کر رہے تھے۔ وہ قرآن کریم کو ہاتھ میں لیکر حلفیہ طور پر بیان کر رہے تھے کہ مرزا صاحب (نعوذ باللہ) کوڑھی ہو گئے ہیں۔ اس لئے کہ وہ (نعوذ باللہ) نبیوں کی ہتک کرتے تھے۔ جس کو شک ہو قادیان جاکر دیکھ لے۔ خدا کی شان ہے کہ یہ سُنکر میرے دل میں قادیان جانے کی تحریک پیدا ہوئی۔ جب میں آیا۔ تو حضرت صاحب کو بالکل تندرست پایا۔ تب میں نے حضور کو سارا قصہ سُنایا۔ حضور نے ہنسکر فرمایا۔ یہ مولوی ہمارے مقابلہ میں جھوٹ بولنا جائز سمجھتے ہیں۔ تب میں نے آپ کی بیعت کر لی کہ میں ان جھوٹوں کے ساتھ رہنا نہیں چاہتا۔ بیعت کے ایک سال بعد حضور کرم دین کے مقدمہ کے تعلق میں شہر جہلم میں آئے۔ برلب دریا جماعت جہلم نے ایک کوٹھی حضور کی رہائش کے لئے مقرر کر رکھی تھی۔ شام کے وقت جب حضور کے سامنے کھانا رکھا گیا۔ تو حضور نے فرمایا۔ میں گوشت ایک سال سے نہیں کھاتا۔ پلاؤ کا ایک تھال بھرا پڑا تھا۔ مگر حضور نے خمیری روٹی کے چند لقمے شوربہ میں تھوڑا سا پانی ڈال کر پتلا کر کے کھائے۔ مگر پلاؤ کھانے سے انکار کیا۔ اس پر ہم لوگوں نے عرض کیا کہ حضور تبرکًا ایک لقمہ ہی اٹھالیں۔ اس پر آپ نے چند دانے چاول کے اٹھا کر منہ میں ڈالے۔ باقی چاول ہم لوگوں نے تبرک کے طور پر تقسیم کر لئے۔ دوسرے دن جب ڈپٹی سنسار چند کے سامنے وکلا کی تقاریر ہوئیں۔ تو ساڑھے چار بجے واپسی پر غلام حیدر صاحب تحصیلدار نے حضور سے کہا کہ آج خواجہ کمال الدین صاحب نے بہت عمدہ تقریر کی ہے (خواجہ صاحب بھی اس وقت ساتھ ہی تھے) حضور نے مسکرا کر فرمایا کہ ابھی کیا ہے آئندہ خواجہ صاحب کی اور بھی اچھی تقریر ہوگی سو ہم نے دیکھا کہ بعد میں خواجہ صاحب کی تقریر حضور کی دُعا کے مطابق بہت قابل تعریف ہوتی تھی۔

مگر افسوس کہ خواجہ صاحب نے اسے اپنی قابلیت کا نتیجہ سمجھا اور خلیفہ اول ؓ کی وفات پر ٹھوکر کھا کر خلافت سے الگ ہو گئے۔ جہلم میں حضور کے ساتھ شہزادہ مولوی عبداللطیف صاحب شہید بھی تھے حضور احاطہ کچہری میں ان کے ساتھ فارسی میں گفتگو فرما رہے تھے اور ارد گرد لوگوں کا ہجوم تھا۔ ایک دوست نے عرض کیا کہ حضور اردو میں تقریر فرمائیں۔ تاکہ عام لوگوں کو بھی کچھ فائدہ ہو۔ اس پر حضور نے اردو میں تقریر شروع کر دی۔ آپ نے فرمایا۔ مسلمانوں کے تمام فرقے مہدی کے منتظر ہیں۔ مگر مہدی نے تو بہر حال ایک شخص ہی ہونا تھا۔ اور وہ میں ہوں۔ اگر میں شیعوں کو کہوں کہ میں تمہارا مہدی ہوں جو کچھ تمہاری روایات میں درج ہے۔ وہ صحیح ہے اور اسی طرح سنیوں اور وہابیوں کو بھی کہوں تاکہ سب مجھ سے راضی ہو جائیں۔ تو یہ ایک منافقت ہے۔ ان کو اتنا معلوم نہیں کہ مہدی کا نام حکم عدل ہے۔ وہ تو سب فرقوں کا صحیح فیصلہ کرے گا۔ جس کی غلطی ہو گی اس کو بتائے گا جب وہ سچا ہو گا۔ بس یہی وجہ ہے کہ سب فرقے ہمارے دشمن ہو گئے ہیں۔ ورنہ ہم نے ان کا اور کیا نقصان کیا ہے اور حضور دیر تک گفتگو فرماتے رہے۔

اسی روز حضور نے کوٹھی پر عورتوں میں بھی ایک تقریر فرمائی جس میں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو میں نے جو تمکو نصیحت کی ہے یہ میری آخری نصیحت ہے جس طرح کوئی مرنے والا اپنے لواحقین کو آخری وصیت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اب میں واپس لوٹ کر نہ آؤنگا۔ اسی طرح میں بھی کہتا ہوں کہ تم پھر مجھے اس شہر میں نہ دیکھو گی۔ اس لئے تم کو چاہیئے کہ میری نصیحت کو دل کے کانوں سے سنو۔ اور اس پر عمل کرو۔ چنانچہ ابھی مقدمہ کی پہلی ہی تاریخ تھی اور کسی کو پتہ نہ تھا کہ کتنی اور پیشیاں ہوں گی اور کتنی مرتبہ حضور کو جہلم آنا پڑے گا۔ مگر خدا کی قدرت کہ اس کے بعد مقدمہ ہی گورداسپور میں تبدیل ہو گیا۔ پھر حضور کو جہلم نہ جانا پڑا۔

اس کے بعد جہلم میں میری سخت مخالفت ہوئی۔ میں نے قادیان آکر حضور سے افریقہ جانے کی اجازت طلب کی۔ حضور نے فرمایا۔ کہ جب انسان سچائی کو قبول کر لیتا ہے تو پہلے ضرور ابتلاء آتے ہیں اور اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ کس قدر ابتلاؤں میں مبتلا کرنے والا ہوتا ہے۔ اس لئے مجھے ڈر ہے کہ باہر کہیں اس سے زیادہ ابتلاء نہ آجائے۔ میرے خیال میں آپ صبر سے کام لیں۔ اللہ تعالیٰ کوئی سامان پیدا کر دے گا۔ کچھ عرصہ بعد ہمارے ایک دوست نبی بخش افریقہ سے آئے۔ میں نے اُن

سے حالات کا تذکرہ کیا۔ وہ مجھے افریقہ لے جانے پر رضامند ہو گئے۔ اس وقت مَیں نے حضور سے پوچھا اور حضور نے اجازت دیدی اور مَیں ان کے ہمراہ چلا گیا۔ اور خدا نے وہاں مجھے بیوی اور بچے بھی دیئے اور ہر طرح اپنا فضل کیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ سفر جہلم ۱۹۰۳ء میں ہُوا تھا۔

۷۵۴ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شیخ عبدالحق صاحب ولد شیخ عبداللہ صاحب ساکن وڈالہ بانگر تحصیل گورداسپور نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ غالباً اس جلسہ سالانہ کا ذکر ہے جس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے مسجد اقصےٰ میں اپنی تقریر میں اپنے آپ کو ذوالقرنین ثابت کیا تھا۔ جلسہ کے بعد ایک ایرانی بزرگ مسجد کے صحن میں حضرت خلیفۃ المسیح اول ؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور بزبان فارسی حضور سے سلسلہ کلام شروع تھا۔ اور چند آدمی حلقہ کئے ہوئے وہاں اس بزرگ کی گفتگو سُن رہے تھے۔ خاکسار بھی شامل ہو گیا۔ کافی عرصہ تک یہ سلسلہ کلام جاری رہا۔ چونکہ سامعین میں سے اکثر فارسی نہ سمجھتے تھے۔ اس لئے ایک دوست نے کسی دوست کو کہا۔ کہ آپ تو فارسی کلام اچھی طرح سمجھ گئے ہونگے ذرا ہمیں بھی مطلب سمجھا دیں۔ چنانچہ اس دوست نے پنجابی میں وہ کلام سُنا دی۔ جس کا ماحصل یہ تھا کہ حضرت خلیفہ اول ؓ نے اس ایرانی بزرگ سے دریافت کیا۔ کہ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں۔ جواب ملا کہ شیراز کا باشندہ ہوں۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا۔ کہ آپ یہاں کیسے تشریف لائے۔ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب آپ کو پہونچی ہیں۔ یا وہاں احمدی جماعت کا کوئی فرد پہونچ گیا تھا جس نے آپ کو حضور کے دعوے کی تبلیغ کی؟ ایرانی بزرگ نے جواب دیا کہ نہ تو کوئی کتاب پہونچی تھی اور نہ ہی کسی مبلغ نے مجھے تبلیغ کی ہے۔ مَیں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یہاں آیا ہوں۔ اور یہ واقعہ اس طرح ہُوا کہ بعد نماز تہجد کشف میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔ ایسی حالت میں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب ایک اور بزرگ اسی تخت نورانی پر جس پر آنحضرت جلوہ افروز تھے ہمنشین ہیں۔ اور اس بزرگ کی شکل و شباہت حضور علیہ السّلام سے تقریباً ملتی جلتی ہے۔ مَیں نے آنحضرت سے عرض کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ امام مہدی علیہ السّلام ہیں۔ جو آجکل قادیان میں نازل ہو چکے ہیں۔ اس ارشاد نبوی کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ اور مَیں اس تلاش میں لگ گیا۔ کہ قادیان کا پتہ چلے۔ چنانچہ بڑی کوشش کے بعد معلوم ہُوا۔ کہ پنجاب میں لاہور کے قریب

ایک گاؤں قادیان ہے اور وہاں ایک شخص نے دعویٰ مہدویت کیا ہے۔ اس مکاشفہ کی بناء پر میں یہاں پہونچ گیا ہوں۔ اور جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا شرف نیاز حاصل کیا تو دیکھتے ہی فوراً پہچان لیا۔ کہ یہ وہی بزرگ ہیں۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تخت پر بیٹھے ہوئے تھے۔

۵۵۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ منشی غلام قادر صاحب فصیح سیالکوٹی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ مسیح موعود کے جلد بعد بیعت میں داخل ہوئے تھے۔ اور ابتداء میں ہر طرح کا جوش اور اخلاص دکھلاتے تھے۔ چنانچہ ازالہ اوہام میں حضرت صاحب نے ان کا ذکر بھی کیا ہے۔ وہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے بہت عزیز دوست تھے۔ ان کو نہ آتھم کے زلزلہ کے وقت ابتلاء آیا اور نہ محمدی بیگم کے نکاح کے فسخ کے وقت ابتلاء آیا۔ بلکہ ابتلاء آیا تو عجیب طرح آیا۔ یعنی حضرت صاحب جب چولہ صاحب دیکھنے کے لئے ڈیرہ بابا نانک تشریف لے گئے اور پھر ست بچن لکھنے کا ارادہ فرمایا۔ تو ان صاحب نے یہ خیال ظاہر کیا۔ کہ واہ یہ خوب مسیح اور مہدی ہیں جو ایسی فضول باتوں کے لئے دوڑے بھاگے پھرتے ہیں۔ اور ثابت کرتے ہیں کہ بابا نانک مسلمان تھے۔ یہ کام ایسے عہدہ کے شایاں نہیں۔ غرضیکہ وہ پھر ایسے الگ ہوئے کہ مرتے دم تک ادھر رُخ نہ کیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ فصیح صاحب آتھم والے مناظرہ میں ہماری طرف سے پریذیڈنٹ مقرر ہوئے تھے۔ اچھے انگریزی خواں تھے مگر افسوس ہے کہ بعد میں ٹھوکر کھا گئے۔ گو میں نے سنا ہے کہ ٹھوکر کھانے کے بعد بھی فصیح صاحب نے کبھی عملی مخالفت نہیں کی۔ صرف الگ ہو کر خاموش ہوگئے تھے۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ فصیح صاحب کا یہ اعتراض کہ مسیح ہو کر چولہ کی تحقیق میں لگے ہوئے ہیں نہایت بودا اور کم فہمی کا اعتراض ہے کیونکہ چولہ کی تحقیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک نہایت اہم تحقیق ہے جو ایک بڑی قوم کے متعلق نہایت وسیع اثر رکھتی ہے۔ مجھے تو اس نظارہ سے ایک خاص سرور حاصل ہوتا ہے۔ اور حضرت صاحب کی شان کی رفعت کا پتہ چلتا ہے کہ کس طرح ہندوؤں اور بُدھوں اور عیسائیوں وغیرہ کے بانیوں کو حضرت صاحب نے سچے رسول ثابت کرکے مسلمانوں کی طرف کھینچ لیا۔ اور سکھوں کے بانی کو مسلمان ثابت کرکے راستہ صاف کر دیا۔ اس کے بعد باقی ہی کیا رہا؟

۷۵۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب ڈیرہ بابا نانک (تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور) چولہ دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ تو یہ عاجز بھی ہمراہ تھا۔ مَیں اور شاید حافظ حامد علی مرحوم حضرت صاحب کے یکّے میں بیٹھے تھے۔ اور باقی اصحاب دیگر یکّوں میں تھے۔ ہم علی الصبح قادیان سے روانہ ہوئے اور بٹالہ پہونچتے ہی دوسرے یکّے کئے اور سیدھے ڈیرہ نانک روانہ ہوکر دوپہر کے وقت پہونچے۔ وہاں ایک بڑ کے درخت کے نیچے آرام کیا۔ اور عصر کے بعد حضرت صاحب چولہ دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ ۱۰۔۱۵ آدمی آپ کے ہمراہ تھے جن میں شیخ رحمت اللہ صاحب بھی تھے۔ جس کمرہ میں چولہ رکھا ہُوا تھا۔ اس میں بمشکل ہم سب سما سکے۔ درمیان میں ایک بڑی ساری گٹھری تھی۔ جو قریبًا گز بھر اُونچی ہوگی۔ چولہ صاحب اس کے اندر تھا۔ اور اس کے اوپر درجنوں قیمتی کپڑوں کے رومال چڑھے ہوئے تھے۔ جو سکھ امراء اور راجوں نے چڑھائے تھے۔ زیارت کرانے والا بڈھا مہنت وہاں اس روز موجود نہ تھا۔ اس لئے دکھلانے کا کام ایک نوجوان کے سپرد تھا۔ جو اس کا لڑکا یا رشتہ دار تھا۔ جب بہت سے رومال کھل چکے۔ تو چند سکھ جو اس وقت وہاں موجود تھے وہ تو احترام کے خیال سے سرنگوں ہوگئے۔ آخر جب چولہ صاحب پر نظر پڑی۔ تو وہ سب بالکل ہی سجدہ میں جا پڑے۔ ہمیں چولہ صاحب کی پہلی تہہ پر صرف چند آیات اور حروف نظر آئے۔ وہ لکھ لئے گئے۔ پھر مجاور سے کہا گیا۔ کہ چولہ صاحب کی دوسری طرف بھی دکھا دے۔ اُس نے پس و پیش کیا۔ کہ اتنے میں پانچ سات روپے شیخ رحمت اللہ صاحب نے اسی وقت اس کے ہاتھ میں دیدیئے۔ اس پر اس کی آنکھیں کھُل گئیں۔ جس پر اس نے چولہ کی دوسری طرف جو تہہ شدہ تھی دکھائی۔ پھر اُسے کہا گیا کہ ذرا اس کی تہہ کو کھولو۔ اس نے اسے شاید سوء ادبی خیال کیا اور تامل کیا۔ اتنے میں شیخ صاحب نے یا کسی اور دوست نے کچھ اور روپے اس کی مٹھی میں رکھدیئے اس پر اس نے طوعًا و کرہًا ایک تہہ کھولدی۔ ہمارے دوست کاغذ پنسل لئے چاروں طرف کھڑے تھے۔ فورًا جو آیت یا حرف نظر آتے لکھ لیتے یا دوسرے کو لکھا دیتے۔ اس کے بعد مزید کھولنے کا مطالبہ کیا گیا۔ تو وہ مہنت ہاتھ جوڑنے لگا اور بہت ہی ڈر گیا۔ مگر جونہی اس کی مٹھی گرم ہوئی۔ تو ساتھ ہی اس کا دل بھی نرم ہوگیا۔ اور اس نے ایک تہہ اور کھولدی۔ غرضیکہ اسی طرح منت خوشامد ہوتی رہی اور ہر تہہ کھولنے پر روپے بھی برستے رہے اور کئی احباب نے اپنے جوش کی وجہ سے اس

نقرہ باری میں کافی حصّہ لیا۔ تاکہ کسی طرح سارا چولہ نظر آجائے۔ کیونکہ یہ شبہ بھی تھا۔ کہیں چولہ صاحب پر قرآن مجید کے علاوہ کوئی اور ہندی یا گورمکھی عبارت بھی ساتھ درج نہ ہو۔ آخر جب کئی تہیں کھل چکیں۔ تو آخری حملہ اس جہنت پر یُوں ہُوا کہ ہر طرف سے روپے برسنے شروع ہو گئے اور جب وہ ان کے چننے میں مشغول ہُوا۔ تو کسی دوست نے پھُرتی کے ساتھ جھپٹ کر چولہ صاحب کو خود پکڑ کر سارا کھول کر حاضرین کے سامنے لٹکا دیا۔ اور اس طرح اندر اور باہر ہر طرف سے دیکھکر معلوم ہو گیا۔ کہ سوائے قرآن مجید کی آیات کے اور کوئی عبارت چولہ صاحب پر نہیں ہے۔ مگر اس حرکت سے وہ بیچارہ سکھ تو بد حواس ہو گیا۔ ادھر اس نے روپے چُننے تھے کہ کہیں وہ سینکڑوں رومالوں کے ڈھیر میں گم نہ ہو جائیں۔ ادھر اسے مسلمانوں کے ہاتھ سے چولہ صاحب کا اس طرح نکال کر اور کھولکر رکھدینا ایسا خطرناک معلوم ہُوا کہ اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ آخر ایک طرف تو وہ زبانی منت خوشامد کرنے لگا اور دوسری طرف جلدی جلدی روپے چننے لگا۔ تاکہ پھر چولہ صاحب کو اپنے قبضہ میں کرے۔ مگر اتنے میں ہمارا کام بھی ہو چکا تھا۔ اور آیات بھی سب نقل ہو چکی تھیں اور جو باقی سکھ زائرین تھے وہ سب سجدے میں پڑے تھے۔ اس لئے کوئی شور و شر نہ ہُوا۔ صرف مجاور کی زبان پر واہ گرو اور لبس جی بس کے الفاظ بطور پروٹسٹ جاری تھے۔ مگر روپے کی بارش سے اس کا دل خوش تھا۔ کہ اتنی رقم یکشت اسے مل گئی ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ چولہ صاحب کے متعلق یہ ایک نہایت اہم تحقیق تھی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ منکشف ہوئی اور حضرت صاحب نے اپنی ایک تصنیف ست بچن میں اسے مفصل لکھا ہے اور دوسرے دلائل کے ساتھ ملا کر ثابت کیا ہے کہ باوا نانک صاحب ایک پاکباز مسلمان ولی تھے جو اسلام اور آنحضرت صلعم کی صداقت کے دل سے قائل تھے۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ ہمارے سکھ بھائیوں کو ہمارے اس عقیدہ سے ناراض نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ اس سے ہمارے دلوں میں باوا صاحب کی عزّت اور بھی زیادہ ہو گئی ہے اور ہم انہیں دلی انشراح کے ساتھ خدا کا ایک عالی مرتبہ ولی سمجھتے ہیں اور ان کی دل و جان سے عزّت کرتے ہیں۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ ڈیرہ بابا نانک کا سفر ۱۸۹۵ء میں ہُوا تھا۔

۷۵۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شیخ عبدالحق صاحب ولد شیخ عبداللہ قانونگو ساکن وڈالہ بانگر تحصیل

گورداسپور نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ ایک ایرانی بزرگ قادیان آئے تھے۔ اور کئی ماہ تک قادیان میں رہے میں ان کی آمد سے تین چار ماہ بعد پھر قادیان آیا۔ اور ان کو مسجد مبارک میں دیکھا۔ غالباً جمعہ کا دن تھا۔ بعد نمازِ جمعہ اس بزرگ نے فارسی زبان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میری بیعت قبول فرمائی جاوے حضور نے فرمایا پھر دیکھا جائیگا۔ یا ابھی اور ٹھہریں۔ اس پر اس ایرانی بزرگ نے بڑی بلند آواز سے کہنا شروع کیا جس کا مفہوم یہ تھا کہ یا تو میری بیعت قبول فرمائیں یا مجھے اپنے دروازہ سے چلے جانے کی اجازت بخشیں۔ ان لفظوں کو وہ بار بار دہراتے اور بڑی بلند آواز سے کہتے تھے۔ اس وقت مولوی محمد احسن صاحب مرحوم نے کھڑے ہو کر سورۂ حجرات کی یہ آیت پڑھی کہ یا ایھا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی۔ اور فرمایا کہ مومنوں کے لئے یہ ہرگز جائز نہیں کہ نبی کی آواز سے اپنی آواز کو اونچی کریں۔ یہ سخت بے ادبی ہے آپ کو یوں نہیں کرنا چاہیئے لیکن وہ ایرانی بزرگ اپنا لہجہ بدلنے میں نہ آیا۔ آخر اُسے چند آدمی سمجھا کر مسجد کے نیچے لے گئے اس کے بعد معلوم نہیں کہ وہ بزرگ یہاں رہے یا چلے گئے اور اس کی بیعت قبول ہوئی یا نہ ہوئی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ وہی ایرانی صاحب معلوم ہوتے ہیں۔ جن کا ذکر روایت نمبر ۵۰۷ میں ہو چکا ہے۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو بیعت لینے میں توقف کیا تو شاید آپ نے اس ایرانی شخص میں کوئی کجی یا خامی دیکھی ہوگی اور آپ چاہتے ہونگے کہ بیعت سے پہلے نیت صاف ہو جائے اور اس ایرانی نے جو حضرت صاحب کو خواب میں دیکھا تھا تو اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ ضرور دل بھی صاف ہو چکا ہوگا۔ کیونکہ بسا اوقات ایک انسان ایک خواب دیکھتا ہے مگر اپنی کمزوریوں کی وجہ سے اس خواب کے اثر کو قبول نہیں کرتا اور دل میں کجی رہتی ہے۔ واللہ اعلم۔

۷۵۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ قادیان کے جس قبرستان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے افراد دفن ہوتے رہے ہیں۔ وہ مقامی عیدگاہ کے پاس ہے یہ ایک وسیع قبرستان ہے جو قادیان سے مغرب کی طرف واقع ہے۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جن افراد کی قبروں کا مجھے علم ہو سکا ہے ان میں سے بعض کا خاکہ درج ذیل ہے اس خاکہ میں شاہ عبد اللہ صاحب غازی کی قبر بھی دکھائی گئی ہے جو ایک فقیر منش بزرگ گذرے ہیں مجھے یہ اطلاع اس قبرستان کے فقیر جھنڈو شاہ سے بواسطہ شیخ نور احمد صاحب مختار عام مرحوم ملی تھی۔ اور شاہ عبد اللہ غازی کے متعلق

مجھے والدہ عزیزم مرزا رشید احمد سے معلوم ہوا ہے کہ وہ مرزا گل محمد صاحب (پڑدادا حضرت صاحب) کے زمانہ میں ایک فقیر مزاج بزرگ گذرے ہیں۔ جن کے مرنے پر مرزا گل محمد صاحب نے ان کا مزار بنوادیا تھا ہماری ہمشیرہ امۃ النصیر کی قبر بھی اسی قبرستان میں ہے۔

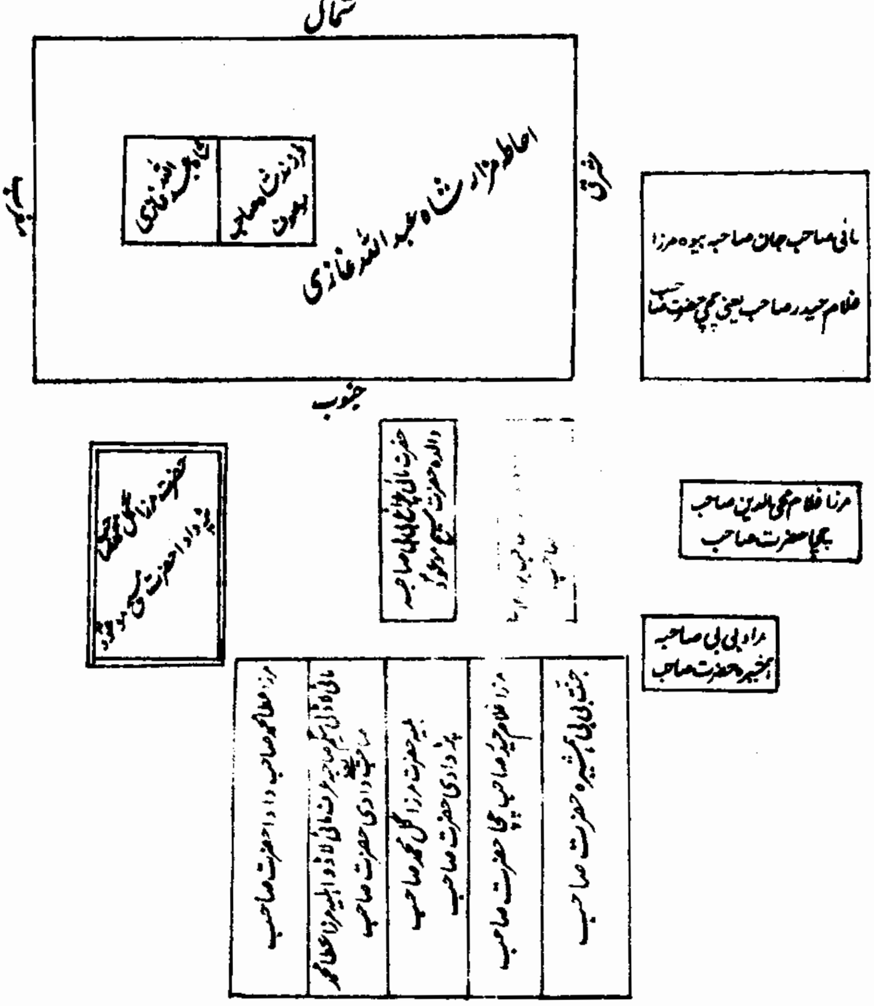

۷۵۹ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میاں محمد فضل الٰہی صاحب ریڈر سب جج درجہ اول سیالکوٹ نے ایک خط حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔ اور اس کے ہمراہ ایک حلفیہ بیان پنڈت دیوی رام صاحب ولد متھرا داس کا بھجوایا تھا۔ پنڈت صاحب دودوچک تحصیل شکر گڑھ ضلع گورداسپور کے رہنے والے ہیں اور کسی زمانہ میں نائب مدرس قادیان تھے۔ اور آجکل آپ پردھان آریہ سماج دودوچک تحصیل شکر گڑھ ہیں۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے یہ خط اور اسکے

ساتھ کا حلفیہ بیان خاکسار کو برائے اندراج سیرۃ المہدی بھجوا دیا تھا۔ میاں محمد فضل الٰہی صاحب کا خط درج ذیل ہے۔ اس کے بعد پنڈت دیوی رام صاحب کا حلفیہ بیان درج کیا جائیگا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

بخدمت حضرت امیر المؤمنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ میرے آقا کچھ عرصہ ہوا ایک شخص دیوی رام سکنہ دودوچک تحصیل شکر گڑھ نارووال جاتے ہوئے گاڑی میں ملا۔ اور اس نے ذکر کیا کہ مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں کچھ عرصہ دعوے سے قبل رہا ہوں۔ اس نے کچھ واقعات زبانی سُنائے تھے۔ مَیں نے اس پر اپنی احمدیت کا ذکر نہ کیا اور کہا کہ مَیں تم سے پھر ملوں گا حسرت تھی کہ قبل از موت اس سے اپنے آقا کے حالات سُن کر تحریر کرلوں مگر بہت عرصہ فرصت نہ ملی۔ اس سال میں نے ایک ماہ کی رخصتیں وقت کردی تھیں۔ چونکہ مرکز سے مجھے کوئی اطلاع نہ ملی۔ اس لئے مَیں نے ان رخصتوں میں یہ کام سرانجام دینا تجویز کیا۔ میں $\frac{9}{5}$ ۱۵ کو معہ مولوی محمد منیر احمدی اس کے پاس گیا۔ اور بیان لف ہذا اس سے سنکر تحریر کیا۔ مَیں نے اسے اپنا احمدی ہونا نہ بتلایا تھا۔ اور نہ اس نے پوچھا تھا۔ یہ آریہ بہت نیک سیرت ہے اور خوب ہوشیار اور حق گو ہے مَیں نے اپنی عقل کے ماتحت اس پر بہت سوالات کئے اور دعوے سے قبل کے حالات سُنے اور قلمبند کئے۔ آخر میں مَیں نے کہا کہ پنڈت جی مَیں نے ۱۲ گھنٹے بیان میں صرف کئے۔ اور مَیں نے بہت کوشش کی ہے کہ آپ مرزا صاحب کا کوئی عیب مجھے بتاویں۔ مگر مَیں حیران ہوں کہ آپ نے میرا مطلب پورا نہ کیا۔ میرا اس سے مطلب یہ تھا کہ وہ مجھے مرزا صاحب کے خلاف موجودہ فضاء کے ماتحت مجھے مخالف مان کر کچھ بتائے گا۔ اس نے پانچ منٹ سوچ کے بعد پھر کہا کہ مَیں کیا بتاؤں اگر کوئی عیب ہو تو مَیں بتاؤں جھوٹ کس طرح بولوں۔ دوران تحریر بیان مَیں نے انتہائی کوشش کی کہ مخالف حضور کے متعلق کچھ کہے۔ مگر قربان جاؤں اس پیارے کی پاکیزگی پر کہ مخالف نے ایک حرف بھی نہ کہا اور میرے زور دینے پر کہا تو صرف اس قدر کہ مرزا صاحب نے بعد ازاں جب مذہبی دنیا میں آئے تو مَیں نے سُنا ہے کہ دو آدمیوں کو قتل کروا دیا تھا ایک لیکھرام کو وغیرہ۔ مَیں نے کہا یہ میرے مطلب سے بعید ہے مَیں نے صرف آپ کی زندگی قبل از دعویٰ لینی ہے۔ اور ساتھ ہی مَیں نے آپ کی عینی شہادت لینی ہے۔ ایک محقق کی حیثیت سے مجھے بعد کے

واقعات یا شنید سے کوئی تعلق نہیں۔ اس پر اس نے کچھ نہیں کہا۔ میں حضور کو تمام بیان ارسال کرتا ہوں۔ اگر حضور اس کو پڑھ کر پسند کریں۔ تو پھر میری خواہش ہے کہ میں اس کو پہلے یہاں چند اخبار مقامی میں چھپواؤں اور پھر الفضل میں اشاعت ہو۔ میرا ارادہ ہے کہ اس کا فوٹو بھی حاصل کروں۔ حضور بعد ملاحظہ اس کو میرے پاس واپس ارسال فرماویں۔ اگر کسی اور محقق نے جانا ہو۔ تو مجھے مطلع کیا جائے۔ تاکہ میں بھی اس کے ساتھ پھر جاؤں۔ میری بیوی بیمار ہے۔ اور نیز متردد ہوں۔ حضور دُعا فرمائیں۔ والسلام خاکسار

محمد فضل الٰہی احمدی ریڈر سب جج درجہ اوّل سیالکوٹ ۲/۵/۳۰

بیان پنڈت دیوی رام ولد متھرا داس قوم پنڈت سکنہ دودوچک تحصیل شکر گڑھ ضلع گورداسپور باقرار صالح عمر ۷۵ سال

میں ۲۱ جنوری ۱۸۷۵ء کو نائب مدرس ہو کر قادیان گیا تھا۔ میں وہاں چار سال رہا۔ میں مرزا غلام احمد صاحب کے پاس اکثر جایا کرتا تھا۔ اور میزان طب آپ سے پڑھا کرتا تھا۔ آپ کے والد مرزا غلام مرتضٰے صاحب زندہ تھے۔ مرزا غلام احمد صاحب ہندو مذہب اور عیسائی مذہب کی کتب اور اخبارات کا مطالعہ کرتے رہتے تھے اور آپ کے ارد گرد کتابوں کا ڈھیر لگا رہتا تھا۔ آپ پانچ وقت نماز پڑھنے کے لئے مسجد خاص (مسجد اقصٰے مراد ہے خاکسار مؤلف) میں جایا کرتے تھے۔ جب آپ کے والد ماجد فوت ہوئے۔ تو اسی مسجد کے صحن میں صندوق میں ڈال کر دفن کئے گئے۔ اور وہ قبر پختہ بنا دی گئی۔

مرزا سلطان احمد صاحب پسر مرزا غلام احمد صاحب حکمت کی کتابیں اپنے دادا سے پڑھا کرتے تھے۔ اور میں بھی گاہے گاہے ان کے پاس جایا کرتا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد میر ناصر نواب صاحب جو محکمہ نہر میں ملازم تھے۔ ان کا ہیڈ کوارٹر بھی خاص قادیان میں تھا۔ اور وہ وہابی مذہب کے تھے۔ مرزا صاحب اہل سنت والجماعت تھے کبھی کبھی دونوں کو اکٹھے نماز پڑھنے کا موقعہ ملتا۔ تو اکثر اپنے اپنے مذہب کے متعلق بحث و مباحثہ کیا کرتے۔ میں بھی فارسی کی کوئی کتاب سُنانے یا میزان طب پڑھنے کے لئے پانچ بجے شام کے قریب مسجد میں چلا جایا کرتا تھا۔

کچھ عرصہ بعد میر ناصر نواب صاحب نے اپنی لڑکی کا نکاح مرزا غلام احمد صاحب سے کردیا۔ مرزا صاحب نے سنت سنگھ جٹ جو بوٹر کلاں کا رہنے والا تھا۔ اس کو مسلمان بنالیا۔ پادری کھڑک سنگھ سے بھی ایک دفعہ مباحثہ ہوا۔ ۱۸۷۷ء میں سوامی دیانند کا بھی شہرہ ہوچکا تھا۔ مرزا صاحب کا ایک تحریری مباحثہ بھی ہوا تھا۔ اخبارات میں اناد ی اور ورنوں کے متعلق بحث ہوتی رہی۔ آپ کی عمر اس وقت پچیس تیس سال کے درمیان تھی۔ مرزا صاحب پانچ وقت نماز کے عادی تھے۔ روزہ رکھنے کے عادی تھے۔ اور خوش اخلاق۔ متقی اور پرہیزگار تھے۔ قانون اور حکمت میں بھی لائق تھے۔ اگرچہ وکالت کے امتحان میں فیل ہوگئے تھے۔ کچھ مدّت اس سے قبل سیالکوٹ ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں کلرک یا سپرنٹنڈنٹ رہے تھے۔ انہی ایام میں ایک گوپی ناتھ مرہٹہ بھاگ کر ریاست جموں میں ایک باغ میں رہائش رکھتا تھا۔ اس کے متعلق گورنمنٹ کا حکم تھا۔ کہ اگر اسکو تحصیلدار پکڑے تو اسے اسسٹنٹ کمشنر کا عہدہ دیا جائے گا۔ اور اگر ڈپٹی کمشنر پکڑے تو اسے کمشنر بنا دیا جائے گا۔ چنانچہ وہ مرہٹہ مرزا صاحب کی ملازمت کے ایام میں ایک ڈپٹی کمشنر کے قابو آیا۔ اس کا بیان مرزا صاحب نے قلمبند کیا۔ کیونکہ اس مرہٹہ کا مطالبہ تھا کہ میں اپنا بیان ایک خاندانی معزز شریف افسر یا حاکم کو لکھواؤں گا۔ اور اس نے خاندانی عزت و نجابت کے لحاظ سے مرزا صاحب کو منتخب کیا۔ یہ حالات مرزا صاحب نے خود اپنی زبان سے سُنائے تھے اور یہ بھی سُنایا تھا کہ مَیں نے وکالت کے امتحان کی تیاری کی تھی اور بائیس۲۲ امیدوار شاملِ امتحان ہوئے تھے۔ نرائن سنگھ امیدوار جو کہ میرا واقف تھا اس نے عین امتحان میں گڑبڑ کی۔ اور اس کا علم ممتحن کو ہوگیا۔ اور اس نے بائیس کے بائیس امیدوار فیل کر دیئے۔ کیونکہ اس امر کا شدید رنج تھا۔

جب سوامی دیانند سے مباحثہ ہوتا تھا۔ تو اسی نرائن سنگھ نے مرزا صاحب کا ایک خط بند لفافہ میں جس میں دو کاغذ لکھے ہوئے تھے محکمہ ڈاک میں بھیجدیئے تھے۔ کہ مرزا صاحب نے جرم کیا ہے۔ چنانچہ سپرنٹنڈنٹ صاحب محکمہ ڈاکخانہ جات نے مقدمہ فوجداری مرزا صاحب پر چلاکر ضلع گورداسپور اسسٹنٹ صاحب کے پاس بھیجدیا۔ مرزا صاحب ملزم ٹھہرائے گئے۔ ان دنوں مرزا صاحب کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر صاحب جو کہ ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں سپرنٹنڈنٹ تھے۔ وہ مقدمہ پر

ایک گدھا جس پر اخباروں کا بوجھ لدا ہوا تھا۔ جن کے نام اودھ سے اخبار "رہبر ہند" آتا تھا ثبوت کے لئے لائے۔ چنانچہ ایک طرف مدعی سپرنٹنڈنٹ محکمہ ڈاک تھے اور دوسری طرف مرزا صاحب اکیلے تھے۔ اور جُرم یہ تھا کہ مرزا صاحب نے دو آرٹیکل ایک لفافہ میں بند کئے۔ اور ان کے بھائی نے چند ایک وکیل مرزا صاحب کی امداد کے واسطے کھڑے کر دیئے۔ مگر مرزا صاحب نے ان کو کہہ دیا۔ کہ مَیں اپنے جُرم کا خود ذمہ وار ہُوں۔ اور عدالت کو جواب دُوں گا۔ چنانچہ بحث ہوئی مرزا صاحب نے سپرنٹنڈنٹ سے سوال کیا کہ مجھکو میرا جرم تبلایا جائے۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب نے مفصل بیان کیا کہ ایک تو آپ نے مطبع میں مضمون دیا۔ دوسرے اس میں ایک رقعہ لکھا ہُوا تھا۔ مرزا صاحب نے اس کے جواب میں ایک گدھے کا بوجھ ثبوت میں پیش کیا۔ کہ رقعہ جزو مضمون تھا۔ چنانچہ میرے سابقہ اخبارات کا ملاحظہ فرمایا جائے۔ کہ مَیں یہی خط لکھتا رہا ہوں۔ چنانچہ پہلے ایڈیٹر صاحب میرے مضمون ذیل کو اخبار میں چھپوا دیں اور اس کے آگے یہ مضمون ہے۔ یہ ایک جزو ہے یا کہ دو۔ اور بہت سے اخبارات مجسٹریٹ اور سپرنٹنڈنٹ کے آگے پیش کئے۔ سامعین کثرت سے موجود تھے۔ مرزا صاحب باعزت طور پر بری ہوگئے۔ یہ واقعہ میری موجودگی کا ہے۔ نرائن سنگھ نے یہ اس لئے کیا۔ کہ جب امتحان وکالت میں ممتحن نے تمام لڑکوں کو فیل کر دیا۔ تو تمام لڑکوں نے ممتحن سے کہا کہ یہ سب شرارت ناقل اور پوچھنے والے نرائن سنگھ کی ہے۔ تمام لڑکوں کو کیوں فیل کیا گیا ہے۔ چنانچہ نرائن سنگھ کا نام شرارت کنندہ درج کیا گیا۔ اس لئے نرائن سنگھ کو مرزا صاحب سے پرخاش تھی۔ جس کی وجہ سے اس نے یہ مقدمہ مرزا صاحب کے خلاف دائر کروایا تھا۔ نرائن سنگھ اس وقت امرت سر میں تھا۔

مرزا صاحب اورنگ زیب شہنشاہ ہند کے خاندان سے تھے۔ ان کے والد صاحب کشمیر کے صوبہ دار بھی رہ چکے تھے۔ مرزا صاحب قابل حکیم تھے اور پنجاب میں گیارھویں درجہ پر کُرسی ملتی تھی اور ان کی جاگیر آٹھ میل چوڑی تھی۔ مستورات کا پردہ بالکل ٹھیک رکھا جاتا تھا۔ حکمت دھرم ارتھ کرتے تھے کوئی معاوضہ نہ لیتے تھے۔

مرزا غلام مرتضےٰ صاحب والد مرزا غلام احمد صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ جب مَیں کشمیر سے واپس آیا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد نواب یار قند نے اپنے علاج کے واسطے

مراسلہ بھیجا تھا اور مَیں چند آدمی ہمراہ لے کر وہاں پہونچا۔ اور میرے استقبال کے لئے شاہی حکیم اور چند معزز عُہدیدار آئے اور مَیں نے اسلامی طریق کے مطابق نواب صاحب کو السّلام علیکم کہا اور مصافحہ کیا۔ اور اپنی رہائش کا بندوبست ایک باغ میں کرایا۔ شاہی حکماء نے میرا امتحان کرنے کے لئے ایک سوال مجھ سے کیا کہ ایک بچہ ماں کے شکم میں کس طرح چھانگا ہوجاتا ہے۔ مَیں نے اسی وقت جملہ حکماء کو کہا۔ کہ ایک سوال مجھ سے بھی حل نہیں ہوسکا۔ شاید آپ میں سے کوئی حل کر سکے۔ کہ کیا پہلے مرغی پیدا ہوئی یا پہلے انڈا پیدا ہُوا۔ اس پر جملہ حکماء خاموش ہوگئے۔ اگلے دن صبح کو مَیں نے مریض کو دیکھا اور بیماری کی تشخیص کی۔ اور علاج شروع کرنے سے پہلے چند شرائط نواب صاحب سے منظور کروائیں۔ کہ اگر کوئی غلیظ چیز یا پاک چیز جس طریق پر استعمال کراؤں۔ نواب صاحب کو کرنا ہوگا اور کسی حکیم یا متعلقین میں سے کسی کو مانع ہونے اور اعتراض کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا۔ نسخہ علاج ذیل میں درج ہے۔

ستر من بھینس کا گوبر اور کچھ لکڑی حرم سرائے کے صحن میں جمع کرائی جائے۔ اور مستورات کو پردہ کا حکم دیا جائے۔ چنانچہ نواب صاحب کو برہنہ کھڑا کیا گیا اور گوبر کا چبوترہ ان کے گرداگرد کیا گیا سر کے اُوپر ایک ڈھکنا رکھا گیا۔ آنکھیں۔ نتھنے اور منہ کھلا رہا۔ گوبر کے ارد گرد باہر کی طرف لکڑی چنائی گئی اور ان کو آگ لگا دی گئی۔ نواب صاحب روتے اور چلاتے رہے۔ جب لکڑیاں جل گئیں مزدوروں نے ان کو دُور پھینکا۔ اور گوبر بھی ہٹادیا گیا۔ جب چھ چھ انچ تک گوبر ان کے گرد رہا۔ تو مَیں نے حکماء کو ایک لائن میں کھڑا کر دیا۔ وزراء اور اس کے متعلقین کی موجودگی میں مَیں نے وہ گوبر انکے جسم سے خود اتارا۔ اور ان دوستوں کو دکھلایا مری ہوئی جوئیں اس گوبر کے ساتھ تھیں۔ اور واپسی پر نواب صاحب نے ایک حقہ چاندی کا۔ اور ایک تھال سونے کا اور ایک لوٹا سونے کا اور ایک دُھسہ۔ ایک لنگی۔ ایک یارقندی ٹٹو اور چار بدرے نقد روپیہ بطور تحفہ کے نذر کے دیئے۔ مَیں نے اس وقت نواب سے سوال کیا کہ کیا یہ اشیاء میری حکمت کے عوض ہیں یا کہ بطور تحفہ۔ نواب صاحب نے وزیروں کی طرف اشارہ کیا کہ معقول جواب دیں۔ کچھ مدّت خاموش رہنے کے بعد بطور تحفہ بتلایا۔ مَیں نے روپے کے بدرے واپس کر دیئے اور باقی اشیاء جو تحفہ کے طور پر تھیں لے لیں۔ اور واپس چلا آیا۔

مرزا صاحب نے سوال حکماء کا یہ جواب دیا کہ جس وقت نطفہ رحم میں داخل ہوتا ہے۔ کل اجزائے بدن اس میں گرجاتے ہیں۔ اور اپنی اپنی مدتوں پر جیسے کہ قدرت ہے بڑھتے رہتے ہیں۔ اور وہ مادہ جو

کہ بازوؤں کی طرف آتا ہے چلتے چلتے کسی خاص وجہ سے رک جائے اور وہ منتشر ہو کر دو جگہ پر تقسیم ہو کر پڑجاتا ہے جیسا کہ پانی آتے آتے کسی تھوڑی سی رکاوٹ یا اونچائی کے سبب دو حصوں میں تقسیم ہوجاتا ہے ویسے ہی اس مادہ کی خاصیت ہے۔ کبھی نر انگشت کی طرف رکاوٹ ہوگئی۔ تو دو حصے ہوگئے اور کبھی چھنگلی کی طرف رکاوٹ ہوئی تو وہ دو ہوگئیں۔ مگر مرزا صاحب کے سوال کا جواب حکماء نے نہ دیا۔ نواب صاحب کی بیماری جسم میں جوؤں کی تھی اور مرزا صاحب کی شہرت حکمت یارقند سے سنکر حکماء نے بلوایا تھا۔

مرزا غلام احمد صاحب کی غذا سادہ ہوتی تھی۔ آپ کے نوکر کا نام جان محمد تھا اور آپ کے استاد کا نام گل محمد تھا جو بیس روپیہ ماہوار پر دونوں بھائیوں کو پڑھایا کرتے تھے۔ مرزا صاحب کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات تھے اور شریفانہ برتاؤ تھا۔ خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ متواضع اور مہمان نواز تھے۔ کبھی کبھی دیگ پکوا کر غرباء اور مساکین کو کھلاتے تھے۔ حکمت کی اجرت نہ لیتے تھے اور نسخہ لکھکر بھاوا مل برہمن پنساری کے دکان پر سے دوائی لانے کے لئے کہتے تھے۔ مرزا صاحب کا ہندوؤں کے ساتھ مشفقانہ تعلق تھا۔ مرزا صاحب ہر وقت مذہبی کتب و اخبارات کا مطالعہ کرتے اور انہیں دنیا کی اشیاء میں سے مذہب کے ساتھ محبت تھی۔ مرزا صاحب کی خدمت میں ایک لڑکا عنایت بیگ تھا۔ اس کو میرے پاس پڑھنے کے لئے بھیجا اور ہدایت فرمائی کہ اس کو دوسرے لڑکوں سے علیحدہ رکھنا تاکہ اس کے کان میں دوسرے لڑکوں کی بری باتیں نہ پڑیں۔ اور یہ عادات قبیحہ کو اختیار نہ کرلے۔ مرزا صاحب بازار میں کبھی نہ آتے تھے صرف مسجد تک آتے تھے۔ اور نہ کسی دکان پر بیٹھتے تھے۔ مسجد یا حجرہ میں رہتے تھے۔ مرزا صاحب کے والد صاحب آپ کو کہتے تھے کہ "غلام احمد تم کو پتہ نہیں کہ سورج کب چڑھتا ہے اور کب غروب ہوتا ہے۔ اور بیٹھتے ہوئے وقت کا پتہ نہیں جب میں دیکھتا ہوں چاروں طرف کتابوں کا ڈھیر لگا رہتا ہے"

اگر کسی کی تاریخ مقدمہ پر جانا ہوتا تھا۔ تو آپ کے والد صاحب آپکو مختار نامہ دیدیا کرتے تھے اور مرزا صاحب بتعمیل تابعداری فوراً بخوشی چلے جاتے تھے۔ مرزا صاحب اپنے والد صاحب کے کامل فرمانبردار تھے۔ مقدمہ پر لاچاری امر میں جاتے تھے۔ اور کسی آدمی کی نظر میں گرے ہوئے نہ تھے۔ اور مذہبی بحث میں ایک شیر ببر کی طرح ہوشیار ہو جاتے تھے۔ شائستگی اور نرمی اور شیریں کلامی سے بات کیا

کرتے تھے۔ طبع کے حلیم اور بردبار تھے۔ مَیں نے مرزا صاحب کی طبیعت میں کبھی غصہ نہیں دیکھا۔ مرزا صاحب بے نماز بھائی بندوں اور دیگر لوگوں سے نفرت کیا کرتے تھے۔ مستورات کو ہمیشہ نماز کی تلقین کیا کرتے جھوٹ سے ہمیشہ نفرت کرتے تھے۔ والد صاحب کے ساتھ کبھی کبھی ضرورت کے وقت بات کرتے اور مرزا سلطان احمد کے ساتھ بھی اسی طرح کبھی کبھی ضرورت کے وقت گفتگو کرتے تھے۔ مَیں نے کبھی نہیں سُنا تھا کہ مرزا صاحب کو دُنیا سے محبت ہے۔ نہ ہی اولاد سے دنیاوی محبت کرتے سُنا ہے۔ مرزا صاحب نے والد ماجد کی وفات پر کسی قسم کے رنج یا افسوس یا غصہ کا اظہار نہ کیا تھا۔ اور نہ کسی جزع فزع کا اظہار کیا تھا۔ مرزا غلام احمد صاحب کی نسبت مَیں نے کبھی نہیں سُنا تھا کہ انہوں نے چھوٹی عمر میں کوئی بُرا کام خلاف شریعت یا مذہب کیا ہو۔ اور نہ ہی دیکھا تھا۔ عام شہرت ان کے متعلق اچھی تھی۔ مرزا صاحب کو سنگترہ اور آم اور بھونے ہوئے دانے پسند تھے۔ حلوائی کی چیز کو کھاتے ہوئے مَیں نے کبھی نہ دیکھا روٹی کھایا کرتے تھے اور روٹی موٹی ہوتی تھی۔

میر ناصر نواب صاحب کے ساتھ میرے روبرو رفع یدین۔ آمین بالجہر۔ ہاتھ باندھنے کے متعلق تکبیر پڑھنے کے متعلق بحث ہوتی۔ کہ آیا یہ امور جائز ہیں یا ناجائز ہیں۔ ان ایام میں آپ کے دوست کشن سنگھ کھنگی گھاڑا۔ شرم پت اور ملاوامل تھے۔ اور یہ لوگ مرزا صاحب کے پاس کبھی کبھی آتے تھے۔

مَیں نے ایک مرتبہ مرزا صاحب سے سوال کیا کہ دنیا واجب الوجود ہے یا ممکن الوجود۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ یہ ظہور ربی ہے مَیں نے کہا کہ ظہور کتنی قسم کا ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک ذہنی اور ایک خارجی۔ ذہنی کی مثال دی کہ کسی نے نظم بنادی۔ کسی نے برتن بنادیا۔ کسی نے نقش بنادیا۔ خارجی یہ کہ مادہ سے کوئی چیز لے کر دوسری شکل بنادینا۔

ایک دفعہ مَیں نے سوال کیا تھا کہ ارواح ایک دفعہ ہی پیدا کر دی گئی تھیں یا مختلف وقتوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ اس کا جواب مجھے یاد نہیں رہا۔ اسی طرح ایک دفعہ مَیں نے سوال کیا کہ اگر تمام ارواح مکتی پا دینگے۔ تو خدا کا خزانہ خالی ہو جائے گا۔ تو پھر خدا بے کار بیٹھے گا۔

اسی طرح ایک اور سوال کیا کہ خدا قادر ہے۔ کیا وہ کوئی اور خدا پیدا کرسکتا ہے۔ جواب فرمایا "نہیں" مَیں نے کہا۔ تب خدا کی قادریت ٹوٹ جاتی ہے۔ فرمایا۔ نہیں۔ کیونکہ اس کی صفت وحدہٗ لاشریک کے خلاف ہے۔ اس لئے یہ نہیں ہوسکتا۔

مرزا صاحب شرکاء کو ذلیل کرنا نہ چاہتے تھے اور نہ ہی کسی کی بُرائی چاہتے تھے۔ شرکاء گھر میں بھی مرزا صاحب کی عزت کرتے تھے۔

بحث کے متعلق جو ئیں آپ سے کبھی کبھی سوالاً جواباً کیا کرتا تھا۔ فرمایا۔ کہ دو خطوط متوازی لیں خواہ ان کو کتنی دور تک بڑھاتے چلے جاؤ وہ کبھی نہ ملیں گے۔ اسی طرح بحث کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔ مرزا صاحب منطق بھی جانتے تھے اور سکول میں کوئی جماعت نہ پڑھے ہوئے تھے۔ مَیں نے مرزا صاحب کو نہ کبھی بدنظری کرتے دیکھا اور نہ سُنا۔ بلکہ وہ بدنظری کو ناپسند فرماتے اور دوسروں کو روکتے تھے۔ ہمیشہ ادب کا لحاظ رکھتے تھے اور زائرین کی عزت و تکریم کرتے تھے۔ جب کبھی کوئی چیز منگواتے پیسے پہلے دیا کرتے تھے۔ مرزا صاحب چشم پوش تھے۔ کبھی کسی میلہ یا تماشہ یا کسی اور مجلس میں نہ جایا کرتے۔ بلکہ ان کے بیٹے شرم کی وجہ سے آپ کے پاس نہ آتے تھے۔ نوکروں کے ساتھ مساوات کا سلوک کرتے تھے۔ ان دنوں مرزا صاحب اکیلے صبح سویرے اور شام کو سیر کو جایا کرتے تھے۔ مَیں نے ان کو پانچوں نمازیں مسجد میں پڑھتے دیکھا ہے۔ گھر سے چھوٹی سی گلی مسجد کو جاتی تھی۔ اس راستہ سے گذر کر مسجد میں جاتے تھے۔ صرف اکیلے ہی ہُوا کرتے تھے اگر دو تین ہو جاتے تو مرزا صاحب جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے اور اگر اکیلے ہوتے تو اکیلے ہی پڑھ لیتے ان دنوں قادیان میں مسلمان عموماً بے نماز تھے۔ قمار بازی میں مشغول رہتے تھے۔ مسلمانوں کی آبادی کم تھی۔ ان دنوں بڈھا فقیر چور مشہور تھا اور نہالہ برہمن اور خوشحال چند یہ دونوں مقدمہ باز مشہور تھے نہالہ برہمن نے اپنی دو نو لڑکیاں چوری کے الزام میں قید کروا دی تھیں۔ خوشحال چند پٹواری رشوت کے الزام میں قید ہو گیا تھا۔ ان دنوں نیکی۔ تقوےٰ اور طہارت میں مرزا غلام احمد صاحب اور مرزا کمال دین صاحب اور میر عابد علی مسلمانوں میں مشہور تھے۔ مرزا کمال الدین فقیری طریقہ پر تھے۔ معلوم نہیں کہ وہ نماز کب پڑھا کرتے تھے۔ مگر مرزا غلام احمد صاحب کو ہم نے پنجوقت نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ مرزا صاحب گوشہ نشین تھے۔ ہمیشہ مطالعہ اور عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ کتب کی تصانیف اور اخبار کے مضامین بھی تحریر فرماتے تھے۔ میرے ساتھ مرزا صاحب کے تعلقات دوستانہ تھے۔ آپ بڑے خندہ پیشانی سے ملنے والے۔ خوش خلق حلیم الطبع۔ منکسر المزاج تھے۔ تکبّر کرنا نہ آتا تھا۔ طبیعت نرم تھی۔ خاندان کے دوسرے افراد طبیعت کے سخت اور تند تھے۔ مرزا نظام الدین اور امام الدین صاحبان کا چلن ٹھیک نہ تھا۔ نماز روزہ کی طرف راغب نہ تھے تمام خاندان میں سے صرف مرزا غلام احمد صاحب کو مسجد میں نماز پڑھتے دیکھا ہے،

مرزا کمال الدین تارک الدنیا تھے۔ مرزا نظام الدین اور امام الدین میں تمام دُنیا کے عیب تھے میری موجودگی میں مرزا غلام احمد صاحب نے کبھی کوئی عیب نہیں کیا اور نہ کبھی میں نے اس وقت سُنا تھا۔ صرف ایک سکھ کو مسلمان کر دیا تھا۔ یہ عیب ہے اس کے سوا میں نے کوئی عیب نہ دیکھا ہے اور نہ سُنا ہے۔

مرزا صاحب خوش شکل جوان تھے۔ خوبصورت اور میانہ قد کے تھے۔ سر پر پٹے تھے۔ مرزا صاحب بوقت کلام تھوڑا سا رُک جاتے تھے۔ یعنی معمولی سی لکنت تھی۔ مگر کلام کے سلسلہ میں کوئی فرق نہ آتا تھا۔ اور آپ کا رُکنا غیر موزون نہ تھا۔ تحریر میں زبردست روانی تھی۔ صاحب قلم اور سلطان القلم تھے۔ کلام پُر تاثیر تھی۔ پیشانی کشادہ تھی۔ داڑھی چار انگشت کے قریب لمبی تھی۔ سر پر کبھی ٹوپی نہ پہنتے تھے۔ ہاں سفید پگڑی یا لنگی پہنتے تھے۔ چوغہ پہنتے تھے۔ اور گرارہ (یعنی غرارہ) بھی پہنتے تھے۔ تہہ بند بہت کم نہانے کے وقت پہنتے تھے۔ میں نے مرزا صاحب کو کبھی ننگے نہیں دیکھا۔ تین کپڑے ہمیشہ بدن پر رکھتے تھے مسجد میں چوغہ پہن کر آتے تھے۔ گھر کی ضروریات کا انتظام نہ خود کرتے تھے اور نہ دخل دیتے تھے مرزا سلطان احمد یا ان کے بھائی وغیرہ کرتے تھے۔ میں نے مرزا صاحب کو کبھی بیوی کا زیور یا کپڑے بنواتے یا منگواتے نہ دیکھا نہ سُنا ہے۔ کپڑا ہمیشہ سادہ موسم کے لحاظ سے ہُوا کرتا تھا۔ سردی میں کبھی سیاہ رنگ کا چغہ استعمال کرتے تھے۔ سردی میں موزے پہنتے تھے۔ انگریزی جوتی نہ پہنتے تھے۔ بلکہ دیسی جوتی ہی استعمال کرتے تھے۔ جس کمرہ میں آپ رہتے تھے۔ اسی میں کھانا کھایا کرتے تھے۔ ایک گھڑا پانی کا پاس ہوتا تھا۔ رہائش کے کمرہ میں ایک دری ہوتی تھی۔ صرف ایک چارپائی باہر ہوتی تھی۔ میں نے مرزا صاحب کو کبھی لیٹے ہوئے نہیں دیکھا۔"

یہاں پنڈت دیوی رام صاحب کا بیان ختم ہوتا ہے۔ اور اس کے نیچے ان کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہُوا یہ نوٹ درج ہے:۔

"سُنکر درست تسلیم کیا۔ میں نے مندرجہ بالا بیان خدا کو حاضر و ناظر جان کر درست اور صحیح تحریر کرا دیا ہے۔ اس میں کوئی خلاف واقعہ یا مغالطہ نہیں"

گواہ شد	(دستخط) پنڈت دیوی رام بقلم خود ریٹائرڈ مدرس و سابق مدرس قادیان
محمد منیر از ہردوروال	حال وارد قصبہ دودوچک حال اُپ پردھان آریہ سماج دودوچک
حال دودوچک ۱۵ ۹/۳۵	تحصیل شکر گڑھ

خاکسار عرض کرتا ہے کہ پنڈت دیوی رام صاحب کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ پنڈت صاحب موصوف سمجھدار اور فہیم اور صداقت پسند انسان ہیں۔ کیونکہ باریک باریک باتوں کو دیکھا اور یاد رکھا ہے اور بلا خوف اظہار کر دیا ہے۔ اور فی الجملہ ساری روایت بہت صحیح اور درست ہے۔ مگر کہیں کہیں پنڈت صاحب کو خفیف سی غلطی لگ گئی ہے۔ مثلاً عمر کا اندازہ غلط ہے لیکن غور کیا جائے تو اتنی لمبی روایت میں جو عرصہ دراز کے واقعات پر مشتمل ہو خفیف غلطی روایت کے وزن کو بڑھانے والی ہوتی ہے۔ نہ کہ کم کرنے والی۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ بیان ۱۹۳۵ء میں لکھا گیا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ اس وقت جو ۱۹۳۹ء ہے پنڈت صاحب زندہ ہیں یا فوت ہو چکے ہیں۔ روایت واقعی خوب ہے۔

۷۶۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حضرت والدہ صاحبہ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مائی صاحب جان صاحبہ زوجہ مرزا غلام حیدر صاحب نے دودھ پلایا تھا۔ مرزا غلام حیدر صاحب حضرت صاحب کے حقیقی چچا تھے۔ مگر جب مرزا نظام الدین صاحب اور ان کے بھائی حضرت صاحب کے مخالف ہو گئے تو مائی صاحب جان بھی مخالف ہو گئی تھیں۔ اور والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ اس زمانہ میں وہ اس قدر مخالف تھیں کہ مجھے دیکھ کر وہ چھپ جایا کرتی تھیں اور سامنے نہیں آتی تھیں نیز مجھ سے والدہ صاحبہ عزیزم مرزا رشید احمد نے بیان کیا کہ حضرت صاحب کو ماں کے سوا دوسرے کا دودھ پلانے کی اس لئے ضرورت پیش آئی تھی کہ آپ جوڑا پیدا ہوئے تھے اور چونکہ آپ کی والدہ صاحبہ کا دودھ دونوں بچوں کے لئے مکتفی نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے مائی صاحب جان نے دودھ پلانا شروع کر دیا تھا۔

۷۶۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بھائی عبد الرحیم صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ جب میں شروع شروع میں سکھ مذہب کو ترک کر کے مسلمان ہوا۔ اور یہ غالباً ۱۸۹۳ء کا واقعہ ہے۔ تو اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے حضرت مولوی نور الدین صاحب کے سپرد فرمایا تھا۔ اور مولوی صاحب کو ارشاد فرمایا تھا کہ مجھے دینی تعلیم دیں۔ اور خیال رکھیں۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحب نے مجھے پڑھانا شروع کر دیا۔ اور حضرت صاحب کے ارشاد کی وجہ سے مجھے اپنے ساتھ بٹھا کر گھر میں کھانا کھلایا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد میں نے عرض کیا کہ آپ کو میرے آنے کی وجہ سے پردہ کی تکلیف

ہوتی ہے۔ اس لئے مجھے اجازت دیں کہ مَیں لنگر میں کھانا شروع کر دوں۔ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا۔ نہیں ہمیں کوئی تکلیف نہیں۔ پھر جب میں نے اصرار کیا۔ تو فرمایا۔ تمہیں یاد نہیں حضرت صاحب نے مجھے تمہارے متعلق کس طرح تاکید کی تھی۔ اب دیکھنا مجھے گناہ نہ ہو۔ مَیں نے کہا نہیں گناہ نہیں ہوتا۔ مَیں خود خوشی سے لنگر میں کھانا کھانا چاہتا ہوں۔ اس پر آپ نے مجھے اجازت دیدی۔ پھر جب کچھ عرصہ بعد میرا وقت مدرسہ میں لگ گیا۔ اور مجھے کچھ معاوضہ ملنے لگا۔ تو مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا۔ کہ آپ مجھے اجازت دیں۔ کہ مَیں [illegible] کھانے کا [illegible] انتظام کر لوں۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ نہیں آپ لنگر سے کھا[illegible] ہے۔ اسے اپنے دوسری ضروریات میں خرچ کر لیا کریں۔ مگر میرے [illegible] بھائی [illegible] تو اصرار ہے۔ تو ایسا کر لیں۔ گو ہماری خوشی تو یہی تھی کہ آپ لنگر سے کھا[illegible] کھاتے [illegible]

خاکسار عرض کرتا ہے کہ بھائی صاحب موصوف مدرسہ میں ایک [illegible] ملازمت کے بعد اب پنشن پر ریٹائر ہو چکے ہیں۔ اور کچھ عرصہ نواب محمد علی خانصاحب کے پاس بھی ملازم رہے ہیں۔ بہت نیک اور صالح بزرگ ہیں۔

۷۶۲ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بھائی عبدالرحیم صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ جب مَیں مسلمان ہُوا تو اس کے کچھ عرصہ بعد جبکہ مَیں ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاؤں دبا رہا تھا۔ حضرت صاحب نے مجھ سے فرمایا۔ تم شادی کیوں نہیں کر لیتے۔ مَیں نے کہا۔ حضرت میری تو کوئی گذارہ کی صورت نہیں ہے۔ مَیں شادی کیسے کروں۔ اور مَیں ابھی پڑھتا بھی ہوں۔ فرمایا نہیں تم شادی کر لو۔ خدا رازق ہے۔ مَیں نے شرماتے ہوئے کہا۔ کہاں کروں؟ فرمایا کہ یہ جو مرزا فضل بیگ قصور والے کی بہن بیوہ ہوئی ہے اس سے کر لو۔ مَیں نے عرض کیا۔ حضرت وہ تو بیوہ ہے۔ فرمایا۔ تو کیا ہرج ہے۔ ابھی اس کی عمر زیادہ نہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی بیوہ عورتوں سے شادی کی ہے۔ مگر مجھے دل میں انقباض تھا۔ آخر حضرت صاحب کا اصرار دیکھکر میں راضی ہو گیا۔ اور خدا کے فضل سے میں نے اس شادی سے ایسا سکھ پایا کہ شاید ہی کسی نے پایا ہو گا۔

۷۶۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔ اے مبلغ انگلستان نے مجھے ایک مضمون لکھکر لندن سے ارسال کیا تھا۔ اس مضمون میں وہ حضرت مسیح موعودؑ کی عمر کی بحث کرتے

ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

"الفضل مورخہ ۱۱ر جون ۱۹۳۳ء اور ۱۸ر جون ۱۹۳۳ء میں سید احمد علی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عمر کے متعلق بہت سے مفید حوالے جمع کئے ہیں اور مکرمی مولوی اللہ دتا صاحب نے اپنی کتاب تفہیمات ربانیہ میں ص۱۰۱ سے ص۱۱۲ تک آپ کی عمر کے متعلق عالمانہ بحث کی ہے۔ لیکن دونوں صاحبوں نے دراصل مخالفین کے اعتراضات کو مدنظر رکھا ہے۔ سید صاحب نے اہلحدیث مجریہ ۲۶ر مئی ۱۹۳۳ء اور مولوی صاحب نے عشرہ کاملہ کا جواب دیا ہے۔ میرے نزدیک آپ کی عمر کا سوال ایسا ہے کہ اُسے مستقل حیثیت سے فیصلہ کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔

عمر کے متعلق الہامات الہام ثمانین حولاً او قریباً من ذالك او تزید علیه سنینا و ترٰی نسلاً بعیداً (اربعین نمبر ۳ طبع دوم صفحہ ۳۶۔ اور ضمیمہ تحفہ گولڑویہ طبع دوم ص۲۹) اور الہام وترٰی نسلاً بعیداً ولنحیینك حیٰوۃً طیبة ثمانین حولاً او قریباً من ذالك (ازالہ اوہام حصہ دوم طبع اول ص۶۳۵-۶۳۴) کا مطلب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان فرمایا ہے:۔

"جو ظاہر الفاظ وحی کے وعدہ کے متعلق ہیں وہ تو ۷۴ اور ۸۶ کے اندر اندر عمر کی تعیین کرتے ہیں۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۹۷) پس اگر آپ کی عمر شمسی یا قمری حساب سے اس کے اندر اندر ثابت ہو جائے تو یہ الہامات پورے ہو جاتے ہیں۔ یعنی اگر آپ کی پیدائش ۱۸۳۶ء و ۱۸۲۲ء کے اندر ثابت ہو جائے۔ تو کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

تاریخ پیدائش کا تعیّن یقیناً ہماری طرف سے جو کچھ اس بارہ میں لکھا گیا ہے۔ اس سے ثابت ہو چکا ہے کہ آپ کے الہامات پورے ہو گئے ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تاریخ پیدائش کا تعیّن ایک بالکل الگ سوال ہے۔ اس لئے دیکھنا چاہیئے کہ ان الہامی حدود کے اندر اندر بحیثیت مجموعی آپ کی تاریخ پیدائش کہاں تک معیّن کی جا سکتی ہے۔

یہ یقینی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی صحیح تاریخ پیدائش معلوم نہ تھی کیونکہ حضور فرماتے ہیں: "عمر کا اصل اندازہ تو خدا تعالیٰ کو معلوم ہے" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۹۳) اسی طرح غالباً ایک جگہ یہ بھی فرمایا ہے کہ ہمارے پاس کوئی یادداشت نہیں کیونکہ

اس زمانہ میں بچوں کی عمر کے لکھنے کا کوئی طریق نہ تھا۔ ایسی صورت میں اصل تاریخ پیدائش کا فیصلہ دو ہی طرح ہو سکتا ہے۔ یا تو کسی کے پاس کوئی ایسی مستند تحریر مل جائے۔ جس میں تاریخ پرانے زمانہ کی لکھی ہوئی ہو یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے مخالفین کی تحریرات پر یکجائی نظر ڈال کر دیکھا جائے کہ زیادہ میلان کس سن کی طرف ہے۔

پیشتر اس کے کہ مختلف تحریرات پر اس طرح نظر ڈالی جائے۔ دو تین امور قابل غور ہیں اور وہ یہ کہ میرے نزدیک حضرت مسیح موعود کی مندرجہ ذیل تحریر "مجھے دکھلاؤ کہ آتھم کہاں ہے اس کی عمر تو میری عمر کے برابر تھی یعنی قریب ۶۴ سال کے۔" (اعجاز احمدی صـ۳) یہ نتیجہ نکالنا کہ چونکہ آتھم ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو مرا تھا۔ (انجام آتھم صـ۱) اس لئے آپ کی عمر ۶۷ سال ہوئی۔ درست نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس رنگ میں اپنی عمر آتھم کے برابر ظاہر کی ہے وہ ایسا نہیں کہ صرف ایک حوالہ کو لیکر نتیجہ نکالا جائے۔ آتھم کے مقابلہ میں جس امر پر آپ زور دینا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ "ہم دونوں پر قانونِ قدرت یکساں مؤثر ہے۔" (اشتہار انعامی ۲ ہزار روپیہ مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۸۹۴ء) پھر فرماتے ہیں۔ "ہم اور آتھم صاحب ایک ہی قانونِ قدرت کے نیچے ہیں" (اشتہار انعامی ۴ ہزار روپیہ) عمر کے متعلق جو وضاحت فرمائی ہے۔ وہ اس طرح ہے: "اگر آتھم صاحب ۶۴ برس کے ہیں تو یہ عاجز قریباً ۶۰ برس کا ہے" (اشتہار انعامی ۲ ہزار روپیہ مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۸۹۴ء)

پھر فرماتے ہیں: "اور بار بار کہتے ہیں (یعنی آتھم صاحب) کہ میری عمر قریب ۶۴ یا ۶۸ برس کی ہے .... دیکھو میری عمر بھی تو قریب ۶۰ برس کے ہے۔" (اشتہار انعامی ۴ ہزار روپیہ)

پھر فرماتے ہیں: "آپ لکھتے ہیں کہ قریب ۷۰ برس کی میری عمر ہے۔ اور پہلے آپ اس ہی اسی سال کے کسی پرچہ "نور افشاں" میں چھپا تھا کہ آپ کی عمر ۶۴ برس کے قریب ہے۔ پس میں متعجب ہوں کہ اس ذکر سے کیا فائدہ۔ کیا آپ عمر کے لحاظ سے ڈرتے ہیں۔ کہ شاید میں فوت نہ ہو جاؤں۔ مگر آپ نہیں سوچتے کہ بجز ارادہ قادر مطلق کوئی فوت نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ ۶۴ برس کے ہیں۔ تو میری عمر بھی قریباً ۶۰ برس کے ہو چکی ہے۔" (اشتہار انعامی ۴ ہزار روپیہ مورخہ ۱۵ اکتوبر ۱۸۹۴ء)

پس ان واضح تحریروں کے ہوتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عمر آتھم کے بالکل برابر نہیں قرار دی جا سکتی۔ بلکہ ایک جگہ آپ فرماتے ہیں: "بہتیرے سو سو برس زندہ رہتے ہیں مگر عبداللہ آتھم

کی جیسا کہ "نور افشان" میں لکھا گیا ہے صرف اب تک ۶۴ برس کی عمر ہے۔ جو میری عمر سے صرف چھ یا سات برس زیادہ ہے۔ ہاں اگر مسیح کی قدرت پر بھروسہ نہیں رہا۔ . . . . مرنے کا قانونِ قدرت ہر ایک کے لئے مساوی ہے۔ جیسا آتھم صاحب اس کے نیچے ہیں۔ ہم بھی اس سے باہر نہیں اور جیسا کہ اس عالم کون وفساد کے اسباب ان کی زندگی پر اثر کر رہے ہیں۔ ویسا ہی ہماری زندگی پر بھی مؤثر ہیں"
(انوار الاسلام حاشیہ ص۳۶-۳۷)

پس میں سمجھتا ہوں۔ کہ آتھم کے مقابلہ میں جو کچھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے۔ وہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک موٹا دہاکوں کا اندازہ ہے اصل غرض آپ کی عمر کو معین کرنا نہیں۔ بلکہ یہ واضح کرنا ہے کہ زندہ رکھنا اور مارنا خدا کے اختیار میں ہے اور قانونِ قدرت کے اثر کے لحاظ سے دونوں کی عمروں میں کوئی بڑا فرق نہیں ہے۔

دوسرا امر جو قابلِ غور ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے متعدد مقامات پر یہ تحریر فرمایا ہے کہ "جب میری عمر چالیس برس تک پہونچی۔ تو خدا تعالےٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف فرمایا" (تریاق القلوب ص۶۸ و براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۰۵ اور آئینہ کمالاتِ اسلام ص۵۴۸) لیکن جہاں تک مجھے علم ہے آپ نے یہ کہیں نہیں فرمایا "سب سے پہلا الہام قریباً ۲۰ برس سے ہو چکا ہے" یہ اندازہ لگانا کہ چونکہ اربعین ۱۹۰۰ء میں تالیف ہوئی۔ اس لئے آپ کی پیدائش ۱۸۳۵ء میں ثابت ہوئی۔ درست نہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ ثمانین حولاً والا الہام سب سے پہلا الہام ہے اور نہ یہ کہ سب سے پہلا الہام . . . . چالیس برس کی عمر میں ہُوا۔

تیسرا امر یہ ہے کہ ایک کتاب کی کسی عبارت کو اس کتاب کی تاریخ اشاعت سے ملا کر نتیجہ نکالتے وقت بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ کیونکہ عبارت کے لکھے جانے کی تاریخ اور کتاب کی تاریخ اشاعت میں بہت بڑا فرق ممکن ہے۔ مثلاً نزول المسیح اگست ۱۹۰۹ء میں شائع ہوئی ہے لیکن اس کا صفحہ ۱۱۷ اگست ۱۹۰۲ء میں لکھا گیا۔ جیسا کہ اسی صفحہ پر لکھا ہے "آج تک جو ۱۰ اگست ۱۹۰۲ء ہے" البتہ اشتہارات اور ماہواری رسائل کی صورت اور ہے ان کی تاریخ اشاعت پر نتیجہ نکالنے میں غلطی کا کم احتمال ہے۔ حقیقۃ الوحی ایک ضخیم کتاب ہے اس کے صفحہ ۲۰۱ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے

ہیں "میری عمر اس وقت ۶۸ سال کی ہے" یہاں ظاہر ہے کہ لفظ " اس وقت" سے کتاب کی تاریخ اشاعت فرض کر لینا نہایت غلط ہوگا۔ کیونکہ اشاعت کی تحریر ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء کتاب پر لکھی ہوئی ہے

چوتھی بات قابلِ غور یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام عام طور پر شمسی حساب مدنظر رکھتے تھے یا قمری۔ سو اس کے متعلق جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ عام طور پر آپ کا طریق اپنی تصانیف اشتہارات اور خطوط میں ملک کے رواج کے مطابق شمسی حساب اور تاریخ کا شمار تھا۔ گو قمری سن بھی کہیں کہیں درج کیا گیا ہے۔ مگر کثرت سے عموماً شمسی طریق کو ہی آپ مدنظر رکھتے تھے۔ اس لئے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی عمر کا اندازہ بیان فرمایا ہے۔ وہاں شمسی سال ہی مراد لئے جائیں گے قمری نہیں۔ خواہ کہیں کہیں قمری سن بھی آپ نے بیان فرما دیا ہے۔

اب دیکھنا چاہیئے کہ بحیثیت مجموعی آپ کی تاریخ پیدائش کہاں تک معین کی جا سکتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: "جب میری عمر ۴۰ برس تک پہونچی تو خدا تعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف فرمایا" دوسری جگہ فرماتے ہیں: "ٹھیک ۱۲۹۰ھ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ مخاطبہ پا چکا تھا" (حقیقۃ الوحی ص۱۹۹) گویا کہ ۱۲۹۰ھ میں آپ کی عمر چالیس برس ہو چکی تھی۔ آپ کی وفات ۱۳۲۶ھ میں ہوئی۔ گویا قمری حساب سے پورے ۳۶ برس آپ شرف مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے ممتاز رہے اور شمسی حساب سے ۳۵ سال۔ اس طرح آپ کی تاریخ پیدائش ۱۸۳۳ء ثابت ہوئی۔

ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۹۷ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: "میری عمر ۷۰ برس کے قریب ہے" یہ کتاب اندرونی شہادت سے ثابت ہے۔ کہ ۱۹۰۵ء میں لکھی گئی۔ (سید احمد علی صاحب نے جو حوالہ اس ضمن میں دیا ہے وہ درست نہیں۔ گو دوسرے مقامات سے یہ ثابت ہے) اس لئے آپ کی تاریخ پیدائش ۱۸۳۵ء معلوم ہوئی۔

ریویو بابت نومبر دسمبر ۱۹۰۳ء ص۴۷۹ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: "میری عمر ۷۰ سال کے قریب ہے۔ حالانکہ ڈوئی صرف ۵۵ سال کی عمر کا ہے" اسی طرح تتمہ حقیقۃ الوحی ص۷۷ پر فرماتے ہیں: "میری طرف سے ۲۳ اگست ۱۹۰۳ء کو ڈوئی کے مقابل پر انگریزی میں یہ اشتہار شائع ہوا تھا جس میں یہ فقرہ ہے کہ "میں عمر میں ۷۰ برس کے قریب ہوں اور ڈوئی جیسا کہ وہ بیان کرتا ہے پچاس

برس کا جوان ہے"

ان دونوں حوالوں سے نتیجہ نکالتے وقت ایک تیسرا حوالہ بھی جو اسی کے متعلق ہے۔ مگر کچھ پہلے کا ہے۔ مدنظر رکھنا چاہیئے۔ اور وہ یہ ہے" میری عمر غالباً ۶۶ سال سے بھی کچھ زیادہ ہے" (ریویو اردو ستمبر ۱۹۰۲ء ملاحظہ ۳۴۶) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "۷۰ برس کے قریب" سے مراد آپ کی یہ ہے۔ کہ "۶۶ سال سے کچھ زیادہ" اگر اس وقت آپ کی عمر ۶۷ سال سمجھی جائے تو تاریخ پیدائش ۱۸۳۵ء بنی۔

کتاب البریہ سے جو عبارت سیرۃ المہدی حصہ اوّل میں نقل کی گئی ہے۔ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں" غرض میری زندگی قریب قریب چالیس برس کے زیر سایہ والد بزرگوار کے گذری۔ ایک طرف ان کا دُنیا سے اٹھایا جانا اور ایک طرف بڑے زور شور سے سلسلہ مکالمات الٰہیہ کا مجھ سے شروع ہؤا"

اس سے معلوم ہؤا۔ کہ والد بزرگوار کے انتقال کے وقت آپ کی عمر چالیس برس کے قریب تھی اس کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ سلسلہ مکالمات الٰہیہ کے شرف کے وقت آپ نے اپنی عمر متعدد مقامات پر چالیس برس بیان فرمائی ہے۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ آپ کے والد ماجد کی وفات کب ہوئی؟ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اپنی تصنیف سیرۃ المہدی حصہ دوم صفحہ ۱۵۰ پر آپ کے والد بزرگوار کے انتقال کو ۱۸۷۶ء میں قرار دیا ہے۔ لیکن جہاں تک مجھے علم ہے۔ اس واقعہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک تحریر فیصلہ کن ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ نزول المسیح صفحہ ۱۱۷-۱۱۸ پر آپ تحریر فرماتے ہیں" آج تک جو دس اگست ۱۹۰۲ء ہے۔ مرزا صاحب مرحوم کے انتقال کو ۲۸ برس ہو چکے ہیں" گویا یہ واقعہ ۱۸۷۴ء کا ہے۔ اس میں سے ۴۰ نکالیں۔ تو تاریخ پیدائش ۱۸۳۴ء ثابت ہوتی ہے۔

غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات پر یکجائی نظر ڈالنے سے یہ واضح ہو جاتا ہے۔ کہ آپ کی پیدائش ۱۸۳۶ء سے پہلے پہلے ہی ہے اس کے بعد ۱۸۳۹ء کسی صورت میں بھی صحیح نہیں قرار دیا جا سکتا۔

کتاب البریہ میں آپ تحریر فرماتے ہیں" میری پیدائش کے دنوں میں ان کی تنگی کا زمانہ فراخی کی طرف بدل گیا تھا۔ اور یہ خدا تعالےٰ کی رحمت ہے کہ میں نے انکے مصائب کے زمانہ سے کچھ بھی حصہ نہیں لیا" اسی طرح آئینہ کمالات اسلام کے عربی حصہ صفحہ ۵۴۳-۵۴۲ پر بھی آپ یہی فرماتے ہیں" سو اس کے

متعلق تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ غالباً ۱۸۱۶ء کے قریب راجہ رنجیت سنگھ نے رام گڑھیوں کو زیر کر کے ان کا تمام علاقہ اپنے قبضہ میں کر لیا تھا۔ یعنی قادیان رنجیت سنگھ کے قبضہ میں آگیا تھا (سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۱۱) اور پنجاب چیفس میں لکھا ہے کہ "رنجیت سنگھ نے جو رام گڑھیہ مسل کی تمام جاگیر پر قابض ہو گیا۔ غلام مرتضٰی کو واپس بلا لیا۔ اور اس کی جدّی جاگیر کا ایک معقول حصہ اُسے واپس کر دیا۔ اس پر غلام مرتضٰے اپنے بھائیوں سمیت مہاراجہ کی فوج میں شامل ہو گیا۔ اور کشمیر کی سرحد اور دوسرے مقامات پر قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔" اس سے معلوم ہوا کہ مرزا غلام مرتضٰے صاحب مرحوم کشمیر کی فتح کے وقت رنجیت سنگھ کی فوج میں شامل تھے۔ کشمیر ۱۸۱۹ء میں فتح ہوا۔ اس لئے معلوم یہ ہوتا ہے۔ کہ گو مرزا غلام مرتضٰے صاحب مرحوم قادیان میں واپس آگئے تھے۔ مگر قادیان کے اردگرد کے گاؤں ابھی تک نہیں ملے تھے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: "رنجیت سنگھ کی سلطنت کے آخری زمانہ میں میرے والد صاحب مرحوم مرزا غلام مرتضٰے قادیان میں واپس آئے۔ اور مرزا صاحب موصوف کو اپنے والد صاحب کے دیہات میں سے ۵ گاؤں واپس ملے۔ کیونکہ اس عرصہ میں رنجیت سنگھ نے دوسری اکثر چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو دبا کر ایک بڑی ریاست اپنی بنا لی تھی۔ سو ہمارے دیہات بھی رنجیت سنگھ کے قبضہ میں آگئے تھے۔ اور لاہور سے لیکر پشاور تک اور دوسری طرف لدھیانہ تک اس کی ملک داری کا سلسلہ پھیل گیا تھا۔" (کتاب البریہ)

پشاور ۱۸۲۳ء میں رنجیت سنگھ کے ماتحت آیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں مصائب کا سلسلہ گو ختم ہو گیا تھا۔ مگر ابھی فراخی نہیں شروع ہوئی تھی۔ مرزا غلام مرتضٰے صاحب مرحوم کو اکثر فوجی خدمات پر باہر رہنا پڑتا ہوگا۔ اور گھر کا گزارہ تنگی ترشی سے ہوتا ہوگا۔ جیسے کہ غالباً ۱۸۳۳ء کے قریب انہوں نے کشمیر جانے کا ارادہ کر لیا۔ جس کی طرف آئینہ کمالات اسلام حصہ عربی صفحہ ۵۴۲ میں اشارہ کیا گیا ہے اور غالباً ۱۸۳۳-۳۴ء میں رنجیت سنگھ نے اپنے مرنے سے ۵ سال پہلے قادیان کے اردگرد کے ۵ گاؤں ان کی جدّی جاگیر کے ان کو واپس کر دیئے۔ اس وقت وہ رنجیت سنگھ کی فوج میں نمایاں خدمات بھی کر چکے تھے۔ اور ان کا حق بھی ایک طرح دوبارہ قائم ہو گیا تھا پس اس حساب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تاریخ پیدائش ۱۸۳۳-۳۴ء کے قریب ماننی پڑتی ہے۔

اب دیکھنا چاہیئے کہ آپ کے مخالفین آپ کی عمر کے متعلق کیا کچھ کہتے ہیں۔ لیکھرام کا جو حوالہ

سید احمد علی صاحب نے درج کیا ہے۔ اس کے مطابق آپ کی تاریخ پیدائش ۱۸۳۶ء بنتی ہے اور مولوی ثناء اللہ صاحب کے حوالوں سے ۱۸۲۹ء اور ۱۸۳۳ء پیدائش کے سن نکلتے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک ان سے بڑھکر جس مخالف کا علم ہونا چاہیئے۔ وہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ہیں۔ جن کو بچپن سے ہی آپ سے ملنے کا موقعہ ملتا رہا ہے۔ ان کے اشاعت السنہ ۱۸۹۳ء کے حوالہ سے آپ کی پیدائش ۱۸۳۰ء کے قریب بنتی ہے۔

غرض ۱۸۳۶ء انتہائی حد ہے۔ اس کے بعد کا کوئی سن ولادت تجویز نہیں کیا جا سکتا بحیثیت مجموعی زیادہ تر میلان ۱۸۳۳ء اور ۱۸۳۴ء کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ شرف مکالمہ مخاطبہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ معین ہیں۔ اور یہ واقعی ایک اہم واقعہ ہے۔ جس پر تاریخ پیدائش کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔ ۱۲۹۰ھ ایک معین تاریخ ہے اور اس حساب سے ۱۸۳۳ء کی پیدائش ثابت ہوتی ہے۔ دوسرا اہم واقعہ آپ کے والد ماجد کا انتقال کا ہے۔ انسانی فطرت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس وقت کے متعلق جو رائے ہے وہ بھی زیادہ وزن دار سمجھنی چاہیئے۔ سو اس کے متعلق آپ واضح الفاظ میں فرماتے ہیں کہ والد ماجد کی وفات کے وقت آپ کی عمر چالیس سال کے قریب تھی۔ اور اپنے والد صاحب کی وفات ۱۸۷۴ء میں معین فرما دی۔ خلاصہ میرے نزدیک یہ نکلا کہ ۱۸۳۳ء صحیح سن ولادت قرار دیا جا سکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب"۔ اس جگہ درد صاحب کا مضمون ختم ہوا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مکرمی مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔اے مبلغ لندن نے یہ مضمون حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عمر اور تاریخ پیدائش کی تعیین کے متعلق لندن سے ارسال کیا تھا اور یہ مضمون اخبار الفضل ۲۰ ستمبر ۱۹۳۳ء میں شائع ہو چکا ہے۔ مضمون بہت محنت اور تحقیق کے ساتھ لکھا ہوا ہے مگر جیسا کہ میں روایت ۶۱۳ میں لکھ چکا ہوں مجھے اس تحقیق سے اختلاف ہے کیونکہ میری تحقیق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تاریخ پیدائش ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء بنتی ہے۔ اور درد صاحب نے جو ہمارے دادا صاحب کی تاریخ وفات ۱۸۷۴ء لکھی ہے۔ یہ بھی میری تحقیق میں درست نہیں۔ بلکہ صحیح تاریخ ۱۸۷۶ء ہے جیسا کہ حضرت صاحب نے سرکاری ریکارڈ کے حوالہ سے کشف الغطاء میں لکھی ہے۔ لیکن ایسے تحقیقی مضامین میں رائے کا اختلاف بھی بعض لحاظ سے مفید ہوتا ہے اس لئے

باوجود اس مضمون کے نتیجے اور اس کے بعض حصص سے اختلاف رکھنے کے مَیں نے مکرمی قدوسؔ صاحب کے اس محققانہ مضمون کو بعینہٖ درج کر دیا ہے۔

۷۶۴ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام عموماً رات کو سونے سے پہلے دبوایا کرتے تھے کبھی خود باہر سے خدام میں سے کسی کو بُلا لیتے تھے۔ مگر اکثر حافظ معین الدین عرف مانا آیا کرتے تھے۔ مَیں بھی سوتے وقت کئی دفعہ دبانے بیٹھ جایا کرتا تھا۔ ایک دن فرمانے لگے میاں تم نے مدّت سے نہیں دبایا۔ آؤ آج ثواب حاصل کر لو۔

۷۶۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ بعض اوقات گرمی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پُشت پر گرمی دانے نکل آتے تھے تو سہلانے سے اُنکو آرام آتا تھا۔ بعض اوقات فرمایا کرتے۔ کہ میاں "جلُون" کرو۔ جس سے مراد یہ ہوتی تھی کہ انگلیوں کے پوٹے بالکل آہستہ آہستہ اور نرمی سے پُشت پر پھیرو۔ یہ آپ کی اصطلاح تھی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ جلوّن ایک پنجابی لفظ ہے جس کے معنی آہستہ آہستہ کھجلانے کے ہیں۔

۷۶۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی دُو دفعہ بیعت کی۔ ایک دفعہ غالباً ۱۸۹۶ء میں مسجد اقصےٰ میں کی تھی۔ اس وقت میرے ساتھ ڈاکٹر بوڑیخان صاحب مرحوم نے بیعت کی تھی۔ دوسری دفعہ گھر میں جس دن حضرت ام المؤمنین نے ظاہری بیعت کی اسی دن مَیں نے بھی کی تھی۔ حضرت ام المؤمنین کی بیعت آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر لی تھی۔ باقی تمام مستورات کی صرف زبانی بیعت لیا کرتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ ڈاکٹر بوڑے خاں صاحب مرحوم قصور کے رہنے والے تھے اور بہت مخلص تھے۔ لاہور کے مشہور ایڈووکیٹ خان بہادر مولوی غلام محی الدین صاحب انہی کے لڑکے ہیں مگر افسوس ہے کہ باپ کے بعد وہ جماعت سے قطع تعلق کر چکے ہیں۔

۷۶۷ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز اتنی بلند تھی کہ اگر کبھی مسجد مبارک کی چھت پر جوش کے ساتھ تقریر فرماتے۔ تو آپ کی آواز باغ میں سُنائی دیتی تھی۔ نیز جب آپ تصنیف فرمایا کرتے تو اکثر اوقات ساتھ ساتھ

اونچی آواز میں خاص انداز سے اپنا لکھا ہوا پڑھتے بھی جاتے تھے۔
خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عادت تھی کہ آپ ابتداء میں بہت آہستہ آواز سے تقریر شروع فرماتے تھے لیکن بعد میں آہستہ آہستہ آپ کی آواز بہت بلند ہو جاتی تھی۔ اور باغ سے وہ باغ مراد ہے۔ جو قادیان سے جنوب کی طرف ہے جس کے ساتھ مقبرہ بہشتی واقع ہے اور آپ کا اپنے لکھے ہوئے کو پڑھنا گنگنانے کے رنگ میں ہوتا تھا۔

۷۶۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مولوی غلام احمد صاحب المعروف مجاہد خاکسار مؤلف کو مخاطب کر کے تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

(الف) سیرۃ المہدی حصہ دوم کی روایت ۴۶۷ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے واقعات کا نقشہ دیتے ہوئے آپ نے براہین احمدیہ حصہ چہارم کی اشاعت کا زمانہ ۱۸۸۴ء تحریر کیا ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"حافظ صاحب بلکہ تمام علماء اسلام اور عیسائی اس بات کو جانتے ہیں کہ براہین احمدیہ جس میں یہ دعوے ہے اور جس میں بہت سے مکالمات الہیہ درج ہیں۔ اس کے شائع ہونے پر اکیس برس گذر چکے ہیں اور اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ قریباً تیس برس سے یہ دعویٰ مکالمات الہیہ شائع کیا گیا ہے۔ اور نیز الہام الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ جو میرے والد صاحب کی وفات پر ایک انگشتری پر کھودا گیا تھا اور امرتسر میں ایک مُہر کن سے کھدوایا گیا تھا وہ انگشتری اب تک موجود ہے۔۔۔
۔۔۔۔۔ اور جیسا کہ انگشتری سے ثابت ہوتا ہے یہ بھی چھبیس برس کا زمانہ ہے۔۔۔۔۔۔
حافظ صاحب کی یہ مجال تو نہ ہوئی کہ اس امر کا اظہار کریں۔ جو اکیس سال سے براہین احمدیہ میں شائع ہو چکا ہے۔" (دیکھو اربعین طبع اوّل مطبوعہ دسمبر ۱۹۰۰ء نمبر ۳ ص ۸)

اس تصریح کی رو سے اوّل براہین احمدیہ حصہ چہارم کا زمانہ ۱۸۷۹ء چاہیئے۔ دوم الہام الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ کا زمانہ ۱۸۷۴ء چاہیئے۔ چنانچہ اس کی تصدیق نزول المسیح ص ۱۱۶ سے بھی ہوتی ہے۔ جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے والد ماجد کی وفات ۱۸۷۴ء میں قرار دی ہے۔ اور اسی کتاب کے ص ۲۰ میں ۱۸۷۵ء میں قرار دی ہے۔ اور اسی وقت والسماء والطارق اور الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ کا الہام ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔ مگر سیرۃ المہدی میں آپ کی تحقیق سے

حضرت میرزا غلام مرتضٰے صاحب کی وفات ۱۸۷۴ء میں قرار دی گئی ہے اور براہین احمدیہ حصہ چہارم کی اشاعت ۱۸۸۴ء میں قرار دی گئی ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اربعین میں حضرت صاحب نے اشاعت براہین کا زمانہ محض تخمینی طور پر لکھا ہے اور کوئی معیّن سنہ بیان نہیں کیا یا شاید اس سے براہین کی اشاعت مراد نہ ہو بلکہ محض تصنیف مراد ہو۔ کیونکہ بہر حال یہ یقینی ہے اور خود براہین میں اس کا ثبوت موجود ہے کہ براہین حصہ چہارم کی اشاعت ۱۸۸۴ء میں ہوئی تھی۔ باقی رہا دادا صاحب کی وفات کی تاریخ اور الہام والسماء والطارق کا سوال سو بیشک حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان تحریروں میں ایسا ہی لکھا ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض دوسری تحریروں سے دادا صاحب کی وفات ۱۸۷۶ء میں ثابت ہوتی ہے (دیکھو کشف الغطاء) اور چونکہ سرکاری ریکارڈ بھی اسی کا مؤید ہے۔ اس لئے مَیں نے اسے ترجیح دی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی تحریر میں ۱۸۷۴ء حضرت صاحب نے محض یاد کی بناء پر لکھا ہے اس لئے ذہول ہو گیا ہے جیسا کہ تاریخ کا اختلاف بھی یہی ظاہر کرتا ہے۔ مگر بہر حال صحیح سنہ ۱۸۷۶ء ہے۔ اور چونکہ والسماء والطارق کا الہام یقینی طور پر دادا صاحب کی وفات سے تعلق رکھتا ہے اس لئے اس کے متعلق بھی ۱۸۷۶ء کی تاریخ ہی درست سمجھی جائیگی۔ واللہ اعلم۔

(ب) حقیقۃ الوحی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "یہ ان الہاموں سے پہلا الہام اور پہلی پیشگوئی تھی جو خدا تعالےٰ نے مجھ پر ظاہر کی" (مراد الہام والسماء والطارق ہے گویا پہلا الہام والسماء والطارق قرار دیا ہے۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰۹ و ۲۱۰) مگر آپ نے "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے" والے الہام کو اول قرار دیا ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حقیقۃ الوحی کے حوالہ سے یہ مراد ہے کہ یہ الہام وہ پہلا الہام تھا جو مَیں نے پورا ہوتے دیکھا۔ نہ یہ کہ نزول کی ترتیب کے لحاظ سے یہ پہلا الہام تھا۔ بہر حال جب ایک طرف یہ ثابت ہے کہ والسماء والطارق والا الہام ۱۸۷۶ء کا ہے اور دوسری طرف "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے" کا الہام حضرت صاحب نے براہین احمدیہ میں صراحت کے ساتھ ۱۸۶۸ء یا ۱۸۶۹ء میں نازل ہونا بیان کیا ہے۔ تو ثابت ہُوا کہ یہ الہام پہلے کا ہے اور مَیں اسی کو پہلا الہام سمجھتا رہا ہُوں ہاں اب تذکرہ کی اشاعت نے اس معاملہ کو پھر قابل تحقیق بنا دیا ہے۔ جہاں نزول المسیح کے حوالہ سے

بعض الہاموں کو ۱۸۶۸ء سے بھی پہلے کا ظاہر کیا گیا ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ نزول المسیح کے تاریخی اندازے تخمینی ہیں اور یقینی نہیں کہ صحیح ہوں۔ واللہ اعلم۔

(ج) آپ کی تحقیق سے تصنیف و اشاعت استفتاء و سراج منیر ۱۸۹۷ء میں وقوع پذیر ہوتی ہے حالانکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا اشتہار مندرجہ تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۵۵ اس امر کا مثبت ہے کہ سراج منیر کی تصنیف مارچ ۱۸۸۶ء سے پہلے شروع ہو گئی تھی۔ اور اس اشتہار مورخہ یکم مارچ میں اس رسالہ (سراج منیر) کو قریب الاختتام قرار دے کر صرف چند ہفتوں کا کام باقی رہنا ظاہر کیا گیا ہے۔ اور اگر اشتہار کی طباعت اول کی تاریخ (آخر اشتہار سے) رکھی جاوے تو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء ظاہر ہوتی ہے اور اسی جگہ اسی اشتہار کی تاریخ طباعت بار دوم ۱۸۹۳ء ظاہر کی گئی ہے۔ اور اسی اشتہار کی دوبارہ اشاعت پر ضمیمہ صفحہ ۵۵ پر اس امر کا اظہار ہے۔ کہ اس رسالہ سراج منیر کی تصنیف واقعی پہلے ہو چکی تھی۔ اور اشاعت بے شک بعد میں ہوئی ہے۔ نیز تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۹۴ کے اشتہار سے بھی سراج منیر کی تصنیف پہلے کی ثابت ہے نیز تبلیغ رسالت صفحہ ۱۲۴ حصہ اول میں بھی سراج منیر کی اشاعت کو اس لئے ملتوی رکھنا ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ ہنوز بشیر اول کے متعلق مفصل علم نہ ہوا تھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مولوی صاحب کا یہ اعتراض درست نہیں ہے۔ جس سراج منیر کی تصنیف کا ذکر ابتدائی کتابوں اور اشتہاروں میں آتا ہے وہ اور تھی جو طبع نہیں ہوئی۔ اور جو سراج منیر ۱۸۹۷ء میں آکر شائع ہوئی وہ اور ہے چنانچہ خود مؤخر الذکر سراج منیر میں متعدد جگہ اس کا ثبوت ملتا ہے کہ یہ کتاب ۱۸۹۷ء میں لکھی گئی تھی۔ مثلاً ملاحظہ ہوں صفحہ ۱۷ و ۲۱ و ۴۸ و ۴۷۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحب نے اوائل میں ایک کتاب سراج منیر لکھنے کا ارادہ کیا تھا اور غالباً کچھ حصہ لکھا بھی ہوگا۔ مگر وہ طبع نہیں ہوئی۔ اور پھر اس کے بعد آپ نے ۱۸۹۷ء میں ایک اور رسالہ سراج منیر کے نام سے لکھکر شائع فرما دیا۔ واللہ اعلم۔

(د) آنجناب نے تصنیف و اشاعت حقیقۃ الوحی ۱۹۰۷ء میں قرار دی ہے۔ حالانکہ حقیقۃ الوحی ہی کے صفحات ۶۷ و ۳۹۲ و تتمہ صفحہ ۵، ۶ و ۲۳، ۲۶، ۳۲، حاشیہ و ۳۳ شروع و ۳۹ سے ثابت ہوتا ہے کہ ابتداء تصنیف ۱۹۰۶ء میں ہوئی۔ بلکہ یکم اکتوبر ۱۹۰۶ء کو حقیقۃ الوحی کاتب نے بھی لکھ لی تھی

اور پھر تتمہ حقیقۃ الوحی البتہ جنوری و فروری و مارچ و اپریل ۱۹۰۷ء میں لکھا گیا ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ درست ہے کہ حقیقۃ الوحی کا معتدبہ حصہ واقعی ۱۹۰۶ء میں لکھا گیا تھا مگر تصنیف کی تکمیل ۱۹۰۷ء میں ہوئی تھی۔ اور میری یہی مراد تھی مگر غلطی سے صرف ۱۹۰۷ء کی طرف ساری کتاب کو منسوب کر دیا گیا۔

۷۶۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ سیرۃ المہدی کی روایت ۴۶۷ میں سنین کے لحاظ سے جو واقعات درج ہیں۔ ان میں سے بعض میں مجھے اختلاف ہے۔ جو درج ذیل ہے:۔

۱۔ (الف) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے والد مرزا غلام مرتضٰی صاحب مرحوم کی وفات کی تاریخ ۲۰ راگست ۱۸۷۵ء تحریر فرمائی ہے (دیکھو نزول المسیح صفحہ ۲۰۷) مگر سیرۃ المہدی میں ۱۸۷۶ء درج ہے۔ پھر ایک اور جگہ حضرت صاحب نے اپنے والد کی وفات جون ۱۸۷۴ء لکھی ہے (نزول المسیح ۱۱۶)

خاکسار عرض کرتا ہے کہ خود حضرت صاحب کی تحریر کا اختلاف ظاہر کر رہا ہے کہ آپ نے یہ تاریخیں زبانی یادداشت پر قیاساً لکھی ہیں۔ مگر مَیں نے جو تاریخ لکھی ہے وہ سرکاری ریکارڈ سے لکھی ہے۔ اس لئے مَیں سمجھتا ہوں کہ ۱۸۷۶ء ہی درست ہے۔ اور خود حضرت صاحب کی کتاب کشف الغطاء میں بھی یہ سرکاری حوالہ درج ہے۔

(ب) پھر میر صاحب فرماتے ہیں کہ اسی ضمن میں یہ بھی عرض ہے کہ حضرت صاحب نے نزول المسیح کے صفحہ ۲۳۲ میں جو تاریخ اس خط کی لکھی ہے۔ جو پٹیالہ سے لکھکر بھیجا گیا تھا وہ ۱۸۸۷ء ہے۔ مگر یہ درست نہیں بلکہ یہ ۱۸۹۲ء کا واقعہ ہے جبکہ ہم پٹیالہ میں تھے اور میاں محمد اسحٰق صاحب ۲ سال کے تھے۔ ۱۸۸۷ء میں تو وہ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ اور ہم ۱۸۹۱ء میں پٹیالہ تبدیل ہو کر گئے تھے۔ اسی طرح حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۲ میں حضور نے سفر جہلم ۱۹۰۴ء میں لکھا ہے۔ مگر یہ سفر ۱۹۰۳ء میں ہوا تھا سو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس بارے میں ذہول ہوا ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ باتیں میر صاحب نے یونہی ضمناً بیان کر دی ہیں ورنہ سیرۃ المہدی کی روایت ۴۶۷ سے انہیں تعلق نہیں ہے۔

(۲) حضرت صاحب نے اپنے بھائی مرزا غلام قادر صاحب کی وفات ۱۸۸۱ء میں لکھی ہے۔

(نزول المسیح ص۲۲۵) اور آپ نے سیرۃ المہدی میں ۱۸۸۳ء لکھی ہے۔ اور اسی طرح ایک اور جگہ حضرت صاحب نے ان کی وفات ۱۸۸۰ء میں لکھی ہے (نزول المسیح ص۲۱۱)

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کو یاد نہیں رہا۔ جیسا کہ اختلاف سنین سے ظاہر ہے۔ مگر میرا اندراج سرکاری ریکارڈ پر مبنی ہے۔ اور مَیں سمجھتا ہوں کہ یہی درست ہے۔

(۳) آپ نے سُرخی کے چھینٹوں والا واقعہ سیرۃ المہدی حصّہ دوم میں ۱۸۸۵ء میں لکھا ہے۔ مگر حضرت صاحب اس کو قریباً ۱۸۸۰ء میں لکھتے ہیں۔ (نزول المسیح ص۲۲۶)

خاکسار عرض کرتا ہے کہ ۱۸۸۰ء کا اندازہ تو بہرحال درست معلوم نہیں ہوتا اور حضرت صاحب نے بھی اسے یونہی تخمینی رنگ میں لکھا ہے۔ البتہ ممکن ہے کہ تذکرہ کا اندراج درست ہو جو ۱۸۸۵ء ہے (دیکھو تذکرہ ایڈیشن اول ص۱۳۱) مگر مجھے ابھی تک اسی طرف میلان ہے کہ یہ ۱۸۸۴ء کا واقعہ ہے۔

(۴) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا دہلی کا نکاح ۱۸۸۵ء میں بیان کیا ہے (نزول المسیح ص۲۰۸) مگر سیرۃ المہدی میں ۱۸۸۴ء درج ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ میرے خیال میں ۱۸۸۴ء ہی درست ہے کیونکہ حضرت والدہ صاحبہ نے مجھے اس کی معین تاریخ بتائی تھی۔ مگر حضرت صاحب نے محض تخمیناً لکھا ہے۔ جیسا کہ نزول المسیح کے اکثر تاریخی اندازے تخمینی ہیں۔

(۵) حضرت صاحب نے مسیح ہونے کا اعلان بجائے ۱۸۹۱ء کے جیسا کہ سیرۃ المہدی میں لکھا گیا ہے ۱۸۹۰ء میں کیا تھا۔ اس کے متعلق میرا ثبوت یہ ہے کہ مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ ص۹۰ مکتوب نمبر ۷۵ جو حضرت صاحب نے ۱۵ر جولائی ۱۸۹۰ء کو تحریر فرمایا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ کئی مولوی مجھے ضالّ اور جہنمی کہتے ہیں اور مولوی محمد حسین بٹالوی کہتے ہیں۔ کہ مَیں عقلی طور پر مسیح کا آسمان سے اُترنا ثابت کردونگا پس صرف تصنیف فتح اسلام و توضیح مرام ہی ۱۸۹۰ء میں تصنیف نہیں ہوئی۔ بلکہ اعلان دعوی مسیحیت بھی ۱۸۹۰ء میں ہوگیا تھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ میری مراد اس اعلان سے اشاعت تھی۔ اور چونکہ اس کی تحریری اشاعت بذریعہ رسالہ فتح اسلام ۱۸۹۱ء میں ہوئی تھی۔ اس لئے مَیں نے اسے ۱۸۹۱ء میں رکھا ہے گو یہ درست ہے کہ ویسے زبانی طور پر اور خطوط کے ذریعہ اعلان ۱۸۹۰ء میں ہوگیا تھا۔

(۶) ۱۸۹۱ء کے واقعات میں آپ نے وفات عصمت کے بعد سفر امرتسر نہیں لکھا۔
خاکسار عرض کرتا ہے کہ مجھے اس کا علم نہیں تھا۔
(۷) ۱۸۹۱ء میں سفر پٹیالہ کو آپ نے وفات عصمت سے پہلے تحریر فرمایا ہے۔ حالانکہ الٹ لکھنا چاہئے تھا۔
خاکسار عرض کرتا ہے کہ مجھے اس کا صحیح علم نہیں ہے۔ ممکن ہے ایسا ہی ہو۔
(۸) آپ نے ۱۸۹۴ء کے واقعات میں حضرت صاحب کا سفر چھاؤنی فیروز پور نہیں لکھا حضرت صاحب اس سال ہمارے ہاں ایک دو روز کے لئے تشریف لائے تھے۔
خاکسار عرض کرتا ہے کہ مجھے اس کا علم نہیں تھا۔
(۹) شروع ۱۸۹۵ء میں جب میں قادیان مڈل کا امتحان دے کر آیا تھا۔ تو حضرت صاحب نے قریباً ۲ ماہ مجھے ایک ہزار عربی فقرہ بنا کر یاد کرایا تھا۔ پیر سراج الحق صاحب میرے ہم سبق تھے۔ مگر حضرت صاحب قریباً ۲۰ فقرے روزانہ مجھے چاشت کے وقت لکھوا دیتے تھے اور دوسرے دن سن لیتے تھے۔ اور پھر لکھوا دیتے تھے۔ آپ نے ان اسباق کا ذکر ۱۸۹۹ء کے واقعات میں کیا ہے۔
خاکسار عرض کرتا ہے کہ مجھے اس کا علم غالباً مکرم شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کے ذریعہ ہؤا تھا۔ لیکن چونکہ میر صاحب ۱۸۹۵ء کے متعلق یقین ظاہر کرتے ہیں۔ اس لئے غالباً ایسا ہی ہوگا۔ اور منن الرحمٰن کی تصنیف کا زمانہ بھی جو ۱۸۹۵ء ہے اسی کی تائید کرتا ہے۔
(۱۰) ۱۸۹۵ء میں آپ نے تصنیف و اشاعت ست بچن اور تصنیف و اشاعت آریہ دھرم کو الگ الگ کر کے لکھا ہے۔ حالانکہ پہلے ایڈیشن میں یہ دونوں کتب اکٹھی ایک جلد میں شائع کی گئی تھیں۔ اور ایک ہی دن ان کی اشاعت ہوئی تھی۔
خاکسار عرض کرتا ہے کہ مجھے اس کے متعلق علم نہیں تھا۔
(۱۱) آپ نے ۱۸۹۶ء کے واقعات میں لکھا ہے "تصنیف و اشاعت اسلامی اصول کی فلاسفی نشان جلسہ اعظم مذاہب لاہور" میرے نزدیک یوں چاہیئے "تصنیف اسلامی اصول کی فلاسفی نشان جلسہ اعظم مذاہب لاہور" بس اس سال یہی دو باتیں ہوئیں۔ مضمون قلمی تحریر تھا۔ جو

مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے آخر دسمبر میں سُنایا جلسہ میں سنانے کے لئے یہ مضمون پیراج الحق صاحب نے خوشخط قلمی لکھا تھا۔ پھر ۱۸۹۷ء میں رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب میں وہ پہلی دفعہ شائع ہوا۔ پس اشاعت ۱۸۹۷ء میں ہوئی۔ ہاں اگر جلسہ میں پڑھے جانے سے مراد اشاعت ہے۔ تو ٹھیک ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ اشاعت سے میری مراد اس کا پبلک میں پڑھا جانا تھی۔ گو یہ درست ہے کہ اس کی طباعت ۱۸۹۷ء میں ہوئی تھی۔

(۱۲) ۱۸۹۷ء کے واقعات میں آپ نے جلسہ جوبلی شصت سالہ ملکہ وکٹوریہ کا ذکر نہیں کیا

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مجھ سے یہ ذہول ہُوا ہے۔ میر صاحب کا بیان درست ہے کہ ملکہ وکٹوریہ کی ساٹھ سالہ جوبلی پر قادیان میں جلسہ ہُوا تھا۔

(۱۳) آپ نے ۱۹۰۱ء میں ۲ ماہ تک مسلسل نمازیں جمع کرنے کا ذکر نہیں کیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ بھی درست ہے کہ ایک لمبے عرصہ تک نمازیں جمع ہوتی تھیں۔ گو سنہ کے متعلق مجھے کوئی ذاتی علم نہیں تھا۔ مگر اب مَیں نے دیکھ لیا ہے کہ یہی سنہ درست ہے۔

(۱۴) ۱۹۰۲ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہُ اللہ بنصرہ العزیز کے نکاح وشادی کا ذکر ہے۔ مَیں دونوں موقعہ پر شریک تھا۔ نکاح کے لئے ہم رڑکی گئے تھے۔ اور رخصتانہ کے لئے ہم ایک لمبے عرصہ کے بعد آگرہ میں گئے تھے۔ یہ یاد نہیں۔ کہ یہ ایک سال کے ہی دو واقعات ہیں۔ یا کہ سنہ بدل جاتا ہے۔

(۱۵) ۱۹۰۶ء میں وفات نصیر احمد کا ذکر نہیں کیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس کا ذکر سہوًا رہ گیا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا بچہ نصیر احمد ۱۹۰۶ء میں پیدا ہو کر اسی سال کے دوران میں فوت ہو گیا تھا۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ میر صاحب نے جو نوٹ سیرۃ المہدی حصہ دوم کی روایت نمبر ۴۶۷ کے متعلق لکھا ہے اس کے علاوہ اسی روایت کے متعلق ایک نوٹ مولوی غلام احمد صاحب المعروف مجاہد کا بھی روایت نمبر ۶۸۷ میں گذر چکا ہے۔ نیز خاکسار اپنی طرف سے عرض کرتا ہے کہ ۱۸۸۵ء میں شہب آسمانی کے گرنے کا واقعہ بھی قابل اندراج ہے اور ۱۸۹۴ء میں کسوف خسوف کا واقعہ قابل اندراج ہے اور

۱۸۹۲ء میں نکاح محمدی بیگم ہمراہ مرزا سلطان محمد بیگ اور آغاز میعاد پیشگوئی قابل ذکر ہے اور ۱۹۰۱ء میں تصنیف واشاعت اشتہار ایک غلطی کا ازالہ کا اندراج ہونا چاہیئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میاں محمد طفیل صاحب ساکن دھرم سالہ نے مجھ سے بذریعہ ۷۷۰
تحریر بیان کیا کہ ان سے لالہ ڈھیرو مل صاحب گھڑی ساز نے بذریعہ تحریر بیان کیا تھا۔ کہ:۔

"مجھے ایک واقعہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی صداقت کا یاد ہے جو کہ میرے دوست پنڈت مُولا رام صاحب ہیڈ کلرک ڈسٹرکٹ بورڈ دھرم سالہ نے جو کہ ہوشیار پور کا رہنے والا تھا۔ مجھ سے ذکر کیا تھا۔ پنڈت صاحب موصوف کا میرے ساتھ دوستانہ سلوک تھا۔ وہ ہر بات جو قابلِ ذکر ہوتی تھی۔ میرے ساتھ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ جب ۴ اپریل ۱۹۰۵ء کو زلزلہ آیا۔ جس سے دھرم سالہ و کانگڑہ تباہ ہُوا تھا۔ وہ زلزلہ ۶ بجکر ۴ منٹ پر ہُوا تھا۔ زلزلہ ہونے سے ۵ منٹ پیشتر پنڈت مولا رام صاحب نے میرے ساتھ ذکر کیا تھا۔ کہ کل شام کا مرزا صاحب موصوف کا خط آیا ہُوا ہے۔ رات کو مَیں پڑھ نہ سکا۔ ابھی پڑھ رہا ہوں۔ مرزا صاحب کی تحریر زیادہ دلچسپ ہوتی ہے اور علمی ہوتی ہے۔ اس لئے مجھے پڑھنے کا بڑا شوق ہے۔ اور توجہ سے پڑھا کرتا ہوں۔ اور جب کبھی کسی امر کے متعلق کوئی سوال مجھے درپیش ہوتا ہے تو مَیں مرزا صاحب کی خدمت میں لکھدیا کرتا ہوں۔ ان کی طرف سے مجھے ایسا جواب آتا ہے کہ اس کے پڑھنے سے میرے تمام شکوک دُور ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ آج بھی میرے ایک سوال کا جواب مرزا صاحب موصوف کی طرف سے آیا ہے اور مَیں اس کو پڑھ رہا تھا۔ کہ زلزلہ آگیا۔ میں خط پڑھتے پڑھتے اپنے مکان سے باہر نکل آیا۔ اور مرزا صاحب کے خط کی بدولت میری جان بچ گئی۔ چنانچہ جس وقت مَیں نے پنڈت صاحب موصوف کو باہر دیکھا۔ مرزا صاحب کا خط ان کے ہاتھ میں تھا۔ یہ ذکر پنڈت صاحب نے مجھ سے کیا۔ جو کہ بالکل صحیح ہے اور ساتھ ہی مَیں بھی اس بات پر اعتقاد رکھتا ہُوں۔ کہ جو کلام مرزا غلام احمد صاحب کرتے تھے۔ وہ خدا سے علم پا کر کرتے تھے۔ اور آپ واقعی خدا رسیدہ انسان تھے۔ لہذا یہ سچے کلمات محمد طفیل و محمد حسین ٹیلر ماسٹر جن کا تعلق جماعت احمدیہ قادیان سے ہے۔ ان کی خواہش پر قلمبند کرتا ہوں۔

کاتب محمد طفیل احمدی دھرم سالہ

(دستخط) لالہ ڈھیرو مل گھڑی ساز بقلم خود
مورخہ ۹ر اکتوبر ۱۹۳۲ء

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ وہی واقعہ ہے جس کا ذکر سیرۃ المہدی حصہ دوم کی روایت نمبر ۳۴۴ میں ماسٹر نذیر خاں صاحب کی زبانی ہو چکا ہے۔ یعنی یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے پنڈت مولا رام صاحب کو اپریل ۱۹۰۵ء میں ایک خط لکھا تھا۔ جس میں یہ تحریر فرمایا تھا۔ کہ خدا کا عذاب بالکل سر پر ہے اور گھنٹوں اور منٹوں اور سیکنڈوں میں آنے والا ہے اور لطف یہ ہے کہ پنڈت صاحب اس خط کو پڑھ ہی رہے تھے یا پڑھکر فارغ ہوئے تھے کہ ۴ر اپریل ۱۹۰۵ء والا زلزلہ آگیا جس نے ضلع کانگڑہ میں خطرناک تباہی مچائی اور ہزاروں انسان ہلاک ہو گئے۔ اور لاکھوں کروڑوں روپے کی جائیداد خاک میں مل گئی۔

۷۷۱ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شیخ عبدالحق صاحب ساکن وڈالہ بانگر تحصیل وضلع گورداسپور نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ غالباً ۱۹۰۶ء یا ۱۹۰۷ء کا ذکر ہے۔ خاکسار راقم تحصیل دار بندوبست کے سرشتہ میں بطور محرر کام کرتا تھا۔ چونکہ بندوبست کا ابتدا تھا اور عملہ بندوبست ابھی تھوڑا آیا ہوا تھا۔ تحصیلدار بندوبست صرف دو ہی آئے ہوئے تھے۔ اس لئے دو دو تحصیلوں کا کام تحصیلدار صاحبان کے سپرد تھا۔ جن تحصیلدار صاحب کے ماتحت خاکسار کام کرتا تھا۔ ان کے سپرد تحصیل بٹالہ اور گورداسپور کا کام تھا۔ تحصیل بٹالہ میں موضع رتر چھتر المعروف مکان شریف میں ایک بزرگ حضرت امام علی شاہ صاحب گذرے ہیں۔ دور دور تک لوگ ان کے معتقد ہیں۔ اور اکثر دیہات میں آپ کے مریدوں نے بہت کثرت کے ساتھ اپنی اراضیات بزرگ موصوف کے نام منتقل کردی ہوئی ہیں۔ اس وراثت کے متعلق شاہ صاحب مذکور کی اولاد میں باہمی تنازعہ ہو گیا۔ جناب میر بارک اللہ صاحب جو ان دنوں گدی نشین تھے وہ ایک خاص حصہ رقبہ میں سے بعض وجوہات کے ماتحت اپنے چھوٹے بھائی میر لطف اللہ شاہ صاحب کو حصہ دینا نہیں چاہتے تھے۔ اس پر میر لطف اللہ شاہ صاحب نے تقسیم اراضی کا مقدمہ تحصیلدار بندوبست کے محکمہ میں دائر کردیا۔ اس مقدمہ کی پیروی کے لئے دونوں بھائی ہمارے محکمہ میں تاریخ مقررہ پر عموماً آیا کرتے تھے۔ اتفاقاً ایک دن جو جمعہ تھا تحصیلدار صاحب کا مقام کوٹ ٹوڈرمل جو قادیان

کے قریب ہے، ہؤا۔ اور اسی دن شاہ صاحبان کی پیشی تھی۔ اس لئے ہر دو صاحبان کوٹ ٹوڈرمل تشریف لائے۔ خاکسار بغرض ادائیگی جمعہ باجازت تحصیلدار صاحب قادیان آیا۔ اور جمعہ مسجد مبارک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی معیّت میں پڑھا۔ جمعہ سے فارغ ہو کر جب حضور گھر تشریف لیجا رہے تھے تو ابھی اسی دروازہ میں تھے جس میں بالعموم آپ مسجد میں تشریف لایا کرتے تھے کہ ایک شخص نے عرض کی کہ حضور میر لطف اللہ شاہ مکان شریف والے حضور کی زیارت کے لئے تشریف لائے ہیں۔ حضور اجازت فرمائیں تو وہ آئیں۔ حضور نے اجازت دی۔ اور آپ وہیں مسجد مبارک میں اس دریچہ کے ساتھ جو جانب شمالی گوشہ شمال مغربی سے گلی میں کھلتا ہے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ خاکسار کو بھی حضور کے پاس ہی بیٹھنے کا موقعہ مل گیا۔ میر لطف اللہ شاہ صاحب تشریف لائے۔ اور حضور کے سامنے جنوبی دیوار کے ساتھ بیٹھ گئے۔ اس وقت مسجد مبارک کوچہ کے بالائی حصہ پر ہی واقعہ تھی اور ابھی اس کی توسیع نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے اس کا عرض بہت تھوڑا تھا۔ حضرت صاحب شمالی دیوار کے ساتھ رونق افروز تھے۔ اور شاہ صاحب سامنے جنوبی دیوار کے پاس بیٹھے ہوئے تھے

حضور نے شاہ صاحب سے دریافت فرمایا۔ کہ آپ کس طرح تشریف لائے ہیں۔ انہوں نے مقدمہ کا سارا ماجرہ بیان کیا۔ اس سارے طویل قصہ کو سُننے کے بعد حضور نے فرمایا۔ شاہ صاحب جب انسان دنیا کو چھوڑتا ہے۔ اور مولا کریم کی طرف اس کی توجہ مبذول ہو جاتی ہے۔ تو وہ آگے آگے دوڑتا ہے۔ اور دُنیا اس کے پیچھے پیچھے دوڑتی ہے۔ لیکن جب انسان خدا سے منہ موڑ لیتا ہے اور دنیا کے پیچھے پڑتا ہے۔ تو اس وقت دنیا آگے آگے دوڑتی ہے اور وہ پیچھے پیچھے جاتا ہے۔ مطلب حضور کا یہ تھا کہ ایک زمانہ وہ تھا کہ آپ کے بزرگ دنیا سے دل برداشتہ ہو کر خدا کے بن گئے تھے۔ تو دنیا کی جائدادیں خود بخود اُن کی طرف آگئیں۔ اور اب آپ نے خُدا سے وہ تعلق قائم نہ رکھا۔ اور انہیں جائدادوں پر گر گئے۔ تو اب وہی جائدادیں آپ کے لئے نصب العین ہو گئی ہیں۔ اور آپ کی ساری توجہ دُنیا طلبی میں صرف ہو رہی ہے۔ مگر پھر بھی جائدادیں ہاتھ سے نکلی جا رہی ہیں۔ اس وقت شاہ صاحب نے عرض کیا کہ حضور میرے لئے دعا کی جائے۔ حضور نے دُعا کی اور شاہ صاحب واپس مکان شریف چلے گئے۔ اس وقت مسجد میں حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اوّل بھی وہاں موجود تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ رتر چھتر یعنی مکان شریف ڈیرہ بابا نانک کے قریب ہے اور اس وقت اِس کے گدّی نشین صاحب سلسلہ عالیہ احمدیہ کے سخت مخالف ہیں۔ مگر ان میں سے خدا نے ایک نیک وجود احمدیت کو بھی دے رکھا ہے۔ میری مراد لفٹیننٹ ڈاکٹر سیّد محمد حسین شاہ صاحب ہیں جو اسی خاندان میں سے ہیں اور نہایت مخلص احمدی ہیں۔

۷۷۲ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کبھی بھی کسی سے معانقہ کرتے نہیں دیکھا۔ مصافحہ کیا کرتے تھے اور حضرت صاحب کے مصافحہ کرنے کا طریقہ ایسا تھا۔ جو عام طور پر رائج ہے۔ اہلحدیث والا مصافحہ نہیں کیا کرتے تھے۔

۷۷۳ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ اگرچہ صدقہ اور زکوٰۃ سادات کے لئے منع ہے۔ مگر اس زمانہ میں جب ان کے گذارہ کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ تو اس حالت میں اگر کوئی سیّد بھوکا مرتا ہو۔ اور کوئی اور صورت انتظام کی نہ ہو۔ تو بے شک اُسے زکوٰۃ یا صدقہ میں سے دیدیا جائے۔ ایسے حالات میں ہرج نہیں ہے۔

۷۷۴ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بیان کیا کہ عبداللہ آتھم کے متعلق پیشگوئی کے دَوران میں ایک دفعہ مجھے خواب آیا۔ کہ اس پیشگوئی کی میعاد کے مطابق عبداللہ آتھم کے مرنے کا آخری دن یہ ہے۔ خواب میں وہ دن بھی بتایا گیا۔ اس وقت مَیں خواب میں بہت غور سے سورج کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کہ کہیں عبداللہ آتھم کے مرنے سے پہلے سُورج غروب نہ ہو جائے۔ اور خواب میں مَیں نے دیکھا کہ سورج غروب ہونے کے عین قریب ہو گیا۔ اور عبداللہ آتھم کے مرنے کی کوئی خبر نہ آئی۔ پھر مَیں نے رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً پڑھنا شروع کیا۔ مگر سورج غروب ہو گیا اور پھر بھی کوئی خبر نہ آئی۔ اس کے بعد مَیں بیدار ہو گیا۔ اور یہ خواب حضرت صاحب کو سُنایا۔ حضور نے حساب لگا کر فرمایا کہ ہاں آخری دن تو وہی بنتا ہے۔ جو آپ کو خواب میں دکھایا گیا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ مَیں بھی جب اس کے متعلق دعا کرتا ہُوں۔ تو دُعا میں پورے طور پر توجہ قائم نہیں ہوتی۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا کہ خدا تعالیٰ

کی حکمت کے ماتحت آتھم پہلی میعاد میں نہ مرا۔ اور اسے خدائی الہام کے مطابق کہ "بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے" مہلت مل گئی۔

۷۷۵ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ پیر منظور محمد صاحب نے بواسطہ مولوی عبدالرحمن صاحب مبشر بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ جبکہ ابھی چھوٹی مسجد وسیع نہ ہوئی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ظہر یا عصر کی نماز کے لئے باہر تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ اس وقت ایک مَیں تھا اور ایک اور شخص تھا۔ اس وقت حضور نے فرمایا۔ خدا تعالیٰ کے حسن و احسان کا مطالعہ کرنے سے خدا تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حسن سے مراد خدا تعالیٰ کے صفات حسنہ ہیں۔ اور احسان سے مراد ان صفات حسنہ کا ظہور ہے یعنی خدا تعالیٰ کے وہ انعام و افضال جو وہ اپنے بندوں پر کرتا ہے اور اس میں کیا شبہ ہے کہ خدا کی محبت کے یہی دو بڑے ستون ہیں۔

۷۷۶ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام لدھیانہ میں تھے کہ مَیں حاضر خدمت ہوا۔ حضور نے فرمایا کہ اس وقت اشتہار طبع کرانے کی ضرورت ہے کیا اس کے لئے آپ کی جماعت ساٹھ روپے کا خرچ برداشت کر لے گی۔ مَیں نے اثبات میں جواب دیا۔ اور فوراً کپورتھلہ واپس آکر اپنی اہلیہ کی سونے کی تلڑی فروخت کر دی۔ اور احباب جماعت میں سے کسی سے ذکر نہ کیا۔ اور ساٹھ روپے لیکر میں اُڑ گیا۔ اور لدھیانہ جاکر حضور کے سامنے یہ رقم پیش کر دی۔ چند روز بعد منشی اروڑا صاحب لدھیانہ آ گئے۔ مَیں وہیں تھا۔ ان سے حضور نے ذکر فرمایا کہ آپ کی جماعت نے بڑے اچھے موقعہ پر امداد کی ہے۔ منشی اروڑا صاحب نے عرض کی کہ حضور مجھے یا جماعت کو تو پتہ بھی نہیں۔ حضور کس امداد کا ذکر فرماتے ہیں۔ اس وقت منشی اروڑا صاحب کو اس بات کا علم ہوا۔ کہ مَیں اپنی طرف سے روپیہ دے آیا ہوں۔ اس پر وہ مجھ سے بہت ناراض ہوئے۔ کہ تم نے مجھے کیوں نہ بتلایا۔ مَیں ثواب سے محروم رہا۔ حضرت صاحب سے بھی عرض کی۔ حضور نے فرمایا۔ منشی صاحب خدمت کرنے کے بہت سے موقعے آئیں گے۔ آپ گھبرائیں نہیں۔ مگر اس بناء پر منشی صاحب چھ ماہ تک مجھ سے ناراض رہے

خاکسار عرض کرتا ہے کہ کپورتھلہ کی جماعت ایک خاص جماعت تھی۔ اور نہایت مخلص تھی۔ ان میں سے تین دوست خاص طور پر ممتاز تھے۔ یعنی میاں محمد خاں صاحب مرحوم، منشی روڑے خاں صاحب مرحوم اور منشی ظفر احمد صاحب۔ اول الذکر بزرگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں فوت ہو گئے تھے اور ثانی الذکر خلافت ثانیہ میں فوت ہوئے اور مؤخر الذکر ابھی تک زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں تادیر سلامت رکھے اور ہر طرح حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ مکرم منشی ظفر احمد صاحب کے اس اخلاص کے اظہار میں تین لطافتیں ہیں ایک تو یہ کہ جو رقم جماعت سے مانگی گئی تھی وہ انہوں نے خود اپنی طرف سے پیش کر دی۔ دوسرے یہ کہ پیش بھی اس طرح کی کہ نقد موجود نہیں تھا تو زیور فروخت کر کے روپیہ حاصل کیا۔ تیسرے یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جتایا تک نہیں کہ میں خود اپنی طرف سے زیور بیچکر لایا ہوں۔ بلکہ حضرت صاحب یہی سمجھتے رہے کہ جماعت نے چندہ جمع کر کے یہ رقم بھجوائی ہے۔ دوسری طرف منشی روڑے خاں صاحب کا اخلاص بھی ملاحظہ ہو کہ اس غصہ میں منشی ظفر احمد صاحب سے چھ ماہ ناراض رہے کہ اس خدمت کے موقعہ کی اطلاع مجھے کیوں نہیں دی۔ یہ نظارے کس درجہ روح پرور کس درجہ ایمان افروز ہیں۔ اے محمدی سلسلہ کے برگزیدہ مسیح! تجھ پر خدا کا لاکھ لاکھ درود اور لاکھ لاکھ سلام ہو کہ تیرا ثمر کیسا شیریں ہے۔ اور اے محمدی مسیح کے حلقہ بگوشو! تم پر خدا کی لاکھ لاکھ رحمتیں ہوں کہ تم نے اپنے عہد اخلاص و وفا کو کس خوبصورتی اور جاں نثاری کے ساتھ نبھایا ہے۔

۲۲۲ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ اوائل میں جب میں قادیان جاتا تو اس کمرے میں ٹھہرتا تھا۔ جو مسجد مبارک سے ملحق ہے اور جس میں سے ہو کر حضرت صاحب مسجد میں تشریف لے جاتے تھے ایک دفعہ ایک مولوی جو ذی علم شخص تھا۔ قادیان آیا۔ بارہ نمبردار اس کے ساتھ تھے۔ وہ مناظرہ وغیرہ نہیں کرتا تھا بلکہ صرف حالات کا مشاہدہ کرتا تھا ایک مرتبہ رات کو تنہائی میں میرے پاس اس کمرہ میں وہ آیا۔ اور کہا کہ ایک بات مجھے بتائیں کہ مرزا صاحب کی عربی تصانیف ایسی ہیں کہ ان جیسی کوئی فصیح بلیغ عبارت نہیں لکھ سکتا۔ ضرور مرزا صاحب کچھ علماء سے مدد لے کر لکھتے ہونگے۔ اور وہ وقت رات کا ہی ہو سکتا ہے تو کیا رات کو کچھ آدمی ایسے آپ کے پاس رہتے ہیں جو اس کام میں مدد دیتے ہوں۔ میں نے کہا مولوی

محمد چراغ اور مولوی معین الدین ضرور آپ کے پاس رات کو رہتے ہیں۔ یہ علماء رات کو ضرور امداد کرتے ہیں۔ حضرت صاحب کو میری یہ آواز پہونچ گئی۔ اور حضور اندر بہت ہنسے حتیٰ کہ مجھ تک آپ کی ہنسی کی آواز آئی۔ اس کے بعد مولوی مذکور اُٹھکر چلا گیا۔ اگلے روز جب مسجد میں بعد عصر حسب معمول حضور بیٹھے تو وہ مولوی بھی موجود تھا۔ حضور میری طرف دیکھکر خود بخود ہی مسکرائے۔ اور ہنستے ہوئے فرمایا۔ کہ اُن علماء کو ہمیں دکھلا بھی تو دو۔ اور پھر ہنسنے لگے۔ اس وقت مولوی عبدالکریم صاحب کو بھی رات کا واقعہ حضور نے سُنایا۔ اور وہ بھی ہنسنے لگے۔ میں نے چراغ اور معین الدین کو بلا کر مولوی صاحب کے سامنے کھڑا کر دیا۔ چراغ ایک بافندہ اَن پڑھ حضرت صاحب کا نوکر تھا۔ اور معین الدین صاحب ان پڑھ نابینا تھے۔ جو حضرت صاحب کے پَیر دبایا کرتے تھے۔ وہ شخص ان دونوں کو دیکھکر چلا گیا۔ اور ایک بڑے تھال میں شیرینی لے کر آیا۔ اور حضور سے عرض کیا کہ مجھے بیعت فرمالیں۔ اب کوئی شک وشبہ میرے دل میں نہیں رہا۔ اور اس کے بارہ ساتھی بھی اس کے ساتھ ہی بیعت ہو گئے۔ حضرت صاحب نے بیعت اور دعا کے بعد ان مولوی صاحب کو مسکراتے ہوئے فرمایا۔ کہ یہ مٹھائی منشی صاحب کے آگے رکھدو۔ کیونکہ وہی آپ کی ہدایت کا باعث ہوئے ہیں۔

۷۷۸ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ پیر منظور محمد صاحب نے بواسطہ مولوی عبدالرحمن صاحب مبشر بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا۔ لاہور میں غالباً وفات سے ایک دن پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اندر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ آج مجھے دست زیادہ آگئے ہیں۔ چنانچہ مَیں نے تین قطرے کلوروڈین کے پی لئے ہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کو اسہال کی شکایت اکثر رہتی تھی۔ مگر آخری مرض میں جہانتک مجھے یاد ہے صرف وفات والے دن سے قبل کی رات اسہال لگے تھے۔ مگر ممکن ہے۔ کہ ایک دو روز پہلے بھی معمولی شکایت پیدا ہو کر پھر دب گئی ہو۔

۷۷۹ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مجھ سے پیر منظور محمد صاحب بیان کرتے تھے۔ کہ ایک دن میری مرحومہ اہلیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر سے آئیں اور کہنے لگیں کہ آج حضرت صاحب نے میاں بشیر احمد صاحب (یعنی خاکسار مؤلف) کو بلا کر فرمایا

خُو تم میرے بیٹے ہوگئے تو ناول نہیں پڑھو گے"۔
خاکسار عرض کرتا ہے کہ مجھے یہ واقعہ یاد نہیں۔ مگر اس روایت سے مجھے ایک خاص سرور حاصل ہُوا ہے کیونکہ مَیں بچپن سے محسوس کرتا آیا ہوں کہ مجھے ناول خوانی کی طرف کبھی توجہ نہیں ہوئی۔ نہ بچپن میں نہ جوانی میں اور نہ اب۔ بلکہ ہمیشہ اس کی طرف سے بے رغبتی رہی ہے حالانکہ اکثر نوجوانوں کو اس میں کافی شغف ہوتا ہے اور خاندان میں بھی بعض افراد کبھی کبھی ناول پڑھتے رہے ہیں۔
نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت حضرت صاحب نے کسی کو ناول پڑھتے دیکھا ہوگا۔ یا کسی اور وجہ سے ادھر توجہ ہوئی ہوگی۔ جس پر بطریق انتباہ مجھے یہ نصیحت فرمائی۔ اور الحمدللہ مَیں حضرت صاحب کی توجہ سے خدا کے فضل کے ساتھ اس لغو فعل سے محفوظ رہا۔

۷۸۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت ام المومنین نے ایک دن سُنایا کہ حضرت صاحب کے ہاں ایک بوڑھی ملازمہ مسماۃ بھانو تھی۔ وہ ایک رات جبکہ خوب سردی پڑ رہی تھی۔ حضور کو دبانے بیٹھی۔ چونکہ وہ لحاف کے اوپر سے دباتی تھی۔ اس لئے اُسے یہ پتہ نہ لگا کہ جس چیز کو مَیں دبا رہی ہوں۔ وہ حضور کی ٹانگیں نہیں ہیں بلکہ پلنگ کی پٹی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت صاحب نے فرمایا۔ بھانو آج بڑی سردی ہے۔ بھانو کہنے لگی "ہاں جی تدے تے تہاڈی لتاں لکڑی وانگو ہویاں ایں" یعنی جی ہاں جبھی تو آج آپ کی لاتیں لکڑی کی طرح سخت ہو رہی ہیں۔
خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب نے جو بھانو کو سردی کی طرف توجہ دلائی تو اس میں بھی غالباً یہ جتانا مقصود تھا کہ آج شاید سردی کی شدت کی وجہ سے تمہاری حس کمزور ہو رہی ہے اور تمہیں پتہ نہیں لگا کہ کس چیز کو دبا رہی ہو۔ مگر اس نے سامنے سے اور ہی لطیفہ کر دیا۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ بھانو مذکورہ قادیان کے ایک قریب کے گاؤں بسرا کی رہنے والی تھی۔ اور اپنے ماحول کے لحاظ سے اچھی مخلصہ اور دیندار تھی۔

۷۸۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ قریباً ۱۸۹۷ء یا ۱۸۹۸ء کا واقعہ ہے کہ کہیں سے ایک بہت بڑا لوہے چینی کا پیالہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس آیا جس کی بڑائی کی وجہ سے معلوم نہیں اہل بیت نے یا خود حضرت صاحب نے اس کا نام

کاستہ المسیح رکھدیا۔ اور اسی نام سے وہ مدتوں مشہور رہا۔ ان دنوں حضرت صاحب کو کچھ پھنسیوں وغیرہ کی تکلیف جو ہوئی۔ تو آپ نے ایک نسخہ جس میں مُنڈی بُوٹی۔ مہندی۔ عناب۔ شاہترہ چرائتہ اور بہت سی اور مصفی خون ادویات تھیں اپنے لئے تجویز کیا۔ یہ ادویہ اس "کاستہ المسیح" میں شام کو بھگوئی جاتیں اور صبح مَل کر اور چھان کر آپ اس کے چند گھونٹ پی لیتے اور دوسروں سے بھی کہتے کہ پیو یہ بہت مفید ہے۔ یہ خاکسار اکثر اس کو اپنے ہاتھ سے تیار کرتا تھا۔ اس لئے تھوڑا سا پی بھی لیتا تھا۔ مگر اس میں بدمزگی۔ ہیک اور تلخی کمال درجہ کی تھی۔ اکثر لوگ تو پینے سے ہی جی چراتے۔ اور جو ایک دفعہ پی لیتے وہ پھر پاس نہ پھٹکتے تھے۔ مگر حضور خود اس کو مدت تک پیتے رہے۔ بلکہ جسے کوئی تکلیف اس قسم کی سُنتے اسے اس میں سے حصہ دیتے۔ چنانچہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے یہ خیال کرکے کہ یہ ایک بہت عمدہ دوا ہوگی۔ اسے پینے کی خواہش ظاہر کی۔ جس پر حضرت صاحب نے ان کو چند گھونٹ بھجوادیئے۔ مگر اس کو چکھ کر مولوی صاحب مرحوم کی حالت بدل گئی اور انہوں نے اپنی فصیح و بلیغ زبان میں اس کی وہ تعریف کی۔ کہ سُننے والے ہنس ہنس کر لوٹ گئے۔ مگر حضور علیہ السلام کی طبیعت ایسی تھی کہ کیسی ہی بدمزہ۔ تلخ اور ناگوار دوا ہو۔ آپ کبھی اس کے استعمال سے ہچکچاتے نہ تھے اور بلا تامل پی لیتے تھے۔

۷۸۲ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عادت تھی کہ عمامہ کا شملہ لمبا چھوڑتے تھے یعنے اتنا لمبا کہ سُرین کے نیچے تک پہنچتا تھا خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ میر صاحب موصوف کی روایت بہت پختہ ہوتی ہے۔ مگر جہاں تک مجھے یاد ہے آپ کا شملہ بے شک کسی قدر لمبا تو ہوتا تھا مگر اتنا لمبا نہیں ہوتا تھا کہ سُرین سے نیچے تک جا پہنچے۔ واللہ اعلم۔

۷۸۳ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حسن ظنی کی تاکید میں ایک حکایت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکثر سُنایا کرتے تھے۔ اور وہ حکایت یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک دفعہ تکبر سے توبہ کی اور عہد کیا کہ میں آئندہ اپنے تئیں سب سے ادنیٰ سمجھا کروں گا۔ ایک دفعہ وہ سفر پر گیا اور ایک دریا کے کنارے پہونچکر کشتی کی انتظار کرنے لگا۔ اس وقت اس نے کچھ فاصلہ پر دیکھا کہ ایک آدمی اور ایک عورت بیٹھے ہیں۔ اور غالباً وہ بھی کشتی کا انتظار

کررہے ہیں۔ ان کے پاس ایک بوتل ہے۔ کبھی اس میں سے ایک گھونٹ وہ مرد پی لیتا ہے اور کبھی عورت پیتی ہے۔ یہ دیکھکر اس نے دل میں کہا کہ یہ دونوں کس قدر بےحیا ہیں کہ دریا کے گھاٹ پر لوگوں کے سامنے بے حجاب بیٹھے ہوئے اس طرح شراب پی رہے ہیں۔ ان سے تو مَیں بہرحال اچھا ہوں۔ اتنے میں دریا کے پار کی طرف سے کشتی کنارے کے قریب آئی اور لہر کے صدمہ سے الٹ گئی۔ اس میں چھ آدمی تھے یہ نظارہ دیکھکر وہ عورت کا ساتھی اُٹھا اور دریا میں کود پڑا۔ اور ایک ایک کر کے ۵ آدمیوں کو نکال لایا۔ پھر اس شخص سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اب آپ بھی اس چھٹے آدمی کو نکالیں۔ یا دور دور بیٹھے دوسروں پر ہی بدظنی کرنا جانتے ہیں۔ سُنئیے یہ عورت میری والدہ ہے اور اس بوتل میں پینے کا پانی ہے جو ہم نے سفر میں محفوظ کر رکھا ہے۔ یہ سُنکر وہ شخص بہت شرمندہ ہؤا۔ اور بدظنی سے توبہ کی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ کوئی بزرگ ہوگا جسے کشفی صورت میں اس شخص کے اندرونہ کا علم ہوگیا ہوگا۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ یہ قصہ محض نصیحت اور عبرت کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

۴۸۴ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکثر فرمایا کرتے تھے کہ بندہ کو چاہیئے کہ ہمیشہ اپنے خدا پر نیک ظن رکھے۔ تمام غلط عقائد کی جڑ اللہ تعالےٰ پر بدظنی ہے۔ خدا تعالےٰ خود فرماتا ہے کہ ذٰلکم ظنکم الذی ظننتم بربکم اردٰکم۔ یعنی اے کافرو! تم نے جو بدظنی خدا پر کی اسی نے تم کو ہلاک کیا۔ اسی طرح حدیث شریف میں آیا ہے انا عند ظن عبدی بی۔ یعنی خدا فرماتا ہے کہ جس طرح میرا بندہ میرے متعلق گمان کرتا ہے مَیں اس کے ساتھ اسی طرح کا سلوک کرتا ہوں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ حدیث نہایت وسیع المعانی اور لطیف المعانی ہے مگر افسوس ہے کہ اکثر لوگ اس کی حقیقت کو نہیں سمجھتے۔

۴۸۵ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ بعض اوقات ہمارے اپنے ۲ آدمی ہمارے پاس آتے ہیں۔ اور ان کا آپس میں جھگڑا یا مقدمہ ہوتا ہے۔ اور دونوں نذر دیتے ہیں۔ اور دعا کی درخواست کرتے ہیں کہ مقدمہ ان کے حق میں فتح ہو۔ ہم دونوں کی نذر قبول کر لیتے ہیں۔ اور خدا سے یہ دعا کرتے ہیں کہ ان میں سے جو سچا ہو اور جس کا حق ہو۔ اُسے فتح دے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ پیر کا مرید کی نذر ردّ کرنا مرید کے لئے موت سے بڑھکر ہوتا ہے اس لئے سوائے اس کے کہ کسی پر کوئی خاص ناراضگی ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سب کی نذر قبول فرما لیتے تھے اور سب کے لئے دعا کرتے تھے اور ہر ایک کو اپنے اپنے رنگ میں دعا فائدہ پہونچاتی تھی۔ کسی کو فتح کے رنگ میں اور کسی کو اور رنگ میں۔

۷۸۶ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مائی رسول بی بی صاحبہ بیوہ حافظ حامد علی صاحب مرحوم نے بواسطہ مولوی عبدالرحمن صاحب جٹ مولوی فاضل مجھ سے بیان کیا کہ ایک زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت میں مَیں اور اہلیہ بابو شاہ دین رات کو پہرہ دیتی تھیں۔ اور حضرت صاحب نے فرمایا ہُوا تھا کہ اگر میں سوتے میں کوئی بات کیا کروں تو مجھے جگا دینا۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ میں نے آپ کی زبان پر کوئی الفاظ جاری ہوتے سُنے اور آپ کو جگا دیا۔ اس وقت رات کے بارہ بجے تھے۔ ان ایام میں عام طور پر پہرہ پر مائی فجو منشیانی اہلیہ منشی محمد دین گوجرانوالہ اور اہلیہ بابو شاہ دین ہوتی تھیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مائی رسول بی بی صاحبہ میری رضاعی ماں ہیں اور حافظ حامد علی صاحب مرحوم کی بیوہ ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے خادم تھے۔ مولوی عبدالرحمن صاحب ان کے داماد ہیں۔

۷۸۷ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ جب مَیں قادیان میں تھا اور اُوپر سے رمضان شریف آگیا۔ تو مَیں نے گھر آنے کا ارادہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ نہیں سارا رمضان یہیں رہیں۔ مَیں نے عرض کی۔ حضور ایک شرط ہے کہ حضور کے سامنے کا جو کھانا ہو۔ وہ میرے لئے آجایا کرے۔ آپ نے فرمایا۔ بہت اچھا۔ چنانچہ دونوں وقت حضور برابر اپنے سامنے کا کھانا مجھے بھجواتے رہے۔ دوسرے لوگوں کو بھی یہ خبر ہوگئی اور وہ مجھ سے چھین لیتے تھے یہ کھانا بہت سا ہوتا تھا۔ کیونکہ حضور بہت کم کھاتے تھے۔ اور بیشتر حصہ سامنے سے اسی طرح اٹھکر آجاتا تھا۔

۷۸۸ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کبھی کبھی دَوران سر کی تکلیف ہو جاتی تھی۔ جو بعض اوقات اچانک پیدا ہو جاتی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ حضرت صاحب گھر میں ایک چارپائی کو کھینچکر ایک طرف کرنے لگے۔ تو اس وقت آپ کو اچانک چکر آگیا

اور آپ لڑکھڑا کر گرنے کے قریب ہو گئے۔ مگر پھر سنبھل گئے۔ یہ اس صحن کا واقعہ ہے جس میں اب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے حرم اوّل رہتے ہیں

۲۸۱ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ مولوی رحیم بخش صاحب ساکن تلونڈی ضلع گورداسپور نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام امرتسر براہین احمدیہ کی طباعت دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ تو کتاب کی طباعت کے دیکھنے کے بعد مجھے فرمایا۔ میاں رحیم بخش چلو سیر کر آئیں۔ جب آپ باغ کی سیر کر رہے تھے تو خاکسار نے عرض کیا کہ حضرت آپ سیر کرتے ہیں۔ ولی لوگ تو سنا ہے شب و روز عبادتِ الٰہی کرتے رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ولی اللہ دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک مجاہدہ کش جیسے حضرت باوا فرید شکر گنج۔ اور دوسرے محدّث جیسے ابوالحسن خرقانی محمد اکرم ملتانی مجدد الف ثانی وغیرہ۔ یہ دوسری قسم کے ولی بڑے مرتبہ کے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان سے بکثرت کلام کرتا ہے میں بھی ان میں سے ہوں۔ اور آپ کا اس وقت محدثیت کا دعوٰے تھا۔ اور فرماتے تھے کہ محدّث بھی ایک طرح نبی ہوتا ہے۔ اس کی وحی بھی مثل وحی نبی کے ہوتی ہے۔ اور آیت وما ارسلنا من قبلك من رسولٍ ولا نبی الا اذا تمنّٰی القی الشیطان فی امنیتہ الخ میں نبی کے ساتھ ایک قرأت میں محدث کا لفظ بھی آیا ہے۔ اور اس کی وحی محفوظ ہوتی ہے۔ الغرض جب آپ کی یہ کلام خاکسار نے سُنی۔ تو عرض کیا کہ آپ میری بیعت لے لیں۔ آپ اس وقت بیعت نہ لیتے تھے۔ فرمایا کہ بیعت تو دلی اعتقاد کا نام ہے۔ اگر تمہارا دلی اعتقاد اور پورا ایمان ہے تو تم بیعت میں ہو۔ غرض خاکسار تو اس وقت سے ہی آپ کی بیعت میں تھا۔ پھر جب حضور سے اجازت لے کر طالب علمی کے واسطے ہندوستان گیا۔ اور ایک مدت تک وہاں رہا۔ اور جب کانپور سے آکر دہلی طب پڑھتا تھا۔ تو حضور دہلی تشریف لے گئے۔ اس وقت میرا آپ پر یہی اعتقاد رہا۔ پھر جب میں پنجاب میں آیا۔ تو اپنے والد کو جو بوڑھے تھے۔ بیعت میں داخل کروایا۔ اور بیوی و دیگر رشتہ داروں کی بیعت بھی کروائی اور آپ کے ہر الہام و وحی پر میرا ایمان تھا۔ کہ وہ صادق ہے۔ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے آپ کو مرتبہ نبوت ملا تھا۔ تاکہ خدمت قرآن اور احیاء اسلام آپ کے ہاتھ سے ہو اور مجھ کو اللہ تعالےٰ کی قسم ہے کہ جو کچھ آپ کا دعوٰے تھا وہ سچ ہے۔ میری پیدائش سمت بکرمی ۱۹۱۴ کی ہے اور ۱۸۵۷ء عیسوی ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مولوی رحیم بخش صاحب اب کچھ عرصہ ہُوا فوت ہو چکے ہیں۔ان کا گاؤں تلونڈی جھنگلاں قادیان سے چار میل کے فاصلہ پر جانب غرب واقع ہے۔اور خدا کے فضل سے اس گاؤں کا بیشتر حصہ احمدی ہے۔

۷۹۰ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔میر شفیع احمد صاحب محقق دہلوی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک مرتبہ ایک عرب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہُوا افریقہ کے بندروں کے اور افریقن لوگوں کے لغو قصے سُنانے لگا۔حضرت صاحب بیٹھے ہوئے ہنستے رہے۔آپ نہ تو کبیدہ خاطر ہوئے اور نہ ہی اس کو ان لغو قصوں کے بیان کرنے سے روکا کہ میرا وقت ضائع ہو رہا ہے۔بلکہ اس کی دلجوئی کے لئے اخیر وقت تک خندہ پیشانی سے سنتے رہے۔

۷۹۱ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ ایام جلسہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طبیعت کچھ علیل تھی۔مگر جب آپ نے سیر فرماتے وقت دیکھا کہ بہت سے لوگ آگئے ہیں۔اور سننے کی خواہش سے آئے ہیں۔تو آپ نے فرمایا کہ چونکہ دوست سُننے کی نیت سے آئے ہیں۔اس لئے اب اگر کچھ بیان نہ کردوں تو گناہ ہوگا۔لہٰذا آج کچھ بیان کرونگا۔اور فرمایا۔لوگوں میں اطلاع کردیں۔

۷۹۲ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سوال کیا کہ ہم اپنے گاؤں میں دو شخص احمدی ہیں کیا ہم جمعہ پڑھ لیا کریں۔حضور نے مولوی محمد احسن صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا۔کیوں مولوی صاحب؟ اس پر مولوی صاحب نے کہا۔جمعہ کے لئے جماعت شرط ہے۔اور حدیث شریف سے ثابت ہے کہ دو شخص بھی جماعت ہیں۔لہٰذا جائز ہے۔حضور علیہ السلام نے اس شخص سے فرمایا کہ فقہاء نے کم از کم تین آدمی لکھے ہیں۔آپ جمعہ پڑھ لیا کریں۔اور تیسرا آدمی اپنے بیوی و بچوں میں سے شامل کرلیا کریں۔

۷۹۳ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ماسٹر عبدالرحمن صاحب بی۔اے نے بواسطہ مولوی عبدالرحمن صاحب مبشر بذریعہ تحریر بیان کیا۔کہ ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بعد نماز مغرب مسجد مبارک میں شاہ نشین پر رونق افروز تھے۔مَیں نے عرض کی کہ بعض لوگوں نے میرے سامنے اعتراض کیا تھا کہ پنڈت لیکھرام اور عبداللہ آتھم کی پیشگوئیاں خدا کی طرف سے نہیں تھیں بلکہ انسانی دماغ اور منصوبہ

کانپور تھیں۔

میں نے انہیں یہ جواب دیا کہ اگر یہ پیشگوئیاں ظاہری عوارض اور کمزوریوں کی بناء پر ہوتیں۔ تو حضور اس طرح پیشگوئی کرتے۔ کہ لیکھرام جو جوان اور مضبوط اور تندرست انسان ہے۔ اگر یہ رجوع کرلے تو بچا یا جائے گا۔ اور یہ کہ عبداللہ آتھم جو بوڑھا اور عمر رسیدہ ہے بہر حال مرے گا۔ مگر حضور نے ایسا نہیں کیا بلکہ ان عوارض ظاہری اور تقاضائے عمر کے اثرات کو نظر انداز کرتے ہوئے یہ پیشگوئی کی کہ لیکھرام اگرچہ نوجوان اور مضبوط ہے مگر وہ مرجائیگا۔ اور عبداللہ آتھم اگرچہ بوڑھا ہے لیکن وہ اگر رجوع کرے تو بچا یا جائے گا۔ اس پر حضرت صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ واقعی یہ اچھا استدلال ہے پھر فرمایا کہ دراصل پیشگوئی کے اعلان کے بعد عبداللہ آتھم نے جلسہ گاہ مباحثہ میں ہی رجوع کرلیا تھا اور منہ میں انگلی ڈال کو کہا تھا کہ میں نے تو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو دجّال نہیں کہا۔ حالانکہ وہ ایسا کہہ چکا تھا۔

۷۹۴ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شیخ محمد بخش صاحب بنگالوی مہاجر نے بواسطہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر بذریعہ تحریر بیان کیا۔ کہ مارچ ۱۸۹۰ء میں میں اور مولوی محمد صاحب آف مزنگ لاہور براستہ بٹالہ قادیان پیدل چل کر آئے تھے۔ چونکہ مولوی محمد صاحب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے بہنوئی اور کرم (یعنی سمدھی) تھے۔ اس لئے ہم رات کو بٹالہ میں مولوی محمد حسین صاحب کی مسجد میں ٹھہرے مولوی محمد حسین صاحب ہمیں شام کو مسجد میں ملے اور کہا کہ صبح ملکر جانا۔ کیونکہ میں نے ایک دو پیغام مرزا صاحب کو بھیجنے ہیں۔ مگر ہم کو نہ تو روٹی کے لئے پوچھا اور نہ ہی رات کو سونے کے لئے کہا۔ چنانچہ ہم شیخ نبی بخش صاحب ٹھیکیدار کے ہاں رات کو ٹھہرے۔ اور صبح بعد نماز فجر جب ہم قادیان کو روانہ ہونے لگے۔ تو اس وقت مولوی محمد حسین صاحب قادیان والے راستہ کے موڑ تک جو بٹالہ کے بوچڑ خانہ کے نزدیک ہے ہمیں آکر ملے اور ہمیں یہ دو پیغام دیئے۔

۱۔ مرزا صاحب کو کہدینا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ میرے گھر لڑکا پیدا ہوگا۔

۲۔ ایم عبدالرشید کو مرزا صاحب کہدیں کہ ان کے والد صاحب کا جو روپیہ میرے پاس جمع ہے وہ حساب کرکے اپنے حصہ کا روپیہ لے لیویں۔ باقی جب اس کے بھائی بالغ ہوں گے۔ تو وہ اپنے اپنے حصہ کا روپیہ لے لیویں گے۔

ہم بروز جمعہ حضرت صاحب سے بعد نماز جمعہ مسجد مبارک میں ملے۔ اور بعد مصافحہ ہر دو پیغام حضور کی خدمت میں عرض کر دیئے۔ پہلے پیغام کا جواب حضرت صاحب نے یہ دیا۔ کہ امید نہیں۔ کہ اب مولوی محمد حسین صاحب کے گھر لڑکا پیدا ہو۔ اگر ہو بھی جائے تو میری اور ان کی مثال ایسی ہوگی جیسے کہ ایک بادشاہ ہو جس کے پاس بڑا خزانہ ہو اور ایک شخص کے پاس صرف ایک پیسہ ہو۔ چونکہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالہ کی اہلیہ ان دنوں اپنی لڑکی کے پاس مولوی محمد صاحب کے گھر مزنگ گئی ہوئی تھی۔ تو تخمیناً عرصہ ایک ماہ کے بعد مولوی محمد صاحب نے مزنگ سے مجھے خط لکھا۔ کہ مولوی محمد حسین صاحب کے گھر لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ یعنی جو پیشگوئی لڑکے کی تھی وہ غلط نکلی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مولوی محمد صاحب اب فوت ہو چکے ہیں ان کے لڑکے شیخ عبدالعزیز صاحب مشہور شخص ہیں جو حکومت پنجاب کے ماتحت پریس برانچ کے انچارج رہے ہیں۔ مگر احمدی نہیں ہوئے اور شیخ عبدالرشید صاحب والے معاملہ کے متعلق مَیں نے خود شیخ صاحب موصوف سے پوچھا تھا وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد صاحب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے معتقد تھے اور آپس میں بہت تعلقات تھے اور میرے والد نے مولوی صاحب کو کچھ روپیہ دے رکھا تھا مگر پھر مولوی صاحب باوجود مطالبہ کے اس روپے کو واپس کرنے میں نہیں آتے تھے۔ اور والد کی وفات کے بعد مجھے بھی ٹالتے رہے آخر میں نے تو زور دے کر آہستہ آہستہ وصول کر لی۔ مگر میرے غیر احمدی بھائیوں سے مولوی صاحب نے کہہ کہا کر روپیہ معاف کرا لیا۔

۷۹۵ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہماری مسجد (یعنی مسجد مبارک) کو اللہ تعالیٰ نے نوح کی کشتی کا مثیل ٹھہرایا ہے۔ سو یہ شکل میں بھی کشتی کی طرح ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اصلی مسجد مبارک کی بالائی منزل کشتی کی طرح ہی تھی یعنی لمبی زیادہ تھی اور چوڑی بہت کم اور اس کے پہلو میں شہ نشین تھا۔ بعد کی توسیع میں وہ قریباً مربع شکل کی بن گئی ہے۔

۷۹۶ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ پیر منظور محمد صاحب ان سے بیان کرتے تھے کہ ایک دن جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام احمدیہ چوک میں کھڑے تھے

تومولوی برہان دین صاحب جہلمی مرحوم نے عرض کیا کہ حضرت کچھ ایسا ہو کہ اندر کھل جائے اس پر آپ نے فرمایا کہ ایک بزرگ تھے۔ بادشاہ نے ان کو بلوا بھیجا کہ مَیں تم کو اپنا وزیر بنانا چاہتا ہوں اس بزرگ نے یہ قطعہ بادشاہ کو لکھکر بھیجدیا۔ ؎

چوں چترِ چنبری رُخِ بختم سیاہ باد — آید اگر بدل ہوسِ تختِ چنبرم
زاں دَم کہ یافتم خبر از ملکِ نیم شب — صد ملکِ نیم روز بیک جَو نمی خرم

اس بادشاہ کے چتر کا رنگ سیاہ تھا۔ اور اس کے ملک کا نام ملک نیمروز تھا اور بادشاہ کا لقب چنبر تھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ ان فارسی اشعار کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر مَیں چنبر بادشاہ کے تخت کی ہوس کروں تو میرے بخت کا منہ بھی چنبر کے چتر کی طرح سیاہ ہو جائے۔ جس وقت سے مجھے ملک نیم شب (یعنی عبادت و تہجد گزاری) پر آگاہی ہوئی ہے۔ اس وقت سے میرا یہ حال ہے کہ مَیں ایک سو ملک نیمروز کو ایک جَو کے دانہ میں بھی خریدنے پر آمادہ نہیں ہوسکتا۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ آپ ملک نیم شب کی طرف توجہ دیں اس سے آپ کا اندر خود بخود کھل جائے گا۔

۷۹۷ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ پیر منظور محمد صاحب ان سے بیان کرتے تھے کہ جب لیکھرام کے قتل کی خبر قادیان پہونچی تو اسے سُنکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمانے لگے کہ مسلمانوں کے لئے یہ ایک ابتلا ہے۔

۷۹۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے طاعون کے ایام میں ایک دوائی تریاق الٰہی تیار کرائی تھی جضرت خلیفہ اوّل رضؓ نے ایک بڑی تھیلی یاقوتوں کی پیش کی۔ وہ بھی سب پسوا کر اس میں ڈلوا دیئے۔ لوگ کوٹتے پیستے تھے۔ آپ اندر جا کر دوائی لاتے اور اس میں ملواتے جاتے تھے۔ کونین کا ایک بڑا ڈبہ لائے اور وہ بھی سب اسی کے اندر الٹا دیا۔ اسی طرح وائینم اپی کاک کی ایک بوتل لاکر ساری الٹ دی۔ غرض دیسی اور انگریزی اتنی دوائیاں ملا دیں کہ حضرت خلیفہ اوّلؓ فرمانے لگے کہ طبی طور پر تو اب اس مجموعہ میں کوئی جان اور اثر نہیں رہا۔ بس روحانی اثر ہی ہے۔ ان دنوں میں جو مریض بھی حضور

کے پاس آتا۔خواہ کسی بیماری کا ہو۔اُسے آپ یہی تریاق الٰہی دیدیتے۔اور جہاں طاعون ہوتی وہاں کے لوگ حفظ ما تقدم کے لئے مانگ کرلے جاتے تھے۔ایک شخص کے ہاں اولاد نہ تھی اور بہت کچھ طاقت کی کمزوری بھی تھی۔اس نے دعا کے لئے عرض کیا۔آپ نے اُسے تریاق الٰہی بھی دی اور دعا کا وعدہ بھی فرمایا۔پھر اس کے ہاں اولاد ہوئی۔اس دوائی کا ایک کنستر بھرا ہوا گھر میں تھا۔جو سب اسی طرح خرچ ہوا۔کبھی کسی کو اس کے دینے میں بخل نہ کیا۔حالانکہ قریباً دو ہزار روپیہ کے تو صرف یاقوت ہی اس میں پڑے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ کنستر میں نے بھی دیکھا تھا۔ایک پورا کنستر تھا جو مُنہ تک بھرا ہوا تھا۔بلکہ شاید اس سے بھی کچھ دوائی بڑھ رہی تھی۔نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کا یہ طریق ہوتا تھا کہ علاج میں کسی ایک دوائی پر حصر نہیں کرتے تھے بلکہ متعدد ادویہ ملا دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ معلوم نہیں خدا نے کس میں شفا رکھی ہے بلکہ بعض اوقات فرماتے تھے کہ ایک دوائی سے بعض کمزور لوگوں میں شرک پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور یہ بھی کہ خدا کا فضل عموماً پردے کے پیچھے سے آتا ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ ایک خاص مقام کی بات ہے ورنہ طبی تحقیق کرنے والوں کے لئے علیحدہ علیحدہ چھان بین بھی ضروری ہوتی ہے۔تاکہ اشیاء کے خواص معین ہو سکیں۔

۷۹۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ اوائل میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام مدتوں دونوں وقت کا کھانا مہمانوں کے ہمراہ باہر کھایا کرتے تھے۔کبھی پلاؤ اور زردہ پکتا تو مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم ان دونوں چیزوں کو ملا لیا کرتے۔آپ یہ دیکھکر فرماتے کہ ہم تو ان دونوں کو ملا کر نہیں کھا سکتے۔کبھی مولوی صاحب مرحوم کھانا کھاتے ہوئے کہتے کہ اس وقت اچار کو دل چاہتا ہے۔اور کسی ملازم کی طرف اشارہ کرتے۔تو حضور فوراً دسترخوان پر سے اٹھکر بیت الفکر کی کھڑکی میں سے اندر چلے جاتے اور اچار لے آتے۔

۸۰۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ پیر منظور محمد صاحب نے ایک دن سنایا کہ بشیر اوّل کے عقیقہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سر پر سبز عمامہ تھا اور حضرت خلیفہ اوّلؓ کے دوسرے نکاح کے وقت حضور بھی شامل مجلس ہوئے تھے اور اس وقت

آپ کے سر پر زری کا کلاہ تھا۔ اور گورداسپور کے مقدمہ میں زری دار لنگی تھی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت خلیفہ اولؓ کا دوسرا نکاح خود پیر صاحب کی ہمشیرہ سے ہوا تھا۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ عام طور پر حضرت صاحب کے سر پر سفید ململ کی پگڑی ہوتی تھی جس کے اندر نرم رومی ٹوپی ہوا کرتی تھی۔

۸۰۱ بسم اللہ الرحمن الرحیم:۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا۔ ایک دفعہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی اللہ تعالیٰ نے صدیقہ کے لفظ سے تعریف فرمائی ہے۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے اس جگہ حضرت عیسےٰ کی الوہیت توڑنے کے لئے ماں کا ذکر کیا ہے اور صدیقہ کا لفظ اس جگہ اس طرح آیا ہے۔ جس طرح ہماری زبان میں کہتے ہیں "بھرجائی کا نئیے سلام آکھناں واں" جس سے مقصود کانا ثابت کرنا ہوتا ہے نہ کہ سلام کہنا۔ اسی طرح اس آیت میں اصل مقصود حضرت مسیح کی والدہ ثابت کرنا ہے جو منافی الوہیت ہے نہ کہ مریم کی صدیقیت کا اظہار۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ پنجابی کا معروف محاورہ "بھابی کانئیے سلام" ہے اس لئے شاید مولوی صاحب کو الفاظ کے متعلق کچھ سہو ہوگیا ہے۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کا یہ منشا نہیں تھا کہ نعوذ باللہ حضرت مریم صدیقہ نہیں تھیں بلکہ غرض یہ ہے کہ حضرت عیسےٰ کی والدہ کے ذکر سے خدا تعالیٰ کی اصل غرض یہ ہے کہ حضرت عیسےٰ کو انسان ثابت کرے۔

۸۰۲ بسم اللہ الرحمن الرحیم:۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ ایام جلسہ میں نماز جمعہ کے لئے مسجد اقصےٰ میں تمام لوگ سما نہ سکتے تھے۔ تو کچھ لوگ جن میں خواجہ کمال الدین صاحب بھی تھے۔ ان کوٹھوں پر (جو اب مسجد میں شامل ہوگئے ہیں اور پہلے ہندوؤں کے گھر تھے) نماز ادا کرنے کے لئے چڑھ گئے۔ اس پر ایک ہندو مالک مکان نے گالیاں دینا شروع کر دیں کہ تم لوگ یہاں شوربا کھانے کے لئے آجاتے ہو اور میرا مکان گرانے لگے ہو۔ غرضیکہ کافی عرصہ تک بدزبانی کرتا رہا۔ نماز سے سلام پھیرتے ہی حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ سب دوست مسجد میں آجائیں۔ چنانچہ دوست آگئے اور بعد جمع صلوٰتین حضور

علیہ السلام منبر پر رونق افروز ہوئے اور ایک مبسوط تقریر فرمائی۔ جس میں قادیان کے آریوں پر تحدی فرماتے ہوئے فرمایا کہ اور لوگ اگر بچ جائیں تو ممکن ہے۔ مگر قادیان کے آریہ نہیں بچ سکتے۔ اور اس وقت حضور علیہ السلام کی طبیعت میں اس قدر جوش تھا کہ اثنائے تقریر میں آپ بار بار عصائے مبارک زمین پر مارتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ عصا کو زمین پر مارنے سے یہ مراد نہیں کہ لٹھ چلانے کے رنگ میں مارتے تھے بلکہ مراد یہ ہے کہ جو چھڑی آپ کے ہاتھ میں تھی۔ اُسے آپ کبھی کبھی زمین سے اٹھا کر اس کے سم سے زمین کو ٹھکراتے تھے۔ جیسا کہ عموماً جوش کے وقت ایسا شخص کرتا ہے جس کے ہاتھ میں چھڑی ہو۔

۸۰۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک سالانہ جلسہ پر حضور علیہ السلام کے لئے مسجد اقصےٰ کے صحن میں اندرونی دیوار کے ساتھ ہی منبر بچھایا گیا۔ چونکہ احباب سے مسجد کے باہر کا شرقی حصہ بھی بھرا ہوا تھا۔ جونہی حضور علیہ السلام نے اپنا ایک قدم مبارک منبر پر رکھا ایک شخص نے جو اب غیر مبائع ہے۔ آواز دی کہ حضور مسجد کے باہر کی طرف زیادہ لوگ ہیں۔ منبر باہر کی طرف درمیان صحن میں رکھا جائے حضور علیہ السلام نے اپنا پاؤں مبارک اٹھا لیا۔ اس پر اندر مسجد سے دوسرے شخص نے جو وہ بھی اب غیر مبائع ہے آواز دی کہ حضور مسجد کے اندر بہت سے لوگ ہیں ان کو آواز نہ آئے گی۔ منبر یہیں رہے۔ مگر ایک سیالکوٹ کے چوہدری صاحب نے جو کہ مبایعین میں سے ہیں اس کو منع کیا۔ اور منبر درمیان صحن میں رکھا گیا۔

۸۰۴ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ حکیم محمد حسین صاحب قریشی نے اپنے دادا بابا چٹو کو قادیان میں لا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے درخواست کی۔ کہ حضور ان کو سمجھائیں۔ فرمایا۔ اچھا سمجھائیں گے۔ اس وقت حضور علیہ السلام سیر کے لئے باہر تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں فرمایا۔ کہ پیر فرتوت ہے۔ اس کا سمجھنا مشکل ہے۔ قریشی صاحب کے دادا صاحب سیر میں نہیں گئے تھے۔ بلکہ قریشی صاحب بھی ان کی رہائش کے انتظام میں مشغول تھے۔ اور ساتھ نہیں گئے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ قریشی صاحب کے دادا بابا چٹو اہل قرآن تھے۔ جنہیں لوگ چکڑالوی کہتے ہیں۔ اور جہاں تک مجھے علم ہے۔ اسی عقیدہ پر ان کی وفات ہوئی تھی۔

۸۰۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی نے بواسطہ مولوی شیر علی صاحب مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میراں بخش سودائی نے بڑی مسجد سے آتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بلند آواز دی کہ" اوئے غلام احمدا" آپ اسی وقت کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا" جی" اس نے کہا" اوسلام تے آکھیا کر" آپ نے فرمایا" السلام علیکم" اس نے کہا" معاملہ ادا کر" حضور نے جیب میں سے رومال نکال کر جس میں چونی یا اٹھنی بندھی ہوئی تھی کھول کر اُسے دیدی۔ وہ خوش ہو کر گھوڑیاں گانے لگا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ میراں بخش قادیان کا ایک باشندہ تھا اور پاگل ہو گیا تھا۔ بوڑھا آدمی تھا اور قادیان کی گلیوں میں اذانیں دیتا پھرتا تھا۔ مَیں نے اسے بچپن میں دیکھا ہے وہ بعض اوقات خیال کرتا تھا کہ مَیں بادشاہ ہوں اور مجھے لوگوں سے معاملہ کی وصولی کا حق ہے۔

۸۰۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں اکثر طور پر امام صلوٰۃ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی ہوتے تھے اور وہ بالجہر نمازوں میں بسم اللہ بالجہر پڑھتے اور قنوت بھی کرتے تھے۔ اور حضرت احمد علیہ السلام ان کی اقتدا میں ہوتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ ایسے مسائل میں حضرت صاحب کسی سے تعرض نہیں فرماتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ یہ سب طریق آنحضرت صلعم سے ثابت ہیں۔ مگر خود آپ کا اپنا طریق وہ تھا جس کے متعلق آپ سمجھتے تھے کہ آنحضرت صلعم نے اسے اکثر اختیار کیا ہے۔

۸۰۷ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ سنہ ۱۹۰۱ء کی بات ہے کہ ایک سائل نے جو اپنے آپ کو نوشہرہ ضلع پشاور کا بتاتا تھا اور مہمان خانہ قادیان میں مقیم تھا حضرت صاحب کو خط لکھا کہ میری مدد کی جائے۔ مجھ پر قرضہ ہے۔ آپ نے جواب لکھا کہ قرض کے واسطے ہم دعا کریں گے۔ اور آپ بہت استغفار کریں۔ اور اس وقت ہمارے پاس ایک روپیہ ہے جو ارسال ہے۔

۸۰۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے مکان کے مختلف حصوں میں رہائش تبدیل فرماتے رہتے تھے۔ سال ڈیڑھ سال ایک حصہ میں رہتے۔ پھر دوسرا کمرہ یا دالان بدل لیتے۔ یہاں تک کہ بیت الفکر کے اُوپر جو کمرہ مسجد

مبارک کی چھت پر کھلتا ہے اس میں بھی آپ رہے ہیں۔ اور ان دنوں میں گرمی میں آپ کی اور اہلبیت کی چارپائیاں اوپر کی مسجد میں جو صحن کی صورت میں ہے بچھتی تھیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مجھے جس زمانہ کا ہوش ہے میں نے آپ کو زیادہ تر اس کمرہ میں رہتے دیکھا ہے جس میں اب حضرت اماں جان رہتی ہیں جو بیت الفکر کے ساتھ شمالی جانب واقع ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ جب میری ۸۰۹ پہلی شادی کی تیاری ہوئی تو میں دہلی کے شفاخانہ میں ملازم تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اس کے متعلق خط و کتابت ہوتی تھی۔ مَیں پہلے اس جگہ راضی نہ تھا۔ آپ نے مجھے ایک خط میں لکھا کہ اگر تمہیں یہ خیال ہو کہ لڑکی کے اخلاق اچھے نہیں ہیں۔ تو پھر بھی تم اس جگہ کو منظور کر لو۔ اگر اس کے اخلاق پسندیدہ نہ ہوئے۔ تو مَیں انشاء اللہ اس کے لئے دعا کروں گا جس سے اس کے اخلاق درست ہو جائیں گے۔

حضور کے خط کی نقل یہ ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۳۱؍ اگست ۱۹۰۵ء

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عزیزی میر محمد اسمٰعیل سلمہ تعالےٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مَیں نے تمہارا خط پڑھا۔ چونکہ ہمدردی کے لحاظ سے یہ بات ضروری ہے کہ جو امر اپنے نزدیک بہتر معلوم ہو اس کو پیش کیا جائے۔ اس لئے مَیں آپ کو لکھتا ہوں کہ اس زمانہ میں جو طرح طرح کی بدچلنیوں کی وجہ سے اکثر لوگوں کی نسل خراب ہو گئی ہے لڑکیوں کے بارے میں مشکلات پیدا ہو گئی ہیں۔ اور مَیں دیکھتا ہوں کہ بڑی بڑی تلاش کے بعد بھی اجنبی لوگوں کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے کئی بدنتیجے نکلتے ہیں۔ بعض لڑکیاں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کے باپ یا دادوں کو کسی زمانہ میں آتشک تھی اور کئی مدت کے بعد وہ مرض ان میں بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض لڑکیوں کے باپ دادوں کو جذام ہوتا ہے تو کسی زمانہ میں وہی مادہ لڑکیوں میں بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ بعض میں سل کا مادہ ہوتا ہے بعض میں دق کا مادہ اور بعض کو بانجھ ہونے کی مرض ہوتی ہے اور بعض لڑکیاں اپنے خاندان کی بدچلنی کی وجہ سے پورا

حصہ تقویٰ کا اپنے اندر نہیں رکھتیں۔ ایسا ہی اور بھی عیوب ہوتے ہیں کہ اجنبی لوگوں سے تعلق پکڑنے کے وقت معلوم نہیں ہوتے۔ لیکن جو اپنی قرابت کے لوگ ہیں۔ ان کا سب حال معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے میری دانست میں آپ کی طرف سے نفرت کی وجہ بجز اس کے کوئی نہیں ہو سکتی کہ یہ بات ثابت ہو جائے کہ بشیر الدین کی لڑکی درد اصل بدشکل ہے یا کانی یعنی یک چشم ہے یا کوئی ایسی اور بدصورتی ہے جس سے وہ نفرت کے لائق ہے لیکن بجز اس کے کوئی عذر صحیح نہیں ہے یہ تو ظاہر ہے کہ لڑکیوں کے اپنے والدین کے گھر میں اور اخلاق ہوتے ہیں اور جب شوہر کے گھر آتی ہیں تو پھر ایک دوسری دُنیا ان کی شروع ہوتی ہے۔ ماسوا اس کے شریعت اسلامی میں حکم ہے کہ عورتوں کی عزت کرو۔ اور ان کی بداخلاقی پر صبر کرو اور جب تک ایک عورت پاک دامن اور خاوند کی اطاعت کرنے والی ہو تب تک اس کے حالات میں بہت نکتہ چینی نہ کرو۔ کیونکہ عورتیں پیدائش میں مردوں کی نسبت کمزور ہیں۔ یہی طریق ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کی بداخلاقی کی برداشت کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اپنی عورت کو تیر کی طرح سیدھی کر دے وہ غلطی پر ہے۔ عورتوں کی فطرت میں ایک کجی ہے۔ وہ کسی صورت سے دُور نہیں ہو سکتی۔ رہی یہ بات کہ سید بشیر الدین نے بڑی بداخلاقی دکھلائی ہے اس کا یہ جواب ہے کہ جو لوگ لڑکی دیتے ہیں۔ ان کی بداخلاقی قابلِ افسوس نہیں۔ جب سے دُنیا پیدا ہوئی ہے ہمیشہ سے یہی دستور چلا آتا ہے کہ لڑکی والوں کی طرف سے اوائل میں کچھ بداخلاقی اور کشیدگی ہوتی ہے اور وہ اس بات میں سچے ہوتے ہیں کہ وہ اپنی جگر گوشہ لڑکی کو جو ناز و نعمت میں پرورش پائی ہوتی ہے۔ ایک ایسے آدمی کو دیتے ہیں۔ جس کے اخلاق معلوم نہیں۔ اور وہ اس بات میں بھی سچے ہوتے ہیں کہ وہ لڑکی کو بہت سوچ اور سمجھ کے بعد دیں۔ کیونکہ وہ ان کی پیاری اولاد ہے اور اولاد کے بارہ میں ہر ایک کو ایسا ہی کرنا پڑتا ہے اور جب تم نے شادی کی اور کوئی لڑکی پیدا ہوئی۔ تو تم بھی ایسا ہی کرو گے۔ لڑکی والوں کی ایسی باتیں افسوس کے لائق نہیں ہُوا کرتیں۔ ہاں جب تمہارا نکاح ہو جائے گا۔ اور لڑکی والے تمہارے نیک اخلاق سے واقف ہو جائیں گے۔ تو وہ تم پر قربان ہو جائینگے۔ پہلی باتوں پر افسوس کرنا دانائی نہیں۔ غرض میرے نزدیک اور میری رائے میں یہی بہتر ہے کہ اس رشتہ کو مبارک سمجھو۔ اور اس کو قبول کر لو۔ اور اگر ایسا تم نے کیا

تو مَیں بھی تمہارے لئے دُعا کروں گا۔ اپنے کسی مخفی خیال پر بھروسہ مت کرو۔ جوانی اور ناتجربہ کاری کے خیالات قابلِ اعتبار نہیں ہوتے۔ موقعہ کو ہاتھ سے دینا سخت گناہ ہے۔ اگر لڑکی بداخلاق ہوگی تو مَیں اس کے لئے دعا کروں گا۔ کہ اس کے اخلاق تمہاری مرضی کے موافق ہو جائیں گے۔ اور رب کبھی دُور ہو جائے گی۔ ہاں اگر لڑکی کو دیکھا نہیں ہے۔ تو یہ ضروری ہے کہ اول اس کی شکل و شباہت سے اطلاع حاصل کی جائے۔ لڑکپن اور طفولیت کے زمانہ کی اگر بدشکلی بھی ہو۔ تو وہ قابلِ اعتبار نہیں ہوتی۔ اب شکل وصورت کا زمانہ ہے۔ میری نصیحت یہ ہے کہ شکل پر تسلی کر کے قبول کر لینا چاہیئے۔ مولود بے شک پڑھے۔ آخر وہ تمہارا ہی مولود پڑھے گی۔ حرج کیا ہے۔ والسلام مرزا غلام احمد

(آخر صفحہ کے بعد) مکرر یہ کہ اس خط کے پڑھنے کے بعد صاف لفظوں میں مجھے اس کا جواب ایک ہفتہ کے اندر بھیجدیں۔ والدعا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ خط بیاہ شادی سے تعلق رکھنے والے امور کے متعلق ایک نہایت ہی قیمتی فلسفہ پر مبنی ہے اور یہ جو حضرت صاحب نے خط کے آخر میں مولود کے متعلق لکھا ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ ہماری ممانی صاحبہ اپنے والدین کے گھر میں غیر احمدیوں کے رنگ میں مولود پڑھا کرتی تھیں۔ اور غالباً ان کے والد صاحب کو اصرار ہوگا کہ وہ بدستور مولود پڑھا کریں گی۔ جس پر حضرت صاحب نے لکھا کہ اس میں کوئی حرج نہیں جب لڑکی بیاہی گئی اور خاوند کے ساتھ اس کی محبت ہو گئی تو پھر اس نے ان رسمی مولودوں کو چھوڑ کر بالآخر گویا خاوند کا ہی مولود پڑھنا ہے سو ایسا ہی ہُوا۔ اور اب تو خدا کے فضل سے ہماری ممانی صاحبہ احمدی ہو چکی ہیں۔

۸۱۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مبارک احمد کی وفات پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے مندرجہ ذیل خط تحریر فرمایا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

عزیز مبارک احمد ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء بقضاء الٰہی فوت ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہم اپنے ربّ کریم کی قضاء و قدر پر صبر کرتے ہیں۔ تم بھی صبر کرو۔ ہم سب اس کی امانتیں ہیں اور ہر ایک کام

اس کا حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے۔ والسلام

مرزا غلام احمد

خاکسار عرض کرتا ہے کہ کہنے کو تو اس قسم کے الفاظ ہر مومن کہدیتا ہے۔ مگر حضرت صاحب کے مُنہ اور قلم سے یہ الفاظ حقیقی ایمان اور دلی یقین کے ساتھ نکلتے تھے اور آپ واقعی انسانی زندگی کو ایک امانت خیال فرماتے تھے اور اس امانت کی واپسی پر دلی انشراح اور خوشی کے ساتھ تیار رہتے تھے۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب ہمارے حقیقی ماموں ہیں۔ اس لئے انکے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ اپنے چھوٹے عزیزوں کی طرح خط و کتابت فرماتے تھے۔ ان کی پیدائش ۱۸۸۱ء کی ہے حضرت مسیح موعودؑ نے ان کا ذکر انجام آتھم کے ۳۱۳ صحابہ کی فہرست میں ۷۰ نمبر پر کیا ہے مگر چونکہ سیّد محمد اسمٰعیل دہلوی طالب علم کے طور پر نام لکھا ہے۔ اس لئے بعض لوگ سمجھتے نہیں۔ ست بچن میں بھی ان کا نام انہی الفاظ میں درج ہے۔

۸۱۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں پہلے کوئی کنوآں نہ تھا۔ نہ مہمان خانہ میں کوئی کنوآں تھا۔ اس وقت پانی دو کنوؤں سے آیا کرتا تھا۔ ایک تو عمالیق کے دیوان خانہ میں تھا اور دوسرا تائی صاحبہ مرحومہ کے گھر کے مردانہ حصہ میں تھا۔ ایک دفعہ ہر دو جگہ سے حضرت صاحب کے سقّہ کو گالیاں دے کر ہٹا دیا گیا۔ اور پانی کی بہت تکلیف ہوگئی۔ گھر میں بھی اور مہمان خانہ میں بھی۔ اس پر حضرت صاحب نے ایک خط لکھا اور عاجز کو فرمایا۔ کہ اس خط کی کئی نقلیں کر دو۔ چنانچہ مَیں نے کر دیں۔ وہ خط حضور نے مختلف احباب کو روانہ فرمائے۔ جن میں ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم کا نام مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ اس خط میں مخالفین کے پانی بند کرنے کا ذکر لکھکر یہ تجویز پیش کی تھی کہ ہمارا اپنا کنوآں ہونا چاہئیے تاکہ ہماری جماعت پانی کی تکلیف سے مخلصی پائے اور کنویں کے لئے چندہ کی تحریک کی تھی۔ اس کے بعد سب سے پہلے حضور کے گھر کے اندر کنوآں بنایا گیا۔ یہ اندازاً ۱۸۹۵ء یا ۹۶ء کا یا اس کے قریب کا واقعہ ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس کے بعد وہ دوسرا کنوآں بنا تھا جو مدرسہ احمدیہ کے جانب شمال اور احمدیہ چوک کے پاس ہے۔ اس سے پہلے قادیان کی آبادی میں حضرت صاحب کے قبضہ میں صرف

مسجد اقصیٰ والا کنواں تھا۔ مگر وہ کسی قدر دور تھا اور چند سیڑھیاں چڑھ کر اس تک پہونچنا پڑتا تھا۔

۸۱۲ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ۱۹۰۴ء میں جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مقدمہ کرم دین کی وجہ سے گورداسپور بمعہ اہل وعیال ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک دن آپ کی پُشت پر ایک پھنسی نمودار ہوئی جس سے آپ کو بہت تکلیف ہوئی۔ خاکسار کو بلایا اور دکھایا اور بار بار پوچھا کہ یہ کاربنکل تو نہیں۔ کیونکہ مجھے ذیابطیس کی بیماری ہے۔ مَیں نے دیکھکر عرض کی کہ یہ بال توڑ یا معمولی پھنسی ہے۔ کاربنکل نہیں ہے۔

دراصل حضرت صاحب کو ذیابطیس اس قسم کا تھا جس میں پیشاب بہت آتا ہے مگر پیشاب میں شکر خارج نہیں ہوتی۔ اور یہ دورے ہمیشہ محنت اور زیادہ تکلیف کے دنوں میں ہوتے تھے۔ اور بکثرت اور بار بار پیشاب آتا تھا۔ اور یہ ایک عصبی تکلیف تھی۔ اور بہت پیشاب آکر سخت ضعف ہوجاتا تھا۔ ایک دفعہ کسی ڈاکٹر نے عرض کیا کہ پیشاب کا ملاحظہ شکر کے لئے کرا لینا چاہیئے۔ فرمانے لگے نہیں۔ اس سے تشویش زیادہ ہوگی۔ اس خاکسار نے بھی کیمیاوی ملاحظہ نہیں کیا تھا۔ مگر ہمیشہ کے حالات دیکھکر تشخیص کی تھی کہ یہ مرض نروس پالیوریا ہے۔ مگر حضرت صاحب کی ایک تحریر سے مجھے علم ہوا ہے کہ ایک دفعہ آپ کے پیشاب میں شکر بھی پائی گئی تھی۔

۸۱۳ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میاں معراج الدین صاحب عمر کے ساتھ ایک نومسلمہ چوہڑی لاہور سے آئی۔ اس کے نکاح کا ذکر ہوا۔ تو حافظ غلیم بخش صاحب مرحوم پٹیالوی نے عرض کی کہ مجھ سے کردیا جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اجازت دیدی اور نکاح ہوگیا۔ دوسرے روز اس مسماۃ نے حافظ صاحب کے ہاں جانے سے انکار کردیا اور خلع کی خواہش مند ہوئی۔ خلیفہ رجب دین صاحب لاہوری نے حضرت صاحب کی خدمت میں مسجد مبارک میں یہ معاملہ پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اتنی جلدی نہیں۔ ابھی صبر کرے۔ پھر اگر کسی طرح گذارہ نہ ہو۔ تو خلع ہوسکتا ہے۔ اس پر خلیفہ صاحب نے جو بہت بے تکلف آدمی تھے حضرت صاحب کے سامنے ہاتھ کی ایک حرکت سے اشارہ کرکے کہا کہ حضور وہ کہتی ہے کہ حافظ صاحب کی یہ حالت ہے۔ (یعنی قوتِ رجولیت بالکل معدوم ہے) اس پر حضرت صاحب نے خلع کی اجازت دیدی۔ مگر احتیاطاً

ایک دفعہ پھر دونوں کو اکٹھا کیا گیا۔ لیکن وہ عورت راضی نہ ہوئی۔ بالآخر خلع ہو گیا۔

۸۱۴ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میر شفیع احمد صاحب محقق دہلوی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ مستری محمد مکی صاحب پشاوری نے مجھ سے ایک روز بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک خادم پیرا نامی ہوتا تھا۔ اس سے حضرت اقدس کی موجودگی میں کسی نے دریافت کیا کہ تو حضرت صاحب کو کیا مانتا ہے؟ پیرا کہنے لگا کہ "تھوڑے دناں توں کہندے ہن کہ مَیں مسیح آں" یعنے تھوڑے عرصہ سے انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ مَیں مسیح موعود ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ جواب سُنکر مسکرانے لگے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ پیرا ایک پہاڑی ملازم تھا۔ اور بالکل جاہل اور نیم پاگل تھا۔ مگر بعض اوقات پتہ کی بات بھی کر جاتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ اس سے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے بٹالہ کے سٹیشن پر کہا کہ تمہارے مرزا صاحب نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ جو جھوٹا ہے اور قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ پیرے نے جواب دیا۔ مولوی صاحب مَیں تو کچھ پڑھا لکھا نہیں ہوں۔ مگر مَیں اتنا جانتا ہوں کہ لوگوں کو بہکانے کے لئے آپ کی بٹالہ کے سٹیشن پر آ آ کر جوتیاں بھی گھس گئی ہیں۔ مگر پھر بھی دنیا مرزا صاحب کی طرف کھچی چلی آتی ہے۔

۸۱۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میر شفیع احمد صاحب محقق دہلوی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ مستری محمد مکی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ جب کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیر کے واسطے تشریف لے جاتے اور بازار میں سے گذرتے تو بعض ہندو دوکاندار اپنے طریق پر ہاتھ جوڑ کر حضور علیہ السلام کو سلام کرتے اور بعض تو اپنی دکان پر اپنے رنگ میں سجدہ کرنے لگتے۔ مگر حضرت صاحب کو خبر نہ ہوتی۔ کیونکہ آپ آنکھیں نیچے ڈالے گذرتے چلے جاتے تھے۔ ایک دن مستری صاحب نے بعض عمر رسیدہ ہندو دوکانداروں سے دریافت کیا۔ کہ تم مرزا صاحب کو کیا سمجھتے ہو۔ جو سجدہ کرتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ یہ بھگوان ہیں بڑے مہاپرش ہیں۔ ہم ان کو بچپن سے جانتے ہیں۔ یہ خدا کے بڑے بھگت ہیں۔ دُنیا بھر کو خدا نے ان کی طرف جھکا دیا ہے۔ جب خدا ان کی اتنی عزت کرتا ہے تو ہم کیوں نہ ان کی عزت کریں۔ مستری صاحب نے بیان کیا کہ جب سے قادیان میں آریہ سماج قائم ہوئی ہے۔ تب سے آریوں نے ہندوؤں کو غیرت اور شرم دلا کر اور مجبور کر کے ایسی حرکات تعظیمی سے

روک دیا ہے مگر ان کے دل حضرت صاحب پر قربان تھے۔ اور وہ آپ کی بے حد عزت کرتے تھے۔ مستری صاحب کا بیان ہے کہ میں نے متعدد مرتبہ قادیان کے ہندوؤں سے حضرت صاحب کے حالات دریافت کئے مگر کبھی کسی ہندو نے حضرت صاحب کا کوئی عیب بیان نہیں کیا۔ بلکہ ہر شخص آپ کی تعریف ہی کرتا تھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مستری صاحب کو تفصیلی حالات کا علم نہیں ہے۔ اور نہ وہ قادیان کے سب ہندوؤں سے ملے ہیں۔ قادیان کے ہندوؤں کا ایک طبقہ قدیم سے مخالف چلا آیا ہے اور گو یہ درست ہے کہ وہ حضرت صاحب میں کوئی عیب نہیں نکال سکتے مگر مخالفت میں انہوں نے کبھی کمی نہیں کی البتہ بیشتر حصہ پرانے سناتنی طریق پر ہمیشہ مؤدب رہا ہے۔

۸۱۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں لنگر خانہ میں ایک شخص نان پز اور باورچی مقرر تھا۔ اس کے متعلق بہت شکایات حضور کے پاس پہنچیں۔ خصوصاً مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی طرف سے بہت شکایت ہوئی۔ حضور نے فرمایا۔ دیکھو وہ بے چارہ ہر روٹی کے پیچھے دو دفعہ آگ کے جہنم میں داخل ہوتا ہے (یعنی تندور کی روٹی لگاتے وقت) اور اتنی محنت کرتا ہے۔ اگر آپ کوئی واقعی دیانتدار باورچی مجھے لادیں۔ تو میں آج اسے نکال دوں۔ اس مطالبہ پر سب خاموش ہو گئے۔ پھر فرمایا کہ اگر کوئی شخص واقعی اعلیٰ درجہ کا متقی امین اور دیانتدار ہو۔ تو خدا اسے اس حالت میں رکھتا ہی نہیں کہ اُسے ایسی ادنیٰ نوکری نصیب ہو۔ اُسے تو غیب سے عزت و رزق ملتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ کچھ عرصہ کے بعد خدا نے اس شخص کو حضرت مسیح موعودؑ کی برکت اور ان کی خدمت کے طفیل عزت کی زندگی عطا کی۔ اور رزق وافر سے حصہ دیا۔

۸۱۷ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میری آنکھوں سے پانی بہتا رہتا ہے۔ میرے لئے دُعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ مَیں دُعا کروں گا۔ اور فرمایا آپ مولوی صاحب (حضرت خلیفہ اوّلؓ) سے اطریفل زمانی بھی لیکر کھائیں۔ الحمد للہ کہ اس کے بعد آج تک خاکسار کو پھر کبھی یہ عارضہ نہ ہُوا۔

۸۱۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان

کیا کہ ایک دن سیر کے وقت حضور علیہ السّلام سے ایک شخص نے سوال کیا کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بعض مخفی باتیں بھی بتلائی تھیں۔ جن کے اظہار کرنے کی اجازت آپ کو صرف بعض خاص لوگوں میں تھی۔ اور عام لوگوں میں وہ ظاہر نہیں کی گئیں۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ قرآن مجید میں تو یہ آیا ہے کہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک الخ یعنی اے رسول جو کچھ خدا نے تجھ پر نازل کیا ہے۔ اسے لوگوں تک پہنچا دو۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کی مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کو کسی ایسی بات کے چھپانے کی ہدایت نہیں ہوئی جو کسی شرعی حکم کی حامل تھی۔ یا اس کو شریعت کی تشریح سے تعلق تھا۔ ورنہ بعض انتظامی امور میں یا فتن سے تعلق رکھنے والی باتوں میں ہو سکتا ہے کہ وقتی طور پر اخفاء کا حکم ہوا ہو جیسا کہ بعض احادیث میں بھی اس قسم کا اشارہ ملتا ہے۔ و حضرت صاحب کے الہاموں میں بھی ہے۔ واللہ اعلم۔

۸۱۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کبھی کبھی گھر میں ننگے پیر بھی پھر لیتے تھے۔ خصوصًا اگر پختہ فرش ہوتا تھا تو بعض اوقات ننگے پاؤں ٹہلتے بھی رہتے تھے اور تصنیف بھی کرتے جاتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا انداز بالکل بے تکلفانہ تھا اور زندگی نہایت سادہ تھی۔

۸۲۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ حدیث میں بغیر منڈیر کے کوٹھے پر سونے کی ممانعت ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب عملًا بھی اس حدیث کے سختی کے ساتھ پابند تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ غالبًا سیالکوٹ میں آپ کی چارپائی ایک بے منڈیر کی چھت پر بچھائی گئی۔ تو آپ نے اصرار کے ساتھ اس کی جگہ کو بدلوا دیا۔ اسی طرح کا ایک واقعہ گورداسپور میں بھی ہوا تھا۔

۸۲۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دفعہ تسبیح پڑھنے کے متعلق یہ قصہ سنایا۔ کہ کوئی عورت کسی پر عاشق تھی۔ وہ ایک ملّا کے پاس اپنی کامیابی کے لئے تعویذ گنڈا لینے گئی۔ ملّاں اس وقت تسبیح پڑھ رہا تھا۔ عورت نے

پوچھا۔ مولوی جی! یہ کیا کر رہے ہو؟ مولوی جی کہنے لگے۔ مائی اپنے پیارے کا نام لے رہا ہوں وہ عورت حیران ہو کر کہنے لگی۔ ملّاں جی! نام پیارے کا اور لینا گن گن کر۔ یعنی کیا کوئی شخص معشوق کا نام بھی گن گن کر لیتا ہے؟ وہ تو بے اختیار اور ہر وقت دل اور زبان پر جاری رہتا ہے۔ اس قصہ سے حضرت صاحب کا منشاء یہ تھا کہ ایک سچے مومن کے لئے خدا کا ذکر تسبیح کی قیود سے آزاد ہونا چاہیئے۔

۸۲۲ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ اس ملک میں مرنے جینے اور شادی بیاہ وغیرہ کی جو رسوم رائج ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام ان کو اہلحدیث کی طرح کلی طور پر ردّ نہیں کر دیتے تھے بلکہ سوائے ان رسوم کے جو مشرکانہ یا مخالف اسلام ہوں باقی میں کوئی نہ کوئی توجیہہ فوائد کی نکال لیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس اس فائدہ یا ضرورت کے لئے یہ رسم ایجاد ہوئی ہے مثلاً نیوتہ (جسے پنجابی میں نیوندرا کہتے ہیں) امداد باہمی کے لئے شروع ہوا۔ لیکن اب وہ ایک تکلیف دِہ رسم ہو گئی ہے۔

۸۲۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خواجہ عبدالرحمٰن صاحب ساکن کشمیر نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ میرے والد صاحب بیان کرتے تھے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نماز کی نیت باندھتے تھے تو حضور اپنے ہاتھوں کے انگوٹھوں کو کانوں تک پہونچاتے تھے یعنی یہ دونوں آپس میں چھو جاتے تھے۔

۸۲۴ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خواجہ عبدالرحمٰن صاحب ساکن کشمیر نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ میرے والد صاحب اور شیخ غلام رسول صاحب متوطن کشمیر بیان کرتے تھے کہ ابتداء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام باہر ایک ہی دسترخوان پر جملہ اصحاب کے ساتھ کھانا تناول فرماتے تھے۔ اور اس صورت میں کشمیری اصحاب کو بھی اسی مقدار میں کھانا ملتا تھا جتنا کہ دیگر اصحاب کو۔ اس پر ایک دن مسیح موعود علیہ السلام نے کھانے کے منتظم کو حکم دیا کہ کشمیر کے لوگ زیادہ کھانے کے عادی ہوتے ہیں۔ ان کو بہت کھانا دیا کرو۔ اس پر ہم کو زیادہ کھانا ملنے لگا۔

۸۲۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خواجہ عبدالرحمٰن صاحب ساکن کشمیر نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ مولوی قطب الدین صاحب ساکن شُرط علاقہ کشمیر بیان کرتے تھے کہ جب مَیں احمدی ہوا۔ تو چونکہ

ابتداء میں شرط میں کوئی اور احمدی نہ تھا۔ لہذا میری مخالفت شروع ہوئی۔ مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں مخالفت کی نسبت ایک خط ارسال کیا اور دعا کے لئے درخواست کی۔ جس کا جواب حضور علیہ السلام نے یہ رقم فرمایا کہ صبر کرو۔ وہاں بھی بہت لوگ ایمان لائیں گے۔ خواجہ عبدالرحمٰن صاحب بیان کرتے ہیں کہ بعد میں اگرچہ شرط والے لوگ تو ابھی تک ایمان نہیں لائے۔ لیکن اس کے بالکل متصل گاؤں موسومہ کنیہ پورہ سارے کا سارا احمدی ہو گیا۔ اور علاقہ میں کئی اور جگہ احمدیت پھیل گئی ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ خواجہ صاحب جلدی کرتے ہیں۔ اگر حضرت صاحب نے ایسا فرمایا ہے تو تسلّی رکھیں شرط بھی بچ نہیں سکتا۔

۸۲۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پسرِ موعود کی پیشگوئی شائع فرمائی۔ تو آپ کی زندگی میں ہی ایک شخص نور محمد نامی۔ جو پٹیالہ کی ریاست میں کھیڑو گاؤں کا رہنے والا تھا پسرِ موعود ہونے کا مدعی بن بیٹھا۔ اور بعض جاہل طبقہ کے لوگ اس نے اپنے مرید کر لئے۔ سُنا ہے یہ لوگ قادیان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور ایک دفعہ ان کا ایک وفد قادیان بھی آیا تھا۔ انہوں نے حضرت صاحب کو سجدہ کیا مگر حضرت صاحب نے سختی سے منع فرمایا۔ وہ لوگ چند روز رہ کر واپس چلے گئے۔ اور پھر نہیں دیکھے گئے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ ایسے مجانین اور غالی لوگوں کا وجود ہر قوم میں ملتا ہے۔

۸۲۷ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک دفعہ الہام ہوا تھا کہ "پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن"۔ اس سال سے مَیں دیکھ رہا ہوں کہ ہر بہار کے موسم میں ایک نہ ایک حملہ سخت سردی کا ضرور ہو جاتا ہے۔

۸۲۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے تھے کہ یہ جو حضرت موسیٰ کو فرعون کے پاس بھجواتے ہوئے خدا نے حکم دیا تھا کہ قولا لہ قولاً لیناً لعلہ یتذکر او یخشیٰ۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کا بہت لحاظ کیا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نصیحت کی ہے کہ یہ بادشاہ ہے اس لئے اس کے ساتھ اس کے رتبہ کے موافق نرمی اور ادب سے گفتگو کی جائے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت خلیفہ اوّلؓ بھی یہ نکتہ بیان کیا کرتے تھے اور غالباً انہوں نے حضرت

صاحب سے ہی سُنا ہوگا۔ واللہ اعلم۔

۸۲۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے تھے کہ ایک دفعہ ہم نے دیکھا کہ ایک شخص زنبور کو آیت واذا بطشتم بطشتم جبّارین پڑھ کر ہاتھ سے پکڑ لیا کرتا تھا اور اس کو تکلیف نہیں ہوتی تھی۔ نیز فرمایا کہ بعض بچے کھیل کے طور پر ایک سُوا پنڈلی کے گوشت میں سے آرپار چھید کر نکال دیا کرتے تھے۔

۸۳۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مکرم مفتی محمد صادق صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ جب سرسید احمد خان صاحب نے اس عقیدہ کا اظہار کیا کہ دُعا محض ایک عبادت ہے ورنہ اس کی وجہ سے خدا اپنی قضاء و قدر کو بدلتا نہیں۔ جو بہر حال اپنے مقررہ رستہ پر چلتی ہے تو اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے ایک رسالہ برکات الدعا تصنیف کر کے شائع فرمایا اور اس میں دلائل کے ساتھ ثابت کیا کہ دعا محض عبادت ہی نہیں ہے بلکہ اس کے نتیجہ میں خدا اپنی قضاء و قدر کو بدل بھی دیتا ہے کیونکہ وہ قادر مطلق ہے اور اپنی تقدیر پر بھی غالب ہے اور اسلامی تعلیم کے ماتحت ثابت کیا کہ اس بارے میں سرسیّد کا عقیدہ درست نہیں ہے۔ جب یہ کتاب چھپ کر تیار ہوگئی تو آپ نے اس کا ایک نسخہ سرسیّد کو بھی بھجوایا۔ جس پر سرسیّد نے حضرت مسیح موعُود کو ایک خط لکھا۔ اور اس خط میں معذرت کے طریق پر لکھا کہ مَیں اس میدان کا آدمی نہیں ہوں اس لئے مجھ سے غلطی ہوئی اور یہ کہ جو کچھ آپ نے تحریر کیا ہے وہی درست ہوگا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ در اصل روحانی معاملات میں ذاتی تجربہ نہ رکھنے کی وجہ سے سرسیّد نے کئی باتوں میں غلطی کھائی ہے۔ مگر اس میں شبہ نہیں کہ سرسیّد مسلمانوں کے ہمدرد تھے اور یہ بھی ان کی سعادت تھی کہ متنبہ کئے جانے پر انہوں نے قبولیت دعا کے مسئلہ میں اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ مگر معجزات وغیرہ کے معاملہ میں ان کا عام میلان آخر تک قائم رہا۔ کہ اہل مغرب کے اعتراض سے مرعوب ہو کر فوراً تاویلات کی طرف مائل ہونے لگتے تھے۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے مجھ سے یہ بھی بیان کیا۔ کہ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ سرسیّد اور حضرت مسیح موعود کی مثال ایسی ہے کہ جب اسلام پر کوئی اعتراض ہو تو سرسیّد کی حالت تو ایسی نظر آتی ہے کہ گویا ہاتھ جوڑ کر سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ نہیں سرکار اسلام نے تو ایسا نہیں کہا۔ اسلام کا تو یہ مطلب

نہیں تھا۔ بلکہ یہ تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مثال ایسی ہے کہ اعتراض ہونے پر گویا تلوار لیکر سامنے تن جاتے ہیں کہ جو کچھ اسلام نے کہا ہے وہی ٹھیک ہے اور جو تم کہتے ہو وہ غلط اور جھوٹ ہے
خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے یہ بہت ہی لطیف اور درست مثال دی ہے اور یہ مثال سچی بھی انہی کی زبان سے ہے کیونکہ وہ گھر کے بھیدی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کے متعلق فرماتے ہیں:۔

مدّتے در آتشِ نیچر فرو افتادہ بود　　　این کرامت بیں کہ از آتش برون آمد سلیم

۸۳۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک چچیرا بھائی مرزا کمال الدین تھا۔ یہ شخص جوانی میں فقراء کے پھندے میں پھنس گیا تھا۔ اس لئے دُنیا سے کنارہ کش ہوکر بالکل گوشہ گزین ہوگیا۔ مگر وہ اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح حضرت صاحب سے پرخاش نہ رکھتا تھا۔ علاج معالجہ اور دَم تعویذ بھی کیا کرتا تھا۔ اور بعض عمدہ عمدہ نسخے اس کو یاد تھے۔ چنانچہ ہماری والدہ صاحبہ میاں محمد اسحاق کے علاج کے لئے ان سے ہی گولیاں اور ادویہ وغیرہ منگایا کرتی تھیں۔ اور حضرت صاحب کو بھی اس کا علم تھا۔ آپ بھی فرماتے تھے کہ کمال الدین کے بعض نسخے اچھے ہیں۔ اب مرزا کمال الدین کو فوت ہوئے کئی سال ہوگئے ہیں۔ مگر ان کے تکیہ میں اب تک فقیروں کا قبضہ ہے۔ عُرس بھی ہوتا ہے مگر کچھ رونق نہیں ہے۔
خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کے چچا مرزا غلام محی الدین صاحب کے تین لڑکے تھے۔ سب سے بڑے مرزا امام الدین تھے جو بہت لانبے اور وجیہہ شکل تھے اور مخالفت میں بھی سب سے آگے تھے۔ ان کی لڑکی خورشید بیگم صاحبہ ہمارے بڑے بھائی خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب کے عقد میں آئی تھیں۔ اور عزیزم مرزا رشید احمد انہی کے بطن سے ہیں۔ دوسرے بھائی مرزا نظام الدین تھے جن کی نسل سے مرزا گل محمد صاحب ہیں۔ اور تیسرے بھائی مرزا کمال الدین تھے جن کا اس روایت میں ذکر ہے۔ وہ ہمیشہ مجرد رہے۔ مرزا کمال الدین مخالفت میں حصہ نہیں لیتے تھے۔

۸۳۲ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک زمانہ میں نواب محمد علی خانصاحب نے قادیان میں ایک فونوگراف جس کے ریکارڈ موم کے سلنڈروں کی طرح گول ہوتے تھے منگایا تھا۔ اس میں حضرت خلیفہ اولؓ نے اپنا لیکچر بھرا۔ مولوی عبدالکریم صاحب نے

قرآن مجید بھرا۔ اسی طرح دیگر احباب نے نظمیں اور اذان وغیرہ بھریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اُسے سُنا۔ چونکہ اس وقت وہ عجوبہ چیز تھی۔ لالہ ملاوامل اور لالہ شرمپت نے معہ دیگر چند اہل ہنود کے اسے دیکھنا اور سُننا چاہا۔ اور چونکہ نواب صاحب سے براہ راست ان کا تعلق نہ تھا۔ اور حضرت صاحب پر ان کو دیرینہ تعلق کا دعوے تھا۔ اس لئے انہوں نے حضرت صاحب سے ہی درخواست کی۔ حضور نے ایک اردو نظم تیار کرکے مولوی عبدالکریم صاحب کو دی کہ ریکارڈ میں بھردیں چنانچہ ان کو وہ نظم اور دیگر ریکارڈ سُنائے گئے۔ یہ تبلیغی نظم درثمین میں درج ہے اس زمانہ کے ریکارڈ چونکہ موم کے ہوتے تھے۔ اس لئے مرور زمانہ سے ان کے نقش خراب ہوگئے اور اب صاف سُنے نہیں جاسکتے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ وہی نظم ہے جو اس طرح شروع ہوتی ہے کہ:۔

آواز آرہی ہے یہ فونوگراف سے ۔۔۔۔ ڈھونڈو خدا کو دل سے نہ لاف وگزاف سے

نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ موجودہ زمانہ میں یہ آلہ گراموفون کہلاتا ہے۔ اور اس کے ریکارڈ توے کی طرح چپٹے ہوتے ہیں۔ اور صرف کارخانوں میں تیار ہو سکتے ہیں۔

۸۲۳ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میر شفیع احمد صاحب محقق دہلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے وقت مَیں لاہور میں تھا اور خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان میں رہا کرتا تھا۔ جب آپ فوت ہوئے۔ تو مَیں اور ایک اَور احمدی نوجوان حضرت صاحب کے غسل دینے کے لئے بیری کے پتّے لینے گئے۔ مجھے یہ یاد نہیں۔ کہ کس بزرگ نے پتّے لانے کے لئے کہا تھا۔ مَیں روتا جارہا تھا اور اسلامیہ کالج کے پُشت پر کچھ بیریاں تھیں۔ وہاں سے پتّے توڑ کر لایا تھا۔ گرم پانی میں ان پتوں کو کھولا کر اس پانی سے حضور کو غسل دیا گیا تھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ جہاں تک مجھے یاد ہے کہ حضرت صاحب کو غسل ڈاکٹر نور محمد صاحب لاہوری اور بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی نے دیا تھا۔

۸۲۴ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میر شفیع احمد صاحب محقق دہلوی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ میں نے ایک دوست سے یہ واقعہ سُنا ہے کہ جناب خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب۔ جب ای اے۔ سی کا امتحان دینے کے لئے لاہور گئے۔ تو جہاں دوسرے امیدوار مقیم تھے وہاں ہی مرزا صاحب

ٹھہر گئے۔ ان امیدواروں میں سے کوئی بی۔ اے تھا اور کوئی ایم۔ اے تھا اور کوئی ایل ایل بی تھا۔ ان ایام میں ایک رات مرزا سلطان احمد صاحب ذرا جلدی لیٹ گئے۔ دوسرے امیدوار ابھی جاگ رہے تھے۔ انہوں نے آپ کو سویا ہُوا سمجھکر آپس میں مذاق شروع کردیا۔ کہ ان مرزا صاحب کو بھی امتحان کا شوق چڑایا ہے۔ ایسے ایسے قابل لوگوں کو تو پاس ہونے کی امید نہیں۔ اور یہ خواہ مخواہ امتحان میں آکودے۔ ان کی یہ گفتگو سن کو مرزا صاحب نے دل میں کہا۔ کہ مَیں حضرت والد صاحب کو دعا کے واسطے کہہ تو آیا ہوں۔ اور آپ نے دعا کا وعدہ بھی کیا تھا۔ ضرور دعا کرینگے۔ خدا کرے کہ مَیں کامیاب ہوجاؤں۔ تاکہ ان لوگوں کے مذاق کا جواب مل جائے۔ انہی خیالات میں آپ سو گئے اور قریبًا چار بجے صبح کو آپ نے خواب دیکھا کہ حضرت صاحب تشریف لائے اور آپ نے مرزا سلطان احمد کو ہاتھ سے پکڑ کر کُرسی پر بٹھا دیا ہے۔ یہ خواب دیکھکر مرزا سلطان احمد صاحب کی آنکھ کھل گئی۔ اور انہوں نے خود ہی اس خواب کی تعبیر کی۔ کہ مَیں ضرور کامیاب ہوجاؤنگا۔ اتنے میں دیگر امیدوار بھی بیدار ہوگئے۔ اور مرزا سلطان احمد صاحب نے ان کو کہا کہ دیکھو رات تم لوگ میرا مذاق اُڑا رہے تھے۔ اب تم دیکھنا کہ مَیں ضرور کامیاب ہو کر آؤں گا۔ اور تم دیکھتے رہ جاؤ گے۔ انہوں نے ازراہِ مذاق کہا۔ کہ کیا آپ کو بھی اپنے والد صاحب کی طرح الہام ہوتا ہے؟ مرزا سلطان احمد صاحب نے کہا۔ بس اب تم دیکھ لینا کہ کیا ہوتا ہے۔ چنانچہ مرزا سلطان احمد صاحب اس امتحان میں بفضلہٖ کامیاب ہوگئے۔ اگرچہ مرزا صاحب اس وقت حضرت صاحب کی بیعت میں داخل نہ تھے۔ مگر ان کو حضور کی دُعا اور وحی پر یقین اور ایمان تھا۔ چنانچہ اس سے پہلے مرزا صاحب نے تحصیلداری میں کامیابی کے واسطے بھی حضرت صاحب سے دعا کرائی تھی۔ اور پھر تحصیلدار ہوگئے تھے۔ مَیں نے سُنا ہے کہ اس وقت انہوں نے پہلے ماہ کی تنخواہ حضرت صاحب کے پاس بھیجی۔ کہ میری طرف سے لنگرخانہ میں بطور چندہ آپ قبول فرمائیں۔ مگر آپ نے اس روپیہ کے لینے سے انکار کردیا۔ اور فرمایا۔ یہ نعمت صرف احمدی لوگوں کے لئے ہے۔ ایک غیر احمدی کا چندہ اس میں نہیں لیا جاسکتا۔ اگر تم دینا چاہتے ہو تو سکول میں دیدو۔ کیونکہ اس میں تمہارا بیٹا بھی پڑھتا ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مجھے اس واقعہ کے متعلق کوئی ذاتی علم نہیں ہے اور نہ کوئی اور اطلاع

ہے اس لئے مَیں اس کی صحت یا عدم صحت کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مگر اس قدر بات مجھے بھی معلوم ہے جو سیرۃ المہدی حصہ اوّل کی روایت نمبر ۲۰۸ میں گذر چکی ہے کہ ایک دفعہ جب تحصیلداری کے امتحان کے لئے مرزا سلطان احمد صاحب نے حضرت صاحب کو دُعا کے لئے لکھا تھا تو حضرت صاحب نے ناراضگی کے ساتھ ان کا رقعہ پھینک دیا تھا کہ بس دُنیا کا خیال ہی غالب رہتا ہے۔ مگر اسی رات حضرت صاحب کو خدا نے الہام کیا کہ ہم اسے پاس کر دینگے۔ چنانچہ وہ کامیاب ہو گئے۔

۸۲۵ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ میر شفیع احمد صاحب دہلوی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک مرتبہ چند لوگوں نے ایک احمدی سے مباحثہ کے دَوران میں کہا کہ مرزا صاحب کا اپنا بیٹا ان کو نبی نہیں مانتا۔ پہلے اس کو مناؤ پھر ہم سے بات کرنا۔ یہ بات بڑھی اور مرزا سلطان احمد کی شہادت پر فیصلہ قرار پایا چنانچہ وہ احمدی اور ان کے مخالف مرزا سلطان احمد صاحب کے پاس گئے اور ان سے دریافت کیا کہ آپ مرزا صاحب یعنی اپنے والد صاحب کو نبی مانتے ہیں یا نہیں؟ مرزا سلطان احمد صاحب نے جواب دیا۔ کہ مَیں نے بنی اسرائیل کے انبیاء کا حال پڑھا ہے۔ اگر وہ ان حالات کی بناء پر نبی کہلانے کے مستحق ہیں۔ تو میرے والد صاحب ان سے بہت زیادہ نبی کہلانے کے مستحق ہیں۔ اس پر کسی نے کہا کہ پھر آپ ان کو مان کیوں نہیں لیتے۔ جواب دیا۔ کہ میں دنیا داری میں گرفتار ہوں۔ اور مَیں اس بات کو پسند نہیں کرتا۔ کہ بیعت کر لینے کے بعد بھی میرے اندر دنیا کی نجاست موجود رہے۔ اس سے ایک عقلمند یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ غیر احمدی ہونے کے ایام میں بھی مرزا سلطان احمد صاحب دل میں حضرت اقدس علیہ السلام کی کس قدر عزت کرتے تھے۔ اپنے مقدس باپ کا اثر ان کے اندر اس قدر موجود تھا کہ نائب تحصیلدار کے بعد تحصیلدار۔ پھر ای۔ اے۔ سی پھر افسر مال پھر ڈپٹی کمشنر وغیرہ رہے مگر کسی جگہ آجتک مرزا صاحب سے کسی کو شکایت نہیں ہوئی۔ انہوں نے کبھی کسی کو دکھ نہیں دیا نہ ظلم کیا نہ جھوٹ بولا اور نہ رشوت قبول کی۔ بلکہ ڈالی تک قبول نہ کرتے تھے۔ یہ تمام خوبیوں کا مجموعہ انہیں وراثۃً باپ سے ملا تھا۔ نہ صرف اس قدر بلکہ ان کے بچوں میں بھی فطرتاً یہ باتیں موجود ہیں۔ مرزا عزیز احمد صاحب ایم۔ اے بھی سرکاری ملازم ہیں۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ ان کے دفتر والے ماتحت اور افسر بلکہ ہمسایہ تک ان کے چلن اور اخلاق کے مدح خواں ہیں۔

اسی ضمن میں ایک بات عرض کرتا ہوں کہ ایک زمانہ میں حضرت میاں محمود احمد صاحب۔ میاں محمد اسحٰق صاحب اور میاں بشیر احمد صاحب تالاب کے کنارے بیڈمنٹن کھیلا کرتے تھے۔ گو مَیں بچہ تھا مگر میری

فطرت میں تحقیق کا مادہ تھا۔ کھڑے ہو کر گھنٹوں دیکھتا کہ یہ لوگ کھیل میں گالی گلوچ یا جھوٹ یا فحش کلامی بھی کرتے ہیں یا نہیں۔ مگر میں نے ان حضرات کو دیکھا۔ کہ کبھی کوئی جھگڑا نہ کرتے تھے۔ حالانکہ کھیل میں اکثر جھگڑا ہو جایا کرتا ہے۔

اسی طرح اکثر دفعہ میں میاں بشیر احمد صاحب و میاں شریف احمد صاحب کے ساتھ شکار کے لئے جایا کرتا تھا۔ دونوں حضرات کے پاس ایک ایک ہوائی بندوق ہوا کرتی تھی۔ اور پرندوں کا شکار کرتے تھے۔ ہر جگہ میرا یہ مقصد ہوتا تھا۔ کہ میں دیکھوں کہ ان لوگوں کے اخلاق کیسے ہیں۔

پھر حضرت میاں محمود احمد صاحب مغرب کے بعد اکمل صاحب کی کوٹھڑی میں آکر بیٹھا کرتے تھے اور میں بھی وہاں بیٹھا رہتا تھا۔ شعر و شاعری اور مختلف باتیں ہوتی تھیں۔ مگر میں نے کبھی کوئی ایسی ویسی بات نہ دیکھی۔ بلکہ ان کی ہر بات حیرت انگیز اخلاق والی ہوتی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جب پیغام پارٹی خصوصاً شیخ رحمت اللہ صاحب نے مجھے کہا۔ کہ میر صاحب! آپ میاں صاحب (یعنی خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ) اور اکمل کی پارٹی میں بہت بیٹھا کرتے ہیں۔ ذرا پتہ لگائیں۔ کہ یہ بدر میں آجکل کوئل۔ بلبل اور فاختہ کیسی اُڑتی ہیں۔ اس زمانہ میں قاضی اکمل صاحب کی اس قسم کی اکثر نظمیں شائع ہوتی تھیں۔ چنانچہ میں رات دن اس امر کی تلاش میں رہتا کہ مجھے کوئی بات مل جائے تو میں پیغام پارٹی کو اطلاع دوں۔ مگر میں جس قدر حضرت میاں صاحب کی صحبت میں رہا کونوا مع الصادقین کا کرشمہ مجھ پر اثر کرتا چلا گیا۔ ان لوگوں کا خیال تھا۔ کہ میاں محمود احمد صاحب میاں محمد اسحاق صاحب اور قاضی اکمل مل کر کوئی خاص ایجی ٹیشن پھیلا رہے ہیں۔ کیونکہ ان دنوں میں میاں محمد اسحٰق صاحب نے یہ سوال اٹھایا تھا کہ آیا خلیفہ انجمن کے ماتحت ہے یا خلیفہ کے ماتحت انجمن ہے۔ گو میاں محمد اسحٰق صاحب کم عمر کے تھے۔ مگر ان کا دماغ اور ذہن بڑے غضب کا تھا۔ غرضیکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مصاحب اور رشتہ دار اور اولاد ہر ایک اس قدر گہرے طور پر حضرت صاحب کے رنگ میں رنگین ہو گئے تھے کہ بے انتہا جستجو کے بعد بھی کوئی آدمی ان میں کوئی عیب نہ نکال سکتا تھا۔ میں خود پیروں کے خاندان میں پیدا ہوا ہوں۔ اور پیروں فقیروں سے بعید تعلقات اور رشتہ داریاں ہیں مجھے اس کے متعلق ایک حد تک تجربہ ہے۔ وہ لوگ اپنے مریدوں میں بیٹھکر جس قدر اپنی بزرگی جتاتے ہیں۔ اسی قدر وہ درپردہ بدچلن اور بداخلاق ہوتے ہیں۔ کہ اپنے نفس۔ زبان

ہاتھ اور دل و آنکھ پر قابو نہیں رکھ سکتے۔اسی طرح ان کی اولاد اور رشتہ دار ہوتے ہیں۔ اور جو دکھاوا ہوتا ہے وہ سب دوکانداری کی باتیں ہوتی ہیں۔

۸۳۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد خاں صاحب ساکن گل منج نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ جب کثرت سے لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس آنے لگے۔ تو ایک مرتبہ حضرت صاحب نے مسجد اقصیٰ میں لیکچر دیا۔ تین گھنٹہ تک تقریر فرماتے رہے۔ اس روز لاہور کے کئی آدمی بھی موجود تھے۔ شیخ رحمت اللہ صاحب سوداگر بھی یہیں تھے۔ اور قادیان کے ہندو بھی مسجد میں موجود تھے۔ اس تقریر میں حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ ایک زمانہ تھا کہ مَیں اکیلا ہی بٹالہ جایا کرتا تھا۔ اور کبھی کبھی میرے ساتھ ملا وامل اور شرن پت بھی جایا کرتے تھے۔ انہیں ایام میں خدا تعالےٰ نے مجھ کو کہا کہ مَیں تیری طرف آنے کے لئے لوگوں کے راستہ کو کثرت استعمال سے ایسا کر دُونگا کہ ان میں گڑھے پڑجائیں گے۔ مگر تم نے دل میں گھبرانا نہیں۔ خدا خود تیرا سارا سروسامان تیار کرے گا۔ یہ خیال نہ کرنا کہ مَیں لوگوں کو رہائش کی جگہ اور کھانا کہاں سے مہیّا کر کے دُوں گا۔ آپ نے فرمایا۔ اب دیکھ لو کہ خدا نے کس طرح میرے لئے سازوسامان تیار کر دیا ہے۔ کہ جتنے مہمان بھی آتے ہیں ان کا گذارہ بخیر و خوبی ہوتا ہے۔ مگر قادیان کے لوگوں نے مجھے نہ مانا۔ پھر اسی وقت جبکہ حضور یہ تقریر فرمارہے تھے مَیں کسی ضرورت کے لئے مسجد سے نیچے اُترا۔ تو مجھے دو سکھ ملے۔ ایک اندھا تھا اور دوسرا جوان عمر تھا۔ انہوں نے کچھ سنگترے اور سودا سلف خریدا ہُوا تھا۔ اندھے سکھ نے دوسرے کو کہا کہ ادھر سے چلو۔ ذرا شلوک بانی سن لیں۔ پھر وہ دونو مسجد کے اُوپر چڑھ گئے اور مَیں بھی ان کے پیچھے مسجد میں واپس آگیا۔ اور وہ لوگوں میں آکر بیٹھ گئے۔ اتنے میں اندھا سکھ بولا "بھائیو۔ پیارو۔ مترو۔ میری اک عرض وا" اس کا انداز یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ تقریر میں رخنہ ڈال کر اپنے مذہب کے متعلق کچھ پرچار کرنا چاہتا ہے۔ جس پر قریب کے لوگوں نے اسے روک دیا۔ کہ بولو نہیں وعظ ہو رہا ہے۔ دو منٹ کے بعد پھر اس اندھے نے پہلے کی طرح کہا پھر لوگوں نے اُسے روک دیا۔ اس پر نوجوان سکھ نے گالیاں دینی شروع کر دیں۔ اس وقت پولیس کا انتظام تھا اور محمد بخش تھانیدار بھی آیا ہُوا تھا۔ لوگوں نے تھانیدار کو کہا کہ دو سکھ مسجد میں گالیاں نکال رہے ہیں۔ تھانہ دار اس وقت مرزا نظام الدین کے دیوانخانہ میں کھڑا تھا۔ اور دو سپاہی اس کے ساتھ تھے۔ وہ گئے تو اُن سکھوں کو پکڑ کر دیوان خانہ میں لے گئے۔ حضرت صاحب کے تقریر ختم کرنے کے

دو گھنٹہ بعد کسی شخص نے آکر بتایا۔ کہ تھانیدار نے ان سکھوں کو مارا ہے۔ حضرت صاحب نے اسی وقت فرمایا کہ تھانیدار کو کہو کہ ان کو چھوڑ دے۔ اس پر اس تھانیدار نے ان سکھوں کو چھوڑ دیا۔

۸۳۷ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خواجہ عبدالرحمن صاحب متوطن کشمیر نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خانگی زندگی بھی اللہ تعالےٰ ہی کے کاموں میں گذرتی تھی۔ ہر وقت یا تحریر کا کام ہوتا تھا یا غور و فکر اور ذکر الٰہی کا۔ کبھی میں نے حضور کو اپنے بچوں سے لاڈ کرتے نہیں دیکھا باوجودیکہ ان سے آپ کو بہت محبت تھی۔ اور کبھی کسی خادمہ کو کوئی حکم دیتے بھی نہیں دیکھا۔ حضور گھر میں بھی زیادہ کلام نہ کرتے تھے۔ سنجیدہ اور متین رہتے تھے۔ آپ بہت کم سوتے تھے۔ اور بہت کم کھانا کھاتے تھے اور بعض اوقات ساری ساری رات لکھتے رہتے تھے۔ اندرون خانہ میں بھی نہایت سادہ رہتے تھے۔ یہ سب خانگی امور ایسے ہیں۔ جو خدا کے فضل سے میرے دل میں کالنقش فی الحجر ہیں۔ اور بفضلہٖ تعالےٰ دنیا کی کوئی نعمت اور کوئی بلا آنحضور علیہ السلام پر ایمان لانے سے مجھے نہیں روک سکتی۔ کیونکہ میں نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوا ہے۔

۸۳۸ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خواجہ عبدالرحمن صاحب متوطن کشمیر نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ڈاکٹر گوہرالدین صاحب جب انٹرنس کے امتحان میں پہلی دفعہ ناکام ہوئے۔ تو انہوں نے میرے روبرو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں ایک خط لکھا جس میں اپنی ناکامی کا تذکرہ کرتے ہوئے دعا کے لئے التجا کی۔ حضور نے نہایت الفت اور محبت سے دلجوئی کے طور پر مندرجہ ذیل جواب خط کی پشت پر ارقام فرمایا۔

"السلام علیکم عم پہونچا۔ جزاکم اللہ تعالےٰ۔

خدا تمہیں پھر کامیاب کرے۔ اس میں خدا تعالےٰ کی حکمت ہے۔ میں تمہارے دین اور دنیا کے لئے دعا کروں گا۔ کچھ غم نہ کرو۔ خدا داری چہ غم داری۔ پھر پاس ہو جاؤ گے۔"

یہ خط برادرم ڈاکٹر صاحب موصوف کے پاس اب تک محفوظ ہے۔ چنانچہ وہ دوسرے سال انٹرنس کے امتحان میں کامیاب ہوئے۔ اور اب بفضلہٖ تعالےٰ برہما میں سب اسسٹنٹ سرجن ہیں اور بہت عزت کی زندگی گذار رہے ہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحب سکول کے بچوں کو بھی کس محبت

کے ساتھ یاد فرماتے تھے۔

۸۳۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خواجہ عبدالرحمٰن صاحب متوطن کشمیر نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ماہ مارچ ۱۹۰۸ء میں جب ہم طلباء انٹرنس کے امتحان کے لئے امرتسر جانے لگے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے رخصت حاصل کرنے کے لئے حضور کے مکان پر حاضر ہوئے۔ جب حضور کو اطلاع کرائی گئی تو دروازہ پر پہونچتے ہی حضور نے فرمایا۔ "خدا تم سب کو پاس کرے" اس کے بعد ہم نے یکے بعد دیگرے حضور سے مصافحہ کیا۔ ایک لڑکا مسمی عطا محمد بعد میں دوڑتا ہوا آیا۔ اس وقت حضور ہمیں رخصت فرماکر چند قدم اندرون خانہ میں جا چکے تھے۔ تو عطا محمد مذکور نے حضور کا پیچھے سے دامن پکڑ کر زور سے کہا۔ "حضور میں رہ گیا ہوں"۔ اس پر حضور مڑ کر اسکی طرف متوجہ ہوئے۔ اور مصافحہ کرکے اس کو بھی رخصت کیا۔ یہ دوست اب سب اسسٹنٹ سرجن ہیں۔

خواجہ عبدالرحمٰن صاحب نے مزید بیان کیا کہ اس سال سولہ طلباء انٹرنس کے امتحان میں شامل ہوئے تھے۔ جن میں سے کئی ایک تو اسی سال پاس ہو گئے۔ اور باقی کچھ دوسرے سال پاس ہوئے اور بعض جو پھر بھی پاس نہ ہوئے۔ وہ بھی بحمد اللہ مسیح موعود علیہ السلام کی دعا سے اچھی حیثیت میں ہیں۔ اور اپنے اپنے کاروبار اور ملازمتوں میں خوش زندگی گذار رہے ہیں۔

۸۴۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خواجہ عبدالرحمٰن صاحب متوطن کشمیر نے مجھ کو بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ جبکہ صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب (خاکسار مؤلف) ابتداء میں مدرسہ ہائی سکول میں لوئر پرائمری میں داخل کرائے گئے۔ تو ایک دن حضرت میر ناصر نواب صاحب ہائی سکول کے بورڈنگ میں تشریف لائے۔ اور حافظ غلام محمد صاحب (سابق مبلغ ماریشس) سے فرمانے لگے۔ کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے میاں بشیر احمد کو بورڈنگ میں داخل کرنے کا حکم دیا ہے آپ ان کا خیال رکھا کریں۔ خاکسار بھی اس وقت پاس ہی کھڑا تھا۔ میر صاحب نے میرے متعلق فرمایا کہ یہ میاں صاحب کا بستہ گھر سے لایا اور لے جایا کرے گا۔ صاحبزادہ صاحب اس کے بعد دن کو بورڈنگ ہی میں رہا کرتے تھے۔ اور رات کو گھر چلے آتے تھے۔ اور میں بستہ بردار غلام تھا۔ حضرت ام المومنین سلمہا اللہ تعالے ماہوار کچھ نقدی بھی عطا فرماتی تھیں۔ مگر میرا اصل معاوضہ حضور کی خوشنودی اور دعا تھی۔

۸۴۱ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خواجہ عبدالرحمن صاحب متوطن کشمیر نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام گھر میں جب رفع حاجت کے لئے پاخانہ میں جاتے تھے تو پانی کا لوٹا لازماً ساتھ لے جاتے تھے اور اندر طہارت کرنے کے علاوہ پاخانہ سے باہر آکر بھی ہاتھ صاف کرتے تھے

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کا طریق تھا کہ طہارت سے فارغ ہو کر ایک دفعہ سادہ پانی سے ہاتھ دھوتے تھے۔ اور پھر مٹی مل کر دوبارہ صاف کرتے تھے۔

۸۴۲ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک شخص پھتر سنگھ ریاست جموں کے تھے۔ وہ قادیان آکر مسلمان ہو گئے۔ نام ان کا شیخ عبدالعزیز رکھا گیا۔ ان کو لوگ اکثر کہتے تھے کہ ختنہ کرا لو۔ وہ بیچارے چونکہ بڑی عمر کے ہو گئے تھے۔ اس لئے ہچکچاتے تھے۔ اور تکلیف سے بھی ڈرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ذکر کیا گیا۔ کہ آیا ختنہ ضروری ہے فرمایا بڑی عمر کے آدمی کے لئے ستر عورت فرض ہے مگر ختنہ صرف سنت ہے۔ اس لئے ان کے لئے ضروری نہیں کہ ختنہ کروائیں۔

۸۴۳ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت صاحب کے خادم میاں حامد علی مرحوم کی روایت ہے کہ ایک سفر میں حضرت صاحب کو احتلام ہوا جب میں نے یہ روایت سُنی تو بہت تعجب ہوا۔ کیونکہ میرا خیال تھا کہ انبیاء کو احتلام نہیں ہوتا۔ پھر بعد فکر کرنے کے اور طبی طور پر اس مسئلہ پر غور کرنے کے مَیں اس نتیجہ پر پہونچا۔ کہ احتلام تین قسم کا ہوتا ہے ایک فطرتی۔ دوسرا شیطانی خواہشات اور خیالات کا نتیجہ اور تیسرا مرض کی وجہ سے۔ انبیاء کو فطرتی اور بیماری والا احتلام ہو سکتا ہے۔ مگر شیطانی نہیں ہوتا۔ لوگوں نے سب قسم کے احتلام کو شیطانی سمجھ رکھا ہے جو غلط ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ میر صاحب مکرم کا یہ خیال درست ہے کہ انبیاء کو بھی بعض اقسام کا احتلام ہو سکتا ہے اور میرا ہمیشہ سے یہی خیال رہا ہے۔ چنانچہ مجھے یاد ہے کہ جب میں نے بچپن میں اس حدیث کو پڑھا تھا کہ انبیاء کو احتلام نہیں ہوتا۔ تو اس وقت بھی میں نے دل میں یہی کہا تھا کہ اس سے شیطانی نظارہ والا احتلام مراد ہے نہ کہ ہر قسم کا احتلام۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ میر صاحب نے جو فطرتی احتلام اور بیماری کے احتلام کی اصطلاح لکھی ہے یہ غالباً ایک ہی قسم ہے۔ جس میں صرف

درجہ کا فرق ہے یعنی اصل اقسام دو ہی ہیں۔ ایک فطرتی احتلام جو کسی طبعی تقاضے کا نتیجہ ہوتا ہے اور دوسرے شیطانی احتلام جو گندے خیالات کا نتیجہ ہوتا ہے۔ واللّٰہ اعلم۔

۸۴۴ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پیشاب کر کے ہمیشہ پانی سے طہارت فرمایا کرتے تھے۔ مَیں نے کبھی ڈھیلہ کرتے نہیں دیکھا

۸۴۵ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اندھیرے میں نہیں سویا کرتے تھے۔ بلکہ ہمیشہ رات کو اپنے کمرہ میں لالٹین روشن رکھا کرتے تھے اور تصنیف کے وقت تو دس پندرہ موم بتیاں اکٹھی جلا لیا کرتے تھے۔

۸۴۶ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ میرے گھر سے یعنی والدہ عزیز مظفر احمد نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کتاب "قادیان کے آریہ اور ہم" کی نظم لکھ رہے تھے۔ جس کے آخر میں دُعا یہی ہے۔ وفا یہی ہے وغیرہ آتا ہے۔ تو مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی بڑی بیوی مولویانی مرحومہ کسی کام کی غرض سے حضرت صاحب کے پاس آئیں حضرت صاحب نے ان سے فرمایا کہ مَیں ایک نظم لکھ رہا ہوں۔ جس میں یہ یہ قافیہ ہے آپ بھی کوئی قافیہ بتائیں۔ مولویانی مرحومہ نے کہا۔ ہمیں کسی نے پڑھایا ہی نہیں۔ تو مَیں بتاؤں کیا حضرت صاحب نے ہنس کر فرمایا کہ آپ نے بتا تو دیا ہے اور پھر بھی آپ شکایت کرتی ہیں کہ کسی نے پڑھایا نہیں مطلب حضرت صاحب کا یہ تھا کہ "پڑھایا نہیں" کے الفاظ میں جو پڑھا کا لفظ ہے۔ اسی میں قافیہ آگیا ہے۔ چنانچہ آپ نے اسی وقت ایک شعر میں اس قافیہ کو استعمال کر لیا۔

۸۴۷ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ میرے گھر سے یعنی والدہ عزیز مظفر احمد نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام عموماً گرم پانی سے طہارت فرمایا کرتے تھے اور ٹھنڈے پانی کو استعمال نہ کرتے تھے۔ ایک دن آپ نے کسی خادمہ سے فرمایا۔ کہ آپ کے لئے پاخانہ میں لوٹا رکھ دے۔ اس نے غلطی سے تیز گرم پانی کا لوٹا رکھ دیا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام فارغ ہو کر باہر تشریف لائے۔ تو دریافت فرمایا کہ لوٹا کس نے رکھا تھا۔ جب بتایا گیا کہ فلاں خادمہ نے رکھا تھا۔ تو آپ نے اُسے بلوایا۔ اور اُسے اپنا ہاتھ آگے کرنے کو کہا۔ اور پھر اس کے ہاتھ پر آپ نے اس لوٹے کا بچا ہُوا پانی بہا دیا۔ تاکہ اُسے احساس ہو کہ یہ پانی اتنا گرم ہے کہ طہارت میں استعمال

نہیں ہوسکتا۔ اس کے سوا آپ نے اُسے کچھ نہیں کہا۔

۸۴۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میرے گھر سے یعنی والدہ عزیز مظفر احمد نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ ہم گھر کی چند لڑکیاں تربوز کھا رہی تھیں۔ اس کا ایک چھلکا مائی تابی کو جا لگا۔ جس پر مائی تابی بہت ناراض ہوئی۔ اور ناراضگی میں بددعائیں دینی شروع کر دیں۔ اور پھر خود ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس جا کر شکایت بھی کر دی۔ اس پر حضرت صاحب نے ہمیں بلایا اور پوچھا کہ کیا بات ہوئی ہے۔ ہم نے سارا واقعہ سُنا دیا۔ جس پر آپ مائی تابی پر ناراض ہوئے کہ تم نے میری اولاد کے متعلق بددعا کی ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مائی تابی قادیان کے قریب کی ایک بوڑھی عورت تھی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں رہتی تھی اور اچھا اخلاص رکھتی تھی۔ مگر ناراضگی میں عادتاً بددعائیں دینے لگتی تھی۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ میرے گھر سے خان بہادر مولوی غلام حسن صاحب پشاوری کی لڑکی ہیں۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے صحابی ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ مولوی صاحب موصوف کو خلافت ثانیہ کے موقعہ پر ٹھوکر لگی۔ اور وُہ غیر مبایعین کے گروہ میں شامل ہو گئے۔ لیکن الحمدللہ کہ میرے گھر سے بدستور جماعت میں شامل ہیں اور وابستگانِ خلافت میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے والد ماجد کو بھی ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین۔

۸۴۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مائی امیر بی بی عرف مائی کاکو ہمشیرہ میاں امام الدین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیشتر طور پر عورتوں کو یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ نماز باقاعدہ پڑھیں۔ قرآن شریف کا ترجمہ سیکھیں اور خاوندوں کے حقوق کو ادا کریں۔ جب کبھی کوئی عورت بیعت کرتی تو آپ عموماً یہ پوچھا کرتے تھے کہ تم قرآن شریف پڑھی ہوئی ہو یا نہیں۔ اگر وہ نہ پڑھی ہوئی ہوتی تو نصیحت فرماتے تھے کہ قرآن شریف پڑھنا سیکھو۔ اور اگر صرف ناظرہ پڑھی ہوتی۔ تو فرماتے کہ ترجمہ بھی سیکھو۔ تاکہ قرآن شریف کے احکام سے اطلاع ہو۔ اور ان پر عمل کرنے کی توفیق ملے۔

۸۵۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مائی کاکو نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میرے سامنے میاں عبدالعزیز صاحب پٹواری سیکھواں کی بیوی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے کچھ تازہ جلیبیاں

لائی۔حضرت صاحب نے ان میں سے ایک جلیبی اٹھا کر منہ میں ڈالی۔اس وقت ایک راولپنڈی کی عورت پاس بیٹھی تھی۔اس نے گھبرا کر حضرت صاحب سے کہا۔حضرت یہ تو ہندو کی بنی ہوئی ہیں۔حضرت صاحب نے کہا۔تو پھر کیا ہے۔ہم جو سبزی کھاتے ہیں۔وہ گوبر اور پاخانہ کی کھاد سے تیار ہوتی ہے۔اور اسی طرح بعض اور مثالیں دے کر اُسے سمجھایا۔

۸۵۱ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔مائی کا کو نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میرے بھائی خیر دین کی بیوی نے مجھ سے کہا کہ شام کا وقت گھر میں بڑے کام کا وقت ہوتا ہے اور مغرب کی نماز عموماً قضا ہو جاتی ہے۔تم حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دریافت کرو کہ ہم کیا کیا کریں۔مَیں نے حضرت صاحب سے دریافت کیا۔کہ گھر میں کھانے وغیرہ کے انتظام میں مغرب کی نماز قضا ہو جاتی ہے۔اس کے متعلق کیا حکم ہے۔حضرت صاحب نے فرمایا مَیں اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔اور فرمایا کہ صبح اور شام کا وقت خاص طور پر برکات کے نزول کا وقت ہوتا ہے۔اور اس وقت فرشتوں کا پہرہ بدلتا ہے۔ایسے وقت کی برکات سے اپنے آپ کو محروم نہیں کرنا چاہیئے۔ہاں کبھی مجبوری ہو تو عشاء کی نماز سے ملا کر مغرب کی نماز جمع کی جاسکتی ہے۔مائی کا کو نے بیان کیا کہ اس وقت سے ہمارے گھر میں کسی نے مغرب کی نماز قضا نہیں کی اور ہمارے گھروں میں یہ طریق عام طور پر رائج ہو گیا ہے کہ شام کا کھانا مغرب سے پہلے ہی کھا لیتے ہیں تاکہ مغرب کی نماز کو صحیح وقت پر ادا کر سکیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مائی کا کو نے جو قضا کا لفظ استعمال کیا ہے یہ عرف عام میں غلط طور پر استعمال ہونے لگا ہے۔ورنہ اس کے اصلی معنے پورا کرنے اور ادا کرنے کے ہیں نہ کہ کھونے اور ضائع کرنے کے۔مجھے اس کا اس لئے خیال آیا کہ مجھے یاد ہے کہ حضرت صاحب نے بھی ایک جگہ اس لفظ کے غلط استعمال کے متعلق ذکر کیا ہے۔

۸۵۲ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔مائی کا کو نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ جب حضرت صاحب نے جماعت میں بکروں کی قربانی کا حکم دیا تھا۔تو ہم نے بھی اس ارشاد کی تعمیل میں بکرے قربان (صدقہ) کروائے تھے۔اس کے کچھ عرصہ بعد مَیں نے خواب دیکھا۔کہ ایک بڑا بھاری جلوس آرہا ہے اور اس جلوس کے آگے کوئی شخص رتھ میں سوار ہو کر چلا آرہا ہے۔جس کے ارد گرد پردے پڑے ہوئے ہیں اور لوگوں میں شور ہے کہ محمد صلعم آگئے۔محمد صلعم آگئے۔میں نے آگے بڑھ کر رتھ کا

پردہ اُٹھایا تو اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا۔ کیا تم نے صدقہ نہیں کیا؟ مَیں نے کہا حضور ہم نے تو صدقہ کروا دیا ہے۔ آپ نے فرمایا اور کروا دو۔ چنانچہ مَیں نے اور صدقہ کروا دیا۔ اس زمانہ میں دُو روپیہ میں بکرا مل جاتا تھا۔ اور ہم نے پانچ پیسے میں سیر گوشت خریدا ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ غالباً اس زمانہ کی بات ہے جب حضرت صاحب ۱۹۰۵ء والے زلزلہ کے بعد باغ میں جاکر ٹھہرے تھے۔

۸۵۳ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ ایک شخص بمبئی کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کو آیا۔ اس کی داڑھی اور مونچھیں سب سفید تھیں۔ حضور نے ملاقات کے بعد ان سے پوچھا۔ آپ کی کیا عمر ہوگی۔ وہ شخص کہنے لگا کہ حضرت میں نے تو اپنا کوئی بال سیاہ دیکھا ہی نہیں۔ نکلتے ہی سفید ہیں۔ یاد نہیں کہ اس نے اپنی عمر کتنی بتائی۔ اس کی بات سے حضرت صاحب نے تعجب کیا۔ اور پھر گھر میں جاکر بھی بیان کیا کہ آج ایک ایسا شخص ملنے آیا تھا۔

۸۵۴ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے دوسری شادی کی تو کسی وجہ سے جلدی ہی اس بیوی کو طلاق دیدی۔ پھر بہت مدت شاید سال کے قریب گزر گیا۔ تو حضرت صاحب نے چاہا کہ وہ اس بی بی کو پھر آباد کریں۔ چنانچہ مسئلہ کی تفتیش ہوئی اور معلوم ہُوا کہ طلاق بائن نہیں ہے۔ بلکہ رجعی ہے۔ اس لئے آپ کی منشاء سے ان کا دوبارہ نکاح ہوگیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ پہلی بیوی سے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے اولاد نہیں ہوتی تھی اور حضرت صاحب کو آرزو تھی کہ ان کے اولاد ہو جائے۔ اسی لئے آپ نے تحریک کر کے شادی کروائی تھی

۸۵۵ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ ہر الٰہی سلسلہ کا پہلا اور آخری نبی قتل سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ مگر درمیانی نبی اگر ان کے ساتھ مخصوص طور پر حفاظت کا وعدہ نہ ہو اور وہ اپنی بعثت کی غرض کو پُورا کر چکے ہوں تو وہ قتل ہوسکتے ہیں چنانچہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو قتل سے محفوظ

رکھا۔ اور محمدی سلسلہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل سے محفوظ رکھا۔ اور میرے ساتھ بھی اس کا حفاظت کا وعدہ ہے۔ مگر فرماتے تھے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام دشمنوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے

۸۵۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح حضرت مسیح ناصری سے پہلے حضرت یحییٰ علیہ السلام بطور ارہاص کے مبعوث کئے گئے تھے اسی طرح مجھ سے پہلے سید احمد صاحب بریلوی بطور ارہاص کے مبعوث کئے گئے کیونکہ وہ تیرھویں صدی کے مجدّد تھے اور حضرت صاحب فرماتے تھے کہ یہ ایک عجیب مشابہت ہے کہ جس طرح حضرت یحییٰ علیہ السلام قتل ہوئے اسی طرح سید احمد صاحب بریلوی بھی قتل ہوئے۔ اور اس طرح خدا نے دونوں سلسلوں کے مسیحوں میں ایک مزید مشابہت پیدا کر دی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ قرآن شریف سے یہ پتہ لگتا ہے کہ ہر چیز اپنے آگے اور پیچھے دونوں طرف کسی نہ کسی رنگ میں اثر پیدا کرتی ہے اور نبوت کا یہ اثر ہے کہ اس سے پہلے ارہاص کا سلسلہ ہوتا ہے اور بعد میں خلافت کا۔ گویا نبوت کا وجود اپنے کمال میں تین درجوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ پہلا درجہ ارہاص کا ہے جسے گویا کہ یوں سمجھنا چاہیئے کہ جیسے سورج کے نکلنے سے پہلے شفق میں روشنی پیدا ہوتی ہے۔ دوسرا درجہ نبوت کا ہے۔ جو اصل نور اور ضیاء کا مقام ہے۔ اور اس کے بعد تیسرا درجہ خلافت کا ہے۔ جو نبی کے گذر جانے کے بعد ظاہر ہوتا ہے۔

ارہاص کے اظہار کی صورت مختلف رنگوں میں ہو سکتی ہے یعنی بعض اوقات تو کسی بڑے نبی سے پہلے کسی چھوٹے نبی یا ولی یا مجدّد کو نبی کے لئے راستہ صاف کرنے کے واسطے بھیجا جاتا ہے جیسا کہ حضرت مسیح ناصری اور حضرت مسیح موعودؑ کے وقت میں ہوا۔ اور بعض اوقات کوئی خاص فرد مبعوث نہیں ہوتا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ ایسی رَو چلا دیتا ہے جس سے بعض سعید فطرتیں متأثر ہو کر نورِ نبوت کی تیاری میں لگ جاتی ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا۔ یعنی آپؐ کی بعثت سے پہلے عرب میں چند افراد ایسے پیدا ہو گئے۔ جو شرک سے متنفر ہو کر خدائے واحد کی تلاش میں لگ گئے اور اپنے آپ کو "حنیفی" کہکر پکارتے تھے۔ اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ارہاص ہر دو رنگوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی کسی فرد کی بعثت کی صورت میں بھی۔ اور ایک رَو کی صورت میں بھی۔

نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ ارہاص کے لفظی معنے بنیاد رکھنے یا کسی چیز کو مضبوط کرنے کے ہیں چونکہ

اللہ تعالےٰ سلسلہ ارہاص کے ذریعہ نورِ نبوت کی ابتدائی داغ بیل قائم کرتا ہے۔ اس لئے اس سلسلہ کو یہ نام دیا گیا۔ اور خلافت کے لفظ کی حقیقت ظاہر ہی ہے۔ کہ نبی کی وفات کے بعد جو سلسلہ خلفاء کا نبی کے کام کو جاری رکھنے اور تکمیل تک پہونچانے کے لئے قائم ہوتا ہے۔ وہ خلافت ہے جس کے لفظی معنے کسی کے پیچھے آنے اور قائم مقام بننے کے ہیں۔ واللہ اعلم۔

۸۵۷ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :۔ منشی محمد اسمٰعیل صاحب سیالکوٹی نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی میرے ماموں زاد بھائی تھے اور میرے بہنوئی بھی تھے۔ اور عمر میں مجھ سے قریباً آٹھ سال بڑے تھے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت مجھ سے پہلے کی تھی اور اس کے بعد وہ ہمیشہ تحریک کرتے رہتے تھے۔ کہ مَیں بھی بیعت کر لوں۔ غالباً ۱۸۹۲ء میں ایک خواب کی بناء پر مَیں بھی بیعت کے لئے تیار ہو گیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بیعت کی غرض سے حاضر ہوُا۔ اس وقت اتفاق سے میرے سامنے ایک شخص حضرت صاحب کی بیعت کر رہا تھا۔ مَیں نے جب بیعت کے یہ الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان سے سُنے کہ "مَیں دین کو دُنیا پر مقدم رکھوں گا" تو میرا دل بہت ڈر گیا۔ کہ یہ بہت بھاری ذمہ واری ہے جسے مَیں نہیں اٹھا سکوں گا۔ اور مَیں بغیر بیعت کئے واپس لوٹ گیا۔ اس کے بعد ایک دفعہ مولوی صاحب مرحوم نے میری ہمشیرہ سے کہا۔ کہ محمد اسمٰعیل لوگوں کو تو تبلیغ کرتا رہتا تھا اور خود بیعت نہیں کرتا۔ یہ بات سمجھ نہیں آتی۔ میری ہمشیرہ نے مجھے جب یہ بات سُنائی۔ تو مَیں نے خود مولوی صاحب سے پوچھا کہ کیا آپ نے ایسا کہا ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا ہاں تو مَیں نے مولوی صاحب کو کہا کہ مَیں علیحدگی میں بیعت کروں گا۔ اور میرے دل میں یہ خیال تھا کہ مَیں حضرت صاحب سے عرض کروں گا کہ ہر بات میں دین کو دُنیا پر مقدم کرنے کا اقرار مجھ سے نہ لیں۔ یعنی اس عہد سے مجھے معاف کر دیں۔ مولوی صاحب نے فرمایا۔ کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ پھر اس کے کچھ عرصہ بعد مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوُا۔ اور دل میں ارادہ تھا کہ حضرت صاحب پر اپنا خیال ظاہر کر دوں گا لیکن جب حضرت صاحب مسجد میں تشریف لائے۔ اور مغرب کی نماز کے بعد تشریف فرما ہوئے تو کسی شخص نے عرض کی کہ حضور کچھ آدمی بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا "آ جائیں" اس "آ جائیں" کے الفاظ نے میرے دل پر ایسا گہرا اثر کیا کہ مجھے وہ تمام خیالات بھول گئے اور مَیں بلا چون وچرا آگے بڑھ گیا اور بیعت کر لی۔ بیعت کے بعد جب حضرت صاحب کو میرے ان خیالات کا علم ہوُا۔ تو آپ نے فرمایا

کہ ہماری بیعت کی تو غرض ہی یہی ہے کہ ہم دینداری پیدا کریں ۔ اگر ہم دین کو مقدم کرنے کا اقرار نہ لیں۔ تو کیا پھر یہ اقرار لیں۔ کہ مَیں دُنیا کے کاموں کو مقدم کیا کروں گا ۔ اس صورت میں بیعت کی غرض و غایت اور حقیقت ہی باطل ہو جاتی ہے۔

۸۵۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ منشی محمد اسمٰعیل صاحب سیالکوٹی نے مجھ سے بیان کیا کہ ڈاکٹر سر محمد اقبال جو سیالکوٹ کے رہنے والے تھے ان کے والد کا نام شیخ نور محمد تھا۔ جن کو عام لوگ شیخ نتھو کہہ کر پکارتے تھے۔ شیخ نور محمد صاحب نے غالباً ۱۸۹۱ء یا ۱۸۹۲ء میں مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم اور سید حامد شاہ صاحب مرحوم کی تحریک پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔ ان دنوں سر محمد اقبال سکول میں پڑھتے تھے اور اپنے باپ کی بیعت کے بعد وہ بھی اپنے آپ کو احمدیت میں شمار کرتے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معتقد تھے چونکہ سر اقبال کو بچپن سے ہی شعر و شاعری کا شوق تھا۔ اس لئے ان دنوں میں انہوں نے سعد اللہ لدھیانوی کے خلاف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تائید میں ایک نظم بھی لکھی تھی۔ مگر اس کے چند سال بعد جب سر اقبال کالج میں پہنچے تو ان کے خیالات میں تبدیلی آگئی۔ اور انہوں نے اپنے باپ کو بھی سمجھا بجھا کر احمدیت سے منحرف کر دیا۔ چنانچہ شیخ نور محمد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں ایک خط لکھا جس میں یہ تحریر کیا کہ سیالکوٹ کی جماعت چونکہ نوجوانوں کی جماعت ہے اور مَیں بوڑھا آدمی ان کے ساتھ چل نہیں سکتا۔ لہٰذا آپ میرا نام اس جماعت سے الگ رکھیں۔ اس پر حضرت صاحب کا جواب میر حامد شاہ صاحب مرحوم کے نام گیا جس میں لکھا تھا کہ شیخ نور محمد کو کہہ دیویں کہ وہ جماعت سے ہی الگ نہیں بلکہ اسلام سے بھی الگ ہیں۔ اس کے بعد شیخ نور محمد صاحب نے بعض اوقات چندہ وغیرہ دینے کی کوشش کی۔ لیکن ہم نے قبول نہ کیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مجھ سے میاں مصباح الدین صاحب نے بیان کیا کہ ان سے کچھ عرصہ ہوا۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے بیان کیا تھا۔ کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۱۸۹۱ء یا ۹۲ء میں سیالکوٹ تشریف لے گئے تھے اور آپ نے وہاں ایک تقریر فرمائی تھی جس میں کثرت کے ساتھ لوگ شامل ہوئے تھے۔ اور ارد گرد کے مکانوں کی چھتوں پر بھی ہجوم ہو گیا تھا تو اس وقت ڈاکٹر سر محمد اقبال بھی وہاں موجود تھے اور کہہ رہے تھے کہ دیکھو شمع پر کس طرح پروانے گر رہے ہیں۔

نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ ڈاکٹر سر محمد اقبال بعد میں سلسلہ سے نہ صرف منحرف ہو گئے تھے۔ بلکہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں شدید طور پر مخالف رہے ہیں اور ملک کے نوتعلیم یافتہ طبقہ میں احمدیت کے خلاف جو زہر پھیلا ہوا ہے اس کی بڑی وجہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کا مخالفانہ پراپیگنڈا تھا۔ مگر سر محمد اقبال کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد صاحب درمیان میں کچھ عرصہ علیحدہ رہنے کے بعد حال ہی میں پھر سلسلہ میں شامل ہو گئے ہیں۔ اور ان کے صاحبزادے یعنی سر محمد اقبال کے بھتیجے شیخ اعجاز احمد صاحب سب جج تو سلسلہ کے نہایت مخلص نوجوانوں میں سے ہیں۔

۸۵۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ دہلی میں ایک احمدی تھے۔ وہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام کی زندگی میں قادیان آئے۔ حضور ایک دن سیر کو نکلے تو احمدیہ چوک میں سیر میں ہمراہ جانے والوں کے انتظار میں کھڑے ہو گئے۔ ان دہلی والے دوست کا بچہ بھی پاس کھڑا تھا۔ فرمایا کہ یہ آپ کا لڑکا ہے؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں۔ پھر پوچھا اس کا کیا نام ہے انہوں نے کہا "خورشید الاسلام"۔ مسکرا کر فرمانے لگے کہ خورشید تو فارسی لفظ ہے اور ترکیب نام کی عربی ہے۔ یہ غلط ہے۔ صحیح نام شمس الاسلام ہے۔ اس کے بعد ان صاحب نے اس بچہ کا نام بدل کر شمس الاسلام رکھدیا۔

۸۶۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے تھے پنجابی مثل ہے کہ "کتا راتوں۔ گھوڑا ساتوں۔ آدمی باتوں"۔ یعنی کتا تو ایک رات میں چراغوں کا تیل چاٹ کر موٹا ہو جاتا ہے (اگلے زمانہ میں لوگ مٹی کے کھلے چراغ جلایا کرتے تھے۔ اور ان میں تل یا سرسوں کا تیل استعمال ہوتا تھا۔ جسے بعض اوقات کتے چاٹ جایا کرتے تھے) اور گھوڑا سات دن کی خدمت سے بارونق اور فربہ ہو جاتا ہے۔ مگر آدمی کا کیا ہے وہ اکثر ایک بات سے ہی اتنا خوش ہو جاتا ہے کہ اس کے سنتے ہی اس کے چہرہ اور بدن پر رونق اور صحت اور سرخی آجاتی ہے اور فوراً ذرا سی بات ہی ایک عظیم الشان تغیر اس کی حالت میں پیدا کر دیتی ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس موقع پر مجھے حضرت مسیح ناصری کا یہ قول یاد آگیا کہ آدمی روٹی سے نہیں جیتا۔ اس میں شبہ نہیں کہ انسانی خلقت میں خدا نے ایسا مادہ رکھا ہے کہ اس پر جذبات بہت

گہرا اثر کرتے ہیں اور کسی کی ذراسی محبت بھری نظر اس کے اندر زندگی کی لہر پیدا کر دیتی ہے اور ذرا سی چشم نمائی اس کی امنگوں پر اوس ڈال دیتی ہے۔

۸۶۱ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مرتبہ ایک لیکچر میں فرمایا کہ یہ پردہ جو گھروں میں بند ہو کر بیٹھنے والا ہے جس کے لئے قرن فی بیوتکن کے الفاظ آئے ہیں۔ یہ امہات المؤمنین سے خاص تھا۔ دوسری مومنات کے لئے ایسا پردہ نہیں ہے۔ بلکہ ان کے لئے صرف اخفاء زینت والا پردہ ہے۔

۸۶۲ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عمدہ کاغذ پر صحیح اور خوشخط کتابیں چھپوانے کا خاص خیال تھا۔ سب سے پہلے تو محمد حسین صاحب مراد آبادی کاتب تھے جو نہایت مخلص بزرگ تھے۔ انہوں نے کچھ حصہ ابتدائی کتابوں کا لکھا۔ اس کے بعد امرتسر کے میاں غلام محمد کاتب سالہا سال تک کتابت کرتے رہے چونکہ حضرت صاحب کو ان کی صحیح نویسی اور خط پسند تھا۔ اس لئے ہمیشہ ان کو ہی بُلا لیا کرتے تھے۔ پہلے وہ پندرہ بیس روپیہ ماہوار خشک پر آئے تھے۔ پھر کہنے لگے حضور کھانا پکانے میں بڑا وقت ضائع ہوتا ہے۔ اس لئے لنگر سے کھانا لگا دیں۔ آپ نے منظور کر لیا۔ اور تنخواہ بھی جاری رہی۔ پھر ایک مدت بعد کہا کہ حضور یہ کھانا میرے مزاج کے موافق نہیں۔ میں بیمار ہو جاؤں گا۔ حضور روٹی کی جگہ پانچ روپیہ نقد بڑھا دیں۔ اور میں خود پکانے کا بندوبست کروں گا۔ آپ نے یہ بھی منظور فرما لیا۔ اور اس طرح تنخواہ میں پانچ کا اضافہ ہو گیا۔ پھر ایک مدت بعد پہلے کی طرح وقت نہ ملنے کی شکایت کی۔ اور کہا کہ میں حضور کا کام وقت پر نہیں دے سکتا۔ سارا دن روٹی اور چولہے کے جھگڑے میں گذر جاتا ہے۔ حضور اپنے ہاں سے روٹی لگا دیں۔ آپ نے لگا دی۔ اور رقم بھی قائم رہی۔ پھر ایک عرصہ بعد روٹی کی شکایت کرنے لگے۔ اس کی جگہ پانچ روپے مزید بڑھا لئے۔ غرض وہ ہمیشہ ایسا ہی کرتے رہے۔ یہانتک کہ آخر تنخواہ چالیس روپیہ اور روٹی پر آگئی۔ اس کے بعد خدا کا فضل ہُوا کہ پیر منظور محمد صاحب نے حضور کو اس فکر سے بالکل مستغنی کر دیا۔ اور جیسی خوشخط صاف صاف صحیح کتابت آپ چاہتے تھے وہ پیر صاحب کے واسطے سے حاصل ہو گئی۔ اور سالہا سال پیر جی حضور کی کتابیں لکھتے رہے

آخر پھر آخری ایام میں جب پیرجی اپنی بیماری کی وجہ سے لاچار ہو گئے۔ تو پھر میاں غلام محمد کو بلوایا گیا۔ اور اس نے بعض آخری کتب لکھیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ پیر منظور محمد صاحب نے صرف خدمت کی خاطر اور حضرت صاحب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کتابت سیکھی تھی۔ اور خط میں ایک نیا طریق ایجاد کیا تھا۔ جو بہت صاف اور خوبصورت اور کھلا کھلا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ وہ کچھ عرصہ کے بعد جوڑوں کی تکلیف کی وجہ سے معذور ہو گئے۔ پیر صاحب حضرت منشی احمد جان صاحب لدھیانوی کے صاحبزادے ہیں۔ اور نہایت صوفی مزاج بزرگ ہیں۔ قاعدہ یسّرنا القرآن انہی کا ایجاد کردہ ہے جس کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنی ایک نظم میں تعریف فرمائی ہے۔

۸۶۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب اپنا باغ ٹھیکہ پر دیتے تھے۔ تو پھل کی کچھ جنس ضرور اپنے لئے مقرر فرما لیتے تھے بیدانہ شہتوت کے موسم میں دو تین دفعہ سب حاضر الوقت احباب کو لے کر ضرور باغ کی طرف سیر کے لئے جاتے تھے۔ اور تازہ بیدانہ تڑوا کر سب کے ہمراہ نوش فرمایا کرتے تھے۔ وہ چادر جس میں ٹھیکیدار بیدانہ گرایا کرتا تھا۔ اسی طرح لا کو سب کے سامنے رکھدی جاتی تھی۔ اور سب احباب اس چادر کے گرد حلقہ باندھکر بیٹھ جاتے اور شریک دعوت ہوتے۔ اور آپ بھی سب کے ساتھ ملکر بالکل بے تکلفی کے رنگ میں نوش فرماتے۔

۸۶۴ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ والدہ صاحبہ عزیز مرزا رشید احمد صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مَیں نے اپنی پھوپھی صاحبہ سے سُنا ہُوا ہے کہ اگر کبھی کوئی عورت بچپن میں حضرت صاحب کے متعلق سندھی کا لفظ استعمال کرتی تھی۔ تو دادا صاحب بہت ناراض ہوتے تھے کہ میرے بیٹے کا نام بگاڑ دیا ہے۔ اس طرح نہ کہا کرو۔ بلکہ اصل نام لیکر پکارا کرو۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حصہ اول طبع دوم کی روایت نمبر ۱۵ میں لفظ سندھی کے متعلق ایک مفصّل نوٹ گذر چکا ہے جو قابلِ ملاحظہ ہے جہاں یہ بتایا گیا ہے کہ ہندی میں سندھی کے معنے جوڑا پیدا ہونے والے کے ہیں اور چونکہ حضرت مسیح موعودؑ توام پیدا ہوئے تھے اس لئے بعض عورتیں آپ کو بچپن میں کبھی کبھی اس نام سے پکار لیتی تھیں۔ مگر چونکہ اس طرح اصل نام کے

بگڑ جانے کا احتمال تھا اس لئے دادا صاحب منع فرماتے تھے۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ والدہ صاحبہ مرزا رشید احمد سے ہمارے بھائی خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کی بیوہ مراد ہیں۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کے چچا زاد بھائی مرزا امام دین کی لڑکی ہیں اور ان کی پھوپھی صاحبہ سے ہماری تائی صاحبہ مراد ہیں جو حضرت صاحب کی بھاوجہ تھیں اور مرزا امام الدین کی سگی ہمشیرہ تھیں اور دادا صاحب سے ہمارے اپنے دادا یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد مراد ہیں۔

۸۶۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کئی دفعہ یہ شعر پڑھتے سُنا ہے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ زبان کے لحاظ سے یہ بڑا فصیح و بلیغ شعر ہے ؎

یا تو ہم پھرتے تھے ان میں یا ہُوا یہ انقلاب
پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے کوچہ ہائے لکھنؤ

خاکسار عرض کرتا ہے کہ شعر واقعی بہت لطیف ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ حضرت صاحب نے اس کو صرف اس کی عام خوبی کی وجہ سے ہی پسند نہیں کیا ہوگا بلکہ غالباً آپ اپنے ذہن میں اس کے معانی کو خود اپنے پیش آمدہ حالات پر بھی چسپاں فرماتے ہوں گے۔

۸۶۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ مجھے کئی بار حضرت احمد علیہ السلام کی مٹھیاں بھرنے اور پاؤں دبانے کا موقعہ ملا ہے آپ کے جسم کا گوشت بہت سخت اور خوب کمایا ہُوا تھا۔ ایک دفعہ کسی بدبخت نے بجائے پاؤں دبانے کے آپ کے پاؤں پر چونڈھیاں بھرنی شروع کر دیں۔ مگر آپ خاموشی سے برداشت کرتے رہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مٹھیاں بھرنا اور چونڈھیاں لینا پنجابی الفاظ ہیں ان سے ہاتھ کی ہتھیلی سے جسم کو دبانا اور چٹکیاں لینا مراد ہے۔

۸۶۷ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ حضرت احمد علیہ السلام جب مقدمہ گورداسپور کے ایام میں عدالت کے انتظار میں لب سڑک گورداسپور میں گھنٹوں تشریف فرما رہتے تو بسا اوقات لوگ خیال کرتے کہ آپ ان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ مگر آپ اکثر کسی اور خیال میں مستغرق ہوتے تھے۔ اور بعض اوقات مجلس میں بیٹھے ہوئے بھی مجلس سے جُدا ہوتے تھے۔

۸۶۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سیٹھی غلام نبی صاحب نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ۱۸۹۱ء یا ۱۸۹۲ء

کی بات ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ کیا۔ اور ازالہ اوہام وغیرہ تصنیف فرمایا۔ تو اس وقت میں نہیں جانتا تھا کہ مرزا صاحب کون ہیں۔ ایک دفعہ میں بخار کے عارضہ سے بیمار تھا کہ چودھری محمد بخش صاحب چچا مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم راولپنڈی تشریف لائے اور میرے پاس ذکر کیا کہ تم کو نئی بات سنائیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ کیا ہے کہ میں مسیح موعود اور مہدی ہوں۔ مَیں نے دریافت کیا کہ مولوی نورالدین صاحب اور مولوی عبدالکریم صاحب کا کیا حال ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ وہ تو دونوں مان گئے ہیں۔ مَیں نے کہا کارڈ لاؤ۔ چنانچہ مَیں نے بلا توقف بیعت کا خط لکھ دیا جب بیماری سے اٹھا اور دارالامان آیا۔ تو یکّے والے نے ایک مکان پر اتار دیا۔ دیکھا تو مرزا امام دین تخت پوش پر بیٹھے ہوئے بوہڑ کے نیچے حقہ پی رہے تھے۔ ان سے دریافت کیا کہ مرزا صاحب کہاں ہیں۔ تو انہوں نے پوچھا تم کہاں سے آئے ہو۔ مَیں نے بتایا کہ راولپنڈی سے آیا ہوں۔ جس پر انہوں نے بتایا کہ مرزا صاحب اس ساتھ والے مکان میں ہیں۔ مَیں دروازہ پر آیا تو شیخ حامد علی صاحب مرحوم باہر آئے۔ اور مجھے اندر بالاخانہ پر لے گئے۔ اوپر جا کر دیکھا کہ ایک چارپائی بان سے بُنی ہوئی تھی۔ اور ایک پُرانا میز تھا جس پر چند ایک پرانی کتابیں پڑی ہوئی تھیں اور فرش پر ایک چٹائی بچھی ہوئی تھی۔ پاس ہی ایک گھڑا پانی کا تھا۔ ایک پرانا صندوق جس کا رنگ غالباً سبز تھا وہ بھی پڑا تھا۔ حضرت صاحب کھڑے تھے مَیں نے جا کر السلام علیکم عرض کیا۔ حضرت صاحب نے سلام کا جواب دیا اور مصافحہ کر کے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ مَیں نے ادب کی خاطر عرض کیا کہ حضور آپ تو کھڑے ہیں اور مَیں چارپائی پر بیٹھ جاؤں اتنے میں ایک مستری صاحب آ گئے انہوں نے کہا کہ حکم مانو اور جس طرح حضرت صاحب فرماتے ہیں اسی طرح کرو۔ اس پر مَیں چارپائی پر بیٹھ گیا۔ حضرت جی نے صندوق کھولا اور مصری نکال کر گلاس میں ڈالی اور پانی ڈال کر قلم سے ہلا کر آپ نے دست مبارک سے یہ شربت کا گلاس مجھے دیا۔ اور فرمایا کہ آپ گرمی میں آئے ہیں یہ شربت پی لیں۔ لیکن مَیں حیران تھا کہ یا الٰہی ہم نے تو بہت پیر دیکھے ہیں۔ یہ تو بالکل سادہ انسان ہے کوئی پیروں والا چلن نہیں۔ پھر حکم دیا کہ اب گرمی سخت ہے اس لئے آپ آرام کریں۔ حافظ صاحب نے مجھے گول کمرہ میں چارپائی بچھا دی۔ وہاں پر مَیں سویا رہا۔ پھر ظہر کے وقت مسجد میں حضرت جی کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ اور اس وقت غالباً ہم تینوں ہی تھے (یعنی مَیں حافظ حامد علی اور حضرت جی)، مَیں چند یوم یہاں ٹھہرا۔ اور پھر حضرت جی سے براہین احمدیہ مانگی اپنے

فرمایا کہ ختم ہو چکی ہے۔ مگر ایک جلد ہے جس پر مَیں تصحیح کرتا ہوں۔ اس میں بھی پہلا حصہ نہیں ہے۔ مگر پہلا حصّہ تو فقط اشتہار ہے آپ یہی تین حصّے لے جائیں۔ وہ کتاب لے کر مَیں واپس آگیا۔ ان دنوں دارالامان بالکل اجاڑ تھا۔ پھر تھوڑی مدّت کے بعد سُنا کہ حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے" مَیں نے عرض کی کہ حضور وہ بادشاہ تو آئیں گے جب آئیں گے۔ آپ مجھ کو تو ایک کپڑا عنایت فرمائیں۔ حضرت صاحب نے اپنا کرتہ مرحمت فرمایا۔ جواب تک میرے پاس موجود ہے۔ ان ایام میں مَیں جب کبھی قادیان آتا تو دیکھتا تھا کہ حضرت صاحب مہمانوں سے مل کر کھانا کھاتے تھے۔ اور روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے منہ میں ڈالتے جاتے تھے اور اچھی چیزیں ہم لوگوں کے لئے پکوا کر لاتے۔ اور چائے وغیرہ جو چیز پکتی عنایت فرماتے اور بڑی محبت اور اخلاق سے پیش آتے۔ جتنی دفعہ باہر تشریف لاتے۔ اس عاجز سے محبت سے گفتگو فرماتے اور فرماتے کہ مَیں نے آپ کے لئے دعا لازم کر دی ہے۔ ایک دفعہ مَیں بمعہ اہل وعیال قادیان آیا۔ اور حضرت مولوی نورالدین صاحب کے مکان میں رہتا تھا۔ قریباً بارہ بجے رات کا وقت ہوگا کہ کسی نے دستک دی۔ مَیں جب باہر آیا تو دیکھا کہ حضور ایک ہاتھ میں لوٹا اور گلاس اور ایک ہاتھ میں لیمپ لئے کھڑے ہیں۔ فرمانے لگے کہ کہیں سے دودھ آگیا تھا۔ مَیں نے خیال کیا کہ بھائی صاحب کو بھی دے آؤں۔ سبحان اللہ کیا اخلاق تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے والا الہام بہت پرانا ہے مگر ممکن ہے کہ اس زمانہ میں پھر دوبارہ ہوا ہو۔ یا سیٹھی صاحب نے اسے اس وقت سُنا ہو۔

۸۶۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دفعہ دودھ کی برف کی مشین جس میں قلفیاں یا صندوقچی کی برف بنائی جاتی ہے۔ خرید کو منگائی اور اس میں گاہے بگاہے برف بنائی جاتی تھی۔ ایک دن ایک برف بنانے والے کی بے احتیاطی اور زیادہ آگ دینے کی وجہ سے وہ پھٹ گئی اور تمام گھر میں امونیا کے بخارات ابر کی طرح پھیل گئے۔ اور اس کی تیزی سے لوگوں کی ناکوں اور آنکھوں سے پانی جاری ہو گیا۔ مگر کوئی زیادہ نقصان نہیں ہوا

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ پرانی طرز کی مشین تھی جسے ایک طرف پانی میں رکھتے تھے اور دوسری

طرف آگ دیتے تھے اور قریباً دو تین گھنٹے میں برف جم جاتی تھی۔

۸۷۰ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے قادیان کی وہ حالت دیکھی ہے جبکہ یہاں کے عام لوگ اردو سمجھ نہیں سکتے تھے۔ بڑی بڑی عمر کے مرد لنگوٹی باندھتے تھے اور قریباً برہنہ رہتے تھے۔ رات کو عورت مرد کپڑے اتار کر سرہانے رکھ لیتے تھے۔ اور ننگے لحاف میں گھس جاتے تھے۔ بچے بڑی عمر تک ننگے پھرتے تھے۔ سروں میں بیچ میں سے بال منڈے ہوئے ہوتے تھے خدا رسول کا نام تک نہ جانتے تھے پڑھا لکھا کوئی کوئی ہوتا تھا دال یا گڑ یا لسی یا آم کا اچار بس یہی نعماء تھیں۔ سواری کے لئے بیل گاڑی یا یکہ ہوتا تھا۔ بیمار ہوں تو کوئی علاج کا انتظام نہ تھا مکانات تنگ اور کچے اور گندے تھے۔ یا اب حضور کی برکت سے یہاں کے ادنےٰ لوگ بھی علم والے اچھی پوشش اور ستر دار کپڑا پہننے والے متمول۔ جائز نعمتیں کھانے والے۔ پڑھے لکھے۔ دین کا علم رکھنے والے ہوگئے ہیں۔ قادیان میں پختہ اور عمدہ مکانات بکثرت بن گئے۔ مدرسے قائم ہوگئے۔ کمیٹی بن گئی۔ ہسپتال ہوگیا۔ موٹر ہوگئے۔ طرح طرح کا تجارتی مال آگیا۔ تار آگیا اور اب تو ریل ٹیلیفون اور بجلی بھی آگئی ہے۔ غرض دین کے ساتھ دنیاوی عروج بھی آگیا ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ میں ان ترقی اور آرام کے سامانوں کو دیکھکر کبھی کبھی خیال کرتا ہوں کہ خدا کی طرف سے قربانی کا مطالبہ بھی عجیب رنگ رکھتا ہے۔ کہ ایک طرف قربانی کا مطالبہ فرماتا ہے اور پھر دوسری طرف قربانی کے خفیف سے اظہار پر خود ہی سب کچھ دینا شروع کر دیتا ہے یا شاید ہماری کمزوری کو دیکھکر ہم سے خاص طور پر نرمی کا سلوک کیا گیا ہے۔ مگر میں خیال کرتا ہوں کہ ابھی بعض بڑی قربانیوں کا زمانہ آگے آنے والا ہے۔ واللہ اعلم۔

۸۷۱ • بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے دو دفعہ دیکھا کہ مہمانخانہ میں بعض لوگوں نے روزوں پر زور دیا تو ان میں جنون کے آثار پیدا ہوگئے۔ اور بہت دودھ گھی کھلا کر اور علاج کر کے ان کی خشکی دور ہوئی۔ اور کئی دن میں اچھے ہوئے۔ یہ دونوں واقعے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کے ہیں۔ اور دونوں سرحد کی طرف کے لوگوں کے متعلق ہیں۔ حضور فرماتے تھے کہ جب تک خدا کی طرف سے اشارہ نہ ہو۔ اپنی طاقت سے زیادہ روزے رکھنا اور پھر غذا نہ کھانا آخر مصیبت لاتا ہے۔ اور فرماتے تھے کہ ہم نے تو ایمائے الٰہی سے روزوں کا مجاہدہ

کیا تھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس فلسفہ کو حضرت صاحب نے کتاب البریہ میں بیان کیا ہے۔

۸۷۲ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس سفر دہلی میں جو آپ نے اوائل دعویٰ میں ۱۸۹۱ء میں کیا تھا میں اور والدہ صاحبہ حضرت صاحب کے ساتھ تھے۔ میر صاحب یعنی والد صاحب کی تبدیلی پٹیالہ ہوئی تھی۔ وہ وہاں نئے کام کا چارج لینے گئے تھے۔ اس لئے ہم کو حضرت صاحب کے ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ حضرت صاحب نواب لوہارو کی کوٹھی کے اوپر جو مکان تھا اس میں اُترے تھے۔ یہیں ایک طرف مردانہ اور دوسری طرف زنانہ تھا۔ اکثر اوقات زنانہ سیڑھی کے دروازوں کو بند رکھا جاتا تھا۔ کیونکہ لوگ گالیاں دیتے ہوئے اوپر چڑھ آتے تھے اور نیچے ہر وقت شور و غوغا رہتا تھا۔ اور گالیاں پڑتی رہتی تھیں۔ بدمعاش لوگ اینٹیں اور پتھر پھینکتے تھے۔ میری والدہ صاحبہ نے ایک روز مجھے سُنایا کہ جو بڑھیا روٹی پکانے پر رکھی ہوئی تھی۔ وہ ایک دن کہنے لگی کہ ”بیوی یہاں آجکل دہلی میں کوئی آدمی پنجاب سے آیا ہوا ہے اور وہ کہتا ہے کہ مَیں حضرت عیسےٰ ہوں اور امام مہدی ہوں۔ اس نے شہر میں بڑا فساد مچا رکھا ہے اور کفر کی باتیں کر رہا ہے۔ کل میرا بیٹا بھی چھری لیکر اس کو مارنے گیا تھا۔ کئی ہلے کئے۔ مگر دروازہ اندر سے بند تھا کُھل نہ سکا۔ مولویوں نے کہہ رکھا ہے کہ اس کو قتل کر دو۔ مگر میرے لڑکے کو موقعہ نہ ملا۔“ اس بچاری کو اتنی خبر نہ تھی کہ جن کے گھر میں بیٹھی وہ یہ باتیں کر رہی ہے یہ انہی کا ذکر ہے اور اسی گھر پہ حملہ کر کے اس کا بیٹا آیا تھا۔ اور بیٹے صاحب کو بھی پتہ نہیں لگا۔ کہ میری ماں اسی گھر میں کام کرتی ہے۔

۸۷۳ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی تو ابتداء دعوائے مسیحیت سے ہی بیعت میں داخل ہو گئے تھے۔ مگر ان کے والد حکیم حسام الدین صاحب جو بڑے طنطنہ کے آدمی تھے وہ اعتقاد تو عمدہ رکھتے تھے مگر بیعت میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وہ بڑے تھے اور سیالکوٹ کے زمانہ کے دوست بھی تھے۔ میر حامد شاہ صاحب ہمیشہ ان کو بیعت کے لئے کہتے رہتے تھے مگر وہ ٹال دیتے تھے۔ ان کو اپنی بڑائی کا بہت خیال تھا۔ ایک دفعہ شاہ صاحب ان کو قادیان لے آئے۔ اور سب دوستوں نے ان پر زور دیا کہ جب آپ سب کچھ مانتے ہیں۔ تو پھر بیعت بھی کیجئے۔ خیر انہوں نے مان لیا مگر یہ

کہا کہ میں اپنی وضع کا آدمی ہوں۔ لوگوں کے سامنے بیعت نہ کرونگا۔ مجھ سے خفیہ بیعت لے لیں۔ میر حامد شاہ صاحب نے اسے ہی غنیمت سمجھا۔ حضرت صاحب سے ذکر کیا تو آپ نے منظور فرمالیا اور علیحدگی میں حکیم صاحب مرحوم کی بیعت لے لی۔

۸۷۴ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ پلیگ کے ایام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دوا جس کا نام "دردنج عقربی" ہے اور اس کی شکل بچھو کی طرح ہوتی ہے تاگے میں باندھکر گھر میں کئی جگہ لٹکا دی تھی۔ اور فرماتے تھے کہ حکماء نے اس کی بابت لکھا ہے کہ یہ ہوا کو صاف کرتی ہے۔

۸۷۵ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حافظ نور محمد صاحب ساکن فیض اللہ چک ضلع گورداسپور نے مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صاحبزادہ بشیر اوّل فوت ہوگیا اور خاکسار بطور تعزیت حضرت صاحب کے پاس گیا اور عرض کی کہ حضور مخالفین اس واقعہ پر بہت تمسخر کرتے ہیں تو آپ نے جواب میں یہ آیات پڑھکر سنادیں۔ ما ننسخ من اٰیۃٍ او ننسھا نأت بخیرٍ منھا او مثلھا اور حتّٰی اذا استیأس الرسل وظنوا انھم قد کذبوا جاءھم نصرنا

خاکسار عرض کرتا ہے کہ ان آیات قرآنی کے معنے یہ ہیں کہ ہم جب کسی آیت کو منسوخ کرتے۔ یا فراموش کرا دیتے ہیں تو پھر ہم اس سے بہتر آیت لاتے ہیں یا اسی کی مثل لے آتے ہیں اور جب خدا کے رسول یہ دیکھتے ہیں کہ بظاہر مایوسی کی حالت پیدا ہوگئی ہے اور خیال کرتے ہیں کہ ہم سے جو وعدہ ہوا تھا شاید اس کے کچھ اور معنے تھے تو ایسے وقت میں ہمارے فرشتے ان کی نصرت کے لئے پہونچ جاتے ہیں اور وہ بات جو بظاہر بگڑی ہوئی نظر آتی تھی پھر سنبھل جاتی ہے۔

۸۷۶ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حافظ نور محمد صاحب ساکن فیض اللہ چک نے مجھ سے بیان کیا کہ ہمارے دوستوں میں سے ایک شخص چراغ علی نامی تھہ غلام نبی کے رہنے والے تھے اور وہ حافظ حامد علی صاحب کے چچا تھے۔ ان کو شادی کی ضرورت تھی۔ ہم نے متفق ہوکر ان کی شادی موضع کھارہ میں کروادی۔ مگر وہ اس شادی کے چند روز بعد ہی فوت ہوگئے۔ ہم نے شادی کے موقعہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مشورہ نہ کیا تھا جب حضور کو معلوم ہوا کہ اس کی شادی ہوچکی

ہے تو آپ نے فرمایا کہ میاں حامد علی تم نے ہم کو کیوں نہ بتایا کہ اس کی شادی کرنے لگے ہیں۔ اس کی شادی نہیں کرنی چاہئیے تھی۔ کیونکہ اس کو ضعف جگر کا مرض تھا۔ اور موجودہ حالت میں وہ شادی کے قابل نہیں تھا۔ چنانچہ وہ شادی کے چند روز بعد فوت ہو گئے۔

۸۷۷ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے احباب کو جب خط لکھتے تو یا تو "حبی فی اللہ" یا "مکرمی اخویم" لکھکر مخاطب کیا کرتے تھے۔ کئی دفعہ مجھے ڈاک میں ڈالنے کو لفافے دیتے تو میں پتے دیکھتا۔ کہ کس کے نام کے خط ہیں۔ سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراسی اور زین الدین ابراہیم صاحب انجینیر بمبئی اور میاں غلام نبی صاحب سیٹھی راولپنڈی کے پتے مجھے اب تک یاد ہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ تینوں اصحاب اس وقت جو جنوری ۱۹۳۹ء ہے فوت ہو چکے ہیں وکل من علیها فان ویبقیٰ وجه ربك ذو الجلال والاکرام۔

۸۷۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اگر تیمم کرنا ہوتا۔ تو بسا اوقات تکیہ یا لحاف پر ہی ہاتھ مار کر تیمم کر لیا کرتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ تکیہ یا لحاف میں سے جو گرد نکلتی ہے وہ تیمم کی غرض سے کافی ہوتی ہے۔ لیکن اگر کوئی تکیہ یا لحاف بالکل نیا ہو اور اس میں کوئی گرد نہ ہو۔ تو پھر اس سے تیمم جائز نہ ہوگا۔

۸۷۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد میں آپ کی لڑکی عصمت ہی صرف ایسی تھی جو قادیان سے باہر پیدا ہوئی اور باہر ہی فوت ہوئی۔ اس کی پیدائش انبالہ چھاؤنی کی تھی اور فوت وہ لدھیانہ میں ہوئی۔ اُسے ہیضہ ہوا تھا۔ اس لڑکی کو شربت پینے کی عادت پڑ گئی تھی۔ یعنی وہ شربت کو پسند کرتی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کے لئے شربت کی بوتل ہمیشہ اپنے پاس رکھا کرتے تھے۔ رات کو وہ اٹھا کر تو کہتی ابا شربت پینا۔ آپ فوراً اُٹھکر شربت بنا کر اسے پلا دیا کرتے تھے۔ ایک روز لدھیانہ میں اس نے اسی طرح رات کو اُٹھکر شربت مانگا۔ حضرت صاحب نے اُسے شربت کی جگہ غلطی سے چنبیلی کا تیل پلا دیا۔ جس کی بوتل اتفاقاً شربت کی بوتل کے پاس ہی پڑی تھی۔ لڑکی بھی وہ "شربت"

پی کر سو رہی۔ صبح جب تیل کم اور گلاس چکنا دیکھا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ غلطی ہوگئی ہے مگر خدا کے فضل سے نقصان نہیں ہوا۔ نیز میر صاحب نے بیان کیا کہ اس لڑکی کے فوت ہونے کے بعد حضرت صاحب معہ ام المؤمنین وغیرہا لدھیانہ سے ایک ہفتہ کے لئے امرتسر تشریف لے گئے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ عصمت ہماری والدہ کی اولاد میں سب سے بڑی تھی اور وہ ۱۸۸۶ء میں پیدا ہوئی تھی اور ۱۸۹۱ء میں فوت ہوئی۔

۸۸۰ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ اس جگہ جہاں اب نواب صاحب کے شہر والے مکان کا دروازہ ہے اور فخر الدین ملتانی کی دکان ہوتی تھی۔ کچھ زمین خالی پڑی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہاں ایک کچا مکان تعمیر کرنا چاہا جب راج مزدور لگے تو مرزا امام الدین مع اپنے رفیقوں کے آگیا۔ اور گالی گلوچ اور فساد پر آمادہ ہوگیا۔ حضرت صاحب کو اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا کہ تعمیر بند کرادو اور فساد نہ کرو۔ چنانچہ وہ زمین یونہی پڑی رہی۔ کچھ مدت بعد جب مرزا امام الدین و مرزا نظام الدین ایک مقدمہ پر بٹالہ یا گورداسپور گئے ہوئے تھے تو تمام مہمانوں۔ ملازموں اور مدرسہ کے لڑکوں نے مل کر مزدوروں کی طرح سامانِ عمارت لاکر اور گارا وغیرہ تیار کر کے اس مکان کو دن بھر میں تیار کر دیا۔ جب عمالیق واپس آئے۔ تو سر پکڑ کر رہ گئے مگر پھر کیا کر سکتے تھے کیونکہ جگہ تو حضرت صاحب کی ہی تھی۔ اور وہ صرف شرارت کر رہے تھے یہ وہ مکان تھا جس میں مولوی شیر علی صاحب سالہا سال تک رہتے رہے ہیں اور اب اس میں نواب صاحب کا مکان ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مجھے یاد ہے کہ اسی رنگ میں ایک دفعہ موجودہ مدرسہ احمدیہ کی عمارت کا ایک کمرہ بھی راتوں رات تیار ہوا تھا۔ دراصل مرزا امام الدین اور مرزا نظام الدین صاحبان محض سینہ زوری سے حضرت صاحب کے بعض مملوکات سے حضور کو محروم کرنا چاہتے تھے اور حضرت صاحب فساد سے بچتے ہوئے رک جاتے تھے لیکن جب ان لوگوں کی قادیان سے غیر حاضری کی وجہ سے موقعہ ملتا تھا تو جلدی جلدی عمارت کھڑی کر دی جاتی تھی۔

۸۸۱ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ قادیان کے سادات میں ایک صاحب سید محمد علی شاہ صاحب تھے۔ وہ مقامی غیر احمدیوں میں اور حکام میں بھی کچھ

اثر ورسوخ رکھتے تھے۔ اور قادیان کے رہنے والے مسلمانوں میں معزز بھی تھے انہوں نے کئی دفعہ بیعت کا ارادہ ظاہر کیا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیعت نہ لی۔ فرمایا جب آپ نے ہمیں مان لیا اور بیعت کا ارادہ کر لیا۔ تو آپ مرید ہی ہیں۔ مگر بیعت ہم اس وجہ سے نہیں لیتے۔ کہ آپ موجودہ حالات میں جماعت سے باہر رہ کر بہتر طور پر خدمت بجا لا سکتے ہیں۔ جو جماعت کے آدمی سرانجام نہیں دے سکتے چنانچہ وہ ایسا ہی کرتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ انہوں نے بالآخر بیعت کر لی تھی اور تاریخ سے پتہ لگتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں حضرت عباس کو بھی اسی قسم کے حالات میں کچھ عرصہ اپنے اسلام کو مخفی رکھنا پڑا تھا یعنی وہ آپ کے منشاء کے ماتحت ظاہر طور پر ایمان لانے سے رُکے رہے تھے۔

۸۸۲ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میرے گھر سے یعنی والدہ ولی اللہ شاہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور مرد تو آپ کی تقریر بھی سُنتے ہیں اور درس بھی سُنتے ہیں۔ لیکن ہم مستورات اس فیض سے محروم ہیں۔ ہم پر کچھ مرحمت ہونی چاہیئے۔ کیونکہ ہم اسی غرض سے آئے ہیں کہ کچھ فیض حاصل کریں۔ حضور بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ جو سچے طلبگار ہیں۔ ان کی خدمت کے لئے ہم ہمیشہ ہی تیار ہیں۔ ہمارا یہی کام ہے کہ ہم ان کی خدمت کریں۔ اس سے پہلے حضور نے کبھی عورتوں میں تقریر یا درس نہیں فرمایا تھا۔ مگر ان کی التجا اور شوق کو پورا کرنے کے لئے عورتوں کو جمع کر کے روزانہ تقریر شروع فرما دی۔ جو بطور درس تھی۔ پھر چند روز بعد حکم فرمایا کہ مولوی عبدالکریم صاحب اور مولوی نورالدین صاحب اور دیگر بزرگ بھی عورتوں میں درس دیا کریں۔ چنانچہ مولوی عبدالکریم صاحب درس کے لئے بیٹھے اور سب عورتیں جمع ہوئیں۔ چونکہ ان کی طبیعت بڑی آزاد اور بے دھڑک تھی۔ تقریر کے شروع میں فرمانے لگے کہ اے مستورات افسوس ہے کہ تم میں سے کوئی ایسی سعید روح والی عورت نہ تھی۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تقریر یا درس کے لئے توجہ دلاتی اور تحریک کرتی۔ تمہیں شرم کرنی چاہیئے۔ اب شاہ صاحب کی صالحہ بیوی ایسی آئی ہیں۔ جس نے اس کارِ خیر کے لئے حضور کو توجہ دلائی۔ اور تقریر کرنے پر آمادہ کیا۔ تمہیں ان کا نمونہ اختیار کرنا چاہیئے۔ نیز حضرت خلیفہ اولؓ بھی اپنی باری سے تقریر اور درس فرمانے لگے۔ اس وقت سے مستورات میں مستقل طور پر تقریر اور درس کا سلسلہ جاری ہوگیا۔

۸۸۳ بسم اللہ الرحمن الرحیم:۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے حرم یعنی اماں جی نے مجھ سے بیان کیا کہ جب ۱۹۰۸ء میں حضرت مسیح موعودؑ آخری دفعہ لاہور تشریف لے جانے لگے اور اسی سفر میں آپ کی وفات ہوئی تو مَیں دیکھتی تھی کہ آپ اس موقعہ پر قادیان سے باہر جاتے ہوئے بہت متامل تھے اور فرماتے بھی تھے کہ میرا اس سفر پر جاتے ہوئے دل رُکتا ہے۔ مگر چونکہ حضرت ام المؤمنین اور بچوں کی خواہش تھی۔ اس لئے آپ تیار ہو گئے۔ پھر جب آپ روانہ ہونے لگے تو آپ نے اپنے کمرہ کو جو حجرہ کہلاتا تھا خود اپنے ہاتھ سے بند کیا اور جب آپ اس کے دروازہ کو قفل لگا رہے تھے۔ تو مَیں نے سُنا کہ آپ بغیر کسی کو مخاطب کرنے کے یہ الفاظ فرما رہے تھے کہ اب ہم اس کمرہ کو نہیں کھولیں گے۔ جس میں گویا یہ اشارہ تھا کہ اسی سفر کی حالت میں آپ کی وفات ہو جائیگی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اور بھی کئی قرائن سے پتہ لگتا ہے کہ حضرت صاحب خدائی الہامات کی بناء پر یقین رکھتے تھے کہ آپ کی وفات کا وقت آپہونچا ہے اور یہ کہ اسی سفر لاہور میں آپ کو سفر آخرت پیش آجائے گا۔ مگر باوجود اس کے جس تسلّی اور اطمینان کے ساتھ آپ نے آخر وقت تک اپنے کام کو جاری رکھا وہ آپ ہی کا حصّہ ہے۔ اور یقیناً وہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کو اپنے منجانب اللہ ہونے پر کامل یقین تھا اور آپ کے لئے آخرت کی زندگی ایسی ہی یقینی تھی جیسی کہ یہ زندگی ہے۔ ورنہ کوئی دوسرا ہوتا تو اس موقعہ پر ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہو جاتے۔

۸۸۴ بسم اللہ الرحمن الرحیم:۔ ڈاکٹر سیّد عبدالستار شاہ صاحب نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ مجھے تین مہینے کی رخصت لیکر مع اہل و اطفال قادیان میں ٹھہرنے کا اتفاق ہوا۔ ان دنوں میں ایسا اتفاق ہوا کہ والدہ ولی اللہ شاہ کے دانت میں سخت شدت کا درد ہو گیا جس سے اُن کو نہ رات کو نیند آتی تھی اور نہ دن کو۔ ڈاکٹری علاج بھی کیا۔ مگر کوئی فائدہ نہ ہوا حضرت خلیفہ اوّلؓ نے بھی دوا کی۔ مگر آرام نہ آیا۔ حضرت ام المؤمنین نے حضور کی خدمت میں عرض کی کہ ڈاکٹر عبدالستار شاہ صاحب کی بیوی کے دانت میں سخت درد ہے اور آرام نہیں آتا۔ حضرت نے فرمایا کہ ان کو یہاں بلائیں کہ وہ مجھے آکو بتائیں کہ انہیں کہاں تکلیف ہے۔ چنانچہ انہوں نے حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ مجھے اس دانت میں سخت تکلیف ہے۔ ڈاکٹری اور مولوی صاحب کی بہت دوائیں استعمال کی ہیں مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ آپ ذرا ٹھہریں۔ چنانچہ حضور نے وضو کیا اور فرمانے لگے کہ مَیں آپ کیلئے

دعا کرتا ہوں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ آرام دے گا۔ گھبرائیں نہیں۔ حضور نے دو نفل پڑھے اور وہ خاموش بیٹھی رہیں اتنے میں انہیں محسوس ہوا کہ جس دانت میں درد ہے اس دانت کے نیچے سے ایک شعلہ قدرے دھوئیں والا دانت کی جڑھ سے نکل کر آسمان کی طرف جا رہا ہے اور ساتھ ہی درد کم ہوتا جاتا ہے۔ چنانچہ جب وہ شعلہ آسمان تک جا کر نظر سے غائب ہو گیا تو تھوڑی دیر بعد حضور نے سلام پھیرا۔ اور وہ درد فوراً رفع ہو گیا۔ حضور نے فرمایا۔ کیوں جی۔ اب آپ کا کیا حال ہے۔ انہوں نے عرض کی۔ حضور کی دُعا سے آرام ہو گیا ہے۔ اور ان کو بڑی خوشی ہوئی کہ خدا نے ان کو اس عذاب سے بچالیا۔

۸۸۵ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ ڈاکٹر عبداللہ صاحب نے مجھ سے ذکر کیا کہ میں نے ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کبھی حضور نے فرشتے بھی دیکھے ہیں۔ اس وقت حضور بعد نماز مغرب مسجد مبارک کی چھت پر شہ نشین کی بائیں طرف کے مینار کے قریب بیٹھے تھے۔ فرمایا کہ اس مینار کے سامنے دو فرشتے میرے سامنے آئے۔ جن کے پاس دو شیریں روٹیاں تھیں اور وہ روٹیاں انہوں نے مجھے دیں اور کہا کہ ایک تمہارے لئے ہے اور دوسری تمہارے مریدوں کے لئے ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کا یہ رؤیا چھپ چکا ہے۔ مگر الفاظ میں کچھ اختلاف ہے۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ مکرم ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب اس وقت جو جنوری ۱۹۳۹ء ہے وفات پا چکے ہیں اور جن ڈاکٹر عبداللہ صاحب کا اس روایت میں ذکر ہے اس سے شیخ محمد عبداللہ نو مسلم مراد ہیں۔ جو افسوس ہے کہ کچھ عرصے سے بیعت خلافت سے منحرف ہیں۔

۸۸۶ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام عورتوں اور لڑکیوں کے لئے کسی قدر زیور اور رنگین کپڑے اور ہاتھوں میں مہندی پسند فرماتے تھے اور آجکل جو عورتوں کا مردانہ فیشن دنیا میں مروّج ہوتا جا رہا ہے وہ ان دنوں میں بہت کم تھا۔ اور حضور کو پسند نہ تھا۔

۸۸۷ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک دفعہ سیٹھ عبدالرحمن صاحب مدراسی نے ایک پارسل نمک لگی ہوئی یعنی محفوظ کی ہوئی مچھلی کا بھیجا۔ وہ مچھلی اس علاقہ میں نہایت اعلیٰ سمجھی جاتی تھی۔ حضرت صاحب نے بہت شوق سے وہ پارسل کھلوایا۔

مچھلی کا کھلنا تھا کہ تمام مکان بدبو سے بھر گیا (دراصل مچھلی سڑی ہوئی نہ تھی۔ بلکہ اس میں ایسی ہی بساندؔ ہوتی ہے۔ وہاں کے لوگ اُسے بھون کر کھاتے ہیں اور واقعی نہایت لذیذ ہوتی ہے۔ مگر بساندھ اور بدبو برابر رہتی ہے) حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ اسے لے جاؤ اور گاؤں سے دور لے جا کر ڈھاب کے کنارے دفن کر دو۔ اس میں سخت بدبُو ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کو بدبو سے بہت نفرت تھی۔

۸۸۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں جب لوگ حضور سے ملنے قادیان آتے یا جلسہ اور عیدین وغیرہ کے موقعوں پر آتے تو بہت دیر تک ٹھہرا کرتے تھے۔ آجکل لوگ ان موقعوں پر بہت کم آتے ہیں اور آتے ہیں تو بہت کم ٹھہرتے ہیں ان ایام میں بعض لوگ پیدل بھی اپنے وطن سے آتے تھے۔ ایک شخص وریام نامی تھا۔ جو جہلم سے پیدل آتا تھا۔ اور ایک مولوی جلال الدین صاحب سیدوالہ ضلع شیخوپورہ کے تھے جو بمعہ ایک قافلہ کے پیدل کوچ کرتے ہوئے قادیان آیا کرتے تھے۔ حضور علیہ السلام کا بھی قاعدہ تھا کہ کثرت سے ملتے رہنے اور قادیان میں بار بار آنے کی تاکید فرماتے رہتے تھے۔

۸۸۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میاں الہ دین فلاسفر اور پھر اس کے بعد مولوی یار محمد صاحب کو ایک زمانہ میں قبروں کے کپڑے اتار لینے کی دھت ہوگئی تھی یہاں تک کہ فلاسفر نے ان کو بیچکر کچھ روپیہ بھی جمع کر لیا۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ اس طرح ہم بدعت اور شرک کو مٹاتے ہیں۔ حضرت صاحب نے جب یہ سُنا۔ تو اس کام کو ناجائز فرمایا۔ تب یہ لوگ باز آئے اور وہ روپیہ اشاعت اسلام میں دیدیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اسلام نے نہ صرف ناجائز کاموں سے روکا ہے بلکہ جائز کاموں کے لئے ناجائز وسائل کے اختیار کرنے سے بھی روکا ہے۔

۸۹۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میاں الہ دین عرف فلاسفر کو بعض لوگوں نے کسی بات پر مارا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو علم ہوا۔ تو آپ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اگر وہ عدالت میں جائے اور تم وہاں اپنے قصور کا اقرار کرلو۔ تو عدالت تم کو سزا دیگی۔ اور اگر جھوٹ بولو اور انکار کرو۔ تو پھر تمہارا میرے پاس ٹھکانا نہیں۔ غرض آپ کی ناراضگی سے ڈر کر اُن

لوگوں نے اسی وقت فلاسفر سے معافی مانگی اور اس کو دودھ پلایا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس واقعہ کا ذکر روایت نمبر ۴۳۴ میں بھی ہو چکا ہے اور مارنے کی وجہ یہ تھی کہ فلاسفر صاحب منہ پھٹ تھے۔ اور جو دل میں آتا تھا وہ کہہ دیتے تھے اور مذہبی بزرگوں کے احترام کا خیال نہیں رکھتے تھے۔ چنانچہ کسی ایسی ہی حرکت پر بعض لوگ انہیں مار بیٹھے تھے۔ مگر حضرت مسیح موعود نے اُسے پسند نہیں فرمایا۔ آجکل فلاسفر صاحب اسی قسم کی حرکات کی وجہ سے جماعت سے خارج ہو چکے ہیں۔

۸۹۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ میں نے پہلی مرتبہ دسمبر ۱۹۰۲ء میں بموقعہ جلسہ سالانہ حضرت احمد علیہ السّلام کو دیکھا۔ حضرت سیّد عبداللطیف صاحب شہید کابل بھی ان ایام میں قادیان میں مقیم تھے۔ حضرت اقدس ان سے فارسی زبان میں گفتگو فرمایا کرتے تھے۔

۸۹۲ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ جب میں پہلی مرتبہ قادیان آیا۔ تو حضرت اقدس ان ایام میں [illegible]ناعبدالکریم صاحب کی اقتدا میں نماز پڑھا کرتے تھے اور مسجد مبارک میں جو گھر کی طرف کو ایک کھڑکی کی طرز کا دروازہ ہے اُسکے قریب دیوار کے ساتھ کھڑے ہُوا کرتے تھے۔ بحالت نماز ہاتھ سینہ پر باندھتے تھے اور اکثر اوقات نماز مغرب سے عشاء تک مسجد کے اندر احباب میں جلوہ افروز ہو کر مختلف مسائل پر گفتگو فرماتے تھے۔

۸۹۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک زمانہ میں حضرت اقدس حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے ساتھ اس کوٹھڑی میں نماز کے لئے کھڑے ہُوا کرتے تھے جو مسجد مبارک میں بجانب مغرب تھی۔ مگر ۱۹۰۷ء میں جب مسجد مبارک وسیع کی گئی تو وہ کوٹھڑی منہدم کر دی گئی۔ اس کوٹھری کے اندر حضرت صاحب کے کھڑے ہونے کی وجہ اغلباً یہ تھی کہ قاضی یار محمد صاحب حضرت اقدس کو نماز میں تکلیف دیتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ قاضی یار محمد صاحب بہت مخلص آدمی تھے۔ مگر ان کے دماغ میں کچھ خلل تھا جس کی وجہ سے ایک زمانہ میں ان کا یہ طریق ہو گیا تھا کہ حضرت صاحب کے جسم کو ٹٹولنے لگ جاتے تھے اور تکلیف اور پریشانی کا باعث ہوتے تھے۔

۸۹۴ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نکاح کے معاملہ میں قوم اور کفو کو ترجیح دیتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ گو لوگوں نے بات کو بڑھا لیا ہے مگر اس میں شبہ نہیں کہ عام حالات میں اپنی قوم کے اندر اپنے کفو میں شادی کرنا کئی لحاظ سے اچھا ہوتا ہے مگر یہ خیال کرنا کہ کسی حالت میں بھی قوم سے باہر رشتہ نہیں ہونا چاہیئے غلطی ہے۔ اور کفو سے مراد اپنے تمدن اور حیثیت کے مناسب حال لوگ ہیں۔ خواہ وہ اپنی قوم میں سے ہوں یا غیر قوم سے۔

۸۹۵ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ اول اول جب مَیں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ آپ کو ہمارے پاس بار بار آنا چاہیئے۔ تاکہ ہمارا فیضان قلبی اور صحبت کے اثر کا پرتو آپ پر پڑ کر آپ کی روحانی ترقیات ہوں۔ مَیں نے عرض کی کہ حضور ملازمت میں رخصت بار بار نہیں ملتی۔ فرمایا۔ ایسے حالات میں آپ بذریعہ خط بار بار یاددہانی کراتے رہا کریں۔ تاکہ دعاؤں کے ذریعہ توجہ جاری رہے۔ کیونکہ فیضانِ الٰہی کا اجرا قلب پر صحبت صالحین کے تکرار یا بذریعہ خطوط دعا کی یاددہانی پر منحصر ہے۔

۸۹۶ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ میری بڑی لڑکی زینب بیگم نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام قہوہ پی رہے تھے کہ حضور نے مجھکو اپنا بچا ہؤا قہوہ دیا۔ اور فرمایا۔ زینب یہ پی لو۔ مَیں نے عرض کی حضور یہ گرم ہے۔ اور مجھکو ہمیشہ اس سے تکلیف ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ہمارا بچا ہؤا قہوہ ہے تم پی لو۔ کچھ نقصان نہیں ہوگا۔ مَیں نے پی لیا۔ اور اس کے بعد پھر کبھی مجھے قہوہ سے تکلیف نہیں ہوئی

۸۹۷ بسم اللہ الرحمن الرحیم:۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ عربی کی دو لغت کی کتابیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیش نظر سب سے زیادہ رہتی تھیں۔ چھوٹی لغتوں میں سے مراح تھی اور بڑی لغات میں سے لسان العرب۔ آپ یہی دو لغتیں زیادہ دیکھتے تھے۔ گو کبھی کبھی قاموس بھی دیکھ لیا کرتے تھے اور آپ لسان العرب کی بہت تعریف فرمایا کرتے تھے۔

۸۹۸ بسم اللہ الرحمن الرحیم:۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ ایک دن حضرت مسیح موعودؑ کے مکان کی مہترانی ایک حصہ مکان میں صفائی

کر کے آئی۔ حضرت صاحب اس وقت دوسرے حصہ میں تھے۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تو نے صفائی تو کی۔ مگر اس صحن میں جو نجاست پڑی تھی وہ نہیں اُٹھائی۔ اس مہترانی نے کہا کہ جی میں تو سب کچھ صاف کر آئی ہوں۔ وہاں کوئی نجاست نہیں ہے۔ آپ اُٹھکر اس کے ساتھ اس حصہ مکان میں آئے۔ اور دکھا کر کہا کہ یہ کیا پڑا ہے؟ اور حضرت صاحب نے مولوی صاحب سے فرمایا کہ مجھے کشفی طور پر معلوم ہوا تھا کہ اس عورت نے اس مکان میں جھاڑو تو دیا۔ مگر نجاست نہیں اُٹھائی اور یونہی چلی آئی ہے۔ ورنہ مجھے بھی خبر نہ تھی کہ وہاں نجاست پڑی ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ سنّت ہے کہ بعض اوقات چھوٹی چھوٹی باتیں ظاہر فرما دیتا ہے جس سے تعلقات کی بے تکلفی اور اپنا ہٹ کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔

۸۹۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ مسجد مبارک میں نماز ظہر یا عصر شروع ہو چکی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام درمیان میں سے نماز توڑ کر کھڑکی کے راستہ گھر میں تشریف لے گئے اور پھر وضو کر کے نماز میں آ ملے۔ اور جو حصہ نماز کا رہ گیا تھا۔ وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد پورا کیا۔ یہ معلوم نہیں۔ کہ حضور سہول کر بے وضو آ گئے تھے یا رفع حاجت کے لئے گئے تھے۔

۹۰۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ میں نے سُنا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ ہماری جماعت کی ترقی تدریجی رنگ میں آہستہ آہستہ مقدر ہے جیسا کہ قرآن شریف میں بھی آتا ہے کہ کزرع اخرج شطئہ مگر فرماتے تھے کہ ہماری جماعت کی ترقی دائمی ہوگی۔ اور اس کے بعد قیامت سے قبل والے فساد کے سوا کوئی عالمگیر فساد نہیں ہوگا۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ خدا ہماری جماعت کو اتنی ترقی دے گا۔ کہ دوسرے لوگ ذلیل اچھوت لوگوں کی طرح رہ جائینگے۔

۹۰۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سیٹھی غلام نبی صاحب نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ میں اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ایک یکہ میں بٹالہ سے دارالامان آئے۔ راستہ میں میں نے ذکر کیا کہ ڈاکٹر صاحب عام طور پر مشہور ہے کہ جس کو خواب میں رسُول اللہ صلعم کی رویت نصیب ہو جاوے۔ اس پر دوزخ کی آگ حرام ہو جاتی ہے میں نہیں جانتا کہ یہ بات کہاں تک

درست ہے۔ لیکن ہم لوگ جو خدا کے رسول کو ہاتھ لگاتے اور بوسہ دیتے اور مٹھیاں بھرتے ہیں۔ چہ جائیکہ میں تو اس قدر بے ادب ہوں کہ جب نماز میں حضرت صاحب کے ساتھ کھڑا ہوتا ہوں تو اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ نماز ٹوٹتی ہے یا نہیں۔ مونڈھا کہنی جو بھی آپ کے ساتھ لگ سکے لگاتا ہوں۔ کیا دوزخ کی آگ ہم کو بھی چھوئے گی۔ ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا کہ بھائی صاحب بات تو ٹھیک ہے لیکن تابعداری شرط ہے۔ اللہ اللہ یہ اس وقت کی حالت ہے۔ اور اب ڈاکٹر صاحب کی یہ حالت ہے کہ حضرت صاحب کے جگر گوشہ اور خلیفۂ وقت سے منحرف ہو رہے ہیں۔

۹۰۲ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ جولائی ۱۹۰۴ء کا واقعہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام گورداسپور کی کچہری سے باہر تشریف لائے۔ اور خاکسار سے کہا کہ انتظام کرو کہ نماز پڑھ لیں۔ خاکسار نے ایک دری نہایت شوق سے اپنی چادر پر بغرض جانماز ڈال دی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اقتداء میں نماز ظہر و عصر ادا کی۔ اس وقت غالباً ہم بیس احمدی مقتدی تھے۔ نماز سے فارغ ہونے پر معلوم ہوا کہ وہ دری حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی تھی۔ اور انہوں نے چلے لی۔

۹۰۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ قدیم مسجد مبارک میں حضور علیہ السلام نماز جماعت میں ہمیشہ پہلی صف کے دائیں طرف دیوار کے ساتھ کھڑے ہوا کرتے تھے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں سے آجکل موجودہ مسجد مبارک کی دوسری صف شروع ہوتی ہے۔ یعنی بیت الفکر کی کوٹھری کے ساتھ ہی مغربی طرف۔ امام اگلے حجرہ میں کھڑا ہوتا تھا۔ پھر ایسا اتفاق ہوا کہ ایک شخص پر جنون کا غلبہ ہوا۔ اور وہ حضرت صاحب کے پاس کھڑا ہونے لگا۔ اور نماز میں آپ کو تکلیف دینے لگا۔ اور اگر کبھی اس کو پچھلی صف میں جگہ ملتی۔ تو ہر سجدہ میں وہ صفیں پھلانگ کر حضور کے پاس آتا اور تکلیف دیتا اور قبل اس کے کہ امام سجدہ سے سر اٹھائے۔ وہ اپنی جگہ پر واپس چلا جاتا۔ اس تکلیف سے تنگ آکر حضور نے امام کے پاس حجرہ میں کھڑا ہونا شروع کر دیا۔ مگر وہ بھلا مانس حتی المقدور وہاں بھی پہونچ جایا کرتا اور ستایا کرتا تھا۔ مگر پھر بھی وہاں نسبتاً امن تھا۔ اس کے بعد آپ وہیں نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ مسجد کی توسیع ہوگئی۔ یہاں بھی آپ دوسرے مقتدیوں سے آگے امام کے پاس ہی کھڑے ہوتے رہے۔ مسجد اقصےٰ میں جمعہ اور عیدین

کے موقعہ پر آپ صف اول میں عین امام کے پیچھے کھڑے ہُوا کرتے تھے۔ وہ معذور شخص جو ویسے مخلص تھا اپنے خیال میں اظہار محبت کرتا اور جسم پر نامناسب طور پر ہاتھ پھیر کر تبرک حاصل کرتا تھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس کا ذکر روایت ۸۹۳ میں بھی ہو چکا ہے۔

904 بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ قدیم مسجد مبارک کا نقشہ یہ ہے۔ اس کے تین حصے تھے۔ ایک چھوٹا مغربی حجرہ امام کے لئے تھا جس میں دو کھڑکیاں تھیں۔ درمیانی حصہ جس میں دو صفیں اور فی صف ۶ آدمی ہوتے تھے۔ اسی میں

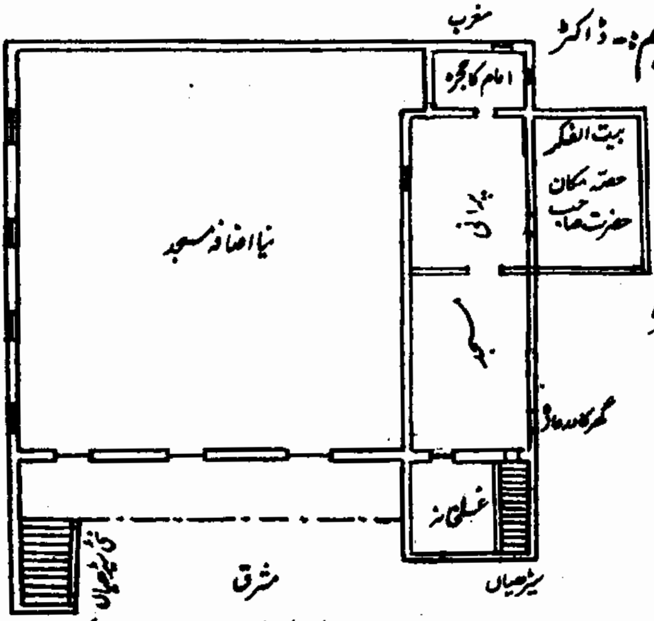

بیت الفکر کی کھڑکی کھلتی تھی اور اس کے مقابل پر جنوبی دیوار میں ایک کھڑکی روشنی کے لئے کھلتی تھی۔ تیسرا باہر کا مشرقی حصہ اس میں عموماً دو اور بعض اوقات تین صفیں اور فی صف ۵ آدمی ہُوا کرتے تھے اسی میں نیچے سیڑھیاں آتی ہیں اور ایک دروازہ اس کا غسلخانہ میں تھا۔ جو اب چھوٹے کمرہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے اسی تیسرے حصہ میں ایک دروازہ شمالی دیوار میں حضرت صاحب کے گھر میں کُھلتا تھا۔ غرضیکہ اس زمانہ میں مسجد مبارک میں امام سمیت ۲۳ آدمیوں کی با فراغت گنجائش تھی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ جو کمرہ بطور غسلخانہ دکھایا گیا ہے اس میں حضرت صاحب کے کُرتہ پر سُرخی کے چھینٹے پڑنے کا نشان ظاہر ہُوا تھا۔

905 بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ خاکسار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ قلمی تحریر دیکھی ہے جس میں حضور نے اس زمانہ کی جماعت کی بابت لکھا تھا کہ وہ انشاء اللہ جنت میں میرے ساتھ ہوں گے۔ اس زمانہ کی جماعت کیو تہ

محمد خاں صاحب مرحوم مند ... ے خاں صاحب مرحوم اور منشی ظفر احمد صاحب ...

رکھتے تھے۔ باقیوں کا علم اللہ تعالےٰ کو ہے

۹۰۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ علاج کے معاملہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا طریق تھا کہ کبھی ایک قسم کا علاج نہ کرتے تھے۔ بلکہ ایک ہی بیماری میں انگریزی دوا بھی دیتے رہتے تھے اور ساتھ ساتھ یونانی بھی دیتے جاتے تھے۔ پھر جو کوئی شخص مفید بات کہدے اس پر بھی عمل کرتے تھے۔ اور اگر کسی کو خواب میں کچھ معلوم ہؤا تو اس پر بھی عمل فرماتے تھے۔ پھر ساتھ ساتھ دعا بھی کرتے تھے۔ اور ایک ہی وقت میں ڈاکٹروں اور حکیموں سے مشورہ بھی لیتے تھے۔ اور طب کی کتاب دیکھکر بھی علاج میں مدد لیتے تھے۔ غرض علاج کو ایک عجیب رنگ کا مرکب بنا دیتے تھے۔ اور اصل بھروسہ آپ کا خدا پر ہوتا تھا۔

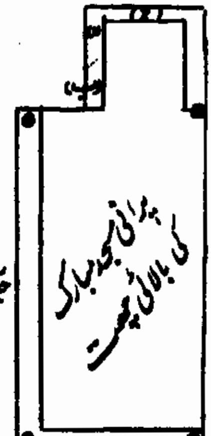

۹۰۷ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ موسم گرما میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد مبارک کے بالائی حصّہ میں بعد نماز مغرب تشریف رکھتے تو عموماً مغربی شاہ نشین کے نشان (×) پر بیٹھا کرتے تھے۔ مولوی عبدالکریم صاحب عام طور پر نشان (ا) پر۔ اور حضرت مولوی نورالدین صاحب نشان (ب) کی جگہ پر ہوتے تھے اور حضرت مسیح موعود کے بائیں طرف دوسرے خاص احباب بیٹھتے تھے باقی سب نیچے یا جنوبی شہ نشین پر بیٹھتے تھے۔ اس نقشہ کے چاروں کونوں پر چار چھوٹے مناروں کے نشان ہیں۔ جن میں سے ایک تو توسیع کے وقت اُڑ گیا تھا اور دو ساتھ کی دیوار میں جذب ہو گئے ہیں اور ایک جو جنوب مشرقی کونے میں ہے ابھی تک اسی طرح قائم ہے۔

۹۰۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حاجی محمد اسمٰعیل صاحب ریٹائرڈ اسٹیشن ماسٹر حال محلہ دارالبرکات قادیان نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ۱۵؍ ستمبر ۱۹۳۸ء کو شام کے وقت مَیں حضرت میاں محمد یوسف صاحب مردان کے ہمراہ کھانا کھا رہا تھا۔ چونکہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے صحابہ میں سے ہیں۔ مَیں نے دریافت کیا کہ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہمراہ کھانا کھانے کا کتنی دفعہ شرف حاصل ہؤا۔ فرمایا۔ دو دفعہ مختلف موقعوں پر موقعہ ملا۔ پہلی دفعہ تو گول کمرہ میں اور دوسری بار بٹالہ کے باغ میں جو کچہریوں کے متصل ہے۔ جہاں حضرت صاحب کسی گواہی کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ اس موقعہ

پر چالیس پچاس دوست حضور کے ہمرکاب تھے۔ کھانا دارالامان سے پک کر آ گیا تھا۔ فرش بچھا کر دو قطاروں میں دوست بیٹھ گئے۔ مَیں دوسری قطار میں بالکل حضرت صاحب کے سامنے بیٹھا تھا۔ اتنے میں ایک ہندو وکیل صاحب آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ کے الہامات میں جو دافع البلاء میں شائع ہوئے ہیں ایک الہام میں شرک کا رنگ ہے اور وہ الہام انت منی بمنزلۃ ولدی ہے۔ حضرت صاحب نے اس کے جواب میں ابھی کوئی کلمہ اپنی زبانِ مبارک سے نہ فرمایا تھا کہ مَیں نے فوراً کہا کہ وہاں ایک تشریحی نوٹ بھی تو ہے۔ وکیل نے انکار کیا کہ وہاں کوئی نوٹ نہیں۔ میں نے کہا کہ کتاب لاؤ مَیں دکھا دیتا ہوں۔ اس نے جواب دیا کہ میرے پاس کتاب کہاں ہے۔ حسنِ اتفاق سے اس وقت میرے پاس حضرت صاحب کی سب کتب موجود تھیں۔ جن کی مَیں نے خوبصورت جلدیں بندھوائی ہوئی تھیں اور وہ کتب مَیں مشہور مباحثہ مُدّ کے سلسلہ میں اپنے ہمراہ لے گیا تھا۔ کیونکہ مباحثہ ہماری تحریک پر ہی ہوا تھا۔ مَیں نے فوراً ہاتھ صاف کرتے ہوئے کتاب دافع البلاء کی جلد نکالی قدرتِ خداوندی تھی کہ جونہی میں نے کتاب کھولی تو پہلے وہی صفحہ نکلا جس میں یہ الہام اور تشریحی نوٹ درج تھا۔ مَیں نے وہ کتاب وکیل صاحب کو پڑھنے کے لئے دی۔ یہ نوٹ پڑھکر وکیل صاحب کو تو بہت ندامت ہوئی۔ لیکن مجھے اب تک اپنی اس جسارت پر تعجب آتا ہے کہ مَیں حضور کی موجودگی میں اس طرح بول پڑا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس سارے عرصہ میں خاموش رہے۔ یہ واقعہ کھانے کے درمیان میں ہوا تھا۔ اس وقت حضرت صاحب کے چہرہ پر خوشی نمایاں تھی۔ حضور نے اپنے سامنے والی قیمہ کی رکابی مجھے عنایت کر کے فرمایا کہ آپ اس کو کھا لیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس الہام میں بمنزلہ ولد کہا گیا ہے نہ کہ ولد جس کے یہ معنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ سے اسی طرح محبت کرتا ہے اور اسی طرح آپ کی حفاظت فرماتا ہے جس طرح ایک باپ اپنے بچے کے ساتھ کرتا ہے۔

909 بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میر عنایت علی شاہ صاحب لدھیانوی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ خاکسار لدھیانہ محلہ اقبال گنج میں حضرت اقدس علیہ السلام کے پاس بیٹھکر اپنے محلہ صوفیاں میں واپس گھر آیا۔ اور پھر کسی کام کے لئے جو بازار گیا۔ تو حضور علیہ السلام چوڑا بازار میں صرف اکیلے ہی بڑی سادگی سے پھر رہے تھے۔ اور اس وقت صرف واسکٹ پہنی ہوئی تھی۔ کوٹ نہ تھا۔ واللہ اعلم

کس خیال میں پھر رہے تھے۔ ورنہ حضور کو اکیلے پھرتے لدھیانہ میں نہ دیکھا تھا۔ اور خاکسار بھی اسی خیال سے سامنے نہ ہوا کہ شاید کوئی بھید ہوگا۔ پھر اسی لدھیانہ میں خاکسار نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ جب حضرت اقدس علیہ السلام دہلی سے واپس لدھیانہ تشریف لائے۔ تو حضور کی زیارت کے لئے اس قدر اسٹیشن پر ہجوم ہوگیا تھا کہ بڑے بڑے معزز لوگ آدمیوں کی کثرت اور دھکا پیل سے زمین پر گر گئے تھے اور پولیس والے بھی عاجز آگئے تھے گرد وغبار آسمان کو جا رہا تھا۔ اور حضور اقدس علیہ السلام نے بھی بڑی محبت سے لوگوں کو فرمایا کہ ہم تو یہاں چوبیس گھنٹے ٹھہریں گے ملنے والے وہاں قیامگاہ پر آجائیں۔ ایک وقت اکیلے یہاں پھرتے دیکھا اور پھر یہ بھی دیکھا کہ اس قدر ہجوم آپ کی زیارت کے لئے جمع ہوگیا تھا۔

اس موخرالذکر سفر میں حضور علیہ السلام نے لدھیانہ میں ایک لیکچر دیا جس میں ہندو عیسائی مسلمان اور بڑے بڑے معزز لوگ موجود تھے۔ تین گھنٹے حضور اقدس نے تقریر فرمائی۔ حالانکہ بوجہ سفر دہلی کچھ طبیعت بھی درست نہ تھی۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ اس لئے حضور اقدس نے بوجہ سفر روزہ نہ رکھا تھا۔ اب حضور اقدس نے تین گھنٹہ تقریر جو فرمائی تو طبیعت پر ضعف سا طاری ہوا۔ مولوی محمد احسن صاحب نے اپنے ہاتھ سے دودھ پلایا۔ جس پر ناواقف مسلمانوں نے اعتراضاً کہا کہ مرزا رمضان میں دودھ پیتا ہے۔ اور شور کرنا چاہا۔ لیکن چونکہ پولیس کا انتظام اچھا تھا۔ فوراً یہ شور کرنے والے مسلمان وہاں سے نکال دیئے گئے۔ اس موقعہ پر یہاں پر تین تقاریر ہوئیں۔ اوّل مولوی سید محمد احسن صاحب کی دُوسرے حضرت مولوی نورالدین صاحب کی۔ تیسرے حضور اقدس علیہ السّلام کی پھر یہاں سے حضور امرتسر تشریف لے گئے۔ وہاں سُنا ہے کہ مخالفوں کی طرف سے سنگباری بھی ہوئی

خاکسار عرض کرتا ہے کہ بازار میں اکیلے پھرنے کی بات تو خیر ہوئی مگر مجھے یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ حضور بازار کے اندر صرف صدری میں پھر رہے تھے۔ اور جسم پر کوٹ نہیں تھا۔ کیونکہ حضرت صاحب کا طریق تھا کہ گھر سے باہر ہمیشہ کوٹ پہنکر نکلتے تھے۔ پس اگر میر صاحب کو کوئی غلطی نہیں لگی تو اس وقت کوئی خاص بات ہوگی یا جلدی میں کسی کام کی وجہ سے نکل آئے ہوں گے۔ یا کوٹ کا خیال نہیں آیا ہوگا

۹۱۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ مجھ سے میری لڑکی زینب بیگم نے بیان کیا۔ کہ میں تین ماہ کے قریب حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت

میں رہی ہوں۔ گرمیوں میں پنکھا وغیرہ اور اسی طرح کی خدمت کرنی تھی۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ نصف رات یا اس سے زیادہ مجھکو پنکھا ہلاتے گذر جاتی تھی۔ مجھکو اس اثنا میں کسی قسم کی تھکان و تکلیف محسوس نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ خوشی سے دل بھر جاتا تھا۔ دو دفعہ ایسا موقعہ آیا کہ عشاء کی نماز سے نے کر صبح کی اذان تک مجھے ساری رات خدمت کرنے کا موقعہ ملا۔ پھر بھی اس حالت میں مجھکو نہ نیند نہ غنودگی اور نہ تھکان معلوم ہوئی۔ بلکہ خوشی اور سرور پیدا ہوتا تھا۔ اسی طرح جب مبارک احمد صاحب بیمار ہوئے۔ تو مجھکو ان کی خدمت کے لئے بھی اسی طرح کئی راتیں گذارنی پڑیں۔ تو حضور نے فرمایا کہ زینب اس قدر خدمت کرتی ہے کہ ہمیں اس سے شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ اور آپ کئی دفعہ اپنا تبرک مجھے دیا کرتے تھے۔

911 بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت خلیفہ اوّلؓ کے درس میں جب آیت وما ابرّئ نفسی ان النفس لامّارۃ بالسوء الّا مارحم ربّی۔ ان ربّی غفورٌ رحیم آیا کرتی۔ تو آپ کہا کرتے تھے کہ یہ عزیز مصر کی بیوی کا قول ہے۔ ایک دفعہ حضرت صاحب کے سامنے بھی یہ بات کسی دوست نے پیش کردی۔ کہ مولوی صاحب اسے امرأۃ العزیز کا قول کہتے ہیں۔ حضرت صاحب فرمانے لگے۔ کیا کسی کافر یا بدکار عورت کے منہ سے بھی ایسی معرفت کی بات نکل سکتی ہے۔ اس فقرہ کا تو لفظ لفظ کمال معرفت پر دلالت کرتا ہے۔ یہ تو سوائے نبی کے کسی کا کلام نہیں ہوسکتا۔ یہ عجز اور اعتراف کمزوری کا اور اللہ تعالےٰ پر توکل اور اس کی صفات کا ذکر یہ انبیاء ہی کی شان ہے۔ آیت کا مضمون ہی بتا رہا ہے۔ کہ یوسف کے سوا اور کوئی اسے نہیں کہہ سکتا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس واقعہ کا ذکر روایت ۲۴۷ میں بھی آچکا ہے۔

912 بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دفعہ کسی تکلیف کے علاج کے لئے اس عاجز کو یہ حکم دیا۔ کہ ڈاکٹر محمد حسین صاحب لاہوری ساکن بھاٹی دروازہ سے (جو مدّت ہوئے فوت ہوچکے ہیں) نسخہ لکھوا کر لاؤ۔ اور اپنا حال بھی لکھدیا۔ اور پتا بھی دیا۔ چنانچہ میں ڈاکٹر صاحب موصوف کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ان سے نسخہ لاکر حضرت صاحب کو دیا۔ ڈاکٹر صاحب سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت صاحب ان سے پہلے

بھی علاج کرایا کرتے تھے اور مشورہ بھی لیا کرتے تھے۔

۹۱۳ بسم اللہ الرحمن الرحیم:۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ جب پنجاب میں طاعون کا دور دورہ ہوا۔ اور معلوم ہوا کہ چوہوں سے یہ بیماری انسانوں میں پہونچتی ہے۔ تو حضرت صاحب نے بلّیوں کا خیال رکھنا شروع کر دیا بلکہ بعض اوقات اپنے ہاتھ سے دودھ کا پیالہ بلّیوں کے سامنے رکھدیا کرتے تھے۔ تاکہ وہ گھر میں ہل جائیں۔ چنانچہ اس زمانہ سے اب تک دار مسیح موعودؑ میں بہت سی بلّیاں رہتی ہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ ایک زمانہ میں تو ہمارے گھر میں بلّیوں کی اس قدر کثرت ہوگئی تھی کہ وہ تکلیف کا باعث ہونے لگی تھیں۔ جس پر بعض بلّوں کو پنجروں میں بند کروا کے دُوسری جگہ بھجوانا پڑا تھا۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس روایت سے پتہ لگتا ہے کہ باوجود خدائی وعدہ کے کہ آپ کی چار دیواری میں کوئی شخص طاعون سے نہیں مریگا۔ آپ کو خدا کے پیدا کئے ہوئے اسباب کا کتنا خیال رہتا تھا۔

۹۱۴ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک شخص نے ایک دفعہ حضور سے عرض کیا کہ مجھے کھانا کھاتے ہی بیت الخلاء جانے کی حاجت ہونے لگتی ہے حضور فرمانے لگے ایسے معدہ کو حکیموں نے بخیل معدہ کہا ہے۔ یعنی جب تک اس کے اندر کچھ نہ پڑے۔ تب تک وہ پہلی غذا نکالنے کو تیار نہیں ہوتا۔

۹۱۵ بسم اللہ الرحمن الرحیم:۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام ایک دفعہ فرماتے تھے کہ ہم نے ایک اہم امر کے لئے دیوان حافظ سے بھی فال لی تھی۔ لیکن اب یہ مجھے یاد نہیں رہا کہ کس امر کے لئے فال لی تھی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ فال بھی ایک قسم کا قرعہ اندازی ہے اور اگر اس کے ساتھ دعا شامل ہو تو وہ ایک رنگ کا استخارہ بھی ہو جاتی ہے۔ مگر مَیں نے سُنا ہوا ہے کہ حضرت صاحب قرآن شریف سے فال لینے کو ناپسند فرماتے تھے۔

۹۱۶ بسم اللہ الرحمن الرحیم:۔ ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام باغ میں ایک چارپائی پر تشریف رکھتے تھے۔ اور دُوسری دو

چارپائیوں پر مفتی محمد صادق صاحب اور شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ایک بوری نیچے پڑی ہوئی تھی۔ اس پر مَیں دو چار آدمیوں سمیت بیٹھا ہوا تھا۔ میرے پاس مولوی عبدالستار خان صاحب بزرگ بھی تھے۔ حضرت صاحب کھڑے تقریر فرمارہے تھے کہ اچانک حضور کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب آپ میرے پاس چارپائی پر آکر بیٹھ جائیں۔ مجھے شرم محسوس ہوئی۔ کہ مَیں حضور کے ساتھ برابر ہو کر بیٹھوں۔ حضور نے دوبارہ فرمایا کہ شاہ صاحب آپ میرے پاس چارپائی پر آجائیں۔ مَیں نے عرض کی کہ حضور مَیں یہیں اچھا ہوں۔ تیسری بار حضور نے خاص طور پر فرمایا کہ آپ میری چارپائی پر آکر بیٹھ جائیں۔ کیونکہ آپ سیّد ہیں اور آپ کا احترام ہم کو منظور ہے۔ حضور کے اس ارشاد سے مجھے بہت فرحت ہوئی۔ اور میں اپنے سیّد ہونے کے متعلق حق الیقین تک پہونچنے کے لئے جو آسمانی شہادت چاہتا تھا۔ وہ مجھے مل گئی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو تو اپنے سیّد ہونے کا ثبوت ملنے پر فرحت ہوئی اور مجھے اس بات سے فرحت ہوئی ہے کہ چودہ سو سال گذر جانے پر بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت صلعم کی اولاد کا کس قدر پاس تھا۔ اور یہ پاس عام توہمانہ رنگ میں نہیں تھا۔ بلکہ بصیرت اور محبت پر مبنی تھا۔

917 بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر سیّد عبدالستار شاہ صاحب نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ میری لڑکی زینب بیگم نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ جب حضور علیہ السلام سیالکوٹ تشریف لے گئے تھے۔ تو مَیں رعیہ سے ان کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ ان ایام میں مجھے مراق کا سخت دورہ تھا۔ مَیں شرم کے مارے آپ سے عرض نہ کر سکتی تھی۔ مگر میرا دل چاہتا تھا کہ میری بیماری سے کسی طرح حضور کو علم ہو جائے تا کہ میرے لئے حضور دُعا فرمائیں۔ مَیں حضور کی خدمت کر رہی تھی کہ حضور نے اپنے انکشاف اور صفائی قلب سے خود معلوم کر کے فرمایا۔ زینب تم کو مراق کی بیماری ہے ہم دُعا کرینگے۔ تم کچھ ورزش کیا کرو۔ اور پیدل چلا کرو۔ مگر مَیں ایک قدم بھی پیدل نہ چل سکتی تھی۔ اگر دو چار قدم چلتی بھی۔ تو دورہ مراق و خفقان بہت تیز ہو جاتا تھا۔ مَیں نے اپنے مکان پر جانے کے لئے جو حضور کے مکان سے قریباً ایک میل دُور تھا۔ ٹانگے کی تلاش کی۔ مگر نہ ملا۔ اس لئے مجبوراً مجھکو پیدل جانا پڑا۔ مجھکو یہ پیدل چلنا سخت مصیبت اور ہلاکت معلوم ہوتی

تھی۔ مگر خدا کی قدرت جوں جوں مَیں پیدل چلتی تھی آرام معلوم ہوتا تھا۔ حتّٰے کہ دوسرے روز
پھر مَیں پیدل حضور کی زیارت کو آئی تو دورہ مراق جاتا رہا اور بالکل آرام آگیا۔

۹۱۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میر شفیع احمد صاحب محقق دہلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا
کہ عرصہ کی بات ہے کہ مَیں لاہور میں خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان میں صبح کے وقت بیٹھا
قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا اور ایک چارپائی پر فخر الدین ملتانی بھی بیٹھا ہوا تلاوت کر رہا تھا
اتنے میں مجھے فخر الدین ملتانی نے کہا کہ دیکھو میر صاحب! مولوی محمد حسین بٹالوی جا رہا ہے مَیں
نے پوچھا کہاں؟ تب اس نے اشارہ کیا کہ وہ دیکھو۔ مَیں ننگے پاؤں اور ننگے سر جس طرح بیٹھا
ہوا تھا اسی طرح اُن کے پیچھے بھاگا۔ دیکھا تو ایک وزنی بیگ اٹھائے ہوئے مولوی صاحب
اسٹیشن کی طرف جا رہے ہیں۔ مَیں نے جا کر السلام علیکم کہا اور ان کا بیگ لے لیا۔ کہ مَیں آپ
کے ساتھ لئے چلتا ہوں۔ پہلے انہوں نے انکار کیا۔ مگر میرے اس اصرار پر مجھے دیدیا کہ آپ ضعیف
ہیں اور اتنا بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔ اس پر انہوں نے جزاک اللہ کہا اور مَیں ساتھ ہو لیا۔ راستہ
میں کہا کہ مَیں نے ٹمٹم کا انتظار کیا۔ مگر نہ ملی۔ اگر ٹمٹم کا انتظار کرتا تو شاید گاڑی نکل جاتی۔ مجھے
ضروری مقدمہ میں جانا ہے۔ آپ نے بڑی تکلیف کی۔ مَیں نے کہا کہ نہیں مجھے بڑی راحت ہے
کہ آپ ایک معمولی سے معمولی آدمی کی طرح اتنا بوجھ اٹھائے چلے جا رہے ہیں۔ اور انی مھین
من اراد اھانتک کی ایک نئے رنگ میں تصدیق کر رہے ہیں۔ یہ فقرہ سُنکر مولوی صاحب بہت
ناراض ہوئے اور مردود میرزائی کہکر وہ بیگ مجھ سے چھین لیا۔ اور پھر چل پڑے۔ مگر مَیں کچھ دُور
ان کے ساتھ گیا۔ اور منت خوشامد سے بیگ پھر اٹھا لیا۔ اس پر کہنے لگے کہ مرزا نے تم لوگوں پر
جادو کر دیا ہے۔ تم تو دیوانہ ہو گئے ہو۔ اس میں کیا دھرا ہوا ہے۔ ہم تو انہیں بچپن سے جانتے
ہیں۔ ان کے کچے چٹھے ہمیں معلوم ہیں۔ مَیں نے کہا آج تک تو کسی نے ان کا کچا چٹھا شائع
نہیں کیا۔ کہنے لگے کوئی سُنتا بھی ہو۔ بُری [illegible] فوراً قبول کر لیتے ہیں اور نیک بات کی
طرف کان بھی نہیں دھرتے۔ میں نے کہا آپ سچ فرما رہے ہیں۔ ہر نبی کے ساتھ اس کی قوم
نے ایسا ہی برتاؤ کیا۔ چونکہ بوجھ بہت تھا۔ اس لئے مولوی صاحب نے میرے لئے بھی پلیٹ فارم
کا ٹکٹ خریدا اور چونکہ ریل بالکل تیار تھی۔ سوار ہو کر چلے گئے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ جب شروع میں حضرت صاحب نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے سخت مخالفت کی اور کفر کا فتویٰ لگایا اور کہا کہ میں نے ہی اسے اٹھایا تھا اور مَیں ہی اسے گراؤنگا۔ اس وقت مولوی صاحب کی ملک میں بہت عزت تھی۔ اور وہ بازار میں سے گذرتے تھے تو لوگ دُور سے دیکھکر ادب کے طور پر کھڑے ہوجاتے تھے۔ اور اہلِ حدیث فرقہ کے تو وہ گویا امام تھے۔ اس وقت حضرت صاحب کو خدا تعالےٰ نے مولوی صاحب کے متعلق الہاماً بتایا کہ اِنّی مُھِینٌ مَن اَرَادَ اِھَانَتَكَ۔ یعنی جو شخص تجھے گرانے اور ذلیل کرنے کے درپے ہے۔ ہم خود اسے ذلیل و رسوا کردینگے چنانچہ اس کے بعد آہستہ آہستہ مولوی محمد حسین صاحب پر وہ وقت آیا جس کا نقشہ اس روایت میں بیان ہُوا ہے کہ کوئی پوچھتا نہیں تھا۔ اور بازاروں میں اپنا سامان اٹھائے پھرتے تھے اور اپنے ہم خیال لوگوں کی نظر سے بھی بالکل گر گئے تھے۔

919 بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی طرز تحریر میں ایک یہ بات بھی دیکھنے میں آئی کہ حضور جب کسی لفظ یا سطر کو کاٹتے تو اس طرح کاٹتے تھے کہ پھر کوئی اسے پڑھ نہ سکے۔ یہ نہیں کہ صرف ایک لکیر پھیر دی۔ بلکہ اس قدر لہردار اور پاس پاس کرکے قلم سے لکیریں پھیرتے کہ کٹے ہوئے ایک حرف کا پڑھنا بھی ممکن نہ ہوتا تھا۔

920 بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ جب میں بہت چھوٹا تھا یعنی ۴-۵ سال کا ہُونگا۔ تو مجھے یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام انبالہ چھاؤنی میں مجھے انگریزی مٹھائی کی گولیاں دیاکرتے تھے اور مَیں ان کو چڑیا کے انڈے کہا کرتا تھا۔ یہ حضرت صاحب کی بڑی لڑکی عصمت کی پیدائش سے پہلے کی بات ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ عصمت ۱۸۸۶ء میں پیدا ہوئی تھی۔ اور خود میر صاحب کی پیدائش غالباً ۱۸۸۱ء کی ہے۔

921 بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہندوؤں کے ہاں کا کھانا کھا پی لیتے تھے اور اہلِ ہنود کا تحفہ از قسم شیرینی وغیرہ بھی قبول فرمالیتے تھے اور کھاتے بھی تھے اسی طرح بازار سے ہندو حلوائی کی دوکان سے بھی اشیاء خوردنی آتی تھے۔ ایسی اشیاء اکثر نقد کی بجائے ٹوٹبو کے ذریعہ سے آتی تھیں۔ یعنی ایسے رقعہ کے ذریعہ جس پر چیز

کا نام اور وزن اور تاریخ اور دستخط ہوتے تھے۔ مہینہ کے بعد دکاندار وہ ٹوٹنو بھیجدیتا اور حساب کا پرچہ ساتھ بھیجتا۔ اس کو چیک کر کے آپ حساب ادا کر دیا کرتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ ہندوؤں کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیز جائز سمجھتے تھے اور اس کے کھانے میں پرہیز نہیں تھا۔ آجکل جو عموماً پرہیز کیا جاتا ہے اس کی وجہ مذہبی نہیں بلکہ اقتصادی ہے۔

۹۲۲ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ۱۸۹۳ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام چند روز کے لئے ہمارے ہاں بمعہ اہل وعیال فیروزپور چھاؤنی تشریف لائے ایک دن وہاں ایک شیخ صاحب کی کوٹھی پر گئے۔ جو انگریزی اشیاء کے تاجر تھے۔ شیخ محمد جان صاحب وزیرآبادی چونکہ ان کے واقف تھے۔ اس لئے وُہ حضور کو یہ دکان دکھانے لے گئے وہاں مالک دکان نے ایک کھلونا دکھایا جس میں ایک بلّی اور ایک چوہا تھا۔ اس کو کنجی دی جاتی تو چوہا آگے بھاگتا تھا اور بلّی اس کے پیچھے دوڑتی تھی۔ اسے دیکھکر کچھ دیر تو مسیح ناصریؑ کے پرندوں کا ذکر ہوتا رہا۔ پھر آپ چلے آئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز بھی جن کی عمر اس وقت چار سال کے قریب تھی ہمراہ تھے۔ اور کسی دوست یا ملازم کی گود میں تھے۔ جب کچھ راستہ چلے آئے تو میاں صاحب نے اس شخص کی گود میں اینٹھنا شروع کیا۔ پھر کچھ بگڑ کر لاتیں مارنے لگے۔ اور آخر رونا شروع کر دیا۔ بہت پوچھا مگر کچھ نہ بتایا۔ آخر بار بار پوچھنے پر ہاتھ سے واپس چلنے کا اشارہ کیا اس پر کسی نے کہا کہ شاید اس دوکان پر بلّی چوہا پھر دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ کہنا تھا کہ میاں صاحب روتے روتے چیخ کر کہنے لگے کہ مَیں نے بلّی چوہا لینا ہے۔ اس پر حضرت صاحب نے کہا کہ میاں گھر چل کر منگادیں گے مگر وہ نہ مانے۔ آخر حضرت صاحب سب جماعت کے ہمراہ واپس آئے اور تاجر کی کوٹھی پر پہونچکر دروازہ پر ٹھہر گئے۔ شیخ محمد جان صاحب اندر جاکر وہ کھلونا لے آئے۔ حضرت صاحب نے کہا اس کی قیمت کیا ہے؟ مَیں دیتا ہوں مگر شیخ محمد جان صاحب نے کہا کہ اس کوٹھی کے مالک ہمارے دوست اور ملنے والے ہیں اور یہ ایک حقیر چیز ہے۔ وہ حضور سے ہرگز قیمت نہیں لیں گے۔ اس پر آپ نے وہ کھلونا میاں صاحب کو دیدیا۔ اور سب لوگ گھر واپس آئے۔

۹۲۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مختلف زمانوں میں حضور علیہ السّلام کے زیر نظر مختلف مضامین رہا کرتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ آپ بعض دنوں میں کسی

خاص مضمون پر ہر مجلس میں ذکر کرتے۔ تقریریں کرتے اور مختلف پہلوؤں سے اس پر روشنی ڈالتے۔ یہاں تک کہ کچھ دنوں میں اس مضمون کے سب پہلو واضح اور مدلل ہو جاتے۔ اس کے بعد میں دیکھتا کہ پھر وہی مضمون آپ کی کسی کتاب میں آجاتا اور شائع ہو جاتا۔

۹۲۴ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تصنیف کے بارے میں یہ طریق نہیں تھا کہ جو عبارت ایک دفعہ لکھی گئی اسی کو قائم رکھتے تھے بلکہ بار بار کی نظر ثانی سے اس میں اصلاح فرماتے رہتے تھے اور بسا اوقات پہلی عبارت کو کاٹ کر اس کی جگہ نئی عبارت لکھ دیتے تھے۔ اصلاح کا یہ سلسلہ کتابت اور طباعت کے مراحل میں بھی جاری رہتا تھا۔ میں نے حضرت صاحب کے مسودات اور پروفوں میں کثرت کے ساتھ ایسی اصلاح دیکھی ہے۔

۹۲۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میر عنایت علی شاہ صاحب لدھیانوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ اوائل زمانہ میں قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا ایک رؤیا میر عباس علی صاحب سے بیان کیا تھا جو یہ تھا کہ ہم کسی شہر میں گئے ہیں اور وہاں کے لوگ ہم سے برگشتہ ہیں۔ اور انہوں نے کچھ اپنے شکوک دریافت کئے۔ جن کا جواب دیا گیا۔ لیکن وہ ہمارے خلاف ہی رہے۔ نماز کے لئے کہا کہ آؤ تم کو نماز پڑھائیں تو جواب دیا کہ ہم نے پڑھی ہوئی ہے اور خواب میں یہ واقعہ ایک ایسی جگہ پیش آیا تھا جہاں ہماری دعوت تھی۔ اس وقت ہم کو ایک کھلے کمرہ میں بٹھایا گیا۔ لیکن اس میں کھانا نہ کھلایا گیا۔ پھر بعد میں ایک تنگ کمرہ میں بٹھلایا گیا۔ اور اس میں بڑی دقت سے کھانا کھایا گیا۔ آپ نے یہ رؤیا بیان کرکے فرمایا کہ شاید وہ تمہارا لدھیانہ ہی نہ ہو۔ پھر یہ رؤیا لدھیانہ میں ہی منشی رحیم بخش صاحب کے مکان پر پورا ہوا۔ حضرت صاحب لدھیانہ تشریف لے گئے اور منشی رحیم بخش صاحب کے مکان پر دعوت ہوئی۔ جہاں پہلے ایک کھلے کمرہ میں بٹھا کر پھر ایک تنگ کمرہ میں کھانا کھلایا گیا پھر وہاں ایک شخص مولوی عبدالعزیز صاحب کی طرف سے منشی احمد جان صاحب کے پاس آیا۔ اور آکر کہا کہ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ قادیان والے مرزا صاحب ہمارے ساتھ آکر بحث کرلیں۔ یا کوتوالی چلیں اس پر منشی صاحب نے کہا کہ ہم نے کونسا قصور کیا ہے کہ کوتوالی چلیں۔ اگر کسی نے اپنے شکوک رفع کروانے ہیں تو محلہ صوفیاں میں آجائے۔ جہاں حضرت صاحب ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اس رؤیا کے پورا ہونے پر لالہ ملاوامل نے شہادت دی کہ واقعی وہ رؤیا پورا ہو گیا۔ اور خاکسار بھی حضرت صاحب

۔۔۔ س دعوت میں شریک تھا جہاں یہ رُویا پورا ہُوا۔

926 بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ جب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کرکے واپس ملازمت پر گیا۔ تو کچھ روز اپنی بیعت کو خفیہ رکھا کیونکہ مخالفت کا زور تھا۔ اور لوگ میرے معتقد بہت تھے۔ اس وجہ سے کچھ کمزوری سی دکھائی یہانتک کہ مَیں نے اپنے گھر کے لوگوں سے بھی ذکر نہ کیا لیکن رفتہ رفتہ یہ بات ظاہر ہوگئی اور بعض آدمی مخالفت کرنے لگے لیکن وہ کچھ نقصان نہ کرسکے۔ گھر کے لوگوں نے ذکر کیا۔ کہ بیعت تو آپ نے کرلی ہے لیکن آپ کا پہلا پیر ہے اور وہ زندہ موجود ہے۔ وہ ناراض ہوکر بددعا کرے گا۔ ان کی آمدورفت اکثر ہمارے پاس رہتی تھی۔ مَیں نے کہا کہ مَیں نے اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے بیعت کی ہے اور جن کے ہاتھ پر بیعت کی ہے وہ مسیح اور مہدی کا درجہ رکھتے ہیں باقی کوئی خواہ کیساہی نیک یا ولی کیوں نہ ہو۔ وہ اس درجہ کو نہیں پہونچ سکتا۔ اور ان کی بددعا کوئی بداثر نہیں کرے گی۔ کیونکہ الاعمال بالنیات۔ مَیں نے اپنے خدا تعالےٰ کو خوش کرنے کے لئے یہ کام کیا ہے۔ اپنی نفسانی غرض کے لئے نہیں کیا۔ الغرض وہ میرے مرشد کچھ عرصہ بعد بدستور سابق میرے پاس آئے اور انہوں نے میری بیعت کا معلوم کرکے مجھکو کہا۔ کہ آپ نے اچھا نہیں کیا۔ جب مرشد آپ کا موجود ہے۔ تو اس کو چھوڑ کر آپ نے یہ کام کیوں کیا؟ آپ نے ان میں کیا کرامت دیکھی؟ مَیں نے کہا۔ کہ میں نے ان کی یہ کرامت دیکھی ہے کہ ان کی بیعت کے بعد میری رُوحانی بیماریاں بفضلِ خدا دور ہوگئی ہیں۔ اور میرے دل کو تسلی حاصل ہوگئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مَیں بھی ان کی کرامت دیکھنا چاہتا ہوں۔ کہ اگر تمہارا لڑکا ولی اللہ ان کی دُعا سے اچھا ہوجائے تو مَیں سمجھ لونگا کہ آپ نے مرشد کامل کی بیعت کی ہے اور اس کا دعویٰ سچا ہے۔ اس وقت میرے لڑکے ولی اللہ کی ٹانگ بہ سبب ضرب کے خشک ہوکر چلنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ ایک لاٹھی بغل میں رکھتا تھا اور اس کے سہارے چلتا تھا اور اکثر دفعہ گر پڑتا تھا۔ اس بات پر تھوڑا عرصہ گذرا تھا کہ باوجودیکہ پہلے کئی ڈاکٹروں اور سول سرجنوں کے علاج کئے تھے۔ لیکن کچھ فائدہ نہ ہُوا تھا۔ اتفاقاً ایک نیا سول سرجن سیالکوٹ میں آگیا جس کا نام میجر ہیوگو تھا۔ وہ رعیہ میں شفاخانہ کا معائنہ کرنے کے لئے بھی آیا۔ تو مَیں نے اُسے ولی اللہ شاہ کو دکھایا۔ اس نے کہا کہ علاج سے اچھا ہوسکتا ہے مگر تین دفعہ اپریشن کرنا پڑے گا۔ چنانچہ اس نے ایک دفعہ سیالکوٹ میں اپریشن کیا۔ اور دو دفعہ شفاخانہ

رعیہ میں جہاں میں متعین تھا۔ اپریشن کیا۔ ادھر میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں دعا کے لئے بھی تحریر کیا۔ خدا کے فضل سے وہ بالکل صحت یاب ہو گیا اور لاٹھی کی ضرورت نہ رہی۔ تب میں نے اس بزرگ کو کہا کہ دیکھئے خدا کے فضل سے حضرت صاحب کی دعا کیسی قبول ہوئی۔ اس نے کہا کہ یہ تو علاج سے ہوا ہے۔ میں نے کہا کہ علاج تو پہلے بھی تھا۔ لیکن اس علاج میں شفا صرف دعا کے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہے۔

۹۲۷ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ جب میں نے حضرت صاحب کی بیعت کی تو ولی اللہ شاہ کی والدہ کو خیال رہتا تھا کہ سابقہ مرشد کی ناراضگی اچھی نہیں۔ ان کو بھی کسی قدر خوش کرنا چاہیئے تاکہ بد دعا نہ کریں۔ ان کو ہم لوگ پیشوا کہا کرتے تھے۔ ولی اللہ شاہ کی والدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی اچھا جانتی تھیں۔ اور آپ کی نسبت حسن ظن تھا۔ صرف لوگوں کے طعن تشنیع اور پیشوا کی ناراضگی کا خیال کرتی تھیں۔ اور بیعت سے رُکی ہوئی تھیں۔ اس اثناء میں وہ خود سخت بیمار ہو گئیں۔ اور تپ محرقہ سے حالت خراب ہو گئی ان کی صحت یابی کی کچھ امید نہ تھی۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ اپنے برادر زادہ شبیر شاہ کو جو وہاں پڑھتا تھا۔ قادیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں دعا کے لئے اور مولوی نورالدین صاحب کی خدمت میں کسی نسخہ حاصل کرنے کے لئے روانہ کر دو۔ امید ہے کہ خداوند کریم صحت دیگا چنانچہ اس کو روانہ کر دیا گیا۔ اور وہ دوسرے دن قادیان پہونچ گیا۔ اور حضرت صاحب کی خدمت میں درخواست دعا پیش کی۔ حضور نے اسی وقت توجہ سے دعا کی اور فرمایا کہ میں نے بہت دعا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر فضل کرے گا۔ ڈاکٹر صاحب سے آپ جا کر کہیں کہ گھبرائیں نہیں۔ خدا تعالیٰ صحت دیگا۔ اور حضرت خلیفہ اولؓ کو فرمایا کہ آپ نسخہ تجویز فرمائیں۔ انہوں نے نسخہ تجویز کرکے تحریر فرما دیا۔ جس روز شام کو حضور نے قادیان میں دعا فرمائی۔ اس سے دوسرے روز شبیر شاہ نے واپس آنا تھا۔ وہ رات ولی اللہ شاہ کی والدہ پر اس قدر سخت گذری کہ معلوم ہوتا تھا کہ صبح تک وہ نہ بچیں گی۔ اوران کو بھی یقین ہو گیا کہ میں نہیں بچوں گی۔ اسی روز انہوں نے خواب میں دیکھا کہ شفاخانہ رعیہ میں جہاں میں ملازم تھا۔ اس کے احاطہ کے بیرونی طرف سڑک کے کنارہ ایک بڑا سا خیمہ لگا ہوا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ خیمہ مرزا صاحب قادیانی کا ہے۔ کچھ مرد ایک طرف بیٹھے

ہوئے ہیں اور کچھ عورتیں ایک طرف بیٹھی ہوئی ہیں۔ مرد اندر جاتے ہیں اور واپس آتے ہیں پھر عورتوں کی باری آئی وہ بھی ایک ایک کرکے باری باری جاتی ہیں۔ جب خود ان کی باری آئی۔ تو یہ بہت ہی نحیف اور کمزور شکل میں پردہ کئے ہوئے حضور کی خدمت میں جا کر بیٹھ گئیں۔ آپ نے فرمایا۔ آپ کو کیا تکلیف ہے انہوں نے انگلی کے اشارہ سے سینہ کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ مجھ کو بخار۔ دل کی کمزوری اور سینہ میں درد ہے۔ آپ نے اسی وقت ایک خادمہ کو کہا کہ ایک پیالہ میں پانی لاؤ۔ جب پانی آیا۔ تو آپ نے اس پر دم کیا اور اپنے ہاتھ سے ان کو وہ دیا اور فرمایا۔ اس کو پی لیں۔ اللہ تعالےٰ شفا دے دیگا۔ پھر سب لوگوں نے اور آپ نے دعا کی اور وہ پانی انہوں نے پی لیا۔ پھر والدہ ولی اللہ شاہ صاحب نے پوچھا کہ آپ کون ہیں اور اسم شریف کیا ہے۔ فرمایا کہ میں مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں اور میرا نام غلام احمد ہے اور قادیان میں میری سکونت ہے۔ خدا کے فضل سے پانی پینے سے ان کو صحت ہو گئی اس وقت انہوں نے نذر مانی کہ حضور کی خدمت میں بیعت کے لئے حاضر ہوں گی فرمایا بہت اچھا۔ بعد اس کے وہ بیدار ہوگئیں۔ جب انہوں نے یہ خواب دیکھی۔ تو ابھی [illegible] شاہ قادیان سے واپس نہ پہونچا تھا بلکہ دوسرے دن صبح کو پہونچا۔ اس رات کو بہت مایوسی تھی اور میرا خیال تھا کہ صبح جنازہ ہوگا لیکن صبح بیدار ہونے کے بعد انہوں نے آواز دی کہ مجھکو بھوک لگی ہے۔ مجھے کچھ کھانے کو دو۔ اور مجھے بٹھاؤ۔ اسی وقت ان کو اٹھایا اور دودھ پینے کے لئے دیا۔ اور سخت حیرت ہوئی کہ یہ مردہ زندہ ہوگئیں عجیب بات تھی کہ اس وقت ان میں طاقت بھی اچھی پیدا ہوگئی۔ اور اچھی طرح گفتگو بھی کرنے لگیں بہت پوچھنے پر انہوں نے یہ سارا خواب بیان کیا اور کہا کہ یہ سب اس پانی کی برکت ہے جو حضرت صاحب نے دم کرکے دیا تھا اور دعا کی تھی۔ صبح کو وہ خود بخود بیٹھ بھی گئیں۔ اور کہا کہ مجھکو فوراً حضرت صاحب کی خدمت میں پہونچا دو۔ کیونکہ میں عہد کر چکی ہوں کہ میں آپ کی بیعت کے لئے حاضر ہونگی۔ میں نے کہا ابھی آپ کی طبیعت کمزور ہے۔ اور سفر کے قابل نہیں۔ جس وقت آپ کی حالت اچھی ہو جائے گی۔ آپ کو پہونچا دیا جائیگا۔ لیکن وہ برابر اصرار کرتی رہیں کہ مجھکو بے قراری ہے جب تک بیعت نہ کرلوں مجھے تسلی نہ ہوگی۔ اور شیر شاہ بھی اس روز قادیان سے دوائی لے کر آگیا۔ اور سب ماجرا بیان کیا کہ حضرت صاحب نے

بڑی توجہ اور دردِ دل سے دعا کی ہے اور فرمایا ہے کہ وہ اچھے ہو جائیں گے جب مَیں نے تاریخ کا مقابلہ کیا تو جس روز حضرت صاحب نے قادیان میں دعا کی تھی۔ اسی روز خواب میں ان کو زیارت ہوئی تھی۔ اور یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ اس پر ان کا اعتقاد کامل ہو گیا۔ اور جانے کے لئے اصرار کرنے لگیں۔ چنانچہ ان کو صحت یاب ہونے پر قادیان ان کے بھائی سید حسین شاہ اور شیر شاہ ان کے بھتیجے کے ساتھ روانہ کر دیا۔ حضرت صاحب نے بڑی شفقت اور مہربانی سے ان کی بیعت لی۔ اور وہ چار روز تک قادیان ٹھہریں۔ حضور نے ان کی بڑی خاطر تواضع کی۔ اور فرمایا کچھ دن اور ٹھہریں۔ وہ تو چاہتی تھیں کہ کچھ دن اور ٹھہریں۔ مگر ان کا بھتیجا مدرسہ میں پڑھتا تھا۔ اور بھائی ملازم تھا۔ اس لئے وہ نہ ٹھہر سکیں اور واپس رعیہ آگئیں۔ ایک دن کہنے لگیں کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے دو انگلیاں کھڑی کر کے فرمایا۔ کہ مَیں اور مسیح دونوں ایک ہیں۔ وہ انگلیاں وسطیٰ اور سبابہ تھیں۔ چونکہ ولی اللہ شاہ کی والدہ بیعت سے پہلے بھی صاحب حال تھیں۔ پیغمبروں اور اولیاء اور فرشتوں کی زیارت کر چکی تھیں ان کو خواب کے دیکھنے سے حضرت صاحب پر بہت ایمان پیدا ہو گیا تھا۔ اور مجھ سے فرمانے لگیں۔ کہ آپ کو تین ماہ کی رخصت لے کر قادیان جانا چاہیئے۔ اور سخت بے قراری ظاہر کی کہ ایسے مقبول کی صحبت سے جلدی فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ زندگی کا اعتبار نہیں۔ ان کے اصرار پر مَیں تین ماہ کی رخصت لے کر قادیان پہونچا۔ سب اہل وعیال ساتھ تھے۔ حضرت صاحب کو کمال خوشی ہوئی۔ اور اپنے قریب کے مکان میں جگہ دی۔ اور بہت ہی عزت کرتے تھے اور خاص محبت و شفقت اور خاطر و تواضع سے پیش آتے تھے۔

۹۲۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ لنگر کا انتظام حضور علیہ السّلام کے ابتدائی ایام میں گھر میں ہی تھا۔ گھر میں دال سالن پکتا۔ اور لوہے کے ایک بڑے توے پر جسے "لوہ" کہتے ہیں روٹی پکائی جاتی۔ پھر باہر مہمانوں کو بھیجدی جاتی۔ اس لوہ پر ایک وقت میں دو۔ تین نوکرانیاں بیٹھکر بہت سی روٹیاں یکدم پکا لیا کرتی تھیں۔ اس کے بعد جب باہر انتظام ہوا۔ تو پہلے اس مکان میں لنگر خانہ منتقل ہوا۔ جہاں اب نواب صاحب کا شہر والا مکان کھڑا ہے۔ پھر باہر مہمانخانہ میں چلا گیا۔

۹۲۹ بسم اللہ الرحمن الرحیم:۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مفصلہ ذیل ادویات حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیشہ اپنے صندوق میں رکھتے تھے۔ اور انہی کو زیادہ استعمال کرتے تھے۔ انگریزی ادویہ میں سے کونین۔ ایسٹن سیرپ۔ فولاد۔ ارگٹ۔ وائینم اپی کاک۔ کوکا اور کولا کے مرکبات۔ سپرٹ امونیا۔ بید مشک۔ سٹرنس وائن آف کاڈ لور آئل۔ کلوروڈین کاکل پل سلفیورک ایسڈ ایرومیٹک۔ سکاٹس ایملشن۔ رکھا کرتے تھے۔ اور یونانی میں سے۔ مُشک۔ عنبر۔ کافور ہینگ۔ جدوار۔ اور ایک مرکب جو خود تیار کیا تھا یعنی تریاق الٰہی رکھا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ ہینگ غرباء کی مُشک ہے۔ اور فرماتے تھے کہ افیون میں عجیب وغریب فوائد ہیں۔ اسی لئے اسے حکماء نے تریاق کا نام دیا ہے۔ ان میں سے بعض دوائیں اپنے لئے ہوتی تھیں۔ اور بعض دیگر لوگوں کے لئے۔ کیونکہ اور لوگ بھی حضور کے پاس دوا لینے آیا کرتے تھے۔

۹۳۰ بسم اللہ الرحمن الرحیم:۔ میاں امام الدین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک روز حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد مبارک میں نماز صبح کے وقت کچھ پہلے تشریف لے آئے ابھی کوئی روشنی نہ ہوئی تھی۔ اس وقت آپ مسجد کے اندر اندھیرے میں ہی بیٹھے رہے۔ پھر جب ایک شخص نے آکر روشنی کی تو فرمانے لگے کہ دیکھو روشنی کے آگے ظلمت کس طرح بھاگتی ہے۔

۹۳۱ بسم اللہ الرحمن الرحیم:۔ میاں امام الدین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک روز پیر سراج الحق صاحب سرساوی اپنے علاقہ کے آموں کی تعریف کر رہے تھے کہ ہمارے علاقہ میں آم بہت میٹھے ہوتے ہیں۔ جو لوگ ان کو کھاتے ہیں۔ تو گٹھلیوں کا ڈھیر لگا دیتے ہیں گویا لوگ کثرت سے آم چوستے ہیں۔ اس وقت حضرت اقدس بھی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ فرمایا پیر صاحب جو آم میٹھے ہوتے ہیں وہ عموماً ثقیل ہوتے ہیں اور جو آم کسی قدر ترش ہوتے ہیں وہ سریع الہضم ہوتے ہیں۔ پس میٹھے اور ترش دونوں چوسنے چاہئیں۔ کیونکہ قدرت نے ان کو ایسا ہی بنایا ہے۔

۹۱ بسم اللہ الرحمن الرحیم:۔ میاں امام الدین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکثر فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تکمیل ہدایت کا زمانہ تھا۔ اور مسیح موعود کا زمانہ تکمیل اشاعت کا زمانہ ہے۔

۹۳۳ بسم اللہ الرحمن الرحیم:۔ میاں امام الدین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت

مسیح موعود علیہ السلام کے وقت میں حافظ معین الدین عرف مانا مؤذن مقرر تھا۔ اور کچھ وقت احمد نور کابلی بھی مؤذن رہے ہیں۔ اور مَیں بھی کچھ عرصہ اذان دیتا رہا ہوں۔ اور دوسرے دوست بھی بعض وقت اذان دیدیتے تھے۔ گویا اس وقت مؤذن کافی تھے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ دو مؤذن ایک ہی وقت میں اذان دینے کے لئے کھڑے ہوجاتے تھے۔ ایک روز ایک شخص نے اذان دینی شروع کی۔ تو حافظ معین الدین نے بھی شروع کردی۔ پھر حافظ صاحب ہی اذان دیتے رہے اور دوسرا شخص خاموش ہوگیا۔ مَیں نے ایک روز صبح کے وقت اذان دی۔ تو حضرت اقدس اندر سے تشریف لے آئے اور فرمانے لگے۔ کہ مَیں نے کھانا شروع کیا ہی تھا کہ اذان شروع ہوگئی۔ پھر مَیں نے کھانا نہیں کھایا۔ کیونکہ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ اس وقت شوق کی وجہ سے مؤذنوں میں بھی جھگڑا ہوتا رہتا تھا۔ ایک کہتا تھا کہ مَیں نے اذان دینی ہے اور دوسرا کہتا تھا مَیں نے دینی ہے۔ بعض وقت مولوی عبدالکریم صاحب بھی اذان دیدیا کرتے تھے۔

۹۲۴ بسم اللہ الرحمن الرحیم: میاں امام دین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بیان کیا کہ بہت ابتدائی زمانہ کا ذکر ہے کہ مولوی غلام علی صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ بندوبست ضلع گورداسپور مرزا نظام الدین صاحب کے مکان میں آکر ٹھہرے ہوئے تھے۔ ان کو شکار دیکھنے کا شوق تھا۔ وہ مرزا نظام الدین صاحب کے مکان سے باہر نکلے اور ان کے ساتھ چند کس سانسی بھی جنہوں نے کتّے پکڑے ہُوئے تھے نکلے مولوی غلام علی صاحب نے شاید حضرت صاحب کو پہلے سے اطلاع دی ہوئی تھی یا حضرت صاحب خود ان کی دلداری کے لئے باہر آگئے۔ بہر حال اس وقت حضرت صاحب بھی باہر تشریف لے آئے اور آپ آگے آگے چل پڑے اور ہم پیچھے پیچھے جا رہے تھے۔ اس وقت حضرت صاحب کے پاؤں میں جو جُوتا تھا۔ وہ شاید ڈھیلا ہونے کی وجہ سے ٹھپک ٹھپک کرتا جاتا تھا۔ مگر وہ بھی حضرت صاحب کو اچھا معلوم ہوتا ہے۔ چلتے چلتے پہاڑی دروازہ پر چلے گئے۔ وہاں ایک مکان سے سانسیوں نے ایک بلّے کو چھیڑ کر نکالا۔ یہ بلّا شاید جنگلی تھا جو وہاں چھپا ہُوا تھا۔ جب وہ بلّا مکان سے باہر بھاگا تو تمام کتّے اس کو پکڑنے کے لئے دوڑے۔ یہاں تک کہ اس بلّے کو انہوں نے چیر پھاڑ کر رکھدیا۔ یہ حالت دیکھکر حضرت صاحب چپ چاپ واپس اپنے مکان کو چلے آئے۔ اور کسی کو خبر نہ کی معلوم ہوتا ہے کہ یہ صدمہ دیکھکر آپ نے برداشت نہ کیا اور واپس آ گئے۔

۹۲۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ۱۹۰۷-۰۸ء کا واقعہ ہے کہ جلسہ کے موقعہ پر قادیان کے نزدیک ایک گاؤں کے احمدی جلسہ پر آئے۔ یہ گاؤں فیض اللہ چک یا تتہ غلام نبی یا سیکھواں تھا۔ جو قادیان سے قریب ہی واقع تھا۔ وہاں کے لوگوں نے بر سبیل تذکرہ ذکر کیا کہ ہمارے گاؤں کے اکثر لوگ بہت مخالف ہیں اور حضرت صاحب اور آپ کے مریدوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں اور اگر ان کو دلائل سُنائیں تو سُنتے نہیں۔ اس پر ایک مرحوم دوست حافظ محمد حسین صاحب نابینا جو ڈنگہ ضلع گجرات کے رہنے والے تھے کہنے لگے کہ مَیں تمہارے گاؤں میں آؤنگا۔ اور غیر احمدیوں کی مسجد میں ٹھہرونگا۔ اور غیر احمدی بن کر تم سے مباحثہ کرونگا۔ پھر جب شکست کھاجاؤنگا تو مخالفین پر اچھا اثر پڑے گا۔ نیز وہ اس بہانے سے تمہارے دلائل سُن لیں گے۔ غرض یہ سمجھوتہ ہوگیا۔ جلسہ کے بعد وہ لوگ اپنے گاؤں چلے گئے اور حافظ صاحب مرحوم ایک دو روز بعد اس گاؤں میں پہونچے اور غیر احمدیوں کی مسجد میں ٹھہرے۔ اور وہاں للکار کر کہا کہ یہاں کوئی میرزائی ہے میرے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا۔ لاؤ مَیں ان کو توبہ کراؤں۔ غیر احمدیوں نے کہا۔ ہاں یہاں فلاں شخص ہیں۔ حافظ صاحب نے کہا کہ ان کو بلاؤ تو مَیں ان کو قائل کروں اور بحث میں شکست دوں وہ لوگ بہت خوش ہُوئے اور مجمع ہوگیا۔ احمدی بلائے گئے۔ سوال وجواب شروع ہُوئے اور حیات وفات مسیح پر بحث ہونے لگی۔ پہلے تو حافظ صاحب نے مشہور مشہور دلیلیں غیر احمدیوں والی پیش کیں۔ پھر ہوتے ہوتے احمدیوں نے ان کو دبانا شروع کیا۔ آخر وہ بالکل خاموش ہوگئے اور یہ کہدیا کہ مَیں آگے نہیں چل سکتا۔ واقعی ان دلائل کا مقابلہ نہیں ہوسکتا۔ غیر احمدیوں کو شُبہ پڑگیا کہ یہ شخص سکھایا ہُوا آیا ہے۔ ورنہ اگر یہ شخص غیر احمدی ہوتا۔ تو فوراً اس طرح قائل نہ ہوتا۔ اس پر انہوں نے حافظ صاحب کو بُرا بھلا کہا بلکہ غالباً جسمانی تکلیف بھی دی۔ اور آخر حافظ صاحب نے احمدیوں کے گھر میں آکر پناہ لی۔ حضرت صاحب کو جب یہ قصّہ معلوم ہُوا۔ تو آپ کو بہت ناگوار گذرا۔ اور آپ نے فرمایا کہ یہ بہت نامناسب حرکت کی گئی ہے۔ ہمارے دوستوں کو ایسا طریق اختیار نہیں کرنا چاہیئے۔

۹۲۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ شرعی طور پر زنا کے الزام کا گواہ جب تک سلائی اور سرمہ دانی والی حالت

کی چشم دید گواہی نہ دے۔ تب تک اس کی گواہی مقبول نہیں ہوتی۔
خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کے یہ الفاظ ایک حدیث کا ترجمہ ہیں۔ جس کے یہ الفاظ ہیں کہ کالمیل فی المکحلۃ۔

۹۲۷ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جمعہ کی پہلی سُنتوں کے متعلق ایک دفعہ فرمایا کہ یہ تحیۃ المسجد ہیں۔ اس لئے آپ دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔

۹۲۸ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود سر کے دَورہ میں پَیر بہت جھسواتے تھے اور بدن زور سے دبواتے تھے۔ اس سے آپ کو آرام محسوس ہوتا تھا۔

۹۲۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں جب تک مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم زندہ رہے وہ ہر فرض نماز میں قنوت پڑھتے تھے۔ اور صبح اور مغرب اور عشاء میں جہر کے ساتھ قنوت ہوتا تھا۔ قنوت میں پہلے قرآنی دعائیں پھر بعض حدیث کی دعائیں معمول ہوا کرتی تھیں۔ آخر میں درود پڑھکر سجدہ میں چلے جاتے تھے۔ جو دُعائیں اکثر پڑھی جاتی تھیں۔ ان کو بیان کر دیتا ہوں۔

ربّنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃً وفی الاٰخرۃ حسنۃً وقنا عذاب النار۔

ربّنا واٰتنا ما وعدتنا علٰی رسلك الخ

ربّنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکوننّ من الخاسرین۔

ربّنا ھب لنا من ازواجنا وذرّیاتنا قرّۃ اعین واجعلنا للمتقین اماماً۔

ربّنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا .... الخ

ربّنا اصرف عنّا عذاب جھنّم ان عذابھا کان غراماً۔

ربّنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین۔

ربّنا لا تجعلنا فتنۃً للقوم الظالمین۔

ربّنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا الخ

ربنا اننا سمعنا منادیًا ینادی للایمان ان امنوا بربکم فآمنّا الخ

اللّٰھم اید الاسلام والمسلمین بالامام الحکم العادل۔

اللّٰھم انصر من نصر دین محمد واجعلنا منھم واخذل من خذل دین محمد و لاتجعلنا منھم۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ آخری سے پہلی دعا میں دراصل مسیح موعود کی بعثت کی دعا ہے مگر بعثت کے بعد اس کے یہ معنے سمجھے جائیں گے۔ کہ اب مسلمانوں کو آپ پر ایمان لانےکی توفیق عطا کر۔

۹۴۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میاں معراج الدین صاحب عمر نے بواسطہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر بیان کیا کہ جب کبھی کوئی ایسا اعتراض یا مسئلہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی خدمت میں پیش ہوتا۔ یا کسی کی تحریر کے ذریعہ حضور کو پہونچتا۔ کہ جس کا جواب دینا ضروری ہوتا۔ تو عام طور پر حضرت صاحب اس اعتراض یا مسئلہ کے متعلق مجلس میں اپنے دوستوں کے سامنے پیش کرکے فرماتے کہ اس معترض کے اعتراض میں فلاں فلاں پہلو فروگذاشت کئے گئے ہیں۔ یا اس کی طبیعت کو وہاں تک رسائی نہیں ہوئی۔ یا یہ اعتراض کسی سے سُن سُنا کر اپنی عادت یا فطرت کے خبث کا ثبوت دیا ہے پھر حضور اس اعتراض کو مکمل کرتے اور فرمایا کرتے کہ اگر اعتراض ناقص ہے۔ تو اس کا جواب بھی ناقص ہی رہتا ہے۔ اس لئے ہماری یہی عادت ہے کہ جب کبھی کسی مخالف کی طرف سے کوئی اعتراض اسلام کے کسی مسئلہ پر پیش آتا ہے۔ توہم پہلے اس اعتراض پر غور کرکے اس کی خامی اور کمی کو خود پورا کرکے اس کو مضبوط کرتے ہیں اور پھر جواب کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ اور یہی طریق حق کو غالب کرنے کا ہے۔

۹۴۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میاں معراج الدین صاحب عمر نے بواسطہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشّر بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک مقدمہ فوجداری کی جوابدہی کے لئے جہلم کو جارہے تھے۔ یہ مقدمہ کرم دین نے حضور اور حکیم فضل الدین صاحب اور شیخ یعقوب علی صاحب کے خلاف توہین کے متعلق کیا ہوا تھا۔ اس سفر کی مکمل کیفیت تو بہت طول چاہتی ہے۔ مَیں صرف ایک چھوٹی سی لطیف بات عرض کرتا ہوں۔ جس کو بہت کم دوستوں نے دیکھا ہوگا۔

جب حضور لاہور ریلوے سٹیشن پر گاڑی میں پہونچے۔ تو آپ کی زیارت کے لئے اس کثرت سے

لوگ جمع تھے جس کا اندازہ محال ہے کیونکہ نہ صرف پلیٹ فارم بلکہ باہر کا میدان بھی بھرا پڑا تھا اور لوگ نہایت منتوں سے دوسروں کی خدمت میں عرض کرتے تھے۔ کہ ہمیں ذرا چہرہ کی زیارت اور درشن تو کر لینے دو۔ اس اثناء میں ایک شخص جن کا نام منشی احمد الدین صاحب ہے (جو گورنمنٹ کے پنشنر ہیں اور اب تک بفضلہٖ زندہ موجود ہیں اور ان کی عمر اس وقت دو تین سال کم ایک سو برس کی ہے لیکن قویٰ اب تک اچھے ہیں اور احمدی ہیں) آگے آئے جس کھڑکی میں حضور بیٹھے ہوئے تھے وہاں گورہ پولیس کا پہرہ تھا اور ایک سپرنٹنڈنٹ کی حیثیت کا افسر اس کھڑکی کے عین سامنے کھڑا نگرانی کر رہا تھا۔ کہ اتنے میں جرأت سے بڑھکر منشی احمد الدین صاحب نے حضور سے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ یہ دیکھکر فوراً اس پولیس افسر نے اپنی تلوار کو الٹے رُخ پر اس کی کلائی پر رکھکر کہا کہ پیچھے ہٹ جاؤ۔ اس نے کہا کہ مَیں ان کا مرید ہوں اور مصافحہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس افسر نے جواب دیا کہ اس وقت ہم اُن کی حفاظت کے ذمہ وار ہیں ہم اس لئے ساتھ ہیں کہ بٹالہ سے جہلم اور جہلم سے بٹالہ تک بحفاظت تمام ان کو واپس پہونچا دیں۔ ہمیں کیا معلوم ہے کہ تم دوست ہو یا دشمن۔ ممکن ہے کہ تم اس بھیس میں کوئی حملہ کر دو۔ اور نقصان پہونچاؤ۔ پس یہاں سے فوراً چلے جاؤ۔ یہ واقعہ حضرت صاحب کی نظر سے ذرا ہٹ کر ہوا تھا کیونکہ آپ اور طرف مصروف تھے اس کے بعد اسٹیشن میں آپ کی خدمت میں یہ واقعہ بیان کیا گیا۔ مَیں بھی اس سفر میں آنحضور کے قدموں میں تھا حضور ہنس کر فرمانے لگے کہ یہ اللہ تعالےٰ کا اپنا انتظام ہے جو اپنے وعدوں کو پورا کر رہا ہے

۹۴۲ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ میاں امام الدین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بیان کیا کہ جس وقت لدھیانہ میں حضرت صاحب کا مباحثہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے ہوا۔ تو یہ مباحثہ دیکھکر میاں نظام الدین لدھیانہ والا احمدی ہو کر قادیان میں آیا۔ وہ بیان کیا کرتا تھا کہ مَیں کس طرح احمدی ہوا۔ کہتا تھا کہ مولوی محمد حسین نے مجھکو کہا کہ مرزا صاحب سے دریافت کرو کہ کیا حضرت مسیح علیہ السلام زندہ آسمان پر نہیں ہیں۔ میں نے جاکر حضرت صاحب سے دریافت کیا۔ تو آپؑ نے فرمایا کہ اگر آپ کے پاس حیات مسیح کا کوئی ثبوت ہو تو ایک دو آیات قرآن شریف سے لاکر پیش کریں۔ مَیں نے کہا۔ ایک دو کیا ہم تو ایک سو آیت قرآن شریف سے پیش کر دینگے آپ نے فرمایا جاؤ لاؤ۔ جب میں مولوی محمد حسین صاحب کے پاس آیا تو مَیں نے کہا کہ مرزا صاحب سے

مَیں یہ اقرار لے کر آیا ہُوں کہ ایک دو آیت کیا ہم قرآن شریف سے ایک سو آیت پیش کر دیں گے جس پر مرزا صاحب مان لیں گے۔ مولوی صاحب نے کہا" جا۔ وے تیری بیڑی ڈُوب جائے۔ یہ اقرار تو کیوں کر آیا"۔ مولوی نظام الدین کہتے تھے کہ مَیں نے جب یہ الفاظ مولوی صاحب کے مُنہ سے سُنے تو مَیں سمجھا کہ مولوی صاحب کے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ اس پر مَیں نے آ کر بیعت کر لی حضرت صاحب اس وقت عموماً مسجد مبارک میں بیٹھ جایا کرتے تھے۔ جب کبھی میاں نظام الدین صاحب یہ واقعہ سُنایا کرتے تھے تو حضرت صاحب سُنکر بہت ہنسا کرتے تھے۔ میاں نظام دین صاحب اس واقعہ کو اکثر دوستوں کے پاس بیان کیا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ پھر قادیان میں ہی رہتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مَیں نے یہ واقعہ یُوں سُنا ہُوا ہے کہ جب مولوی نظام الدین صاحب نے یہ اقرار لے لیا کہ اگر حیات مسیح کے متعلق آپ کو ایک آیت بھی دکھا دی جائے تو آپ فوراً مان لیں گے تو وہ بہت خوشی خوشی مولوی محمد حسین صاحب کے پاس گئے اور کہا کہ مَیں مرزا صاحب سے یہ اقرار لے آیا ہوں اب جلدی سے مجھے چند آیات نکال دیں۔ مولوی محمد حسین نے ناراض ہو کر کہا۔ او بے وقوف ہم مرزا صاحب کو حدیث کی طرف کھینچ رہے تھے۔ تُو انہیں پھر قرآن کی طرف لے گیا۔ مولوی نظام الدین نے کہا۔ مولوی صاحب اگر قرآن آپ کے ساتھ نہیں تو پھر مَیں تو اس کے ساتھ ہوں جس کے ساتھ قرآن ہے مولوی صاحب نے کہا تو بیوقوف اور جاہل ہے تجھے کچھ پتہ نہیں۔ اور لوگوں سے کہا کہ اس کی روٹی بند کر دو۔

۹۴۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میاں امام الدین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بیان کیا کہ بھائی جمال الدین مرحوم نے ایک دن بیان کیا کہ ایک دفعہ مَیں لاہور اس ارادہ سے گیا کہ کچھ حدیث پڑھ آؤں۔ ان دنوں میں مولوی محمد حسین صاحب چینیا نوالی مسجد میں رہتے تھے مَیں نے دیکھا کہ وہ صبح تہجد کے وقت اپنے شاگردوں کو حدیث پڑھایا کرتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا حدیث کے حافظ ہیں اور مجھے معلوم ہُوا کہ مولوی صاحب بڑے عالم ہیں۔ جب میں واپس آیا اور حضرت صاحب کے پاس ایک روز ذکر کیا کہ مولوی محمد حسین صاحب اپنے شاگردوں کو زبانی حدیث پڑھاتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ زبردست عالم ہیں۔ اس پر حضرت صاحب نے

فرمایا۔ وہ ہمارے مقابل پر جواب لکھے۔ خدا اس کا سارا علم سلب کرلیگا۔ سو ایسا ہی ظہور میں آیا کہ وہ کوئی جواب نہیں لکھ سکا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس میں شبہ نہیں کہ ظاہری علم کے لحاظ سے مولوی محمد حسین بٹالوی بہت بڑے عالم تھے اور کسی زمانہ میں ہندوستان کے علم دوست طبقہ میں ان کی بڑی قدر تھی۔ مگر خدا کے مسیح کے مقابلہ پر کھڑے ہو کر انہوں نے سب کچھ کھو دیا۔

۹۴۴ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میاں امام الدین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بیان کیا کہ مصنف عصائے موسیٰ کو جب لاہور میں طاعون ہوا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس یہ بات پیش ہوئی کہ حضور نے اعجاز احمدی میں لکھا ہے کہ مولوی محمد حسین اور مصنف عصائے موسیٰ رجوع کرلیں گے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ان کو مرنے دو۔ خدائی کلام کی تاویل بھی ہوسکتی ہے۔ آخر وہ طاعون سے ہی مرگیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مصنف عصائے موسیٰ سے بابو الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ مراد ہے جو شروع میں معتقد ہوتا تھا۔ مگر آخر سخت مخالف ہوگیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نعوذ باللہ فرعون قرار دیکر اس کے مقابل پر اپنے آپ کو موسیٰ کے طور پر پیش کیا مگر بالآخر حضرت صاحب کے سامنے طاعون سے ہلاک ہو کر خاک میں مل گیا۔

۹۴۵ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میاں امام الدین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بیان کیا کہ میں ایک روز بٹالہ میں جمعہ پڑھنے کے لئے گیا۔ اس وقت میں جب بٹالہ جاتا تھا تو مولوی محمد حسین صاحب کے پیچھے جمعہ پڑھا کرتا تھا۔ انہوں نے بٹالہ میں خلیفیاں والی مسجد میں جمعہ پڑھانا تھا۔ جب انہوں نے خطبہ شروع کیا تو کہنے لگے کہ دیکھو مرزا حضرت مسیح ناصری کو سانپوں اور گنڈیلوں سے تشبیہ دیتا ہے اور ہتک کرتا ہے مجھے یہ الفاظ سنکر نہایت جوش پیدا ہوا۔ اور میں نے اسی وقت اٹھکر مولوی صاحب کو ٹوکا کہ جو نقشہ مسیح کا آپ پیش کرتے ہیں اسکے ہوتے ہوئے اور کس سے تشبیہ دیجائے مگر مولوی صاحب نے میری بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور نہ ہی یہ کہا کہ خطبہ میں بولنا منع ہے۔ بلکہ خاموشی سے بات کو پی گئے۔ اس وقت ابھی مخالف کے پیچھے نماز پڑھنے کی ممانعت نہ ہوئی تھی۔

۹۴۶ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میاں امام الدین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکثر ذکر فرمایا کرتے تھے کہ بقول ہمارے مخالفین کے جب مسیح آئیگا اور لوگ اسکو

ملنے کے لئے اس کے گھر پر جائیں گے تو گھر والے کہیں گے کہ مسیح صاحب باہر جنگل میں سؤر مارنیکے لئے گئے ہوئے ہیں۔ پھر وہ لوگ حیران ہوکر کہیں گے کہ یہ کیسا مسیح ہے کہ لوگوں کی ہدایت کے لئے آیا ہے اور باہر سؤروں کا شکار کھیلتا پھرتا ہے۔ پھر فرماتے تھے کہ ایسے شخص کی آمد سے تو ساہنسیوں اور گنڈیلوں کو خوشی ہوسکتی ہے جو اس قسم کا کام کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو کیسے خوشی ہوسکتی ہے۔ یہ الفاظ بیان کرکے آپ بہت ہنستے تھے یہانتک کہ اکثر اوقات آپ کی آنکھوں میں پانی آجاتا تھا۔

۹۴۷ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عربی کے رواج دینے کی طرف توجہ تھی تو ان دنوں میں حضرت صاحب مجھے بھی عربی فقرات لکھواتے تھے اور ان میں نصیحت کے لئے بھی کبھی کبھی مناسب فقرے لکھوا دیتے تھے چنانچہ ایک دفعہ کا سبق شعروں میں بنا کر دیا تھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ دو تین سال بعد تھوڑے سے تغیر کے ساتھ وہی اشعار آپ نے انجام آتھم میں درج کر دیئے اور وہ شعر جو اس وقت یاد کرائے تھے یہ ہیں:۔

۱۔ اَطِعْ ربّك الجبار اهل الاوامرِ — وخف قهره واترك طريق التجاسر
اپنے جبار اور صاحب حکم رب کی اطاعت کر — اور اس کے قہر سے ڈر اور دلیری کا طریقہ چھوڑ دے

۲۔ وكيف على النار التي انت تصبر — وانت تأذّى عند حر الهواجر
اور تو دوزخ کی آگ پر کس طرح صبر کرے گا — حالانکہ تجھے تو دوپہر کی گرمی سے بھی تکلیف ہوتی ہے۔

۳۔ و واللّٰہ ان الفسق صِلّ مدمّر — كملمسِ افعیٰ ناعم فی النواظر
اور خدا کی قسم بدکاری ایک ہلاک کرنیوالا سانپ ہے — جو سانپ کی کھال کی طرح دیکھنے میں اچھی معلوم ہوتی ہے

۴۔ فلا تختروا الطغوی فان الهنا — غيورٌ علیٰ حرماته غير قاصر
پس سرکشی نہ اختیار کرو کیونکہ ہمارا خدا — بڑا غیرتمند ہے اور اپنی حرام کی ہوئی چیز کرنیوالے کو سزا دینے میں کبھی کمی نہیں چھوڑیگا

۵۔ ولا تقعدن یا ابن الکرام بمفسد — فترجع من حب الشریر کخاسر
اور اے بزرگوں کے بیٹے تو شریروں کے پاس نہ بیٹھا کر — کیونکہ تو شریروں سے محبت کرکے نقصان ہی اٹھائیگا۔

۶۔ ولا تحسبن ذنبًا صغیرًا کهیّنٍ — فان ودا د الذنب احدی الکبائر
اور چھوٹے گناہ کو ہلکا نہ سمجھ — کیونکہ چھوٹے گناہوں کو پسند رکھنا خود ایک کبیرہ گناہ ہے

۷۔ واخر نصحی توبةٌ ثم توبة — وموت الفتیٰ خیرٌ له من مناکر

اور میری آخری نصیحت یہ ہے کہ توبہ کر پھر توبہ کر اور ایک جوان کا مر جانا اس کے گناہ کرنے سے اچھا ہے
حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شعر نمبر ۳ اور ۶ میں انجام آتھم میں درج کرتے وقت کچھ تبدیلی کی ہے نمبر ۳ کا مصرعہ اس طرح کر دیا ہے۔ "وحُبّ الھوٰی واللّٰہ صلّ مدمرٌ" اور نمبر ۶ کے دوسرے مصرعہ میں الذنب کی جگہ اللمم کا لفظ رکھدیا ہے۔

۹۴۸ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ جہاں تک میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طرز عمل سے نتیجہ نکالا ہے وہ یہی ہے کہ حضور لڑکیوں کے پیدا ہونے کی نسبت لڑکوں کی پیدائش کو زیادہ پسند کرتے تھے اور زیادہ خوش ہوتے تھے اور اس معاملہ میں ان لوگوں کی رائے نہ رکھتے تھے جو کہا کرتے ہیں کہ لڑکی لڑکا چونکہ خدا کی دین ہیں۔ اس لئے ہماری نظر میں دونوں برابر ہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس میں کیا شبہ ہے کہ اگر اور حالات برابر ہوں تو کئی لحاظ سے لڑکا لڑکی سے افضل ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں بھی اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے اور یہ فرق تو ظاہر ہی ہے کہ عام حالات میں لڑکا دین کی زیادہ خدمت کر سکتا ہے۔

۹۴۹ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک قصہ بیان فرمایا کہ ایک بادشاہ تھا اس کی لڑکی پر کوئی فقیر عاشق ہو گیا اور کوئی صورت وصل کی نہ تھی۔ کہاں وہ فقیر اور کہاں وہ بادشاہ زادی! آخر وہ فقیر اس غم میں مر گیا۔ جب غسل دیکر اور کفن پہنا کر اسے دفن کرنے کے لئے تیار کیا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ اس کے ہونٹ ابھی ہل رہے ہیں کان لگا کر غور سے سُنا۔ تو یہ شعر سُنائی دیئے:۔

جانانِ مرا بمن بیارید   وِیں مردہ تنم بدو سپارید
گر بوسہ دہد بریں لب نم   ور زندہ شوم عجب مدارید

بادشاہ نے سُن کر کہا اچھا اس کی آزمائش کر لو۔ چنانچہ شہزادی کو کہا کہ اس مُردہ کو بوسہ دو۔ اس کے بوسہ دینے کی دیر تھی کہ وہ شخص اُٹھ بیٹھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ ہے تو یہ ایک قصہ ہی مگر اس سے حضرت صاحب کا یہ مطلب تھا کہ گوہر مقصود کا مل جانا ایک ایسی چیز ہے کہ گویا مُردہ کو بھی زندہ کر دیتی ہے۔

۹۵۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دن فرمایا کہ ایک شاعر غنیمت نامی تھا اس نے ایک دن یہ مصرعہ کہا۔

صبا شرمندہ می گردد بروئے گل نگہ کردن

پھر بہت غور اور فکر کیا کہ اس کے ساتھ کا دوسرا مصرعہ بنے۔ مگر نہ بنا۔ اور وہ مدتوں اسی فکر میں غلطاں پیچاں رہا۔ اتفاقیہ ایک دن وہ تھوڑا سا کپڑا خریدنے بزاز کے ہاں گیا۔ جہاں بزاز نے بیسیوں تھان اس کے سامنے کھول ڈالے۔ مگر اُسے کوئی کپڑا پسند نہ آیا جب دکان سے چلنے لگا۔ تو بزاز کو وہ تمام تھان نئے سرے سے تہ کرنے پڑے اور اسے بڑی دقت ہوئی اس حالت کو دیکھکر غنیمت بہت شرمندہ ہوا۔ اور پھر بجلی کی طرح اس کے دل میں دوسرا مصرعہ آگیا اور وہ شعر پورا ہو گیا۔ چنانچہ شعر یہ ہے ؎

صبا شرمندہ می گردد بروئے گل نگہ کردن

کہ رختِ غنچہ را وا کرد و نتوانست تہ کردن

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ نسیمِ صبا شرم کی وجہ سے پھول کی طرف نظر نہیں اٹھا سکتی کہ اس نے کلی کا منہ کھول تو دیا مگر پھر اس کے بند کرنے کی طاقت نہ پائی۔

۹۵۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔ میاں امام الدین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت اقدس نے ہم تینوں بھائیوں سے فرمایا کہ بٹالہ میں جاؤ۔ سُنا ہے کہ ایک مولوی آرہ سے آرہا ہے اس نے بڑی مسجد مولوی صوفی شاہ والی میں جمعہ پڑھانا ہے۔ دیکھ سُن آؤ کہ وہ ہمارے متعلق کیا بیان کرتا ہے ہم تینوں برادر بٹالہ میں گئے۔ پہلے ہم مولوی محمد حسین کی مسجد میں گئے۔ مولوی صاحب وہاں موجود تھے اور ان کے علاوہ دو تین اور آدمی بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے ہم بھی وہاں جا کر بیٹھ گئے۔ اس اثناء میں ایک شخص آیا اور اس نے آکر مولوی صاحب سے کہا کہ مجھے کچھ روپیہ زکوٰۃ سے دلوادیں۔ وہاں مولوی صاحب کے برادروں میں سے محمد عمر نامی بیٹھا ہوا تھا۔ مولوی صاحب نے اس کو کہا کہ اس شخص کو شیخ عبدالحکیم کے پاس لے جاؤ اور زکوٰۃ سے کچھ دلوادو۔ شیخ محمد عمر نے جانے سے انکار کر دیا۔ بھائی جمال الدین مرحوم نے کہا۔ مولوی صاحب اگر حضرت مرزا صاحب ایک آدمی کو کہیں تو سو آدمی اُٹھ کھڑا ہوتا ہے اس پر مولوی صاحب نے جوش میں آکر کہا۔ یہ کوئی حق کی دلیل ہے۔ جواب میں کہا گیا کہ پھر حق کس کو کہتے ہیں اس پر مولوی صاحب اُٹھکر گھر کو چل پڑے۔ بھائی جمال الدین مرحوم نے اس وقت کہا۔ مولوی صاحب

آپ کو حضرت مرزا صاحب نے اپنی عربی کتابوں میں جواب کے لئے مخاطب کیا ہے ان کا جواب کیوں نہیں دیتے۔ اس پر وہ کہنے لگے۔ ہاں اس کا جواب ایک طالب علم لکھ رہا ہے۔ بھائی جمال الدین نے کہا کہ مخاطب تو آپ ہیں۔ طالب علم کو کیا حق ہے کہ وہ اس کا جواب دے۔ مگر مولوی صاحب نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور گھر کو چلے گئے۔ راستہ میں ایک گدھا ایندھن کا لدا ہوا کھڑا تھا۔ اس کے پاس کھڑے ہو کر اس کے مالک سے سودا کرتے رہے۔ ہم پھر سب قادیان آ گئے۔ کیونکہ وہ آرہ والا مولوی بٹالہ میں نہیں آیا تھا۔

۹۵۲ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میاں امام الدین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بیان کیا کہ جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آتھم سے مباحثہ مقرر ہوا۔ تو حضور امرتسر جانے کی تیاری کرنے لگے اور ہم تینوں بھائی بھی ساتھ تھے اور دیگر دوست بھی ہمراہ تھے۔ جب امرتسر پہنچے تو مباحثہ کی جگہ کے لئے ایک کوٹھی جو عیسائیوں کی تھی مقرر ہوئی۔ یہ مباحثہ تحریری تھا۔ ہر ایک فریق کے ساتھ دو دو کاتب تھے۔ اس طرف حضرت صاحب اپنا مضمون لکھواتے اور دوسری طرف آتھم اپنا مضمون لکھوا رہا تھا۔ بعد میں دونوں فریق کے مضمون سنائے جاتے۔ وہ کتاب جس میں یہ مباحثہ درج ہے جنگ مقدس کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ جب حضرت صاحب مباحثہ سے فارغ ہو کر شہر میں آئے اور ہال بازار میں آپ جا رہے تھے اور تمام جماعت پیچھے پیچھے جا رہی تھی تو اس وقت حضرت صاحب نے سفید کپڑے کا چوغہ پہنا ہوا تھا۔ وہ چوغہ پیچھے سے کچھ پھٹا ہوا تھا۔ میاں چٹو لاہوری بھی پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ وہ اس پھٹی ہوئی جگہ کو ہر ایک کو دکھاتا تھا کہ آپ کو کوئی خبر نہیں کہ میرا چوغہ پھٹا ہوا ہے اس کی اس سے غرض یہ تھی کہ اگر کوئی دُنیا دار ہوتا تو ایسے کپڑے پہننے اپنی ہتک سمجھتا۔ ہم تین دن ٹھہر کر چلے آئے تھے باقی مباحثہ ہمارے بعد ہوا تھا۔

۹۵۳ بسم اللہ الرحمن الرحیم:۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ابتداء میں قادیان کے سب مقیم احمدی لنگر سے کھانا کھاتے تھے۔ حضرت خلیفہ اول بھی گول کمرہ میں مہمانوں کے دسترخوان پر کھانا کھانے کیلئے آیا کرتے تھے۔ اس دسترخوان پر حضرت صاحب شریک نہیں ہوتے تھے ان دنوں میں کھانا کھلانے کا انتظام محمد سعید کے سپرد تھا وہ حضرت مولوی صاحب سے کسی بات پر ناراض ہوا اور ارادتاً ان کے آگے خراب دال اور خراب روٹیاں رکھتا اور دیگر مہمانوں کے آگے سالن یا تازہ کھانا

اور اچھی روٹی رکھتا تھا۔ مگر حضرت مولوی صاحب بکمال بےنفسی و سکینی مدتوں اسی کھانے کو کھاتے رہے اور کوئی اشارہ تک اس کی اس حرکت کے متعلق نہ کیا۔ پھر اس کے بعد وہ زمانہ آیا کہ لوگ اپنے گھروں میں انتظام کھانے کا کرنے لگے تو ان دنوں میں چند دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت مولوی صاحب اگر کبھی بیمار ہوتے اور حضرت صاحب کو معلوم ہوتا کہ مولوی صاحب کے کھانے کا انتظام ٹھیک نہیں ہے تو آپ اپنے ہاں سے ان کے لئے کھانا بھجوانا شروع کر دیتے تھے۔ جو مدت تک باقاعدہ ان کے لئے جاتا رہتا تھا۔

۹۵۴ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے سلاہور کی پہلی شادی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گورداسپور میں کرائی تھی۔ جب رشتہ ہونے لگا۔ تو لڑکی کو دیکھنے کے لئے حضور نے ایک عورت کو گورداسپور بھیجا تا کہ وہ آکر رپورٹ کرے کہ لڑکی صورت و شکل وغیرہ میں کیسی ہے اور مولوی صاحب کے لئے موزوں بھی ہے یا نہیں۔ چنانچہ وہ عورت گئی۔ جاتے ہوئے اسے ایک یادداشت لکھ کر دی گئی۔ یہ کاغذ میں نے لکھا تھا اور حضرت صاحب نے بمشورہ حضرت ام المؤمنین لکھوایا تھا۔ اس میں مختلف باتیں نوٹ کرائی تھیں۔ مثلاً یہ کہ لڑکی کا رنگ کیسا ہے۔ قد کتنا ہے۔ اس کی آنکھوں میں کوئی نقص تو نہیں۔ ناک۔ ہونٹ۔ گردن۔ دانت۔ چال ڈھال وغیرہ کیسے ہیں۔ غرض بہت ساری باتیں ظاہری شکل و صورت کے متعلق لکھوا دی تھیں۔ کہ ان کی بابت خیال رکھے۔ اور دیکھ کر واپس آکر بیان کرے۔ جب وہ عورت واپس آئی اور اس نے ان سب باتوں کی بابت اچھا یقین دلایا۔ تو رشتہ ہو گیا۔ اسی طرح جب خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم نے اپنی بڑی لڑکی حضرت میاں صاحب (یعنی خلیفۃ المسیح الثانی) کے لئے پیش کی۔ تو ان دنوں میں یہ خاکسار ڈاکٹر صاحب موصوف کے پاس چکراتہ پہاڑ پر جہاں وہ متعین تھے۔ بطور تبدیل آب و ہوا گیا ہوا تھا۔ واپسی پر مجھ سے لڑکی کا حلیہ وغیرہ تفصیل سے پوچھا گیا۔ پھر حضرت میاں صاحب سے بھی شادی سے پہلے کئی لڑکیوں کا نام لے لے کر حضور نے ان کی والدہ کی معرفت دریافت کیا کہ ان کی کہاں مرضی ہے چنانچہ حضرت میاں صاحب نے بھی والدہ ناصر احمد کو انتخاب فرمایا اور اس کے بعد شادی ہو گئی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلعم بھی تاکید فرمایا کرتے تھے کہ شادی سے

پہلے لڑکی کو دیکھ کر تسلی کر لینی چاہیئے کہ کوئی نقص نہ ہو۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک مہاجر صحابی کو جو ایک انصاری لڑکی سے شادی کرنے لگا تھا فرمایا کہ لڑکی کو دیکھ لینا، کیونکہ انصار کی لڑکیوں کی آنکھ میں عموماً نقص ہوتا ہے۔ اور حضرت صاحب نے جو مولوی محمد علی صاحب کی شادی کے وقت شکل وصورت کی تفصیل کے متعلق سوالات کئے تو یہ غالباً مولوی صاحب کے منشاء کے ماتحت کیا ہوگا۔

۹۵۵ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میاں امام الدین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ مولوی کرم الدین جہلمی کا مقدمہ گورداسپور میں تھا۔ تو مجسٹریٹ نے پانچ صد روپیہ حضرت صاحب کو اور دو صد حکیم فضلدین صاحب کو اور پچاس روپیہ مولوی کرم الدین کو جرمانہ کیا تھا۔ حضرت صاحب کی طرف سے اپیل ہوئی اور کل جرمانہ سات صد روپیہ واپس مل گیا۔ مگر مولوی کرم الدین کا جرمانہ قائم رہا۔ اس فیصلہ کے بعد موضع اٹھوال ضلع گورداسپور میں جماعت احمدیہ نے جلسہ کیا۔ اور بعض علماء قادیان سے بھی وہاں گئے۔ کچھ تقاریر ہوئیں۔ بعد میں بارش شروع ہو گئی۔ اور بہت سے احمدی و غیر احمدی دوست ایک بڑے مکان میں جمع ہو کر بیٹھ گئے۔ اس وقت علی محمد درزی ساکن سوہل نے تقریر شروع کر دی کہ مولوی کرم دین کو فتح ہوئی ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب پر جرمانہ ہوا ہے۔ میں نے جب اس کی آواز سنی۔ تو میں نے اُسے کہا میرے سامنے آکر بیان کرو۔ اس نے آکر تقریر شروع کر دی۔ میں نے کہا سنو! اس مقدمہ میں حضرت مرزا صاحب کو فتح ہوئی ہے۔ اس نے کہا کہ مرزا صاحب نے کہا تھا کہ میری فتح ہوگی۔ مگر گورداسپور میں جرمانہ ہوا۔ میں نے کہا کہ اگر اپیل سے جرمانہ واپس آجائے تو کیا پھر بھی سزا قائم رہتی ہے؟ کہنے لگا ہاں سزا قائم رہتی ہے۔ میں نے تمام حاضرین کو مخاطب کر کے کہا کہ کیا آپ لوگ شہادت دے سکتے ہیں کہ جو شخص اپیل میں بری ہو جائے اس پر پہلا جرم قائم رہتا ہے۔ یا کہ وہ بری ہو جاتا ہے۔ تمام دوستوں نے کہا کہ وہ بری ہو جاتا ہے۔ اور کوئی جرم باقی نہیں رہتا۔ پھر بھی وہ انکار ہی کرتا رہا۔ میں نے کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جو قید ہوئی تھی کیا وہ مجرم ہیں یا کہ ان کو بری سمجھا جاتا ہے۔ جب میں نے یہ واقعہ پیش کیا۔ تو وہ ایسا خاموش ہوا کہ کوئی جواب اس سے بن نہ پڑا۔ لوگوں نے بھی اس کا بُرا حال کیا۔ اس پر وہ بہت ہی نادم اور شرمندہ ہوا۔ پھر میں نے اس کو اس طور پر سمجھایا کہ حضرت صاحب نے اس

مقدمہ سے پہلے شائع کیا ہُوا تھا کہ ایک تو مجھے یہ الہام ہُوا ہے کہ ان اللّٰہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔ یعنی خدا تعالیٰ اس فریق کے ساتھ ہے جو متقی ہے اور دوسرا الہام یہ تھا کہ عدالت عالیہ سے بَری کیا جائیگا۔ اب دونوں کو ملا کر دیکھ کہ یہ کیسی عظیم الشان صداقت ہے جو پُوری ہوئی۔

۹۵۶ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب ایک دفعہ کسی شخص کا ذکر سُنانے لگے کہ وہ کسی عورت پر سخت عاشق ہو گیا۔ اور باوجود ہزار کوشش کے وہ اس عشق کو دل سے نہ نکال سکا۔ آخر حضرت صاحب کے پاس آیا۔ اور طالبِ دُعا ہُوا۔ حضرت صاحب نے مولوی صاحب سے فرمایا کہ مجھے خدا کی طرف سے معلوم ہُوا ہے کہ یہ شخص اس عورت سے ضرور بدکاری کرے گا۔ مگر مَیں بھی پُورے زور سے اس کے لئے دُعا کرونگا چنانچہ وہ شخص قادیان ٹھہرا رہا۔ اور حضور دعا کرتے رہے۔ یہانتک کہ اس نے ایک روز مولوی صاحب سے کہا کہ آج رات خواب میں مَیں نے اس عورت کو دیکھا اور خواب میں ہی اس سے مباشرت کی اور مَیں نے اس دوران میں اس کی شرمگاہ کو جہنم کے گڑھے کی طرح دیکھا۔ جس سے مجھے اس سے اس قدر خوف اور نفرت پیدا ہوئی کہ یکدم وہ آتشِ عشق ٹھنڈی ہو گئی۔ اور وہ محبت کی بے قراری سب دل سے نکل گئی۔ بلکہ دل میں دوری پیدا ہو گئی۔ اور خدا کے فضل اور حضور کی دعا کی برکت سے مَیں بدکاری سے بھی محفوظ رہا اور وہ جنون بھی جاتا رہا۔ اور حضور نے جو بات میری بابت کہی تھی وہ ظاہری رنگ سے بدل کر خدا نے خواب میں پُوری کرا دی۔ یعنی مَیں نے اس سے تعلق بھی کر لیا اور ساتھ ہی مجھے گناہ سے بھی بچا لیا۔ غالبًا یہ شخص سیالکوٹ کا رہنے والا تھا اور متموّل آدمی تھا۔ اور اُسنے حضرت صاحب کی بیعت بھی کی تھی۔ مگر تعلق کو آخر تک نہیں نبھایا۔

۹۵۷ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے گھر کی حفاظت کے لئے ایک دفعہ ایک گدّی کُتا بھی رکھا تھا۔ وہ دروازے پر بندھا رہتا تھا اور اس کا نام شیرو تھا۔ اس کی نگرانی بچے کرتے تھے یا میاں قدرت اللہ خانصاحب مرحوم کرتے تھے جو گھر کے دربان تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس کتے کی ضرورت ان دنوں میں پیش آئی تھی جب حضرت صاحب باغ میں جا کر ٹھہرے تھے اور وہاں حفاظت کی صورت نہیں تھی۔ مگر اس کے بعد یہ کتا شہر والے مکان میں بھی آگیا۔

958 بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ملتان کے سفر میں جاتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک رات لاہور ٹھہرے تھے۔ وہاں ایک احمدی نے جو بیچارہ علم نہ رکھتا تھا حضرت صاحب سے کہا کہ حضور میرے ہاں دعوت قبول فرمائیے۔ حضور نے کچھ عذر کیا۔ وہ کہنے لگا۔ اگر حضور قبول نہیں کرینگے تو وعید نازل ہوگی۔ حضرت صاحب اس کی اس جہالت کی بات پر ہنس پڑے اور دعوت قبول فرمالی۔ ان دنوں میں لیکھرام اور آتھم کی پیشگوئیوں کے تذکرہ کی وجہ سے وعدہ الٰہی اور وعید الٰہی کا لفظ کثرت سے لوگوں کی زبانوں پر تھا۔ اس نے بھی اپنی جہالت میں یہ لفظ حضرت صاحب کی شان میں کہدیا۔

959 بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حافظ نور محمد صاحب ساکن فیض اللہ چک نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میرا ایک لڑکا مسمی عنایت اللہ بیمار ہوگیا۔ میں اُسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس برائے علاج لے گیا۔ آپ نے بعد نماز عشاء فرمایا کہ اس لڑکے کو باہر ہوا میں لے جاؤ۔ کیونکہ اس کو تپ محرقہ ہے اور ہمارے مکانات چونکہ گرم ہیں اس لئے یہاں مناسب نہیں۔ اور ایک بادکش بھی ہم کو دی اور آدھ سیر مصری دیکر فرمایا۔ کہ گاؤزبان کے پتے بھگو کر اسکو دیتے رہو ہم اسے اسی وقت باہر لے گئے۔ وہاں دو تین روز رہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے علاج کرواتے رہے۔ مگر وہ زیادہ بیمار ہوگیا۔ لہٰذا ہم اسے موضع کھارہ سے گھر واپس لے گئے۔ گھر آکر اس کو آرام ہوگیا۔ مگر کلی صحت نہ ہوئی تھی۔ اس لئے دوبارہ پھر حضرت صاحب سے اس کا حال بیان کیا۔ کہ حضور اس کو پیٹ میں درد ہے۔ آپ نے حکم دیا کہ اس کے پیٹ میں سُدا ہوگیا ہے۔ رومی مصطگی اور گلقند کھلاؤ۔ چونکہ ہر روز قادیان جانا پڑتا تھا۔ اور اس کو صحت نہ ہوتی تھی۔ تو حضور نے فرمایا کہ اس کو پھر قادیان لے آؤ۔ پھر یہاں ہی علاج ہوتا رہا۔ اور خدا کے فضل سے اس کو صحت ہوگئی۔ اور جب میں قادیان میں ہی تھا تو مجھے پیغام ملا کہ میرے گھر ایک اور لڑکا پیدا ہوا ہے اور پہلے لڑکے کو بھی اللہ تعالیٰ نے کامل شفاء عنایت کردی۔ میں نے حضرت

صاحب کی خدمت بابرکت میں عرض کی ۔ کہ یہ لڑکا خدا کے فضل سے اور حضور کی دعاؤں کی برکت سے صحت یاب ہو گیا ہے ۔ اور اس کا ایک بھائی بھی پیدا ہوا ہے ۔ حضور اس کا نام تجویز فرمادیں ۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا نام رحمت اللہ رکھو ۔ کیونکہ یہ نام رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے جیسے فرمایا کہ وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین ۔

۹۶۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ حافظ نور محمد صاحب ساکن فیض اللہ چک نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ مَیں حسب معمول قادیان گیا ۔ وہاں دیکھا تو ہمارے ایک دوست برکت علی گول کمرہ میں بیمار پڑے ہیں ۔ اور تپ محرقہ سے زبان بند ہو چکی تھی ۔ حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ عرق گاؤ زبان اور شربت بنفشہ اس کے مُنہ میں ڈالو ۔ مَیں شام تک اسی طرح کرتا رہا ۔ اسی روز امرتسر سے ایک کاتب آیا جس کو حضور علیہ السلام نے بلایا تھا ۔ چونکہ ازالہ اوہام کی کاپی شروع ہونی تھی ۔ آپ نے اس کو فرمایا کہ آج تو ہمارے ایک دوست بیمار ہیں ۔ کل کام شروع کرایا جائیگا ۔ میاں برکت علی صاحب حافظ حامد علی صاحب کے بہنوئی اور مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ کے والد ماجد تھے ۔ صبح ہوتے ہی حضور نے فرمایا کہ میاں حامد علی ان کو گھر لے جاؤ ۔ اس پر اُن کو فیض اللہ چک لایا گیا اور وہ فیض اللہ چک آتے ہی فوت ہو گئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

۹۶۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ حافظ نور محمد صاحب ساکن فیض اللہ چک نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ جس وقت آتھم کے متعلق یہ مشہور ہوا کہ وہ میعاد کے اندر فوت نہیں ہوا ۔ تو حضور علیہ السلام نے حکم دیا کہ دیہات میں روٹیاں پکوا کر تقسیم کرو ۔ اور کہو کہ یہ روٹیاں فتح اسلام کی روٹیاں ہیں ۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس سے حضرت صاحب کی مراد یہ تھی کہ پیشگوئی اپنی شرائط کے مطابق پوری ہو گئی ہے اور آتھم کا میعاد کے اندر نہ مرنا بھی پیشگوئی کی صداقت کی علامت تھا کیونکہ اس نے خائف ہو کر رجوع کیا تھا ۔ پس آپ چاہتے تھے کہ اس خوشی کا دیہات میں چرچا کیا جاوے ۔

۹۶۲ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ حافظ نور محمد صاحب ساکن فیض اللہ چک نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب ہمارے والد صاحب مرحوم مرض الموت سے بیمار تھے تو ہم کو بوقت دوپہر الہام ہوا ۔ والسماء والطارق ۔ ہم نے خیال کیا کہ شاید والد صاحب کا آج ہی شام کے بعد انتقال ہوگا ۔ اور ہمارے دل میں فکر پیدا ہوا کہ ہمارے لئے کوئی اور کام یا روزگار کی

صورت نہیں۔ صرف آپ کی پنشن اور تعلقہ داری پر ہی گذارہ ہوتا تھا۔ اور اس پر معًا الہام ہوا۔ الیس اللّٰہ بکاف عبدہٗ۔ یعنی کیا خدا اپنے بندے کے لئے کافی نہیں۔ سبحان اللّٰہ! خدا نے اپنی کفالت کا کیا ثبوت دیا۔ کہ ہزارہا مہمان اور ہزاروں کام سلسلہ کے کس طرح اس الہام الٰہی کے ماتحت انجام پذیر ہو رہے ہیں۔ اور آپ نے اس الہام کو اپنی مُہر میں کھدوا لیا تھا۔

963 بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قادیان بٹالہ کے سفر میں یکّہ۔ پالکی اور بہلی میں سوار ہوتے دیکھا ہے مگر گھوڑے پر نہیں دیکھا لیکن سُنا ہے کہ جوانی میں گھوڑے کی سواری بہت فرمائی ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ پالکی سے مراد وہ سواری ہے جسے کہار لوگ کندھوں پر اٹھاتے ہیں اور وہ کندھوں کے برابر ہی اونچی رہتی ہے۔

964 بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیر کے لئے زیادہ تر بسراواں یا بُٹّر کی طرف تشریف لے جاتے تھے۔ کبھی کبھی ننگل یا بٹالہ کی سڑک پر بھی جاتے تھے اور شاذونادر کسی اور طرف بھی۔ اور عام طور پر ڈیڑھ سے دو میل تک باہر نکل جاتے تھے۔ اور جب حضرت صاحب سیر کو جاتے یا گھر میں ٹہلتے تو تیز قدم چلا کرتے تھے۔ آپ کی چال مستعد جوانوں کی سی تھی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ بسراواں قادیان سے مشرق کی طرف ہے اور بُٹّر شمال کی طرف ہے اور ننگل جنوب کی طرف ہے اور بٹالہ مغرب کی طرف ہے۔

965 بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ میاں معراج الدین صاحب عمرؔ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تاریخ پیدائش کے متعلق الفضل مورخہ ۱۳؍ اگست ۱۹۳۷ء میں ایک مضمون شائع کرایا تھا۔ اس میں وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"جن لوگوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت کا شرف حاصل ہے۔ ان میں سے ایسے بہت اصحاب موجود ہیں۔ جنہوں نے آپ کی زبان مبارک سے بارہا سُنا کہ آپ اپنی عمر کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ جب ہم پیدا ہوئے تو پھاگن کا مہینہ تھا (یاد رکھنا چاہئے کہ ہمارے ملک میں یہی بکرمی سنہ مروج ہے اور اس پھاگن سے مراد وہی مروجہ بکرمی سن ہے) اور جمعہ کا روز تھا۔ پچھلی رات

کا وقت تھا۔ اور قمری حساب سے چاند کی چودھویں رات تھی۔ یہی بات اخی مکرمی حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب نے اپنی کتاب "ذکر حبیب" کے صفحہ ۲۳۱ پر لکھی ہے۔ جس کو ناظرین دیکھ سکتے ہیں اگرچہ یہ بات مجھے یاد بھی تھی۔ لیکن حال میں "ذکر حبیب" کے مطالعہ سے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ بیان مستحضر ہو گیا۔ اور میں نے تحقیق کرنا شروع کر دی۔ کیونکہ میرے دل میں تحقیق کرنے کی زور سے تحریک پیدا ہوئی۔ خوش قسمتی سے میری مرتبہ کتاب تقویم عمری جو ایک سو پچیس برس کی جنتری کے نام سے بھی موسوم ہے۔ میرے سامنے آگئی اور میں نے غور سے اس کا مطالعہ کیا۔ یہ کتاب بھی میں نے ان دنوں میں ہی چھپائی تھی۔ جب براہین احمدیہ چھپائی تھی۔ یہ اجتماع اور تطابق جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی ولادت کے سال و وفت کے متعلق فرمایا ہے۔ اس کی تلاش سے یہ نتیجہ حاصل ہوا کہ آپ کی ولادت جس جمعہ کو ہوئی تھی وہ ۱۴ ماہ رمضان المبارک ۱۲۴۷ھ ہجری کا دن تھا۔ اور بحساب سمت بکرمی یکم پھاگن سمت ۱۸۸۸ کے مطابق تاریخ تھی جو عیسوی سن کے حساب سے ۱۷ فروری ۱۸۳۲ء کے مطابق ہوتی ہے۔ پس اس طریق سے حضور موصوف کی عمر ہر ایک حساب سے حسب ذیل ثابت ہوتی ہے۔

(الف) بحساب سمت ہندی بکرمی آپ یکم پھاگن ۱۸۸۸ بکرمی کو پیدا ہوئے اور ۱۲ جیٹھ سمت ۱۹۶۵ بکرمی کو آپ کا رفع ہوا۔ گویا ہندی بکرمی سالوں کی رُو سے آپ کی عمر ۷۶ سال چار ماہ ہوئی۔

(ب) عیسوی سال ۱۷ فروری ۱۸۳۲ء کو آپ کی ولادت ہوئی اور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو آپ اپنے خالق حقیقی رفیق اعلےٰ سے جا ملے۔ پس اس حساب سے آپ نے ۷۶ سال دو ماہ اور ۹ دن عمر پائی۔

(ج) سن ہجری مقدس کے مطابق آپ ۱۴ رمضان المبارک ۱۲۴۷ھ کو پیدا ہوئے اور ۲۴ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ کو خدا سے جا ملے۔ اس حساب سے آپ کی عمر ۷۸ سال ۵ ماہ اور ۲۰ دن ہوئے۔ یعنی ۷۸½ سال ہوئی۔

اس سے اب صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے۔ کہ آنحضور کی عمر الٰہی الہام کے مطابق ۸۰ سال کے قریب ہوئی۔"

خاکسار عرض کرتا ہے کہ میں اپنی تحقیق روایت ۶۱۳ میں درج کر چکا ہوں۔ میاں معراج الدین صاحب عمر کی تحقیق اس سے مختلف ہے لیکن چونکہ دوستوں کے سامنے ہر قسم کی رائے آجانی چاہیئے

اس لئے مَیں نے اسے درج کر دینا ضروری سمجھا ہے۔ ویسے میری رائے میں جس نتیجہ پر مَیں پہونچا ہُوں وہ زیادہ صحیح اور درست ہے۔ واللہ اعلم۔

۹۶۶ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سیٹھی غلام نبی صاحب نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں شکایت کی کہ مجھے آجکل غم وہم نے بہت تنگ کر رکھا ہے۔ تو حضور نے فرمایا کہ ہم نے ایک عرق طیار کیا ہے۔ وہ روز پی لیا کرو۔ شراب تو حرام ہے لیکن ہم نے یہ عرق خود حلال طیار کیا ہے سو حضور متواتر ایک ماہ تک مجھے یہ عرق روزانہ ایک چھٹانک صبح ایک چھٹانک شام کو عنایت فرماتے رہے۔ پھر مَیں نے نسخہ دریافت کیا تو فرمایا کہ اس میں جدوار۔ عرق کیوڑا۔ بید مشک۔ اور مشک یعنی کستوری پڑتی ہے۔ مگر ساتھ ہی فرمایا کہ یہ تم سے تیار نہیں ہو سکے گا۔ یہاں سے ہی لے جاؤ۔ جب ختم ہو جائے تو لکھدینا۔ ہم اور بھیدینگے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے سمجھ لیا ہوگا کہ سیٹھی صاحب کا غم وہم کسی جسمانی عارضہ کی وجہ سے ہے۔ اس لئے آپ نے طبّی نسخہ تجویز فرمایا۔ ویسے بھی بعض ظاہری علاج دل میں فرحت اور امنگ پیدا کر دیتے ہیں۔

۹۶۷ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سیٹھی غلام نبی صاحب نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے رخصت لے کر واپس چلا۔ تو حضور علیہ السلام وداع کرنے کے لئے باہر باغ کی طرف تشریف لے آئے۔ جب رخصت ہو کر مَیں یکہ میں بیٹھنے لگا تو حضور فرمانے لگے کہ واپس چلو۔ مَیں نے عرض کی کہ حضور یکّہ والا ناراض ہوگا۔ فرمایا کہ چار آنے کے پیسے ہم اس کو دیدینگے۔ چنانچہ حضور مجھے واپس لے آئے۔ افسوس میری بدبختی تھی کہ مَیں حضور کے منشاء کو نہ سمجھا اور پھر تیسرے چوتھے دن رخصت لیکر واپس چلا گیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ غالباً اسوقت حضرت صاحب کو کوئی الہام ہُوا ہوگا یا کسی وجہ سے حضور نے یہ سمجھا ہوگا کہ اس وقت سیٹھی صاحب کا سفر کرنا مناسب نہیں۔ اس لئے روک لیا ہوگا۔

۹۶۸ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سیٹھی غلام نبی صاحب نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے ایک رجسٹری خط بھیجا۔ میں نے کھول کر دیکھا تو اس میں یہ لکھا ہُوا تھا کہ مقدمہ سخت ہے اور حاکم اعلیٰ نے بھی ایماء کر دیا ہے کہ سزا ضرور دو۔ اس صورت میں مبشر الہامات

شاید محکمہ اپیل میں پُورے ہوں۔ سو ایسا ہی ہُوا کہ حاکم نے پانچ صد روپیہ جرمانہ کیا۔ جو اپیل میں واپس آگیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ مولوی کرم دین والے مقدمہ کا واقعہ ہے۔

۹۶۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سیٹھی غلام نبی صاحب نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے فرمایا۔ کہ حضور غلام نبی کو مراق ہے۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک رنگ میں سب نبیوں کو مراق ہوتا ہے اور مجھکو بھی ہے۔ یہ طبیعتوں کی مناسبت ہے۔ جس قدر ایسے آدمی ہیں کھِچے چلے آوینگے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ جیسا کہ روایت نمبر ۱۹، ۳۶۵، ۳۶۹ میں تشریح کی جا چکی ہے اس سے طبّی اصطلاح والا مراق مراد نہیں۔ بلکہ حس کی غیر معمولی تیزی اور طبیعت کی ذکاوت مراد ہے۔ جس کے اندر یہ احساس بھی شامل ہے کہ جب ایک کام کا خیال پیدا ہو تو جب تک وُہ کام ہو نہ جاوے۔ چین نہ لیا جاوے اور اس کی وجہ سے طبیعت میں گھبراہٹ رہے۔

۹۷۰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سیٹھی غلام نبی صاحب نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دن بڑی مسجد میں بیٹھے تھے۔ مسجد کے ساتھ جو گھر ہندوؤں کے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہُوئے فرمایا کہ یہ جگہ اگر مسجد میں شامل ہو جائے تو مسجد فراخ ہو جاوے۔ حضور کے چلے جانے کے بعد حضرت خلیفہ اوّلؓ نے فرمایا کہ آج مرزا نے یہ سارے مکان لے لیئے۔ سو اب آکر حضور علیہ السلام کا وہ ارشاد پُورا ہُوا کہ یہ مکانات مسجد میں مل گئے۔ ہمارا تو اس وقت بھی ایمان تھا کہ حضرت صاحب کی سرسری باتیں بھی پُوری ہو کر رہیں گی۔ کیونکہ حضور بن بُلائے بولتے نہ تھے۔

۹۷۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کوئی شاذ و نادر ہی مجلس ایسی ہوتی ہوگی۔ جس میں ہر پھر کر وفات مسیح ناصری علیہ السلام کا ذکر نہ آجاتا ہو۔ آپ کی مجلس کی گفتگو کا خلاصہ میرے نزدیک دو لفظوں میں آجاتا ہے۔ ایک وفاتِ مسیح اور دُوسرے تقوٰی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ وفات مسیح عقائد کی اصلاح اور دوسرے مذاہب کو مغلوب کرنیکے

کام کا خلاصہ تھا۔ اور تقویٰ اصلاح نفس کا خلاصہ ہے۔ مگر آجکل وفات مسیحؑ سے بحث کا میدان بدل کر دوسری طرف منتقل ہو گیا ہے۔

۹۷۲ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میاں بشیر احمد صاحب (یعنی خاکسار مؤلف) جب چھوٹے تھے تو ان کو ایک زمانہ میں شکر کھانے کی بہت عادت ہو گئی تھی ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس پہونچتے اور ہاتھ پھیلا کر کہتے " ابا چِٹی" حضرت صاحب تصنیف میں بھی مصروف ہوتے تو کام چھوڑ کر فوراً اٹھتے۔ کوٹھڑی میں جاتے۔ شکر نکال کر ان کو دیتے۔ اور پھر تصنیف میں مصروف ہو جاتے۔ تھوڑی دیر میں میاں صاحب موصوف پھر دستِ سوال دراز کرتے ہوئے پہونچ جاتے۔ اور کہتے " ابا چِٹی" (چٹی شکر کو کہتے تھے کیونکہ بولنا پورا نہ آتا تھا۔ اور مراد یہ تھی کہ سفید رنگ کی شکر لینی ہے) حضرت صاحب پھر اُٹھکر ان کا سوال پُورا کر دیتے۔ غرض اس طرح ان دنوں میں روزانہ کئی کئی دفعہ یہ ہیرا پھیری ہوتی رہتی تھی۔ مگر حضرت صاحب باوجود تصنیف میں سخت مصروف ہونے کے کچھ نہ فرماتے۔ بلکہ ہر دفعہ ان کے کام کے لئے اٹھتے تھے۔ یہ ۱۸۹۵ء یا اس کے قریب کا ذکر ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ میری پیدائش اپریل ۱۸۹۳ء کی ہے۔

۹۷۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ اصل میں عربی زبان کی ستائیس لاکھ لُغت ہے جس میں سے قرآن مجید میں صرف ۴ ہزار کے قریب استعمال ہوئی ہے۔ عربی میں ہزار نام تو صرف اُونٹ کا ہے اور چار سو نام شہد کا۔

۹۷۴ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ فرمایا کرتے تھے کہ ہر نبی کا ایک کلمہ ہوتا ہے۔ مرزا کا کلمہ یہ ہے کہ "میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا"

۹۷۵ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے اخلاق میں کامل تھے۔ یعنی:۔

آپ نہایت رؤف رحیم تھے۔ سخی تھے۔ مہمان نواز تھے اشجع الناس تھے۔ ابتلاؤں کے وقت جب لوگوں کے دل بیٹھے جاتے تھے آپ شیر نر کی طرح آگے بڑھتے تھے۔ عفو۔ چشم پوشی فیاضی دیانت۔ خاکساری۔ صبر۔ شکر۔ استغنا۔ حیا۔ غض بصر۔ عفت۔ محنت۔ قناعت۔ وفاداری۔ بے تکلفی

سادگی۔شفقت۔ادب الٰہی۔ادب رسول بزرگان دین۔حلم۔میانہ روی۔ادائیگی حقوق۔ایفائے وعدہ۔چستی۔ہمدردی۔اشاعت دین۔تربیت۔حسن معاشرت۔مال کی نگہداشت۔وقار۔طہارت زندہ دلی اور مزاح۔رازداری۔غیرت۔احسان۔حفظ مراتب۔حسن ظنی۔ہمت اور اولوالعزمی خودداری۔خوش رُوئی اور کشادہ پیشانی۔کظم غیظ۔کف ید و کف لسان۔ایثار۔معمور الاوقات ہونا۔انتظام۔اشاعت علم و معرفت۔خدا اور اس کے رسول کا عشق۔کامل اتباع رسول۔یہ مختصراً آپ کے اخلاق و عادات تھے۔

آپ میں ایک مقناطیسی جذب تھا۔ایک عجیب کشش تھی۔رُعب تھا۔برکت تھی۔موانست تھی۔بات میں اثر تھا۔دعا میں قبولیت تھی۔خدام پروانہ وار حلقہ باندھکر آپ کے پاس بیٹھتے تھے۔اور دل سے زنگ خود بخود دُھلتا جاتا تھا۔

بے صبری۔کینہ۔حسد۔ظلم۔عداوت۔گندگی۔حرص دنیا۔بدخواہی۔پردہ دری۔غیبت۔کذب۔بیحیائی ناشکری۔تکبر۔کم ہمتی۔بخل۔تُرش رُوئی و کج خُلقی۔بُزدلی۔چالاکی۔فحشاء۔بغاوت۔عجز۔کسل۔ناامیدی۔ریا۔تفاخر ناجائز۔دل دکھانا۔استہزاء تمسخر۔بدظنی۔بے غیرتی۔تہمت لگانا۔دھوکا۔اسراف و تبذیر۔بے احتیاطی۔چغلی۔لگائی بجھائی۔بے استقلالی۔لجاجت۔بے وفائی۔لغو حرکات یا فضولیات میں انہماک۔ناجائز بحث و مباحثہ۔پُرخوری۔کن رسی۔افشائے عیب۔گالی۔ایذاء رسانی۔سفلہ پن۔ناجائز طرفداری۔خود بینی۔کسی کے دُکھ میں خوشی محسوس کرنا۔وقت کو ضائع کرنا۔ان باتوں سے آپ کوسوں دُور رہتے تھے۔

آپ فصیح و بلیغ تھے۔نہایت عقلمند تھے۔دور اندیش تھے۔سچے تارک الدنیا تھے۔سلطان القلم تھے اور حسب ذیل باتوں میں آپ کو خاص خصوصیت تھی۔خدا اور اس کے رسول کا عشق۔شجاعت محنت۔توحید و توکل علی اللہ۔مہمان نوازی۔خاکساری۔اور نمایاں پہلو آپ کے اخلاق کا یہ تھا کہ کسی کی دل آزاری کو نہایت ہی ناپسند فرماتے تھے۔اگر کسی دوسرے کو بھی ایسا کرتے دیکھ پاتے۔تو منع کرتے۔

آپ نماز باجماعت کی پابندی کرنے والے۔تہجد گزار۔دعا پر بے حد یقین رکھنے والے۔سوائے مرض یا سفر کے ہمیشہ روزہ رکھنے والے۔سادہ عادات والے۔سخت مشقت برداشت کرنیوالے اور

ساری عمر جہاد میں گذارنے والے تھے۔

آپ نے انتقام بھی لیا ہے۔ آپ نے سزا بھی دی ہے۔ آپ نے جائز سختی بھی کی ہے۔ تادیب بھی فرمائی ہے یہاں تک کہ تادیبًا بعض دفعہ بچّہ کو مارا بھی ہے۔ ملازموں کو یا بعض غلط کار لوگوں کو نکال بھی دیا ہے۔ تقریر و تحریر میں سختی بھی کی ہے عزیزوں سے قطع تعلق بھی کیا ہے۔ بعض خاص صورتوں میں توریہ کی اجازت بھی دی ہے۔ بعض وقت سلسلہ کے دشمن کی پردہ دری بھی کی ہے (مثلاً مولوی محمد حسین بٹالوی کے مہدی کے انکار کا خفیہ پمفلٹ) بددعا بھی کی ہے۔ مگر اس قسم کی ہر ایک بات ضرورتًا اور صرف رضائے الٰہی اور دین کے مفاد کے لئے کی ہے نہ کہ ذاتی غرض سے آپ نے جھوٹے کو جھوٹا کہا۔ جنہیں لئیم یا زنیم لکھا وہ واقعی لئیم اور زنیم تھے۔ جن مسلمانوں کو غیر مسلم لکھا وہ واقعی غیر مسلم بلکہ اسلام کے حق میں غیر مسلموں سے بڑھکر تھے۔

مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ آپ کے رحم اور عفو اور نرمی اور حلم والی صفات کا پہلو بہت غالب تھا یہانتک کہ اس کے غلبہ کی وجہ سے دوسرا پہلو عام حالات میں نظر بھی نہیں آتا تھا۔

آپ کو کسی نشہ کی عادت نہ تھی۔ کوئی لغو حرکت نہ کرتے تھے۔ کوئی لغو بات نہ کیا کرتے تھے خدا کی عزّت اور دین کی غیرت کے آگے کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ آپ نے ایک دفعہ علانیہ ذبّ تہمت بھی کیا۔ ایک مرتبہ دشمن پر مقدمہ میں خرچہ پڑا۔ تو آپ نے اس کی درخواست پر اُسے معاف کر دیا۔ ایک فریق نے آپ کو قتل کا الزام لگا کر پھانسی دلانا چاہا۔ مگر حاکم پر حق ظاہر ہو گیا اور اس نے آپ کو کہا۔ کہ آپ ان پر قانونًا دعویٰ کر کے سزا دلا سکتے ہیں۔ مگر آپ نے درگذر کیا آپ کے وکیل نے عدالت میں آپ کے دشمن پر اس کے نسب کے متعلق جرح کرنی چاہی۔ مگر آپ نے اُسے روک دیا۔

غرض یہ کہ آپ نے اخلاق کا وُہ پہلو دُنیا کے سامنے پیش کیا۔ جو معجزانہ تھا۔ سراپا حسن تھے سراسر احسان تھے۔ اور اگر کسی شخص کا مثیل آپ کو کہا جا سکتا ہے تو وہ صرف محمد رسُول اللہ ہے۔ صلے اللہ علیہ وسلم اور بس۔

آپ کے اخلاق کے اس بیان کے وقت قریبًا ہر خلق کے متعلق مَیں نے دیکھا کہ مَیں اسکی مثال بیان کر سکتا ہوں۔ یہ نہیں کہ مَیں نے یونہی کہدیا ہے مَیں نے آپ کو اس وقت دیکھا۔ جب مَیں

دو برس کا بچہ تھا۔ پھر آپ میری ان آنکھوں سے اس وقت غائب ہوئے جب میں ۲۷ سال کا جوان تھا۔ مگر میں خدا کی قسم کھا کر بیان کرتا ہوں۔ کہ میں نے آپ سے بہتر آپ سے زیادہ خلیق آپ سے زیادہ نیک۔ آپ سے زیادہ بزرگ۔ آپ سے زیادہ اللہ اور رسول کی محبت میں غرق کوئی شخص نہیں دیکھا۔ آپ ایک نور تھے۔ جو انسانوں کے لئے دُنیا پر ظاہر ہوا۔ اور ایک رحمت کی بارش تھے۔ جو ایمان کی لمبی خشک سالی کے بعد اس زمین پر برسی۔ اور اسے شاداب کر گئی۔ اگر حضرت عائشہؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ بات سچی کہی تھی کہ "کان خلقہ القرآن" تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت اسی طرح یہ کہہ سکتے ہیں کہ "کان خلقہ حب محمد واتباعہ" علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مکرم ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے اپنی اس روایت میں ایک وسیع دریا کو کوزے میں بند کرنا چاہا ہے۔ ان کا نوٹ بہت خوب ہے اور ایک لمبے اور ذاتی تجربہ پر مبنی ہے اور ہر لفظ دل کی گہرائیوں سے نکلا ہوا ہے۔ مگر ایک دریا کو کوزے میں بند کرنا انسانی طاقت کا کام نہیں۔ ہاں خدا کو یہ طاقت ضرور حاصل ہے اور میں اس جگہ اس کوزے کا خاکہ درج کرتا ہوں جس میں خدا نے دریا کو بند کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

جری اللہ فی حلل الانبیاء

یعنی خدا کا رسول جو تمام نبیوں کے لباس میں ظاہر ہوا ہے۔

اس فقرہ سے بڑھکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کوئی جامع تعریف نہیں ہو سکتی۔ آپ ہر نبی کے ظل اور بروز تھے اور ہر نبی کی اعلیٰ صفات اور اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ طاقتیں آپ میں جلوہ فگن تھیں۔ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا ہے اور کیا خوب کہا ہے:۔

حسنِ یوسف دمِ عیسےٰ یدِ بیضا داری ۔۔۔ آنکہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یہی ورثہ آپکے ظل کامل نے بھی پایا مگر لوگ صرف تین نبیوں کو گن کر رہ گئے۔ لیکن خدا نے اپنے کوزے میں سب کچھ بھر دیا۔ اللّٰھم صل علیہ علی مطاعہ محمد وبارک وسلم واحشرنی تحت قدمیھما ذالک ظنی بک وارجو منک خیرا۔

آمین ثم آمین

اس جگہ سیرۃ المہدی کا حصہ سوم ختم ہوا۔

(واخر دعونا ان الحمد للہ رب العٰلمین)